

شیعہ مذہب
المعروف

عقائد و عقوبت

جلد چہارم

محقق اسلام شیخ الحدیث علامہ

محمد سعید علی

قَالَ أَبُو بَرٍّ الْكَلْبِيُّ: فَأَنَا وَمَنْ يَتَّبِعُنِي (۱) جَنَّةٌ طَرِيقُهَا بِلَادُ صُفْيَانَ (۲) وَرَسُولُهُ وَرَسُولُهُ
 حضرت علیؑ نے فرمایا اہلسنت وہ
 میں جو اللہ اور اس کے رسول کے طریقے سے تمک
 کرتے ہیں اور اہل جماعت میں میرے متبعین ہیں یعنی
 حضرت علیؑ اہلسنت والجماعت میں۔

عقائدِ جمع فریہ

(جلد چہارم)

باب اول	تقیہ کی دلائل قاہرہ سے تردید
باب دوم	جنارہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تحقیقی بحث
باب سوم	بارہ ائمہ اہل بیت کے مناقب از کتب اہل سنت

محقق اسلام: شیخ الحدیث علامہ
 زمرہ اللہ علیہ
 مہتاب علی نقشبندی

مکتبہ نوریہ حسینیہ، جاموہ رسولیہ شیرازیہ
 بلال کتب خانہ، لاہور، پاکستان فون: 7227228

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

نام کتاب — عقائد جعفریہ (جلد چہارم)

مصنف — محقق اسلام شیخ الحدیث علامہ محمد علی نقشبندی علیہ الرحمہ
بانی جامعہ رسولیہ شیرازیہ بلال گنج لاہور

کتابت — راجہ محمد صدیق کیلیانوالہ شریف گوجرانوالہ
ہدیہ —

نوٹ

کتاب ہذا عقائد جعفریہ میں ہم نے ہر موضوع پر اپنے دعویٰ کا اثبات و استدلال صرف اور صرف کتب شیعوں سے ہی کیا ہے جن چند مقامات پر سنی کتب سے استناد کیا گیا ہے وہاں کتب شیعوں سے اس کی مضبوط تائید بھی پیش کی گئی ہے اور یہی اس کتاب کا طرہ امتیاز ہے۔

مکتبہ نوریہ حسینیہ • جامعہ رسولیہ شیرازیہ

بلال گنج • لاہور • پاکستان فون 7227228

الانتساب

میں اپنی اس ناچیز تالیف کو قدوة السالکین حجۃ الواصلین
 پیری و مرشدی حضرت قبلہ خواجہ سید نور الحسن شاہ صاحب رحمۃ
 اللہ علیہ سرکار کیلیا نوالہ شریف اور نگمدار ناموس اصحاب رسول
 محبت اولاد بتول سپر طر لقیات راہبر شریعت حضرت قبلہ
 پیر سید محمد باقر علی شاہ صاحب زبیب سجادہ کیلیا نوالہ شریف
 کی ذات گرامی سے منسوب کرتا ہوں جن کے روحانی تصرف
 نے ہر شکل مقام پر میری مدد فرمائی۔

ان کے طفیل اللہ میری یہ سعی مقبول و مفید اور میرے لیے

ذریعہ نجات بنائے۔ آمین :

احقر العباد

محمد علی عفا اللہ عنہ

الإهداء

میں اپنی یہ ناچیز تالیف زبدۃ العارفین حجۃ الکاملین، مہربان
 ہمانانِ رحمۃ للعالمین حضرت قبلہ مولانا فضل الرحمن صاحب
 ساکن مدینہ منورہ، خلف الرشید شیخ العرب والعجم حضرت
 قبلہ مولانا ضیاء الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدفون جنت البقیع
 (مدینہ طیبہ) خلیفہ اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مولانا احمد رضا
 خان صاحب فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں
 ہدیہ عقیدت پیش کرتا ہوں جن کی دُعا سے فقیر نے اس
 کتاب کی تحریر کا آغاز کیا۔

۵۔ گر قبول افتد زب سے عز و شرف

مُحَمَّدٌ عَلِيُّ عَفَا لَدُونَهُ

تقریریں

پیر طریقت شہباز شریعت حضرت علامہ ابی بخش لاہوری

استاذ العلماء میناظر اسلام شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا الحاج

الحافظ محمد علی صاحب دامت برکاتہ العالیہ ناظم اعلیٰ جاموہ رسولیہ شہراز

بلال گنج لاہور کا وجود اس قحط الرجال کے دور میں علمائے سلف کی ایک چلتی

پھرتی تصویر ہے۔ آج سے چند سال پیشتر ہمارے تصور میں بھی یہ نہیں آسکتا

تھا کہ قدرت ان سے ایک عظیم الشان کام لینے والی ہے۔ تاریخ عالم کے واقعات

اور شواہدات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ کہ بعض اوقات بہت سے افراد مل کر

ایک تاریخی کارنامہ سرانجام دیتے ہیں۔ لیکن بعض اوقات فرد واحد ایک ایسا

مخیر العقول کارنامہ سرانجام دے دیتا ہے۔ کہ بہت سے افراد مل کر مدتوں

تک بھی وہ کام مکمل نہیں کر سکتے۔ اور ازل کا نام صدیوں تک زندہ رہتا ہے

عقائد و مذاہب پر تحقیق و تدقیق کا سلسلہ شروع سے جاری ہے۔ بلکہ روز بروز

ویسے ویسے تر ہو رہا ہے۔ اختلافات و اعتراضات کے دنارے ہمیشہ

بہتے رہتے ہیں۔ دلائل و براہین کے ساتھ ان کے جوابات ویسے ہاتے ہیں۔

اور یہ دلائل و براہین ہی کسی کی عظمت و شخصیت کا پتہ بتاتے ہیں۔ شہد مذہب

انہما سے ہی تشریح طلب رہا ہے۔ شہد مذہب کا بانی کون تھا۔ اس کے

عقائد و نظریات کیا تھے۔ اور پھر شیعہ مذہب میں اللہ تعالیٰ اور اس کی کتاب

اور اس کے رسول اور رسول کی اولاد و ازواج اور صحابہ کرام کے متعلق جو شیعہ لوگوں کے ذہن پر

عقائد تھے ان کے دندان شکن جوابات فقط ان کی کتابوں سے ہی دیئے جاسکتے تھے اس عظیم کام کے

ایک عظیم محقق کی ضرورت تھی اللہ تعالیٰ نے یہ کام علامہ موصوف سے لیا۔ نہایت متفقا نہ انداز سے قلم اٹھایا اور تحقیق کا حق ادا کر دیا۔ اس درویش صفت انسان نے گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر کتابوں کی دنیا میں سفر کرنا شروع کیا۔ عقل و تہذیب کے پیمانوں سے علم و حکمت کے خزانوں کی تلاش شروع کی۔ نہایت کامیابی کے ساتھ قیمتی ذخائر کو تلاش کیا۔ شیعہ مذہب کی عمارت کے بڑے بڑے ستونوں کو ان کی کتابوں سے اتنے مضبوط دلائل کے ساتھ گراتے چلے گئے ہیں۔ کہ شیعہ صاحبان بھی اگر دیانتداری سے اس کا مطالعہ کریں تو انہیں فاضل مصنف کا احسان مند ہو کر اپنے عقائد و نظریات پر نظر ثانی کرنے کی نہایت پاکیزہ دعوت دی گئی ہے۔ تحفہ جعفریہ کی پانچ جلدیں اور فقہ جعفریہ کی چھ جلدیں ہزاروں کتابوں کے مطالعے سے بے نیاز کر دیتی ہیں۔ یہ حقیقت بالکل سچا ہے۔ کہ اس سے پہلے بھی ایسی بڑی بڑی عظیم کوششیں کی گئیں۔ تحقیق کے بڑے بڑے خزانے ازالۃ الخفاء اور تحفہ اثنا عشریہ کی صورت میں ہمارے سامنے آئے۔ مگر مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں ہے۔ کہ میرے خیال کے مطابق کسی زمانہ میں بھی اتنی محقق اور مفصل کتاب رد و اقص میں نہیں لکھی گئی۔ اور میں یقیناً کہتا ہوں کہ اگر آج حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی صاحب زندہ ہوتے تو یقیناً فاضل مصنف کو دعا اور مبارکباد دیتے۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے۔ کہ قبلہ شیخ الحدیث علامہ حافظ محمد علی صاحب کو عمر از قلم کے ان کا سایہ اہل سنت و جماعت پر ہمیشہ سلامت رکھے۔ اور ہم سب کو ان سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

راقم الحروف

بندہ صمیم اللہ بخش قادی

تفسیر

شیخ الحدیث و التفسیر جامع العقول و المنقول اتا ذی المکرّم حضرت مولانا
علامہ غلام رسول صاحب فیصل آباد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سید الانبیاء و امام المرسلین و آله و صحبه اجمعین !
ابعد:

میں نے شیعہ مذہب (تسمیہ جعفریہ) کا اہم مقامات سے بغور مطالعہ کیا۔ نازل
مؤلف نے محنت شاقہ سے شیعہ کتب سے شیعہ مذہب کے عقائد بڑی تفصیل
سے کتب کے مقتضی کے مطابق ذکر کیے۔ اپنی طرف سے ان میں کچھ
افراط و تفریط نہیں کی اثنا عشریہ کے عقائد بڑی تفصیل سے باطل کیے اور
ان کو بیت عنکبوت سے زیادہ کمزور ثابت کیا اور واضح کیا کہ ان لوگوں
کے عقائد میں شدید تضاد ہے اور انہی کی کتب میں حضرات اہل بیت کرام
علیہم السلام کی شان میں آداب سے تجاوز کیا گیا ہے۔ اول سے آخر
تک اس کے مطالعہ سے شمس النہار کی طرح شیعہ مذہب کی حقیقت کھل
جاتی ہے۔ گویا اثنا عشریہ کی کتب ہی اس مسلک کے بطلان کی مناد ہیں
مولیٰ کریم مؤلف کو احسن جزا ہے کہ انہوں نے نہایت ہی عوق ریزی سے
ابنست و جماعت کی اہم مذہب کو پورا کیا اور عوام پر عظیم احسان فرمایا آمین

ندام رسول رضوی

marfat.com

Marfat.com

تفسیر لفظ

مفسر قرآن علامہ الدھر، شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ
(بہاولپور)

شیعہ فرقہ کے رد میں جامع کتاب لکھنے کا پروگرام فقیر اویسی نے اس وقت بنایا جب
سنہ ۱۹۷۱ء میں ٹوبہ ٹیک سنگھ (دارالسلام) کی ایک نجی مجلس میں قرآن اسلام و ملت حضرت
خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ سے فرماتے عطا کد کاش کوئی مرد میہاں ہوتا جو شیعہ
مذہب کے ایک ایک عقیدہ اور مسئلہ کی قلعی کھوتا۔ اس کے بعد اگرچہ میری چند کتب
در مسائل اس موضوع پر منظر عام پر آئے مگر..... افسوس! کہ فقیر اپنے پروگرام میں کلی طور
پر کامیاب نہ ہو سکا اور نہ حضرت خواجہ کی دلی تمنا برآئی۔

لیکن شیعہ مذہب کے رد میں فقیر کی دیگر کتب کی اشاعت نہ ہونے پر اب کوئی
تعلق نہیں رہا جب فاضل جلیل شیخ الحدیث حضرت علامہ الحاج مولانا محمد علی دامت برکاتہم
کو ”تسخیر جعفریہ“ کی تصنیف میں منہمک پایا، اب میں سمجھتا ہوں کہ علامہ موصوف نے
خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کی آرزو اور میرے پروگرام کی تکمیل کر دی ہے کیونکہ
علامہ موصوف نے تحقیقی اور مفصل کتاب لکھی ہے کہ جس میں ایک ایک شیعہ عقیدہ کے رد میں
درجنوں شیعہ کتب سے تحقیق فرمائی ہے۔ اس کتاب کے کچھ ابواب فقیر نے پڑھے ہیں۔ الحمد للہ حضرت علامہ
نے اپنے ہر دعویٰ کا اثبات قرآن اور صرف کتب شیعہ سے کیا ہے اور یوں اہلسنت کی ایک بڑی
شہرت کو پورا کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنف کو اس کی بہتر جزا عطا فرمائے آمین!

محمد فیض احمد اویسی الرضوی غفرہ (بہاولپور) - ۹ شعبان ۱۴۰۴ھ

تفسیر لفظ

محقق ابن عقیق، شارح بخاری، سفرت علامہ سید محمود احمد رضوی دامت برکاتہ
امیر مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف گنج بخش روڈ لاہور



جامعہ رویہ شہیرازیہ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد علی صاحب فاضل
درس نظامی ہیں۔ درس و تدریس اور تبلیغ و اشاعت دین ان کا مشغلہ ہے۔
مطالعہ بھی وسیع ہے اور مختلف مکاتب فکر کے عقائد و نظریات اور ان
کے دلائل پر بھی ان کی نظر ہے۔ ان کی تالیف ضخیم جعفریہ ایک نہایت وسیع
علمی مواد پر مشتمل ہے۔ میں نے اس کتاب کا ایک جزو حضرت علی اور خلفاء
ثلاثہ سلیم الرحمة والرضوان کے درمیان خوشگوار تعلقات کے کچھ اوراق پر نظر ڈالی
ہے جسے پڑھ کر اس کتاب کی عظمت، افادیت اور دلائل و بہاؤ کی رفعت
کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس موضوع پر یہ کتاب ایک اچھی، مفید، جامع اور مدلل
کوشش ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ فاضل مولف کی اس دینی خدمت کو قبول فرمائے
اور عوام و خواص کے لیے یہ کتاب ہدایت و موظنت کا سبب بنے۔



سید محمد احمد رضوی

امیر مرکزی دارالعلوم حزب الاحناف
گنج بخش روڈ لاہور۔ ۱۴ اگست ۱۹۸۴ء

تقریظ مناظر اسلام مولانا عبدالنواب صدیقی اجمروی

اہل تشیع ایسا چالاک فرقہ ہے جو اسلام کا لبادہ اوڑھ کر شجر اسلام کی جڑیں کاٹنے کے درپے ہے۔ ہر دور میں علماء حق نے ان کی سرکوبی کے لیے نعرہ جہاد بلند کیا۔ آج کے دور میں اس فرقہ نے گرد فریب کا نیا جال بچھایا ہے۔ اور طرح طرح کے جھوٹے دلائل سے عظمت صحابہ کو داغدار کرنا چاہتا ہے۔ اہل سنت کی طرف سے ایک ایسی کتاب کا وجود میں آنا ضروری تھا جو شیعوں کی ایک ایک دلیل کو لے کر اس کی تردید کرتی۔ اور فی الوقت ان کے نئے نئے دلائل کا منہ توڑ جواب پیش کرتی۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا علامہ محمد علی کا عوام و علماء اہل سنت پر عظیم احسان ہے کہ انہوں نے یہ کچی پوری کر دی۔ اور ایک کے بجائے تین کتابیں تالیف فرمادیں جن کی جلدیں مجموعی طور سے ۱۶ عدد ہیں۔ یقیناً یہ کتابیں لبادے سے لے کر مناظرین تک سب کے لیے ایک نعمت ثابت ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مولانا کی تصانیف کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔

وصلی اللہ علی حبیبہ محمد وآلہ وصحابہ جمیعین

محمد عبدالنواب صدیقی
خادم آستانہ عالیہ مناظر اعظم لاہور

تاثرات علیہ

پیر طریقت راہبر شریعت افتخار نقشبندیت
 قبلہ سید محمد باقر علی شاہ صاحب سجادہ نشین
 آستانہ عالیہ حضرت کیدیا نوالہ شریف (گوجرانوالہ)

اس خادم اہل بیت و صحابہ در اتم المعروف سید محمد باقر علی کی دریرینہ تمنا تھی کہ جو ملے
 مہمان اہل بیت المعروف شیخ فرقہ کی ترویج میں ایک مفصل اور عام فہم کتاب ہونی چاہیے
 اس مقصد کے لیے میں نے چند بار علماء کی میٹنگ بلائی مگر کسی نے اس کام کی حامی
 نہ بھری۔ اچانک اللہ تعالیٰ نے ہمارے آستانہ کے خادم علامہ محمد علی صاحب کو اس
 طرف متوجہ کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے ان کے قلم سے تین ضخیم کتابیں نکلنے لگیں۔ عقائد حضرت
 فقہ جعفریہ فیض تحریر میں آگئیں جن کی مجموعی طور پر ۱۶ جلدیں ہیں۔ اس میں کسی شخص کو کوئی
 شک نہیں کرے کتابیں تحقیق کا انمول خزانہ ہیں۔ میرے تاثرات ان کتابوں کے متعلق
 اس قدر شکر آمیز ہیں کہ نفلوں سے انہیں بیان نہیں کر سکتا۔ میرا تو اپنے سب
 اراد مندوں کو حکم ہے کہ جس کے پاس بھی کچھ مالی گنجائش ہے وہ یہ کتاب میرے
 خریدے سے بلکہ تمام مسلمانوں کو میرا یہی مشورہ ہے۔ اللہ تعالیٰ مولانا کی محنت قبول
 فرمائے اور ہمارے آستانہ کے روحانی اجداد کی شفاعت فرمائے۔ آمین ثم آمین

سید محمد باقر علی سجادہ نشین آستانہ عالیہ
 حضرت کیدیا نوالہ شریف (ضلع گوجرانوالہ)

تأثرات مشائخ عظام

شیخ العرب والعجم علامہ **فصل الرحمان صاحب**
(مدینہ منورہ)



حاصل التعمیر و التعمیر

والرسول الاله صلی اللہ علیہ وسلم

لین بحمد اللہ تبارک و تعالیٰ واحداً حياً کما لک من حُجرات النعم
الجماء للہ الذی حصن هذه الامم المحمدیة بالعلماء والعاملین
ومساجدنا من جملة العباد - وحفظاً للنسب وتمام المصنوع من اهل
النسب والعباد - وتوجیہم الی حفظہ ونفاذہ - والصلاة والسلام
علی عتوہ ورسولہ سیدنا وحبيبنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم
اضطباعاً من بیننا ورسولنا صلی اللہ علیہ وسلم والصلاة والسلام قتل
صلى الله عليه وسلم اجمع الى بركة قيام الثقلين كتاب الله ثم قال
وعن اهل البيت - اذ يظلم الله في اهل بيته - واصطفاه
برأيه - سبحانه كالجمع - لادب كالتشعوش - ومنهم من شرفه الله
بريادته الفضل والارامة كالخلفاء الراشدين - وباني العترة
المسيبين وغيرهم - رسول الله تعالى عليهم اجمعين - وهذه اقدم
سنة الميراث اعطاه الاسناد الكبير قدوه السائلين زبدة المجمعين
والمدققين مولانا محمد علي حفظه الله على اهدائه التت التي انفا
وضعها لمرته هذه الا سطر - عزاه الله عن وعن الاسلام والمسلمين
عبر الحراء - اني قد طالعت في موافاقه الذي ذكرها من عدة أماكن
واسمعتي قراءه بعض المتحسين من اجزاء متفرقة من كتابه [شعبه
مدهنت المصروف بعفان الجعمره] وكذا التحفة الجعمرية من المجلد
الاول والمجلد الثاني

وعبرها من عفاؤهم الفاسد



سنة ١٤٠٠

مكتبة دار الفکر

سنة ١٤٠٠

والحفيظة أن فضيلته يستحق الشكر والتقدير في مثل محجوراته
 القيمة التمهيدية في سبيل إخراج هذه المجموعة اللبكية السالف ذكرها
 والمحق يقال - لأنها رائدة معارف دينية - في مؤلفات الثمينة المتواليه
 والتي جعلها سهلاً المتناول - لكل من يسر له الله لمعرفة دينه الخفيف
 وسنه بينه الهادي إلى أقوم سبيل - وقد ألبرت في شخصه الجليل
 هذه الجملة العظيمة - والإخلاص العميق - بما تلبد من شهر متواصل
 وسعى حثيث في تحقير مشروعية الدر هو الأول من نوعه بهذه السلسلة
 الدينية - وبها توبه ورثته في كل كتاب منها من فصول وأصول - ربما
 رتبته من آيات قرآنية كريمة - أدرجه في عبرة لطيفة مستنبطه من
 أهم العلماء في بيان فضل أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم
 وما حب في حقهم من حُسْنِ الإعتقاد - ولزوم سبيل الشكر -
 وترتّب أحسن القول في أصح باب رسول الله صلى الله عليه وسلم
 وأحبه ودرجاته - فندرك من اليقاز - ومن زلزلهم بسوء
 هو عن خير سبيل ومن المعلوم أن فضل النبي صلى الله عليه وسلم
 ما رفته في فصل أصحابه - الذي هو متفرع عن فضله - فلذلك
 الدرية الظاهرة فصلهم فرع عن فضله صلى الله عليه وسلم
 واحداً بنضح أن أصل العصاة - فبطل الدرية - وبطل التي
 هو صلى الله عليه وسلم - وهي الدرية - وهو صلى الله عليه وسلم



فضل الرحمن بن الشيخ الفاروق

المدني الحنبلية

فمنها حصل لأحد هما من مدح أو ذم - لا بد أن يتعدى على الآخر
 فأخذه الله على من فرق بولاد بعضهم - ومعادرات البعض
 فإن عادي أحدهما لم ينفعه ولاد الآخر وكان عدو الله
 ورسوله - وأعود فأقول لقد خليت مؤلفات فضيلته -
 من شيق جميل - وفن بديع - علاوة على ما حظي به
 من تقارير جهادة العام والدين - وتقدير المشايخ والعلماء
 العاملين وقد بين فضيلة المؤلف ما ورد من الأدلة الواضحة
 أن خير هذه الأمة بعد نبيها أبو بكر الصديق ثم عمر الفاروق
 ثم عثمان بن عفان ثم أسد الله على ابن أبي طالب ثم من بعد
 الثلاثة أصحاب الشورى الخمسة رضوان الله عليهم أجمعين
 هذا ما ظهر على قلبي وجرت به لساني - حررتة وقت السحر
 وأنا مسرور بما أفاض عليه من السلسلة النبوية المباركة
 البوا - وهذا ما كون العظم والعجل إنفاذ ربه الله عز وجل
 أسأله الله اللرم رب العرش العظيم أن يبارك في أمره - و
 أن يمجزه المتوبة - عوض فضله وكرمه وقنه أن يرضي جميع الدعاء
 وصلى الله على سيدنا محمد وآله الطيبين وعلى آل وأصحابه الطيبين

الذي تبارك الله تعالى
 فضل الرحمن بن فضيلة الشيخ
 صياد الدين الفاروق المازني
 فضل الحكيم
 غفر الله له ولوالديه

ترجمہ تاثرات

شیخ العرب والعجم عمدة الاقبياء ميرزا بن مہمانان مصطفیٰ علیہ التجیۃ والثناء

علامہ محمد فضل الرحمن ^{مدظلہ} صاحب

خلف الرشید شیخ الشیوخ حضرت مولانا ضیاء الدین صاحب حمزہ اللہ علیہ ساکن

مدینہ شریف، زادھا اللہ شرفاً

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دو اگر تیری وجہ سے اللہ تعالیٰ کسی ایک شخص کو ہدایت فرما دے تو یہ تیرے حق میں سرخ رنگ کے جانوروں کے حاصل ہونے سے کہیں بہتر ہے (یعنی یہ نعمت تمام نعمتوں سے بڑی ہے)۔
تمام ترخوبیاں اس اللہ پاک کے لیے کہ جس نے امت محمدیہ کو باعمل علماء کے ساتھ مخصوص فرمایا۔ اور انہیں عام لوگوں کے لیے مرجع قرار دیا اور شریعت مقدمہ پر گمراہ اور اس کے دشمنوں کے لگاتار حملوں کے خلاف محافظ بن کر کھڑے ہوئے اور انہیں شریعت پاک کی حفاظت کھرے کھوٹے کی پرکھ کرنے کی ذمہ داریاں سونپی۔

اور۔ بے انتہا اللہ کی رحمتیں اور ان گنت سلام اس کے مخصوص بندے اور
عظیم الشان رسول جناب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوں جو ہم سب کے آقا حبیب

اور شذاعت فرمانے والے ہیں جنہیں اللہ رب العزت نے اپنی تمام مخلوق اور حضرات انبیاء کرام سے ممتاز بنا یا جھوڑی اور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:-

”ویشک میں تم میں دو بھاری اور گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہے ہوں۔
ایک کتاب اللہ اور دوسری اپنی عترت یعنی اہل بیت۔ میں تمہیں اپنی اہل بیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا خوف یاد دلاتا ہوں“

یہ آپ کے تین مرتبہ فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کی قرابت یعنی رشتہ داری کو تمام قرابنوں سے برگزیدہ فرمایا۔ اور آپ کے صحابہ کو ممتاز فرمایا جو ہدایت کے تابندہ ستارے ہیں، بلکہ روشن سورج ہیں۔ اور ان میں سے بعض وہ حضرات ہیں کہ جنہیں اللہ تعالیٰ نے فضیلت اور کرامت میں حصہ وافر عطا فرمایا۔ جیسا کہ خلفائے راشدین، عشرہ مبشرہ وغیرہ۔ ان سب پر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی نازل ہو۔

بعد ازاں میں فاضل کبیر، استاد منظم، قزوہ الساکین، زبدۃ المتحققین والمدققین جناب مولانا محمد علی صاحب راہداری کی حفاظت فرمائے گا شکر یہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے مجھ راقم المعروف کو اپنی تالیف کردہ کتاب میں بطور ہدیہ عنایت فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ میری طرف سے اور اسلام و مسلمانوں کی طرف سے بہترین جزاء عطا فرمائے۔ میں نے ان کی تالیفات میں سے شیعوں مذہب المعروف تہذیب جعفریہ کا پہلی اور دوسری جلد کے مختلف مقامات کا مطالعہ کیا اور کئی ایک جگہوں سے مجھے اپنے دوستوں سے سننے کا اتفاق ہوا۔ جن سے مذہب شیعوں کے فاسد عقیدوں کی زبانتی گئی۔

اور حقیقت یہ ہے کہ حضرت فاضل علامہ کی قیمتی محنت اور اس عظیم مجموعہ کی تالیف اور تکمیل پر کی گئی ان تھک محنت لائق صد شکر اور احسان ہے اور حق تو یہ ہے کہ یوں کہ

فہرست مضامین

عقائد جفریہ جلد چہارم

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۳۹	ایک ضروری وضاحت۔	۱
۴۰	شیعوہ کا ایک بہت بڑا طعن۔	۲
۴۱	مذکورہ طعن کے تین ارکان	۳
۴۲	جواب رکن اول۔	۴
۴۳	سنت کا لفظ قرآن مجید میں موجود ہے۔	۵
۴۶	لفظ "سنت" کی عظمت کتب اہل تشیع میں۔	۶
۴۹	جواب رکن دوم۔	۷
۵۱	یہود و نصاریٰ فسرعو نیوں اور چینیوں کو بھی قرآن میں شیعوہ کہا گیا ہے۔	۸

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۵۵	ابراہیم علیہ السلام نے شیعہ لوگوں کی شان دیکھ کر شیعہ بننے کی دعا کی۔	۸
۶۰	جواب رکن سوہر:	۹
۶۸	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سنی تھے۔	۱۰
۷۰	حضرت ائمہ اہل بیت کے ہاں شیعوں کا مقام و مرتبہ۔	۱۱
۷۲	حضرات ائمہ اہل بیت نے شیعوں پر لعنت بھیجی اور دوری کی دعا مانگی۔	۱۲
۷۸	باب تقیہ	۱۳
۸۰	فصل اول	۱۴
۸۰	تقیہ کے متعلق فریقین (شیعہ، سنی) کے نظریات و عقائد عقیدہ اہل تشیع۔	۱۵
۸۲	فصل دوم	۱۶
۸۲	اثباتِ تقیہ پر شیعہ لوگوں کے دلائل اور ان کے جوابات دلیل اول:	۱۷
۸۲	حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تقیہ کے طور پر اپنی بیوی حضرت سائرہ رضی اللہ عنہا کو ہمیشہ کہا۔	۱۸

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۸۳	جواب:	۱۷
۸۵	تقیہ اور توریہ میں فرق۔	۱۸
۸۶	دلیل دوم:	۱۹
۸۶	حضرت یوسف علیہ السلام نے بطور تقیہ اپنے بھائی کی بوری میں پیمانے کو چھپا دیا۔	
۸۷	جواب اول:	۲۰
۸۸	جواب دوم اور	۲۱
۸۸	جواب سوم:	
۹۳	دلیل سوم:	۲۲
۹۳	حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تقیہ کرتے ہوئے اپنے آپ کو بیمار کہا۔	
۹۴	جواب	۲۳
۱۰۱	دلیل چہارم:	۲۴
۱۰۱	حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بطور تقیہ بتوں کو توڑنے کی نسبت بڑے بت کی طرف کر دی۔	
۱۰۲	جواب:	۲۵
۱۰۵	دلیل پنجم:	۲۶
۱۰۵	اصحاب کعبہ نے بطور تقیہ اپنے گلوں میں زنا رٹا لے۔	

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱۰۷	جواب:	۲۷
۱۱۲	دلیل ششم:	۲۸
۱۱۲	لفظ تقیہ کا ثبوت اصلی قرآن میں موجود تھا۔	
۱۱۳	جواب:	۲۹
۱۱۷	فصل سوم	۳۰
۱۱۷	فضائل تقیہ	
۱۱۸	روایت ۱: دین کے نوحے تقیہ میں ہیں۔	۳۱
۱۱۹	روایت ۲: "تقیہ" کئی شیعہ کے درمیان امتیاز کی علامت ہے۔	۳۲
۱۲۰	روایت ۳: ترک تقیہ ناقابل معافی گناہ ہے۔	۳۳
۱۲۱	روایت ۴: تقیہ کا مقام روزہ، نماز وغیرہ سے زیادہ اہم ہے۔ اور خصلت ائمہ ہے۔	۳۴
۱۲۲	روایت ۵: تقیہ نماز پڑھنے سے کئی نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔	۳۵
۱۲۳	روایت ۶: صفت اول میں تقیہ نماز پڑھنا گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنا ہے۔	۳۶
۱۲۴	روایت ۷: اگر کسی شیعہ نے کسی سنی کے پیچھے نماز پڑھی تو اس نے گویا ائمہ اہل بیت کے پیچھے نماز پڑھی۔	۳۷
۱۲۵	روایت ۸: امام جعفر صادق نے فرمایا جس نے ہماری بات ظاہر کر دی۔ اس نے گویا ہمیں عمداً قتل کیا	۳۸

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱۲۷	روایت ۹: بطور تفتیہ نماز پڑھنے والے پر فرشتے	۳۹
	درود و سلام بھیجتے ہیں۔ ایسی نماز کا ثواب سات سو نمازوں	۴۰
	کے برابر ہوتا ہے۔	
۱۲۹	روایت ۱۰: امام قائم کے ظہور تک شیعوں کے لیے جھوٹ	۴۱
	یوں نا ضروری ہے۔ ورنہ دین امامیہ سے خارج ہو جائیں گے۔	
۱۳۱	روایت ۱۱: جو تفتیہ نہ کرے بے دین ہے۔	۴۲
۱۳۲	روایت ۱۲: تفتیہ کو چھوڑنے والا ایسا ہی ہے جیسا نماز	۴۳
	چھوڑنے والا۔	
۱۳۳	روایت ۱۳: تفتیہ ائمہ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔	۴۴
۱۳۴	روایت ۱۴: تفتیہ کی بدولت قیامت میں دونوں آنکھوں	۴۵
	کے درمیان نور ہو گا۔ جس سے وہاں روشنی حاصل کی جائے	
	گی۔	
۱۳۶	روایت نمبر ۱۵: شیعوں مذہب میں مر لے تک اپنا اصلی مذہب	۴۶
	چھپانا جائز ہے۔ اور بتدی درجات کا حامل ہے۔	
۱۳۸	روایت ۱۶: جس نے تفتیہ نہ کیا وہ ہم میں سے نہیں (امام جعفر)	۴۷
۱۳۸	روایت ۱۷: تمام اعمال سے تفتیہ افضل ہے۔ اور شیعوں	۴۸
	کے اعمال کی جان ہے۔	
۱۳۹	روایت ۱۸: تفتیہ سے بڑھ کر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ	۴۸
	کو کوئی دوسرا عمل محبوب نہیں۔	

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱۳۱	فصل چہارم	۴۹
۱۳۱	وسعت تقیہ اور اس میں شیعوں کی خود غرضی۔	
۱۳۱	روایت ۱:	
۱۳۵	روایت ۲:	۵۰
۱۳۷	روایت ۳:	۵۱
۱۳۹	روایت ۴:	۵۲
۱۵۱	روایت ۵:	۵۳
۱۵۳	روایت ۶:	۵۴
۱۵۵	فصل پنجم	۵۵
۱۵۵	تقیہ کی تردید میں قرآن مجید اور کتب شیعہ سے دلائل۔	
۱۵۵	دلیل اول:	
۱۵۹	دلیل دوم:	۵۶
۱۶۱	دلیل سوم:	۵۷
۱۶۶	دلیل چہارم:	۵۸
۱۶۸	دلیل پنجم:	۵۹
۱۶۰	دلیل ششم:	۶۰
۱۶۱	دلیل ہفتم:	۶۱

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۱۷۲	دلیل ہشتم:	۶۲
۱۷۳	دلیل نہم:	۶۳
۱۷۵	دلیل دہم:	۶۴
۱۷۶	دلیل یازدہم:	۶۵
۱۷۷	دلیل دوازدہم:	۶۶
۱۷۹	دلیل سیزدہم:	۶۷
۱۸۰	دلیل چہار دہم:	۶۸
۱۸۲	فصل ششم	۶۹
۱۸۲	بخشش اور دعا کے وقت تبراء اور لعنت۔	۷۰
۱۸۶	سنی میت کی نماز جنازہ میں دعا کی جگہ اس کے لیے لعنت،	۷۱
۱۹۲	حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مزار پر عاضری کے وقت شیعوں کی پسندیدہ دعا۔	۷۲
۱۹۳	امام حسین رضی اللہ عنہ کے مزار پر شیعوں کی پسندیدہ دعا۔	۷۳
۱۹۴	فصل ہفتم	۷۴
۱۹۴	ائمہ اہل بیت پر بصورت تقیہ لعنت جائز ہے۔	۷۵
۲۰۱	فصل ہشتم	۷۶

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۲۰۱	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلفائے ثلاثہ سے سچی دوستی ایجاد تقیہ کی علت ہے	۷۷
۲۰۲	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا بیعت کر لینا۔	۷۸
۲۰۳	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھنا۔	۷۹
۲۰۵	حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ام کلثوم بنت علی المرتضیٰ کا نکاح	۸۰
۲۲۰	شیخ العلامة مولانا فضل الرحمن صاحب مدظلہ العالی مدنی کا بیان	۸۱
۲۲۱	باب دوم	
۲۲۲	بحث جنازہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم	۸۲
۲۲۲	طعن اول	۸۳
۲۲۲	صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ نہیں پڑھا۔ (معاذ اللہ)	۸۴
۲۲۳	صحابہ کرام کی عقیدت ایک کافر کی زبانی۔	۸۵
۲۲۴	جواب طعن:	۸۶
۲۲۴	تمام صحابہ کرام کا جنازہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔	۸۷

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۲۲۶	روایات شیعہ سے مذکورہ طعن کی تردید۔	۸۸
۲۳۸	چیلنج: دس ہزار روپیہ انعام	۸۹
۲۴۱	بروایت فروع کافی۔	۹۰
۲۴۱	غسل رسول کے وقت شیخین مسجد میں موجود تھے۔	۹۱
۲۴۴	وفات رسول علیہ السلام پر فاروق و دیگر صحابہ شدت غم سے حواس کھو بیٹھے۔	۹۲
۲۵۰	شبہ اول:	۹۳
۲۵۰	اگر صحابہ محبت رسول تھے تو آپ کی تدفین سے قبل سقیفہ میں طلبِ خلافت کے درپے کیوں ہوئے۔	۹۴
۲۵۰	ازالہ شبہ:	۹۵
۲۵۱	ثانی اشہد الخ کے نزول کی وجہ سے تمام صحابہ کرام بیعت صدیقی پر متفق ہو گئے۔	۹۶
۲۵۴	شبہ دوم:	۹۷
۲۵۴	صحابہ کی عدم موجودگی کے سبب جنازہ رسول دون تک مؤخر رہا	۹۸
۲۵۴	جواب:	۹۹
۲۵۴	حقیقت کا انکشاف	۱۰۰

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۲۵۸	حضرت علی کی نماز جنازہ کی بحث؛ شیعوں کے نزدیک حضرت علی کی شان اور مرتبہ رسول خدا سے زیادہ ہے۔	۱۰۱
۲۶۰	علی المرتضیٰ کے جنازہ میں کوئی شیعہ شریک نہیں ہوا۔	۱۰۲
۲۶۱	خلافت علی میں کوفہ میں بیسنے والے کون تھے۔	۱۰۳
۲۶۲	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تدفین کے بعد کوئی شیعوں کے کرتوت۔	۱۰۴
۲۶۳	حسبہ	۱۰۵
۲۶۵	جنازہ رسول کی حقیقت اور مرض الموت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے محبت بھری باتیں۔ (از کتب شیعہ)	۱۰۶
۲۶۸	نبی پاک علیہ السلام کا جنازہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے پڑھا	۱۰۷
۲۶۳	طعن دوم	۱۰۸
۲۶۳	ابو بکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما خلافت کے حصول کی مصروفیات کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تدفین میں شریک نہ ہوئے۔	۱۰۹
۲۶۵	جواب اول:	۱۱۰
۲۶۵	طعن اول کی عبارت کی سند پر جرح	۱۱۱
۲۶۹	جواب دوم:	۱۱۲

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۲۸۲	جواب سوم:	۱۱۳
۲۸۴	پیر طریقت رہبر شریعت حضرت قبلہ سید محمد باقر علی شاہ صاحب کا بیان	۱۱۴
۲۹۳	باب سوم:	۱۱۵
۲۹۳	مناقب اہل بیت	۱۱۶
۲۹۵	مناقب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ	۱۱۷
۲۹۵	فصل اول:	۱۱۸
۲۹۴	آپ کی کنیت، علیہ اور آپ کے اسم گرامی کا بیان	۱۱۹
۲۹۹	فصل دوم:	۱۲۰
۲۹۹	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے کا بیان	۱۲۱
۳۰۳	فصل سوم:	۱۲۲
۳۰۳	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں مرتبہ و مقام۔	۱۲۳
۳۰۵	ایک مفاطلہ اور اس کا جواب۔	۱۲۴
۳۱۲	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی بات کی رعایت	۱۲۵

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۳۲۳	فصل چہارم:	۱۲۶
۳۲۳	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے علم مبارک کے بیان میں علم و حکمت کے ذمے حصول میں ساڑھے نو حصے آپ کو عطا ہوئے۔	۱۲۷
۳۲۵	علم میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنے سے پہلے حضرات سے کم نہ تھے۔ اور ان کے بعد والا کوئی آپ کے درجہ تک نہ پہنچ سکا۔	۱۲۸
۳۲۶	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنی موت باخیر تھے۔	۱۲۹
۳۲۷	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے پانی کی طرح علم پیا۔	۱۳۰
۳۲۹	حضرت علی المرتضیٰ کے دل میں بے پناہ قوت اور مضبوطی دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا نتیجہ تھا۔	۱۳۱
۳۳۰	حضرت علی کرم اللہ وجہہ تمام آیات کا شان نزول جانتے تھے۔	۱۳۲
۳۳۱	حضرت علی المرتضیٰ کا عام اعلان تھا کہ جو چاہو پوچھو۔	۱۳۳
۳۳۲	ایک مشکل ترین سوال کا فی البدیہہ جواب۔	۱۳۴
۳۳۳	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ایک پیچیدہ مسئلہ کا حل۔	۱۳۵
۳۳۵	حضرت علی المرتضیٰ کی فقاہت کی ایک نادر جھلک۔	۱۳۶
۳۳۶	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حساب کے بھی امام تھے۔	۱۳۷
۳۳۸	امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو علم نبوت کا خزانہ سمجھتے تھے۔	۱۳۸

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۳۴۹	حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جناب حضرت علی المرتضیٰ کو ۳۴۹ دین کا بہت بڑا عالم سمجھتی تھیں۔	۱۳۹
۳۵۰	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حلیمہ شریفین کے سب زیادہ حافظ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔	۱۴۰
۳۵۲	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سیدنا حضرت فاروق رضی اللہ عنہ علمائے کابین میں سے سمجھتے تھے۔	۱۴۱
	فصل پنجم:	
۳۵۳	حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت علی المرتضیٰ کا اپنی جان نثار کر دینا۔	۱۴۲
۳۵۴	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل۔	۱۴۳
۳۵۴	سردی اور گرمی آپ پر اثر انداز نہیں ہوتی تھی۔	۱۴۴
۳۵۶	حضرت علی المرتضیٰ سید العرب ہیں۔	۱۴۵
۳۵۸	حضرت علی المرتضیٰ کی ہر دعا اور تمنا کی مقبولیت کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفارش کی۔	۱۴۶
۳۵۹	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعلان کہ کل جھنڈا اس شخص کے ہاتھ میں دوں گا جس کے ہاتھوں فتح مقدر ہو چکی ہے۔	۱۴۷
۳۶۱	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اللہ اور اس کے رسول کو اپنا محبوب سمجھتے تھے۔	۱۴۸
۳۶۲	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اللہ اور اس کے رسول کے رسول کے محبوب تھے۔	۱۴۹
	۱۵۰	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۵۱	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے ڈوبا سوچ بھی وہی کیا گیا۔	۳۴۳
۱۵۲	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضور علیہ السلام نے اپنی اہل بیت میں داخل فرمایا۔	۳۴۵
۱۵۳	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے چہرے کو دیکھنا بھی عبادت ہے :-	۳۴۶
۱۵۴	سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شیر خدا سے عقیدت	۳۴۹
۱۵۵	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان میں ضرار صدیقی کا امیر معاہدہ رضی اللہ عنہ کی فرمائش پر جامع بیان۔	۳۴۲
۱۵۴	تیامت کے دن جھنڈا حضرت علی المرتضیٰ کے ہاتھ ہوگا۔	۳۴۴
۱۵۷	حضرت علی المرتضیٰ کے لیے جنت کے باغات تیار۔	۳۴۴
۱۵۸	فصل ششم:	
۱۵۹	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا زہد و تقویٰ	۳۴۶
۱۶۰	۱۵۹ لاکھوں سامان غزباؤں میں تقسیم کر دیا۔	۳۳۸
۱۶۰	علی المرتضیٰ نے دنیاوی زیبائش کا کبھی بھی خیال نہ فرمایا	۳۴۹
۱۶۱	فصل ہفتم:	
۱۶۲	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متخالفین پر اللہ کی پھٹکار۔	۳۸۳

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
	فصل ہشتم:	۱۴۳
۳۸۶	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی روحانی قوت اور غلبہ خداوندی	۱۴۴
۳۹۰	فصل نہم:	۱۴۵
۳۹۰	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے بارے میں	۱۴۶
۳۹۵	فصل دہم:	۱۴۷
۳۹۵	شیخین کے بارے میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کا فیصلہ۔	۱۴۸
۳۹۷	حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس شخص کو قتل کر دینے کی دھمکی سنائی جس نے آپ کو ابو بکر سے افضل کہا۔	۱۴۹
۳۹۹	حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شیخین پر فضیلت دینے والے کو مفتری کی حد لگانے کی وعید (حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ)	۱۵۰
۴۰۰	کسی کے سینہ میں میری محبت اور شیخین سے بغض جمع نہیں ہو سکتے۔ (حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ)	۱۵۱
۴۰۵	شیخین کی فضیلت کو نہ سمجھنے والا جاہل ہے۔ (امام باقر کا قول)	۱۵۲
۴۰۶	حضرت ابو بکر صدیق و عمر رضی اللہ عنہما خلفائے راشدین میں سے تھے۔ (حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ)	۱۵۳

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۴۰۶	آخری زمانہ میں کچھ لوگ ہمارے محب اور شیعہ کہلانے کے باوجود شیخین کو بُرا جانیں گے۔ وہ بدترین لوگ ہوں گے۔ (حضرت علی المرتضیٰ)	۱۷۴
۴۱۰	شیخین ہدایت کے امام ہیں۔ ان کی پیروی میں ہدایت ہے۔ (حضرت علی المرتضیٰ)	۱۷۵
۴۱۱	شیخین امت میں افضل ترین ہیں۔ (حضرت علی المرتضیٰ)	۱۷۶
۴۱۲	شیخین سے محبت علامتِ ایمان اور ان سے دشمنی بدسختی کا نشان ہے۔ (حضرت علی المرتضیٰ)	۱۷۷
۴۱۳	شیخین کے بدخواہ کی توبہ قبول نہیں ہے۔ وہ دونوں جنتی بوڑھوں کے سردار ہیں۔ (حضرت علی المرتضیٰ)	۱۷۸
۴۱۵	شیخین مجھ سے پہلے جنت میں جائیں گے۔ (حضرت علی المرتضیٰ)	۱۷۹
۴۱۶	فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے وصال پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ میں ان کا نامہ اعمال لے کر خدا کی بارگاہ میں حاضر ہونا پسند کرتا ہوں۔ (حضرت علی المرتضیٰ)	۱۸۰
۴۱۸	حضرت ابوالدرداء صحابی کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شیخین سے آگے چلنے سے منع فرمایا۔	۱۸۱
۴۲۰	فصل یازدہم:	۱۸۲
۴۲۰	امام حسن رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب۔	۱۸۳

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۲۲۰	ان کی اولاد سے ایک ایسا آدمی آئے گا۔ جو دنیا میں عدل ہی عدل قائم کر دے گا۔	۱۸۴
۲۲۱	ان کا لعاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس پر گرتا رہا۔	۱۸۵
۲۲۱	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کی زبان چوستے تھے۔	۱۸۶
۲۲۱	ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے آپ کی نافت پر بوسہ دیا۔	۱۸۷
۲۲۲	امام حسن رضی اللہ عنہ سے پیار سے رکھنے والے کو اللہ پیارا سمجھتا ہے۔	۱۸۸
۲۲۲	ان کی پیاس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے لعابِ دہن سے بجھائی۔	۱۸۹
۲۲۳	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو فرمایا "ویر مجھ سے ہے"۔	۱۹۰
۲۲۴	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کندھوں کی سواری انہیں میسر ہوئی۔	۱۹۱
۲۲۵	ان کی شکل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشابہ تھی۔	۱۹۲
۲۲۵	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے ذریعہ دو گروہوں کی صلح کی بشارت دی۔	۱۹۳
۲۲۷	فصل دوازدهم:	۱۹۴
۲۲۷	فضائل امام حسین رضی اللہ عنہ۔	
۲۲۷	حضرت عمر بن الخطاب کے نزدیک احترام حسین رضی اللہ عنہ	۱۹۵
۲۲۸	ان کی شہادت کا منظر دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رو دیئے۔	۱۹۶
۲۳۰	ان کا شکم پیغمبر پر بول کرنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انہیں وہاں سے ہٹانے سے منع کر دینا۔	۱۹۷

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۲۳۱	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بیویوں سے فرما رکھا تھا کہ انہیں رونے مت دیا کرو	۱۹۸
۲۳۳	گردن سے ٹخنوں تک ان کی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مشابہت تھی	۱۹۹
۲۳۴	حضور علیہ السلام کا ارشاد گرامی کہ حسین مجھ سے اور میں حسین سے ہوں۔	۲۰۰
	فصل سیزدہم	۲۰۱
۲۳۴	امام حسن حسین رضی اللہ عنہما کے مشترکہ فضائل۔	
۲۳۴	دوران نماز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پشت انور پر سوار ہونا۔	۲۰۲
۲۳۷	ان دونوں کی مخالفت کرنے والا جہنمی ہے۔	۲۰۳
۲۳۷	حالات نماز میں اپنی پشت انور سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں گرنے نہ دیا۔	۲۰۴
۲۳۸	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دونوں کو پشت انور پر سوار کر کے سواری کی طرح چلتے۔	۲۰۵
۲۴۰	ان کے جلیبوں کے سردار ہونے کی خبر پا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے۔	۲۰۶
۲۴۰	ان کی تھوڑی سی گم شدگی پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پریشان ہو گئے۔	۲۰۷
۲۴۲	یہ دونوں جنت کے زبور ہیں۔	۲۰۸
۲۴۳	دونوں صاحبزادے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف اوصاف کے وارث تھے۔	۲۰۹

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۲۴۴	ان کی نسبی بڑائی خود حضور علیہ السلام نے بیان فرمائی۔	۲۱۰
۲۴۵	حسین کریمین کا فیض تا قیامت جاری رہے گا۔	۲۱۱
۲۴۶	فصل چہارم دہم:	۲۱۲
۲۴۶	فضائل سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا۔	۲۱۳
۲۴۶	سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جنتی عورتوں کی سرار ہیں۔	۲۱۴
۲۴۶	خاتون جنت کو اپنی موت کا پہلے سے علم تھا۔	۲۱۵
۲۴۹	گھر کی تمام عورتوں سے حضور علیہ السلام کو خاتون جنت رضی اللہ عنہا زیادہ محبوب تھیں۔	۲۱۶
۲۴۹	خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے میدان حشر سے گزرتے وقت اہل محشر نگاہیں جھکا لیں گے	۲۱۷
۲۵۰	عزت حضرت علی المرتضیٰ کی لیکن محبت سیدہ سے حضور کو زیادہ تھی۔	۲۱۸
۲۵۱	سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا بہت سے اوصاف میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مثل تھیں۔	۲۱۹
۲۵۲	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیدہ کے حق میں مخصوص دعا۔	۲۲۰
۲۵۲	فصل پانزدہم:	۲۲۱
۲۵۲	فضائل سیدہ ام زین العابدین رضی اللہ عنہا۔	۲۲۲
۲۵۲	تعارف امام موصوف - marfat.com	۲۲۳

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۲۵۵	ان کی چند کرامات	۲۲۳
۲۶۲	امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے اخلاقِ حسنہ	۲۲۵
۲۶۳	فصل شش دہم:	۲۲۶
۲۶۳		
۲۶۵	فضائلِ امام باقر رضی اللہ عنہ	۲۲۷
۲۶۴	ان کی کرامات۔	۲۲۸
۲۶۵	آپ کی وفاتِ حسرتِ آیات۔	۲۲۹
۲۶۵	فصل سیزدہم	۲۳۰
۲۶۵		
۲۶۵	فضائلِ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ	۲۳۱
۲۶۵	آپ کا تعارف۔	۲۳۲
۲۶۶	آپ کی چند کرامات۔	۲۳۳
۲۸۴	آپ کی وفات۔	۲۳۴
۲۸۵	فصل ہشتم دہم:	۲۳۵
۲۸۵		
۲۸۵	فضائلِ امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ۔	۲۳۶
۲۸۶	آپ کا تعارف۔	۲۳۷
۲۸۶	آپ کی علمی وسعت۔	۲۳۸
۲۸۶	آپ کی کرامات	۲۳۹
۲۹۴	آپ کی شبِ روز کی عبادت	۲۴۰

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۴۹۳	آپ کی سخاوت۔	۲۲۱
۴۹۴	فصل نو دھمرا:	۲۲۲
۴۹۴	فضائل علی بن موسیٰ بن جعفر رضی اللہ عنہ	۲۲۳
۴۹۴	آپ کا تعارف:	۲۲۴
۴۹۷	آپ کی بعض کرامات	۲۲۵
۵۰۵	آپ کے مرتبہ و مقام کی ایک جھلک	۲۲۶
۵۰۸	فصل بیستم:	۲۲۷
۵۰۸	فضائل امام محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر المعروف امام تقی رضی اللہ عنہ	۲۲۸
۵۰۸	آپ کا تعارف۔	۲۲۹
۵۰۹	ان کے بچپن کا ایک عظیم واقعہ۔	۲۵۰
۵۱۰	آپ کی کچھ کرامات	۲۵۱
۵۱۴	فصل یکم بیست:	۲۵۲
۵۱۴	فضائل امام علی بن محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر المعروف امام نقی	۲۵۳
۵۱۴	آپ کی بعض کرامات	۲۵۴
۵۱۸	آپ کا ایثار	۲۵۵
۵۲۰	فصل دوم بیست:	۲۵۶
۵۲۰	امام حسن بن علی المعروف ہادی اور حسن عسکری کے فضائل۔	۲۵۷

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۵۲۱	آپ کی کرامات کا تذکرہ۔	۲۵۸
۵۲۸	فصل سوم ریت:	۲۵۹
۵۲۸	امام مہدی رضی اللہ عنہ کے فضائل۔ تعارف	۲۶۰
۵۲۹	ان کے مختصر فضائل و مناقب۔	۲۶۱
۵۳۱	آپ کی شان میں چند احادیث۔	۲۶۲
۵۲۹	فصل چہارم ریت:	۲۶۳
۵۲۹	فضائل اہل بیت علیہم السلام۔	۲۶۴
۵۲۹	حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل پاک کشتی نوح علیہ السلام کی مانند	۲۶۵
۵۴۱	اہل بیت سے محبت رکھنے والے کو بروز حشر شفاعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاصل ہوگی۔	۲۶۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم: اما بعد

ایک ضروری وضاحت

اس جلد میں تین باب ہیں۔ جن میں شیعہ لوگوں کے ان اعتراضات کے مدلل جوابات دیے گئے ہیں جن سے شیعہ لوگ یہ ثابت کرتے ہیں کہ سینوں نے ائمہ اہل بیت کی مقبولہ اور پسندیدہ سنت ”تقیہ کی مخالفت کرتے ہوئے دین کو ضائع کیا۔ اسی طرح سینوں کے پیشواؤں نے جنازہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا۔ اور یہ کہ سینوں کو اہل بیت مجتہد نہیں ہے شیعہ اس پر مزید تبصرہ کرتے ہیں کہ جن سینوں کے یہ عقائد ہیں ان کا لفظ ”سنی“ تک قرآن مجید میں نہیں ہے۔ جیسکہ اس کے مقابلہ میں لفظ شیعہ قرآن مجید میں موجود ہے۔ بلکہ جڈانیا، حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی شیعہ تھے چونکہ یہ سینوں پر شیعوں کی طرف سے کیا گیا ایک بہت بڑا طعن ہے، اس لیے میں نے یہ غمورنی سمجھا کہ ان تینوں ابواب کے شروع کرنے سے پہلے لفظ سنی شیعہ کی تقابلیت پر بحث کروں تاکہ دوسرے تمام ابواب میں سینوں کو مطعون کرنے کے جن اعتراضات کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کا اجمالی جواب واضح ہو جائے۔

شہادتوں

کا ایک بہت بڑا طعن

(شیعہ) کا لفظ قرآن مجید میں مذکور ہے۔

لیکن ”سُنی“ کا لفظ نہیں ہے۔

اہل تشیع بڑی شد و مد کے ساتھ بھولے بھالے اہل سنت کو درغلابنے کے لیے ایک جال پھیلاتے ہیں۔ کہ دیکھو۔ تم اہل سنت، ہمیں برا بھلا کہتے ہو اور اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہو۔ ایسا نہیں۔ بلکہ معاملہ الٹا ہے۔ وہ اس طرح کہ قرآن کریم میں ”شیعہ“ کا لفظ موجود ہے ”سُنی“ کا لفظ نہیں۔ اگر شیعہ بقول تمہارے اللہ اور اس کے رسول کے منکر اور ان کے مخالف ہوتے۔ تو قرآن کریم میں بار بار ان کا نام نہ آتا۔ اس لیے شیعہ لوگوں کو ایک یہودی کے پیروکار بتلانا قطعاً درست نہیں۔ دیکھئے قرآن کریم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے اس لفظ کو استعمال فرمایا۔ ان من شیعتہ لایؤاہم اللہ تعالیٰ کے ”شیعہ“ میں سے ایک ابراہیم بھی ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مذہب شیعہ کوئی یا مذہب نہیں بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے بھی پہلے کا ہے۔ تبھی تو

آپ بھی اسی کے ایک فرد کہلائے۔ جدا لانیار علیہ السلام کا جو مذہب تھا۔ وہ آج بھی مقبول و محبوب ہے۔

لہذا سنیوں کو بھی چاہیے کہ اپنے سنی سنی کہلانے کی بجائے شیعہ کہلایا کریں۔ اور پھر اس سے بڑھ کر خود اہل سنت کی کتب میں بھی موجود ہے۔ کہ غنٹی ٹولہ یا فرقہ صرف دو شیعہ ہی ہے۔ تو پھر کیوں اس سے اتنا بغض و حسد کیا جاتا ہے۔

صواعق محرقة:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ
هَذِهِ الْآيَةُ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ
أُولَئِكَ هُمُ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ قَالَ رَسُولُ اللهِ لِعَلِيِّ
هُوَ أَنْتَ وَشِيعَتُكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَاضِيَيْنَ
مَرْضِيَيْنَ.

(الصواعق المحرقة ص ۱۶۱ فصل اول)

فی الآيات الواردة فيهم)

ترجمہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ ان الذین آمنوا الخ۔ بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک کاموں کے پابند رہے۔ وہ بہترین مخلوق ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یہ آیت حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کے شیعوں کے لیے اتری ہے۔ وہ بروز حشر راضی رہیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کو راضی کر دے گا۔

یہ طمس المل تشیع کے مناظر اور مبلغ اعظم مولوی اسماعیل نیو نے فتوحات شیعہ

ص ۷۰ پر بعنوان شیعہ کے حق میں پیشین گوئی، اور ص ۱۵۳ پر بعنوان مذہب شیعہ قرآن میں، ذکر کیا ہے۔ ہم نے اس کا خلاصہ پیش کیا ہے۔

مذکورہ طعن کے تین ارکان

۱۔ قرآن کریم میں شیعہ کا نام تو ہے لیکن سُنی کا لفظ موجود نہیں

۲۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام شیعہ تھے۔

۳۔ شیعوں کا جنتی ہونا اہل سنت کی کتابوں سے ثابت ہے۔

ان تین باتوں سے ثابت ہوا۔ کہ مذہب شیعہ ہی حق ہے۔ اور اس کے پیروکار ہی جنتی ہیں۔ اور مذہب سُنی کوئی اصل نہیں رکھتا۔ اس لیے جنت کے خواہش مندوں کو شیعہ کہلانا چاہیے۔

جواب رکن اول؛

طعن مذکور کے رکن اول میں یہ دھوکہ دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ کہ شیعہ کا لفظ تو قرآن مجید میں موجود نہیں، کا لفظ نہیں۔ یہ قرآن کریم سے ناواقف ہونے کی وجہ سے کہا گیا ہے۔ اور حقیقت میں مترض اور اس کے ساتھی قرآن کریم کا علم رکھتے ہی نہیں۔ اس کی وضاحت ہم دو تحریریں قرآن، کے ضمن میں تفصیل سے کر چکے ہیں۔ دوسری، سُنت کی طرف منسوب ہے۔ اور یہ لفظ قرآن کریم میں متعدد مقامات پر موجود ہے۔ چند مقامات پیش خدمت ہیں۔

”سنت“ کا لفظ قرآن مجید میں موجود ہے چند

آیات بطور حوالہ درج ذیل ہیں

آیت نمبر (۱)

سنة الله في الذين خلوا من قبل وكان امر الله
قدرا مقدورا۔

(پہ۔ ۲۲۔ ۲۳)

ترجمہ:

خدا کا طریقہ ان لوگوں میں جو پہلے گزر گئے۔ ایک ہی چلا آتا ہے۔ اور خدا کا
علم ایک حد پر اندازہ کیا جاتا ہے۔

آیت نمبر (۲)

يُرِيدُ اللهُ لِيُذِينَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِينَ مِنْ
قَبْلِكُمْ وَيَتُوبَ عَلَيْكُمْ۔

(پہ۔ ۲۴۔ ۲۵)

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ ارادہ فرماتا ہے۔ کہ تمہارے لیے پہلے لوگوں کے طریقے
بیان فرمادے۔ اور ان کی طرف راہنمائی کر دے۔ اور تم پر رجوع
فرمائے۔

آیت نمبر (۱۳)

سُنَّةَ مَنْ قَدْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا
تَحْوِيلًا

(پ ۱۵ ع ۱۸)

ترجمہ:

طریقہ ان رسولوں کا جو آپ سے قبل ہم نے بھیجے تھے۔ اور تم ہمارے
طریقہ میں ہمیر پھیر نہ پاؤ گے۔

آیت نمبر (۱۴)

سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ وَلَكِنْ تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَبْدِيلًا

(پ ۲۶ ع ۱۱)

ترجمہ:

اللہ کے طریقہ کے مطابق جو پہلے سے ہوتا چلا آیا اور تم اللہ کے طریقہ
کو ہرگز تبدیل ہوتا نہ پاؤ گے۔

آیت نمبر (۱۵)

قَدْ خَلَتْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ

(پ ۱ ع ۱۱)

ترجمہ:

پہلے کے طریقہ چکا ہے۔

آیت نمبر (۶)

إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمْ سُنَّةٌ الْأَوَّلِينَ-

(پ ۱۵ - ع ۱۹)

ترجمہ:-

مگر یہ کہ آگیا ان کے پاس طریقہ گزرے لوگوں کا

آیت نمبر (۷)

سُنَّةَ اللَّهِ الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِي عِبَادِهِ وَخَسِرَ هُنَا لِكَ
الْكٰفِرُوْنَ

رپ ۲۲ - ع ۱۲

ترجمہ:-

اللہ کا طریقہ جو اس کے بندوں میں ہو گزرا۔ اور کافروہاں خسار سے میں
پڑے۔

آیت نمبر (۸)

قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ يَنْتَهُوا يُغْفَرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ
وَإِنْ يَعْوُدُوا فَإِنَّهُمْ سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ-

(پ ۹ - ع آخری)

ترجمہ:-

کفار سے کہہ دیجئے کہ اگر وہ باز آجائیں تو ان کے گزشتہ گناہ معاف

کر دیئے جائیں گے۔ اور اگر وہ پھر سے لوٹ کر کفر میں آگئے۔ تو پھر پہلے سے گزرے لوگوں کا طریقہ ان کے ساتھ بھی برتا جائے گا۔

آیت نمبر (۹)

سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ وَلَكِنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيْلًا

(پ۲ - ع ۱۵)

ترجمہ:

اللہ کا طریقہ گزرے لوگوں کے بارے میں۔ اور تم اللہ کے طریقہ میں ہرگز تبدیلی نہ پاؤ گے۔

مذکورہ آیات کو پھر میں اللہ رب العزت نے انبیائے کرام کے طریقہ اور راستہ کو "سنت" کے لفظ سے تعبیر فرمایا، خصوصاً بعد الانبیاء حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے طریقہ مبارک کو "سنت" کہا گیا۔ اور اس بات کو اہل تشیع کے مجتہدین و مفسرین بھی تسلیم کرتے ہیں۔

تفسیر منہج الصادقین:

رَبِّیْذُ اللَّهِ مَامِیْ خَوَاهِرُهَا (لِیَبْتِنَ لَكُمُ) مَا بَیَانَ كُنْدِ رَأْسِ شَمَا ...
 (وَبِیْهْدِیْكُمْ) وَرَاهِ نَمَائِدِ شَمَارَا (السُّكْنِ) الرَّاهِ لَكُمُ أَنَا كَرُوْنَدِ
 (مِنْ قَبْلِكُمْ) پَشِشِ از شَمَائِنِ دَرِیْنِ اِبْرَاهِیْمِ وَاسْمَاعِیْلِ۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد سوم ص ۷)

مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ تاکہ تمہارے لیے بیان کرے اور تمہیں راستہ

دکھائے اُن لوگوں کی راہوں کی طرف جو تم سے پہلے گزر چکے یعنی حضرت
ایراہیم واسماعیل علیہما السلام کے دین کی طرف۔

قرآن کریم میں لفظ "سنت" کے مذکور ہونے کے بارے میں ہم نے جو آیات
درج کی ہیں۔ آپ اُن میں غور فرمائیں۔ تو دو چیزیں سامنے آئیں گی۔ اول یہ کہ بعض مقامات
میں اس لفظ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف معنات کیا۔ (یعنی سنتہ اللہ) اور بعض آیات میں
میں اس لفظ کی اضافت اس کے نیک بندوں یعنی حضرات انبیاء کرام کی طرف کی
گئی ہے۔ اہل سنت کے لیے یہ کتنی بڑی سعادت اور خوش بختی ہے۔ کہ انہوں نے
اپنے طریقہ کے امتیاز کے لیے وہی لفظ استعمال کرنا پسند کیا۔ جس کی اضافت
اللہ اور اس کے رسولوں کی طرف ہے۔ لفظ "سنت" کا ایسا امتیازی استعمال کہ کتب
شیعہ میں بھی اس کی تصدیق و تائید موجود ہے۔

لفظ سنت کی عظمت کتب اہل تشیع میں

فروع کافی:

فَمِنْ رَجَبٍ، عَنْ سُنَّتِي فَلَئْسَ مِثِّي۔

دو سائل الشیخ جلد ۱ ص ۱۰۰ کتاب النکاح باب کراہیۃ العزوبۃ مطبوعہ تہران طبع ۱۳۷۲ھ

ترجمہ:

جو بھی میری سنت سے منہ پھیرے گا۔ وہ میرا نہیں ہے۔

جلاء العیون:

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع سے فارغ ہوئے۔ تو آپ نے مدینہ منورہ
کی طرف روانگی کے دوران ایک عظیم فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا۔ جس میں یہ الفاظ

بھی تھے۔

جلد العیون؛

”و وصیت می فرمود ایشاں را کہ دست از سنت و طریقہ او بر نہ دارد،“

(جلد العیون جلد اول صفحہ نمبر ۵۹)

فصل چہارم در بیان وصیت مطبوعہ

تہران جدید)

ترجمہ:

اُپ نے صحابہ کرام کو مخاطب فرما کر ان کے ذریعہ تمام مسلمانوں کو وصیت فرمائی۔ کہ میری سنت اور میرے طریقے سے کبھی بھی ہاتھ نہ اٹھانا۔ (یعنی اس کی پابندی کرتے رہنا۔)

معانی الاخبار؛

عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مَسْمَدٍ عَنِ ابَائِهِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
مَا وَجَدْتُكُمْ فِي كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ فَالْعَمَلُ
لَكُمْ بِهِ لَا عُدْرَ لَكُمْ فِي تَرْكِهِ وَمَا لَمْ يَكُنْ
فِي كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَفَانَتْ فِيهِ سُنَّتِي
فِي فُلَا عُدْرَ لَكُمْ فِي تَرْكِ سُنَّتِي -

معانی الاخبار تعنیف ابن ابویہ قمی

ص ۱۵۶ باب معنی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم مثل

اصحابی الم مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ اپنے اباؤ اجداد سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ تمہیں جو حکم اللہ رب العزت کی کتاب میں سے ملے۔ تو اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ اس کے چھوڑنے پر کوئی عذر تمہیں نہیں کرنا چاہیے۔ اور وہ حکم جو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں سے نہ ملے۔ اور اس بارے میں میری طرف سے کوئی سنت مل جائے۔ تو پھر میری سنت کے ترک میں کوئی عذر نہ ہونا چاہیے۔

قرآن حکیم کی آیات اور شیعہ مفسرین و مجتہدین کی کتب معتبرہ میں سے ابھی آپ پڑھ چکے کہ لفظ و سنت، کئی دفعہ مذکور ہوا۔ اور اس کی نسبت اللہ نے اپنی طرف یا اپنے برگزیدہ بندوں کی طرف کی۔ اس لیے ہمیں اس پر فخر ہے۔ کہ ہم فسوب الی السنۃ یعنی سنی کہلاتے ہیں۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے۔ پھر سنت پر عمل کرنے کی خود حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید فرمائی۔ اور اس کے تارک کے متعلق فرمایا۔ وہ ہمارا نہیں۔ نتیجہ یہی سامنے آیا۔ کہ معتزلی کا یہ کہنا۔ کہ دوستی، اکا قرآن و حدیث میں کہیں بھی ذکر نہیں ہے۔ محض لاعلمی پر مبنی ہے۔ اور جہالت کی ایک جیتی جاگتی تصویر ہے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

جواب رکن دوم:

قرآن کریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں مذکور ہے۔

وان من شیعته لا براہیم۔ بے شک ابراہیم علیہ السلام اس کے شیعوں میں سے ہیں۔ اس آیت میں اگرچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو شیعہ کہا گیا ہے۔ لیکن اس سے مراد موجودہ دور کے شیعہ نہیں۔ اور نہ ہی دو شیعیان علی، یونس۔ بلکہ وہ اس شیعہ کی تفسیر کا مرجع حضرت نوح علیہ السلام ہیں۔ اب معنی یہ ہوا۔ کہ حضرت نوح علیہ السلام کے شیعوں میں ایک شیعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی ہیں۔

لہذا اس آیت کریمہ سے یہ ثابت کرنا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام موجودہ شیعوں میں سے تھے۔ بالکل غلط اور قرآن کریم کی تاویل غلط ہے۔ خود اہل تشیعہ کہتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت نوح علیہ السلام کا شیعہ کہا گیا ہے۔

تفسیر مجمع البیان:

(وَإِن مِّن شَيْعَةٍ لَّابْرَاهِيمَ أَخِي وَإِن مِّن شَيْعَةٍ نُّوحٍ
إِبْرَاهِيمَ يَعْنِي أَنَّهُ عَلِيٌّ مِنْهَا جِهَةٌ وَسُنَّتُهُ فِي التَّوْحِيدِ
وَالْعَدْلِ وَاتِّبَاعِ الْحَقِّ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد ۲۲ جزو ۸
ص ۲۲۹ پارہ نمبر ۲۲ مطبوعہ تہران
لمعہ جدید)

ترجمہ:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد دو اور بے شک ابراہیم اس کے شیعہ میں سے ہیں،
یعنی حضرت نوح علیہ السلام کے شیعہ میں سے ہیں مطلب یہ ہے کہ
حضرت خلیل اللہ علیہ السلام اسی طریقہ اور اسی راستہ توحید و عدل اور
اتباع حق پر تھے۔ جو حضرت نوح علیہ السلام کا تھا۔

تو جس طرح آیت مذکورہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا موجودہ دور کے شیعوں اور شیعیانِ علی میں سے ہونا بالکل ثابت نہیں ہوتا۔ اسی طرح اس آیت مبارکہ سے یہ بھی ثابت نہیں ہوتا۔ کہ شیعہ مذہب ہی حق ہے۔ اور یہی پاکیزہ مسلک ہے۔ کیونکہ لفظ ”شیعہ“ کے معنی گروہ کے ہیں۔ جیسا کہ خود نام سے بھی ظاہر ہے۔ ”و شیعیان علی“ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے طرفداروں کو اور ”شیعیان معاویہ“ حضرت امیر معاویہ کے حمایتیوں کو کہا جاتا ہے۔ یہ کوئی مذہب کا نام نہیں۔ بلکہ کسی ایک گروہ پر لفظ شیعہ کا اطلاق ہوتا ہے۔ چاہے وہ نیک لوگوں کا ہو یا برے لوگوں کا۔ خود قرآن کریم نے اسے گروہ کے معنی میں استعمال فرمایا۔ جس میں نیک و بد کا امتیاز نہیں۔

قرآن کریم میں یہ دو نصاب کی فرعونوں اور جنہوں کو بھی شیعہ کہا گیا ہے۔

آیت نمبر (۱)

إِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعًا۔

(پتہ ۵)

ترجمہ:

بے شک فرعون زمین میں بڑا بن بیٹھا۔ اور زمین پر بسنے والوں کو شیعہ گروہ درگروہ کر دیا۔

آیت نمبر (۲)

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَّتَّ مِنْهُمُ

(پتہ ۷)

كُفْرًا۔

ترجمہ:

بے شک وہ لوگ جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ اور

وہ شیعوں (گروہ) تھے۔ اسے صیب آپ کا آن سے کوئی تعلق نہیں۔

آیت نمبر (۳)

قُلْ هُوَ قَادِرٌ عَلَىٰ أَنْ يُبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ
أَوْ مِّنْ تَحْتِ أَرْضِكُمْ وَأَیْسِكُمْ شِيعًا۔

(پ۔ ۱۲۷)

ترجمہ:

فرما دیجئے۔ اللہ اس بات پر قادر ہے کہ تم پر اوپر سے یا پاؤں
کے نیچے سے عذاب بھیجے۔ یا تم کو شیعوں (گروہ درگروہ) بنا کر
باہم لڑائے۔

آیت نمبر (۴)

وَلَا تَكْفُرُوا بِاللَّهِ مِنَ الْكُفْرِ الَّذِي كَفَرْتُمْ بِهِ
وَكَانُوا شِيعًا۔

پ

ترجمہ:

جن لوگوں نے اپنے دین کو کفر سے کھڑے کر دیا۔ ان مشرکین میں
سے نہ ہو جاؤ۔ اور وہ شیعوں ہو گئے۔

آیت نمبر (۵)

فَوَرَبِّكَ لَإِنَّ لِكُلِّ فَسَّادٍ لِّشَرِّ مَعْشَرٍ مِّنْهُمُ
جَهَنَّمَ جِثًا ثُمَّ لَنَزَعُنَّ مِنْ كُلِّ فِئَةٍ حِزْبًا مِّنْهُمْ
لِيُجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِيُذَكِّرَ الَّذِينَ لَمْ يَرْجِعُوا إِلَى اللَّهِ
أَنَّ اللَّهَ هُوَ الْقَادِرُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ۔

عَلَى الرَّحْمَنِ عِتِيًّا۔

(پ ۱۶ ع ۴)

ترجمہ:

اُپ کے پروردگار کی قسم! ہم ضرور انہیں اور شیطانوں کو اکٹھا کریں گے۔ پھر جہنم کے ارد گرد ہم انہیں لاکھڑا کریں گے۔ پھر ہر شیعہ (گروہ) سے ان لوگوں کو علیحدہ کر دیں گے۔ جو ان میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ سرکشی کا رویہ رکھتے ہیں۔

لمحہ فکریہ:

قارئین کرام! مذکورہ آیات قرآنیہ میں کہیں تو لفظ شیعہ اور کہیں شیعاً وارد ہے۔ پہلا مفرد اور دوسرا اس کی جمع ہے۔ لیکن ان تمام آیات میں اس لفظ سے مراد۔ دو مذہب شیعہ نہیں ہے۔ اب ہم دنیا کے شیعیت کو دعوت دیتے ہیں۔ کہ دو باتوں میں سے جو ایک چاہیں اختیار کر لیں۔ اول یہ کہ شیعہ کا معنی گروہ ہے۔ دوم یہ کہ اس لفظ سے مراد دو مذہب شیعہ ہے۔

اگر حقیق اول تسلیم کر لی جائے۔ تو پھر یہ کہنا کہ قرآن کریم میں لفظ شیعہ دو مذہب شیعہ کے لیے استعمال ہوا ہے۔ بالکل غلط اور لاعلمی کا مظہر ہے۔ کیونکہ گروہ عام مراد ہے۔ چاہے وہ کسی مسلمان کا ہو یا غیر مسلم کا۔ گروہ زید کو شیعان زید، گروہ علی کو شیعان علی، گروہ فرعون کو شیعان فرعون کہا جاتا ہے۔

اور اگر دوسری شتی مراد ہو۔ تو پھر ان آیات میں مذکور اس لفظ سے مراد بھی یہی ہوگا۔

۱۔ فرعون نے جب زمین میں سرکشی کی تو اس نے لوگوں کو شیعہ بنا

دیا۔

۲۔ جن لوگوں نے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کیا وہ شیعوں تھے

۳۔ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ اور پیغمبر پر ہر طرف سے عذاب دے گا وہ شیعوں ہوں گے۔

۴۔ اور تم مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ۔ کیونکہ مشرکین وہ لوگ ہیں جنہوں نے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کیا اور شیعوں ہو گئے۔

۵۔ پھر ہم ان شیعوں کو کھینچ کھینچ کر دوزخ میں ڈالیں گے۔

ذرا بتلائیے کہ ان آیات میں لفظ شیعوں واقعی دو مذہب شیعوں کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اگر ایسے ہے۔ تو پھر اس مذہب کے ماننے والے فرعون کا نشانہ، دین کے ٹکڑے کرنے والے، اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مستحق، شرک کرنے والے اور دوزخی ہوئے۔ حالانکہ تم اپنے تئیں حق پر اور مستحق ہونے کا دعویٰ کر رہے تھے کہاں تمہارا دعویٰ اور کہاں قرآن کریم کا مذکورہ آیات میں لفظ شیعوں کا مفہوم؟ اس کے باوجود اگر تمہیں اصرار ہے کہ قرآن کریم میں لفظ شیعوں ہر جگہ ہمارے مذہب حق کے لیے ہی استعمال ہوا ہے۔ تو پھر تمہیں اس لفظ کا مستحق ہونے کا ڈھیروں مبارکیں ہو اور اس میں مزید ترقی نصیب ہو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شیعہ لوگوں کی
شان دیکھ کر شیعہ ہونے اور بننے کی دعا کی
شیعہ فرقہ کی گپ۔

قرآن کریم کی آیت مبارکہ **وَإِن مِّنْ شَيْعَةٍ إِلَّا بَرَأَ إِلَيْهِ** سے اہل تشیع
نے حقیقت میں یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو
جب شیعوں کی عظمتِ شان کا علم ہوا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے شیعہ بننے کی دعا
کی۔ اللہ نے آپ کی دعا قبول فرمائی۔ یعنی اپنے باوجود رسول و پیغمبر ہونے کے
شیعہ ہونے کی تمنا کی ثبوت ملاحظہ ہو۔

منہج الصادقین:

در حدیثِ آمدہ کہ چوں حق سبحانہ ملکوتِ آسمان را با ابراہیم نمود ابراہیم بجانب
عرشِ بگزیت نور عظیم دید گفت خداوند ای چہ نوریت گفت نور حبیب
دستی من محمد صلی اللہ علیہ وسلم است گفت در جنب آل نور دیگری بیستم گفت
برادر وصی او علی بن ابی طالب (ع) است..... گفت خداوند نور دیگری
بینم نزدیک ہر دو نور خطاب آمد کہ نور فاطمہ زہرا است دختر سید الانبیاء و
زوی خیر الاوصیاء..... گفت خداوند نور دیگری بینم نزدیک ایشان
فرمود کہ آل دو نور دو فرزند سے اند حسن حسین..... گفت خدا یا نور ہائے
بسیار می بینم کہ اگر دایم ایشان در آمدہ اند فرمود آن نور ہائے شیعیان

و مہمان علی اند و فرزند ان او..... ابراہیم گنت خداوند امر اشیعہ و فرزند ان
 او گرواں حق تعالیٰ دعائے اور راہ اجابت فرمود۔ و اور او اہل شیعیان.....
 امیر المؤمنین (ع) اگر و انید و رسول خود را از ان خبر و ادہ فرمود کہ ان من شیعتہ
 لا براہیہ و بدستی کہ ابراہیم از جملہ شیعیان علی ابن ابی طالب است صلوات
 اللہ علیہ۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد ۲ ص ۴۶
 پ ۱۲ سورۃ العاقبات مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

مدینہ پاک میں آیا ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام
 کو ملکوت آسمانی کی سیر کرائی۔ تو اس دوران انہوں نے عرش کی طرف دیکھا
 وہاں ایک بہت بڑا نور نظر آیا۔ اللہ تعالیٰ سے پوچھا۔ خداوند! یہ کیا نور
 ہے؟ فرمایا۔ یہ میرے حبیب اور صغی جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا
 نور ہے۔ کہنے لگے۔ اس کے پہلو میں ایک اور نور دیکھ رہا ہوں۔ وہ
 کس کا ہے؟ فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی اور صغی جناب علی بن
 ابی طالب کا ہے۔ کہا۔ یا اللہ! میں ایک اور نور دیکھ رہا ہوں۔ جو ان
 دونوں کے قریب ہے۔ جواب ملا۔ کہ یہ نور فاطمہ زہرا کا ہے۔ جو
 سید الانبیاء کی بیٹی اور خیر الاولیاء کی زوجہ ہیں..... حضرت ابراہیم علیہ السلام
 نے عرض کیا۔ اسے اللہ مجھے ان کے قریب دو اور نور نظر آ رہے ہیں۔
 وہ کس کے ہیں؟ فرمایا یہ دونوں نور حسن حسین کے ہیں۔ جو حضرت علی المرتضیٰ
 کے فرزند ہیں..... پھر عرض کیا خدا یا! میں یہاں ارد گرد بہت سے
 نور دیکھ رہا ہوں۔ وہ کن لوگوں کے ہیں؟ فرمایا۔ یہ نور حضرت علی المرتضیٰ

کے شیعوں ان سے محبت کرنے والوں اور ان کے فرزندوں کے ہیں...
 حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا۔ خداوند! مجھے بھی علی المرتضیٰ اور ان کے
 فرزندوں کا شیعہ بنا دے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دعا قبول کی۔ اور انہیں شیعیانِ علی میں
 داخل فرما دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی۔ ان من شیعۃ
 لا براہیم را بے شک علی المرتضیٰ کے شیعوں میں سے ابراہیم بھی ہیں۔
 اس روایت سے معلوم ہوا کہ اہل تشیع کے نزدیک شیعہ ہونا اتنی عظمت رکھتا
 ہے۔ کہ اللہ کا پیغمبر اور خلیل بھی اس کا متمنی تھا۔ نبوت سے کہیں بڑھ کر مقامِ شہادت
 ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ اہل تشیع کے نزدیک حضرت ابراہیم علیہ السلام کا
 او شیعیانِ علی، میں داخل ہونے سے پہلے کوئی مقام و مرتبہ نہ تھا۔ ایک شیعہ ہونا اور
 دوسرا امامت دو ایسے مقام ہیں۔ جن میں سے ایک کی تمنا اور دوسرے کا اقرار ہر
 پیغمبر کے لیے لازم تھا۔ انوارِ نعمانیہ جلد اول ص ۲۵ کا ایک حوالہ آپ نے ملاحظہ کیا۔ کہ
 حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نارِ نمرود میں اس لیے پھینکا گیا تھا۔ کیونکہ انہیں حضراتِ ائمہ
 اہل بیت کی امامت میں تو د تھا۔ لیکن امامت کے انکار و تردید کی سزا اور وبال صرف
 یہی نہیں جو مذکور ہوا۔ بلکہ سر سے اسلام سے ہی ہاتھ دھو ڈالنا ہے۔

تفسیر فرات کو فی:

وَعُرِضَتْ وَلَا يَتُّكُمْ عَلَى السَّمَوَاتِ وَ
 أَهْلِهَا فَمَنْ قَبْلَ وَلَا يَتُّكُمْ كَانَ عِنْدِي
 مِنَ الْمُسْرِّ بَيْنَ وَمَنْ جَعَدَهَا كَانَ
 عِنْدِي مِنَ الْكُفَّارِ۔

د تفسیر فرات کو فی میں مطبوعہ نجف
اثر تلمیح قدیم۔

ترجمہ:

(اے امان اہل بیت!) تمہاری ولایت تمام آسمانوں اور اس کے
باشندوں پر عرش کی گئی۔ تو جس نے قبول کر لی وہ میرے نزدیک
مقربین میں سے ہو گیا۔ اور جس نے اس کا انکار کیا۔ وہ میرے نزدیک
کافر ہے۔

شرم تم کو مگر نہیں آتی۔

روایت باللہ میں ائمہ اہل بیت کی ولایت و امامت کی یہ اہمیت بیان ہوئی
کہ تمام لوگوں پر اس کا اقرار کرنا لازم قرار دیا گیا۔ جس نے کر لیا۔ وہ اللہ کا مقرب اور
جو منکر ہوا وہ کافر ہو گیا۔ اور کچھ ہی روایت میں (انوار نعمانیہ والی) آپ نے ملاحظہ کیا کہ
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اقرار امامت میں تردد کیا۔ تو اس کی وجہ سے وہ
نار فرود کی آگ میں ڈالے گئے۔ ان دونوں روایتوں کو اکٹھا کریں۔ تو نتیجہ یوں
نکلے گا۔

منصب امامت کا انکار کفر ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شروع میں
انکار کیا۔

لہذا حضرت ابراہیم علیہ السلام (معاذ اللہ) کفر کے مرتکب ہوئے۔
اہل تشیع کے فتویٰ سے اللہ کے قلیل بھی نہ بچ سکے۔ حالانکہ ان کی ہی امامت
کے متعلق آیت میں بحث ہو رہی ہے۔ پیغمبری کے بعد انہوں نے شیعوں نے ہونے

کی تمنا کی۔ وہ پوری ہوئی۔ پھر امامت چاہی۔ وہ مل گئی۔ تو بیک وقت آپ اللہ کے پیغمبر، شیعہ اور امام بھی ہوئے۔ اُدھر ائمہ اہل بیت کی امامت میں تردد کے باعث عذاب میں مبتلا ہوئے۔ اور انکار امامت کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج اور خود شیعوں کو اپنے بارے میں دعوئے کہ ہم سچے ہیں اور جنتی ہیں۔ خود فرمائیں۔ یہ مذہب شیعوں نے معتقدین کو جنتی بنائے۔ اور اللہ کے خلیل کو نارِ نمرود میں ڈالے۔ اور کفر تک پہنچا دے۔ کیا یہ عقیدہ کسی مسلمان کا عقیدہ ہے۔ شرم کرنا چاہیے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

جواب اول رکن سوم

يَا عَلِيُّ أَنْتَ وَشِيعَتُكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

رَاضِينَ مَرْضِيَّيْنَ

پرکے بحث

مولوی اسماعیل شیعہ نے موافق محرمی سے ایک روایت بایں الفاظ نقل کی کہ
 "حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کے شیعہ قیامت میں اس حالت میں جنت
 میں جائیں گے۔ کہ اشدان سے اور وہ اللہ سے راضی ہوں گے، تو اس سے اسماعیل نے
 ثابت کیا کہ شیعہ ہی اللہ کا پسندیدہ طبقہ ہے۔ اور یہی لوگ جنتی ہیں۔ موافق محرمی تو اس
 سے بڑھ کر بھی اسی جگہ اسی صفحہ پر لکھا ہوا ہے۔ شیعوں کی شان میں یہاں یہ الفاظ بھی ہو دیں
 يَا اَبَا الْحَسَنِ اَنْتَ وَشِيعَتُكَ فِي الْجَنَّةِ۔

ابے ابوالحسن! تم اور تمہارے شیعہ سب جنتی ہیں۔

اس روایت کے الفاظ سے اہل تشیعہ اس قدر خوش و مطمئن ہیں۔ اور اپنے حق میں
 مژدہ سمجھتے ہوئے اتنے بے نیاز ہیں۔ کہ وہ سمجھتے ہیں۔ ہم خواہ کتنا بھی دین سے
 دوڑے جائیں۔ اور کسی ہی بے عملی اور بد عملی ہم میں ہو۔ لیکن اس کے باوجود ہمارا
 جنتی ہونا مقرر ہے۔ اور ناقابل تفسیح حقیقت ہے۔ مجھ را قلم الحروف کو ابھی
 طرح یاد ہے۔ کہ آج سے تقریباً بیس سال قبل کٹرہ ولی شاہ میں اسی مولوی اسماعیل

کے ساتھ مناظرہ ہوا۔ دوران مناظرہ اسماعیل شیبلی نے یہاں تک کہہ دیا کہ کیا ہوا۔ اگر مان بھی لیا جائے کہ ہم نے ہی امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کیا۔ تو پھر بھی ہم منتی ہی ہیں۔ کیونکہ شیعوں کی معتبر کتاب میں ہمارا منتی ہونا تحریر ہے۔ کاش صواعق محرقہ کی مکمل عبارت تحریر ہو جاتی۔ تو ڈھول کا پول کھل جاتا۔ اور دو دھوپانی ٹکھر جاتے۔ مکمل عبارت ملاحظہ ہو

صواعق محرقہ :

أَخْرَجَ الْحَافِظُ جَمَالَ الدِّينِ الذَّرِنْدِيُّ عَنِ
ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ هَذِهِ الْآيَةَ
لَمَّا نَزَلَتْ قَالَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْجِبُ
هُرَأْتُ وَشِيعَتُكَ تَأْتِيْ أَنْتَ وَشِيعَتُكَ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ رَاضِينَ مَرْضِيَيْنَ وَيَأْتِي
عَدُوَّكَ غَضَبَانًا مُّقْمَرَيْنَ . قَالَ وَمَنْ
عَدُوِّي قَالَ مَنْ تَبَرَّءَ مِنْكَ وَلَعَنَكَ وَخَيْرُ
السَّابِقِينَ إِلَى ظِلِّ الْعَرْشِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
طُوبَى لَهُمْ قِيْلَ وَمَنْ هُمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ
قَالَ شِيعَتُكَ يَا عَلِيُّ وَمُحِبُّوكَ فِيهِ كَذَابُ
وَاسْتَحْضِرْ مَا مَرَّ فِي صِفَاتِ شِيعَتِهِ وَ
اسْتَحْضِرْ أَيْضًا الْأَخْبَارَ السَّابِقَةَ فِي
الْمُقَدَّمَاتِ أَوَّلَ الْبَابِ فِي الرَّافِضَةِ وَأَخْرَجَ
الذَّارِقُطْنِيُّ يَا أَبَا الْحَسَنِ مَا أَنْتَ وَشِيعَتُكَ
فِي الْجَنَّةِ وَأَنَّ قَوْمًا يَزُ عُمُونَ أَنَّهُمْ يُحِبُّوكَ
يَصْفُرُونَ الْإِسْلَامَ ثُمَّ يَلْفُظُونَهُ بِمَرْقُونَ

مِنْهُ كَمَا يَمْرُقُ السَّمُّ مِنَ الرَّمِيَةِ لَهُمْ نَبَذٌ يُقَالُ لَهُمُ
 الرَّافِضَةُ فَإِنْ أَدْرَكْتَهُمْ فَقَاتِلْهُمْ فَإِنَّهُمْ مُشْرِكُونَ
 قَالَ الدَّارِقُطَنِيُّ لِهَذَا الْحَدِيثِ عِنْدَنَا طُرُقَاتٌ كَثِيرَةٌ
 ثُمَّ أَخْرَجَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ كَانَتْ
 لَيْدَتِي وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدِي
 فَأَتَتْهُ فَاطِمَةُ فَتَبِعَهَا عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا فَقَالَ
 النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَلِيُّ أَنْتَ وَاصْحَابُكَ
 فِي الْجَنَّةِ أَنْتَ وَشِيعَتُكَ فِي الْجَنَّةِ إِلَّا إِيَّاهُ مِمَّنْ
 يُحِبُّكَ أَقْوَامٌ يُصَغَّرُونَ الْإِسْلَامَ يَلْفُظُونَهُ يَقْرَءُونَ
 الْقُرْآنَ لَا يُجَاوِزُونَ تَرَاقِيهِمْ لَهُمْ نَبَذٌ يُقَالُ لَهُمُ
 الرَّافِضَةُ فَجَاهِدْهُمْ فَإِنَّهُمْ مُشْرِكُونَ قَالُوا
 يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْعَلَامَةُ فِيهِمْ قَالَ
 لَا يَشْهَدُونَ الْجُمُعَةَ وَلَا جَمَاعَةً وَ
 يُطَعْنُونَ عَلَى السَّلَفِ.

دستاویز محرقہ فی الرد علی اہل البدع
 والازفرہ تصنیف ابن حجر مکی رحمہ اللہ
 ص ۱۱۴۱ مطبوعہ مصر

ترجمہ:

حضرت عبدالقدوس عباس رضی اللہ عنہما سے ماخوذ جمال الدین فوردی
 نے روایت کرتے ہوئے کہا۔ فرمایا۔ جب آیت ان الذین

امنوا وعملوا الصالحات اولئک ہم خیر البریۃ
 نازل ہوئی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے
 فرمایا یہ آیت تیرے اور تیرے شیعوں کے بارے میں ہے۔ تم اور
 تمہارے شیعوں قیامت میں اللہ سے راضی ہو سکتے ہو گے اور اللہ تعالیٰ
 کے عرش کے سایہ میں سبقت کرنے والوں میں سے بہتر ہوں گے۔
 لہذا، انہیں بہت مبارک ہو۔ اور تیرے دشمن اللہ کے غضب اور انتقام
 کا نشانہ بنیں گے۔ پوچھا میرے دشمن کون ہیں۔ فرمایا۔ وہ تجھ سے کٹ
 جائیں گے۔ اور تجھ پر لعن طعن کریں گے۔

راہن جبرمکی مصنف کتاب فرماتے ہیں۔ اس روایت میں دو کذاب،
 ہیں۔ اور یہ بھی ذہن میں حاضر ہونا چاہیے۔ جو اس کتاب میں حضرت علی
 المرتضیٰ کے شیعوں کی صفات مذکور ہو چکی ہیں۔ اور وہ روایات بھی سامنے
 رہنی چاہئیں۔ جو شروع کتاب کے مقدمات میں گزر چکیں۔ خاص کر پہلا
 باب جو رافضیوں کے متعلق تھا۔ دارقطنی نے ایک روایت کا استخراج کیا
 وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علی المرتضیٰ سے فرمایا۔ اے ابوالحسن!
 تم اور تمہارے شیعوں جنت میں جائیں گے۔ اور یقیناً ایک قوم اپنے
 متعلق زعم یہ رکھتی ہوگی۔ کہ وہ تم سے محبت کر رہے ہیں۔ حالانکہ اسلام
 کو بالکل حقیر جائیں گے۔ پھر اسے بالکل ہی پھینک دیں گے۔ اور
 اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے۔ جس طرح تیر کمان سے۔ ان میں
 سے ایک جماعت کو دورافضہ، کہا جائے گا۔ سو اگر وہ تمہیں مل جائیں۔
 تو ان کے غلات صفت آزاد ہو جانا۔ وہ مشرک ہیں۔ دارقطنی کہتے ہیں۔
 اس روایت کے ثبوت کے لیے ہمارے پاس کئی سندوں کے

طریق ہیں۔

پھر دارقطنی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ذکر فرماتے ہوئے لکھا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات میرے پاس قیام پذیر تھے اور حضرت خاتونِ جنت تشریف لائیں۔ ان کے پیچھے پیچھے حضرت علی المرتضیٰ بھی ان پہنچے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا۔ اے علی! تم اور تمہارے ساتھی، تم اور تمہارے شیعہ منتهی ہیں۔ خیر دارِ آگاہ رہنا تمہارے ساتھ محبت کے دعویداروں میں کچھ لوگ ایسے بھی ہوں گے۔ جو اسلام کو حقیر سمجھتے ہوں گے۔ اور اس کو چھوڑ دیں گے۔ قرآن کریم پڑھیں گے۔ لیکن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا۔ ان میں سے ہی ایک گروہ ہوگا۔ جو درافضہ اہل کلمائے گاہگاہ کے ساتھ جہاد کرنا۔ کیونکہ وہ مشرک ہیں۔ انہوں نے پوچھا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان کی علامت کیا ہوگی۔ فرمایا وہ نہ جمعہ (کی نماز باجماعت پڑھنے مسجد) میں حاضر ہوں گے۔ اور تمام پانچ وقتی جماعت میں شمولیت کریں گے۔ اور گزرے بزرگانِ دین پر لعن طعن کریں گے۔

مواضعِ محرقہ کی عبارت آپ نے ملاحظہ فرمائی۔ اس میں شیعیانِ علی کے منتهی ہونے کی خوشخبری موجود ہے۔ لیکن ان کی علامات تلاش کریں۔ وہ کن میں پائی جاتی ہیں ان علامات کی بنا پر بلکہ صراحت و وضاحت کے ساتھ اس سے مراد دو امامی شیعہ، ہرگز نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ یہ تمام تبراہی اور ملت پر طعن کے مستعد ہیں۔ جیسا کہ آپ ان مطالب میں ان کی کارکردگی دیکھ چکے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ کو ان کے دشمن کی علامات بتلائیں اور ان کے خلاف بوجہ ان کے شرک ہونے کے جہاد کا حکم دیا۔ اور ان مشرکوں تبراہیوں اور قرآن و حدیث کے احکام سے روگردانی

کرنے والوں کو "ورافضہ" فرمایا۔ یہ تین علامتیں تلاش کریں۔ اور دیکھیں کون ان سے معذور اور مشہور ہیں۔

جب بھی شیعہ مسلک ذہن میں آتا ہے۔ تو فوراً اس کے ساتھ مساجد کی جگہ امام باڑے، عزا خانے اور ماتم کرے سامنے آتے ہیں۔ اور ان کی مجالس و محافل میں فضائل و مصائب اہل بیت کے نام پر حضرات صحابہ کرام اور سلف صالحین پر تبرؤں کے تیر چلائے جاتے ہیں۔ پس پٹینا، تعزیرہ داری کرنا، سینہ کو پی، ذوالجناح کی پوجا پاٹ، متعہ اور مردوزن کا اختلاط ان کے اجتماعات کی غرض ہوتے ہیں پانچ وقتہ نماز کی جماعت اور نہ جمعہ کا قیام۔ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ نبوت نے بہت عرصہ قبل ان کی علامات بیان فرمادیں۔ اور ان علامات والوں کو فرمایا۔ اے علی! یہ تمہارے دشمن ہیں۔ آج دشمنان علی، نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کے مطابق "مجان علی" نام رکھا ہوا ہے۔ معلوم ہوا۔ کہ صواعق محرکہ کی عبارت سے اہل تشیع کا ہستی ہونا تو درکار مسلمان، تھا۔ بھی ثابت نہیں۔ لہذا اہل تشیع کو اس عبارت پر نہیں نہیں بجاتی پائیں۔ بلکہ ان علامات کو چھوڑ کر سچے اور حقیقی دو مجاہد علی، بنا چاہیے اور حقیقی مجاہد علی، اہل سنت و جماعت ہی ہیں۔ تمہاری کتاب میں اس کی تصدیق کرتی ہیں۔

جامع الاخبار:

مَنْ مَاتَ هَكَذَا حَبِيبًا لِمُحَمَّدٍ مَاتَ هَكَذَا لِسُنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ

(جامع الاخبار ص ۱۸۸ / الفصل

المواحد والشلاقون والمائة

فی الموت۔ مطبوعہ نجف اشرف،

ترجمہ:-

جو شخص محبت اہل بیت و آل محمد پر فوت ہوا۔ وہ سنت اور جماعت پر فوت ہوا۔

یہی اہل سنت و جماعت ہیں۔ کہ جن کے متعلق حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

جامع الاخبار:

وَلَيْسَ عَلَى مَنْ مَاتَ عَلَى السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ عَذَابُ الْقَبْرِ وَلَا شِدَّةٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَا مُحَمَّدُ مَنْ أَحَبَّ الْجَمَاعَةَ أَحَبَّ اللَّهُ وَالْمَلَائِكَةَ أَجْمَعِينَ۔

جامع الاخبار ص ۸۷ فصل

السادس والثلاثون في

صلوة الجماعة۔ مطبوعہ

نہج اشرف

ترجمہ:-

اور جو شخص مذہب اہل سنت و جماعت پر مرے گا۔ اس کو قبر کا عذاب نہ ہوگا۔ اور قیامت کی سختیوں سے محفوظ رہے گا۔ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو جماعت کو دوست رکھے گا۔ اس کو اللہ اور تمام فرشتے محبوب رکھیں گے۔

کشف الغمہ:

وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ

الْأَمَنُ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ شَهِيدًا أَلَا
 وَمَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ مُؤْمِنًا مَغْفُورًا
 لَهُ وَمَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ تَائِبًا أَلَا
 وَمَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ مُؤْمِنًا
 مُسْتَكْمِلَ الْإِيمَانِ أَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ
 بَشَّرَهُ مَلَكُ الْمَوْتِ بِالْجَنَّةِ وَمُنْكَرًا وَكَفِيرًا أَلَا وَمَنْ
 مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ يَرْفُتُ إِلَى الْجَنَّةِ كَمَا تَرْفُتُ
 الْعُرُوسُ إِلَى بَيْتِ زَوْجِهَا أَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ
 آلِ مُحَمَّدٍ فَتُخَلِّقُ لَهُ فِي قَبْرِهِ يَا بَابَ إِلَى الْجَنَّةِ أَلَا
 وَمَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ جَعَلَ اللَّهُ قَبْرَهُ
 مَزَارًا لِلدُّعَاءِ الرَّحْمَةِ أَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ
 آلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ عَلَى السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ -

دکھتے الغزوة فی معرفۃ الائمة جلد اول

ص ۱۰۷ / باب ماجاء فی

حجته علیہ السلام مطبوعہ

تبریز طبع جدید

ترجمہ :-

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اگاہ رہو۔ جو بھی آل محمد کی محبت
 میں مر جائے گا۔ وہ شہید مرے گا۔ اور جو بھی آل کی محبت میں جان وے
 گا۔ اس کی بخشش ہو جائے گی۔ اس کی توبہ مقبول ہوگی۔ اور وہ کامل الایمان
 مومن کی صورت میں دنیا سے رخصت ہوگا۔ اس کو ملک الموت اور

منکر نیکر جنت کی بشارت دیں گے۔ وہ جنت میں یوں خوش و خرم جائے گا جس طرح دہن اپنے شوہر کے گھر جاتی ہے۔ اس کی قبر میں جنت کی طرف سے دو دروازے کھول دیئے جائیں گے۔ اس کی قبر رحمت کے فرشتوں کی زیارت گاہ بنے گی۔ اور وہ اہل سنت و جماعت پر مہر سلگے ان روایات سے ثابت ہوا۔ کہ جن دو شیخان علیؑ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنتی ہونے کی بشارت دی۔ اور پھر ان کی علامات بھی بیان فرمائیں تو انہی علامات کے حامل ان روایات کی روشنی میں سنت و جماعت کے پابند لوگ ہیں۔ اہل سنت و جماعت نام ہی ان کے تشخص اور وجہ تسمیہ کو ظاہر کرتا ہے۔ تو معلوم ہوا۔ صواعق محرکہ کی روایت ہم اہل سنت کی تائید کرتی ہے۔ نہ کہ امامیہ شیعہ کی۔ جو مطلوبہ علامات سے محروم ہیں۔ خود حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی فرمایا۔ کہ اہل سنت وہ ہیں۔ جو اللہ اور اس کے رسول کی باتوں پر عمل پیرا ہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(اہل سنت و جماعت) تھے

احتجاج طبری؛

رَوَى يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَسَنِ عَنْ أَبِيهِ عَبْدِ اللَّهِ
ابْنِ الْحَسَنِ قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَخْطُبُ
بِالْبَصْرَةِ بَعْدَ دُخُولِهِ بِأَيَّامِ قِيَامِ إِلَيْهِ رَجُلٌ

فَقَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ أَخْبِرْنِي مَنْ أَهْلُ الْجَمَاعَةِ
وَمَنْ أَهْلُ الْفِرْقَةِ وَمَنْ أَهْلُ الْبِدْعَةِ وَمَنْ أَهْلُ
السُّنَّةِ؟ فَقَالَ وَيْحَكَ أَمَا إِذَا سَأَلْتَنِي فَأَنْهَمُ
عَنِّي وَلَا عَلَيْكَ أَنْ تَسْأَلَ عَنْهَا أَحَدًا بَعْدِي
أَمَا أَهْلُ الْجَمَاعَةِ فَأَنَا وَمَنْ تَبِعَنِي وَإِنْ قَلُّوا
وَذَلِكَ الْحَقُّ عَنْ أَمْرِ اللَّهِ تَعَالَى وَعَنْ أَمْرِ رَسُولِهِ
وَأَهْلِ الْفِرْقَةِ الْمُخَالِفُونَ لِي وَلِمَنْ اتَّبَعَنِي وَإِنْ
كَثُرُوا وَأَمَا أَهْلُ السُّنَّةِ فَالْمُتَمَسِكُونَ بِمَا سَنَّهُ
اللَّهُ لَهُمُ وِرَاسَةٌ

راجہاج طبرسی جلد اول ص ۲۲۶

راجہاج امیر المؤمنین بعد و خولہ

البحرہ - مطبوعہ نعت اشرف

طبع جدید

ترجمہ:

امام حسن رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضیٰ سے روایت کرتے ہیں جب
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بعصرہ میں تشریف لے گئے۔ تو چند دنوں
بعد آپ ایک مرتبہ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک شخص نے کھڑے
ہو کر چند باتیں پوچھیں۔ پوچھا۔ اسے امیر المؤمنین! مجھے بتائیے۔
اہل جماعت کون ہے، اہل فرقہ کون ہے۔ اہل بدعت کون ہے۔
اور اہل سنت کون ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔ تیرے لیے
افسوس! اچھا اگر تو نے مجھ سے سوال کر ہی لیا۔ تو غور سے سن اور
میرے بعد کسی اور سے مت پوچھنا۔ اہل جماعت میں اور میری اتباع

کرنے والے ہیں۔ بظاہر وہ اگرچہ تعداد کے اعتبار سے تھوڑے ہی ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کے امر سے یہی جاتی ہے۔ اور اہل فرقہ وہ لوگ ہیں جو میری اور میری اتباع کرنے والوں کی مخالفت کرتے ہیں۔ اگرچہ وہ کثرت کے مالک ہوں۔ اور اہل سنت وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ کریم کے طریقہ جو اس نے ہمارے لیے مقرر فرما دیا۔ کو مضبوطی سے تھاما ہوا ہے۔

جواب دوم:

حضرات ائمہ اہل بیت کے ہاں شیعوں

کا مقام و مرتبہ؟

مجمع المعارف بر حلیۃ المتیقن:

از حضرت امام رضا مرویست کہ اگر در مقام تمیز شیعہ برائیم نیاہم ایساں را گرو صفت کنندہ بزبان و اگر امتحان کنیم نیاہم گرمند و اگر غلامہ و زبیرہ کنیم ایساں را از ہزار کیے فالص نیا شنند تا آنکہ فرمود تکبیر میکنند بر مند و جی گویند یا شیعہ علی ہستیم و نیست شیعہ علی گر کیکہ فعل او قولش التصدیق نمایم

(مجمع المعارف ص ۱۰۰ مطبوعہ تہران ۱۳۷۳ھ)

ترجمہ:

حضرت امام رضا رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اگر ہم شیعوں کی

تیز کے طور پر تعریف کریں۔ تو پھر یہ لوگ ایسے ہی ملیں گے۔ کہ زبان سے تو بہت تعریفیں کرتے ہوں گے۔ (لیکن عمل میں صغیر اور اگر ہم ان کا محبت اہل بیت ہونے میں) امتحان لیں۔ تو صرف اور صرف مرتد ہی نکلیں گے۔ اور اگر ان کا خلاصہ اور پتھر کر کے بیان کریں۔ ان کے ایک ہزار میں سے ایک بھی فالس نہ ملے۔ یہاں تک فرمایا۔ کہ شیطانوں پر تکیہ لگا کر بیٹھے ہوں گے۔ اور کہتے پھریں گے۔ کہ ہم دو شیطان علی، ہیں۔ حالانکہ دو شیطان علی، وہی لوگ ہیں۔ جن کے کام ان کی بات کی تصدیق کرتے ہوں۔ (یعنی منافق اور تقیہ باز نہ ہوں۔)

ناسخ التواریخ:

فَقَالَ أَرَى وَاللَّهِ أَنَّ مَعَاوِيَةَ خَيْرٌ لِّيَ مِنْ هَؤُلَاءِ
يَزْعُمُونَ أَنَّهُمْ لِي شِيعَةٌ ابْتَغُوا قَتْلِيَّ وَانْتَهَبُوا
ثَغْلِيَّ وَأَخَذُوا مَالِي -

دناسخ التواریخ حالات امام حسن
جلد اول صفحہ نمبر ۲۱۳ مطبوعہ تہران
طبع جدید

ترجمہ:

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ خدا کی قسم امیر سے خیال میں
امیر معادیہ (رضی اللہ عنہ) ان لوگوں سے میرے حق میں کہیں بہتر ہیں
یہ وہ لوگ ہیں۔ جو اپنے آپ کو دو شیطان علی، کہلاتے اور گمان کرتے
ہیں۔ (حالانکہ) انہیں لوگوں نے مجھے قتل کرنا چاہا۔ انہوں نے ہی

میرا سامان لوٹا۔ اور میرا مال چھین لیا۔

مقتلِ ابیِ مخنف؛

حَتَّىٰ انْتَهَىٰ إِلَىٰ زُبَالَةَ فَتَزَلَّ بِهَا ثُمَّ قَامَ خَطِيْبًا
 فَحَمِدَ اللّٰهَ وَآثَنَىٰ عَلَيْهِ وَذَكَرَ النَّبِيَّ فَصَلَّىٰ عَلَيْهِ
 ثُمَّ نَادَىٰ بِأَعْلَىٰ صَوْتِهِ أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا جَمَعْتُكُمْ
 عَلَىٰ أَنَّ الْعِرَاقَ فِي قَبْضَتِي وَقَدْ جَاءَنِي خَبْرٌ
 صَحِيحٌ أَنَّ مُسْلِمَ بْنَ عَقِيلٍ وَهَانِي بْنَ عُرْوَةَ قَتَلَا
 وَقَدْ حَدَّثَنَا شَيْعَتُنَا۔

مقتلِ ابیِ مخنف ص ۲۲ میرا حسن
 الی العراق۔ مطبوعہ نجف اشرف
 طبع قدیم

ترجمہ:

یہاں تک کہ جب امام حسن رضی اللہ عنہ مقامِ زبالہ پر پہنچے۔ تو سواری سے
 نیچے اترے۔ اور خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ پہلے اللہ
 کی حمد و ثنا اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر صلاۃ و سلام بھیجا۔ پھر
 بلند آواز سے پکارا۔ لوگو! میں نے تمہیں اس لیے اکٹھا کیا ہے۔ وہ کھو
 عراق میرے قبضہ میں ہے۔ اور مجھے ایک صحیح خبر پہنچی ہے۔ کہ جناب
 مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ کو شہید کر دیا گیا۔ ہمیں تو ہمارے شیعوں
 نے ذلیل و رسوا کر دیا۔

✦

حاصل جواب دوم:

صوائق محرقہ کی مذکورہ عبارت سے مراد و شیعوہ امامیہ، نہیں ہو سکتے۔ بلکہ اہل سنت و جماعت ہیں۔

- ۱۔ حضرت امام رضا کے نزدیک بوقت امتحان شیعوں کے برابر ہیں۔
- ۲۔ ۱۰۰۰ میں سے ایک ہزار کے اندر بھی ایک مخلص اور فاضل محب نہیں۔
- ۳۔ ان کا دو شیعیان علی، کنا فقط زبانی ہے۔ عمل اس کے بالکل خلاف ہے۔
- ۴۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کا انہوں نے سامان اور مال لوٹا بھی اور چھینا بھی۔
- ۵۔ شیعوں نے ہی میرے قتل کے اسباب تلاش کیے۔ (قول حسن)
- ۶۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کو بارہ ہزار خطوط لکھ کر عراقی شیعوں نے محب ہونے کا دعویٰ کیا۔ لیکن سبھی غدار نکلے۔
- ۷۔ انہوں نے مسلم بن عقیل اور ہانی بن عمرو کو شہید کر کے امام عالی مقام کو رسوا و ذلیل کرنے کا کوشش کی۔
- ۸۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر یہ لوگ تمیں کو ان کو تہ تیغ کر دینا۔
- ۹۔ یہ لوگ مشرک ہیں۔
- ۱۰۔ دین سے اتنے دور جتنا دور کمان سے تیر۔

اور اہل سنت و جماعت وہ کہ

۱۔ جن کی موت شہادت کی موت ہو۔

۲۔ جن کی مغفرت فرمادی جائے۔

۳۔ جو کامل الایمان ہوں۔

- ۴۔ ملک الموت اور منکر نکیر جن کو جنت کی بشارت دیں۔
- ۵۔ جنت میں زیب و زینت ایسی پائیں جیسے دلہن سسرال کے گھر جاتے وقت
- ۶۔ جن کی قبروں میں جنت کی طرف سے دو دروازے کھول دیئے جائیں
- ۷۔ جن کی قبریں فرشتگانِ رحمت کی زیارت گاہ بنیں۔
- اس موازنے سے آپ خود فیصلہ کر لیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سچے پیروکار اور ان سے حقیقی اور سچی محبت رکھنے والے کون لوگ ہیں؟
- (فاعتبروا یا اولیٰ الابصار)

جواب سوم:

حضرات ائمہ اہل بیت شیعوں پر لعنت

بھیجی اور ان سے بُری کی علامت لگی

نیزنگ فصاحت:

بالتحقیق میری شان پر نظر کر کے دو گروہ ہلاک ہوں گے۔ ایک تو محبتِ مفراط جس کو بے اندازہ اور بے جا محبت اُسے غیر حق کی طرف لے جاتی ہے۔ دوم مینفص مفراط جس کا میرے ساتھ مدد سے بڑھا ہوا بغض اسے حق پر قائم رہنے نہیں دیتا۔ اور میرے بارے بہترین مردم لوگ وہ ہیں۔ جو درمیان راستے کو اختیار کر رہے ہیں۔

(نیزنگ فصاحت ص ۱۸۰ مطبوعہ ریسٹی ڈہلوی طبع قدیم)

بصائر الدرجات: دفرانِ امام زین العابدینؑ -

وَافْرَاطُنَا افْرَاطُ الْاَنْبِيَاءِ -

دبصائر الدرجات جز ثمانث ص ۱۲۹

باب فی ائمة - مطبوعہ تہران

لمع جدید

ترجمہ:

ہم ائمہ اہل بیت کے بارے افراط یعنی زیادتی یہ ہے۔ کہ ہمیں پیغمبروں کے مرتبہ پر سمجھایا گئے۔

حاشیہ بصائر الدرجات:

افْرَاطُ جَمْعُ الْفَرْطِ اَيْ مَجَاوِزًا الْحَدِّ مِنْ جَانِبِ الزِّيَادَةِ

وَالْكَمَالِ - (حاشیہ بصائر الدرجات جز ثمانث ص ۱۳۹)

ترجمہ:

»افراط، فرط کی جمع ہے۔ اور زیادتی و کمال میں حد سے بڑھ کر بیان کرنا

اور تجاوز کرنا و فرط، کہلاتا ہے۔

ان دونوں حوالہ جات سے سیر دست ہم آٹا گوش گزار کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت

علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے (ذیرنگ فصاحت کے حوالہ سے) ایک اصل پیش کیا۔

اور امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اس کی تفسیر فرمادی۔ اصل یہ کہ جو شخص بھی

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان میں زیادتی کرتا ہے۔ اور ان کو اتنا بڑھا چڑھا

کہ بیان کرتا ہے۔ جو ان میں نہیں۔ تو وہ شخص ہلاک ہو گیا۔ اور حضرت امام زین العابدین

رضی اللہ عنہ نے اس کی ایک توجیہ بیان فرماتے ہوئے فرمایا۔ کہ ہمیں (ائمہ اہل بیت

کو) پیغمبروں کے برابر سمجھنا ہمارے ساتھ زیادتی ہے۔

لہذا جس شخص کا عقیدہ یہ ہو کہ حضرات ائمہ اہل بیت پیغمبران کے برابر ہیں۔ وہ زیادتی کا مرتکب ہوا۔ اور بقول علی المرتضیٰ ہلاک ہو گیا۔ اور یہ زیادتی اور اس کے متعلق حکم آپ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے بھی سماعت فرمائیں۔

رجال کشتی؛

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ "ع" قَالَ مَنْ قَالَ بِأَنَّنا أَنْبِيَاءُ
فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ وَمَنْ شَكَّ فِي ذَلِكَ فَعَلَيْهِ
لَعْنَةُ اللَّهِ -

رجال کشتی ص ۲۵۵ تذکرہ البلاغی
مطبوعہ کتابخانہ جدید

ترجمہ:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آپ نے فرمایا جو شخص ہم ائمہ اہل بیت کے متعلق یہ کہتا ہے کہ ہم اللہ کے نبی ہیں۔ تو ایسے قاتل پر اللہ کی پھینکا۔ اور اس پر بھی جو اس میں شک کرے۔ گزشتہ اوراق میں آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت علی کے شیعوں نے کی دعا کی۔ اللہ نے وہ قبول فرمائی۔ تو اس طریقہ کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی مقامِ دمر تیرہ کے اعتبار سے حضرت علی المرتضیٰ سے کم ٹھہرے۔ بلکہ تمام انبیائے کرام نے امامت و ولایت کو جب تک تسلیم نہ کیا۔ انہیں نبوت و رسالت ہی نہ ملی۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ شیعوں لوگ حضرات انبیائے کرام سے ائمہ اہل بیت کو افضل و بہتر قرار دیتے ہیں۔ لہذا ان تمام باتوں کے پیش نظر ان پر صافراہ کی تصدیق ہو جاتی ہے۔ اور اسی وجہ سے یہ گمراہ اور بے دین ٹھہرے۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اسی لیے ایسے دو مجتہدوں، اسے دوری اور بیزاری کی

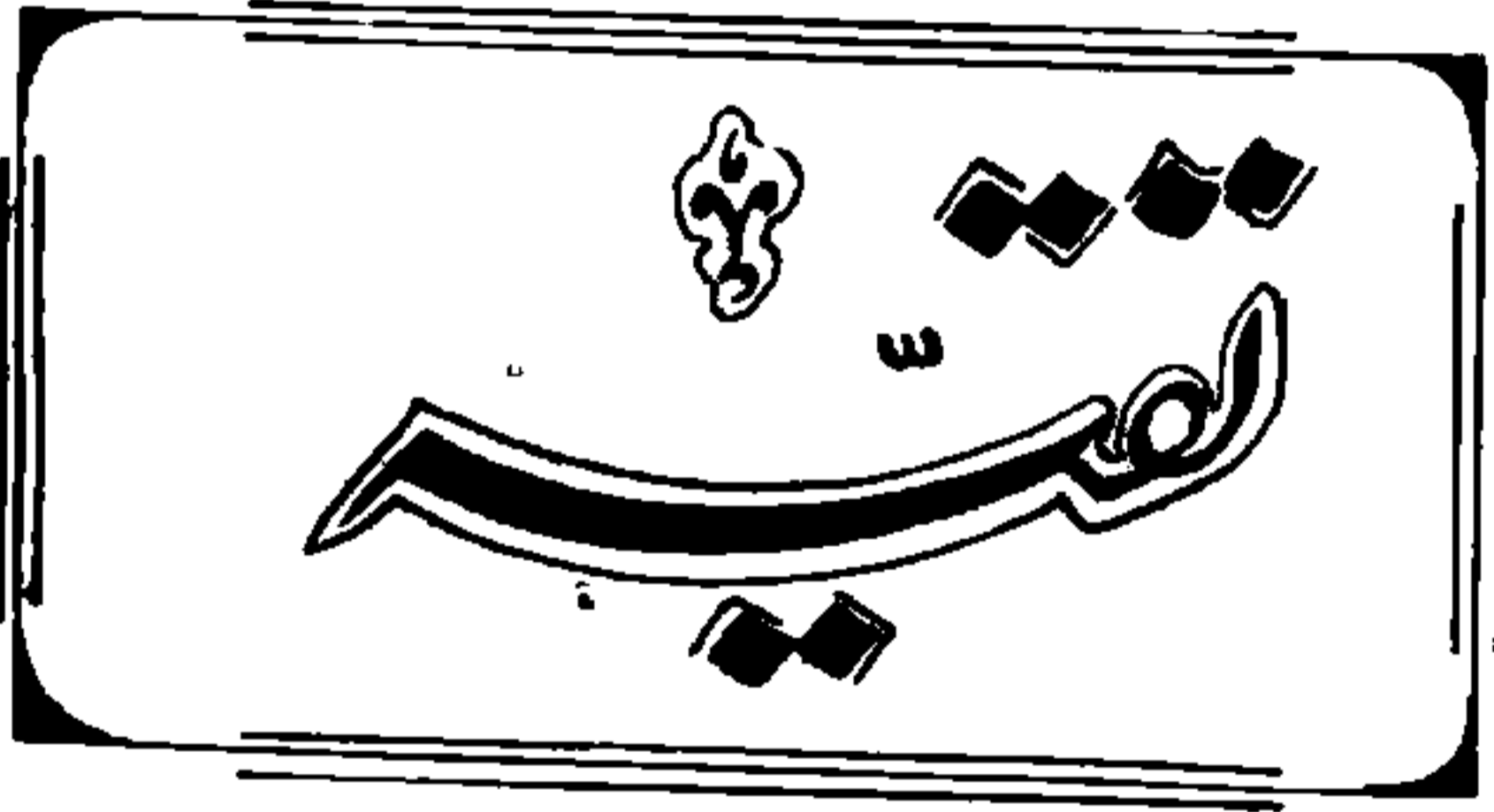
دعا کی تھی۔

نیرنگ فصاحت:

اب تو میری دعا ہے۔ اور میں اس بات کو دوست رکھتا ہوں۔ کہ پروردگار عالم میرے اور تمہارے درمیان تفرقہ اندازی کر دے۔ اور یہ کہ مجھے ان لوگوں کے ساتھ ملحق فرما دے جو تم سے زیادہ میرے لیے سزاوار ہوں۔ وہ ایسے لوگ تھے۔ قسم خدا کی! ان کی راتیں اور تندرستیاں میمون اور مبارک تھیں۔ وہ دانشمندانہ اور حکیمانہ برادریوں کے مالک تھے وہ راست گفتار تھے۔ وہ بغاوت اور جوہر و ستم کے ترک کرنے والے تھے۔ گزر گئے در انہما لیکدان کے پاؤں طریقہ اسلام پر مستقیم تھے۔

اہل تشیع کے مذکورہ طعن کے تین رکن (۱۔ شیعہ کا لفظ قرآن میں ہے سنی کا نہیں۔ ۲۔ اہل بیت شیعہ تھے۔ ۳۔ شیعہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنت میں جائیں گے) کا ہم نے با تفصیل جواب تحریر کر دیا ہے۔ اور ان کی معتبر کتب سے ان تین ارکان کی بیخ کنی کر دی ہے۔ جس کو پڑھ کر ہر صاحب انصاف اور حق کا متلاشی مذکورہ طعن کو بے بنیاد اور مفروضات پر مبنی قرار دے گا۔ اور اہل تشیع کی کم علمی بلکہ بے علمی کا اقرار کرتے ہوئے ان کے ساتھ جہنم میں ایندھن بننے پناہ کا دعا گو ہو گا۔ اور سچی بچی محبت صحابہ اور عشق اہل بیت کے سرشار ہونے کی توفیق مانگے گا۔ پھر اللہ رب العزت کی مشیت کے سپرد جسے چاہے راہ راست سے نوازدے۔ اور جسے چاہے محروم رکھے۔

وما علینا الا البلاغ المبین



باب تفتیش

تفتیش کا مسئلہ ایک معرکہ الآراء مسئلہ ہے۔ جس کی بہت سی انواع و اقسام ہیں۔ اس کی اہمیت کے پیش نظر ضرورت اس امر کی ہے۔ کہ اس پر سیر حاصل بحث کی جائے تاکہ اس کے وہ تاریک پہلو جن سے عوام نا آشنا ہیں۔ انہیں مدلول قاہرہ اور براہین سا طوع و قاطعہ سے روز روشن کی طرح واضح کیا جائے۔ اور اس کے جواز پر اہل تشیع جو مدلول پیش کرتے ہیں۔ ان کا ایک ایک کر کے جواب دیا جائے۔ جس سے ان کے مذہب کی قلعی کھول دی جائے۔

لہذا ہم نے اس کو تفصیل سے بیان کرنے کے لیے سات فضیلتیں ذکر کیں جن کو پڑھنے کے بعد حقائق حق اور باطل باطل واضح ہو جائے گا۔ اور حق کے متلاشی کو اطمینان قلب کے لیے سب کچھ میرا ئے گا۔

وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ

فصل دوم

اثبات تہذیبہ پر شیعہ حضرات کے دلائل اور ان کے

جوابات

دلیل اول حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تہذیبہ کے طور پر اپنی بیوی حضرت سائرہ کو ہمیشہ کہا

اہل سنت و جماعت کی مشہور و معروف کتاب دو البدایہ والنہایہ، (جلد اول ص ۱۵)

مطبوعہ بیروت) میں مذکور ہے۔ کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سائرہ (جو ان

کی بیوی تھیں) کے ہمراہ سفر کرتے کرتے جب ایک شہر میں پہنچے جس کا حاکم یا گورنر ایک

ظالم اور جابر آدمی تھا۔ اس کا طریقہ کار کچھ ایسا تھا۔ کہ جب ایک نووارد اس کے شہر میں آتا۔

تو پہلے سے مقرر کردہ خفیہ طور پر اطلاع دینے والے کچھ آدمی اسے نووارد کے کوالٹ اگر

بتلاتے۔ تو اگر اطلاع یہ ہوتی۔ کہ نووارد کے ساتھ اس کی بیوی بھی ہے۔ اور اتفاق سے

وہ خوب صورت بھی ہوتی۔ تو اسے اسے کچھ پھین لیتا۔ اور اپنی ہوس شیطانی

کا نشانہ بناتا۔ اسی طرح جب مجنوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور سائرہ رضی اللہ عنہما

کی اطلاع دی۔ تو اس ظالم و جابر حکمران نے اپنے کارندوں کو حکم دیا۔ کہ حضرت سائرہ کو

ابراہیم علیہ السلام سے چھین کر میرے پاس لے آؤ۔ تو جب وہ کارندے حضرت ابراہیم

علیہ السلام کے پاس آئے۔ اور آپ سے پوچھا۔

تمہارے ساتھ یہ عورت کون ہے۔ اس سے تمہارا کیا رشتہ ہے؟ آپ نے فرمایا۔ ہذیہ اُخْتِی۔ (یہ میری بہن ہے) تو یہ الفاظ آپ نے اس ظالم بادشاہ کے خوف کی وجہ سے کہے۔ حالانکہ سیدہ سائرہ رضی اللہ عنہا آپ کی بہن نہ تھیں۔ بلکہ بیوی تھیں۔ لہذا ثابت ہوا۔ کہ بوقت ضرورت تقیہ کرنا درست ہے۔ اور اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ سینوں کا یہ کتنا کہ اضطراری حالت صرف عوام کے لیے ہے۔ انبیاء کرام اس سے مستثنیٰ ہیں غلط ہے۔ کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے جلیل القدر پیغمبر ہیں۔ اور آپ نے تقیہ کیا۔ لہذا دونوں باتیں ثابت ہو گئیں۔ اول یہ کہ تقیہ جائز ہے۔ اور دوسری یہ کہ تقیہ عوام و خواص سب کے لیے ہے۔

جواب

شیوہ حضرات نے جو البدایۃ والنہایۃ، کی عبارت پیش کر کے اپنا اُتو سیدھا کرنے کی کوشش کی اس کا جواب بھی اسی کتاب میں اسی مقام پر موجود ہے۔ لیکن عقل کے اندھوں کو صرف اپنے مطلب سے غرض ہے۔ حقیقت کی تلاش وہ کرتے ہیں۔ اور نہ ہی انہیں اس کی ضرورت ہے۔ وہ البدایۃ والنہایۃ، کی مکمل عبارت، ہم نقل کر دیتے ہیں۔ پھر قارئین حضرات ان کی دیانت داری اور ایمان داری کا بھرم دیکھ لیں گے۔

لاحظہ ہو۔

البدایۃ والنہایۃ۔

وَقَالَ بَيْنَا هُوَ ذَاتَ يَوْمٍ وَسَارَةٌ إِذْ آتَى عَلَى جَبَّارٍ
مِّنَ الْجَبَابِرِ وَقَقِيلَ لَهُ هَلْ كُنَّا رَجُلًا مَعَهُ امْرَأَةٌ
مِّنْ أَحْسَنِ النَّاسِ فَأُرْسِلَ إِلَيْهِ وَسَأَلَهُ عَنْهَا
فَقَالَ مَنْ هَذِهِ؟ قَالَ أُخْتِي فَأَتَى سَارَةً فَقَالَ

يَا سَارَةَ كَيْسَ عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ مَوْءُونَ غَيْرِي
وَ غَيْرِي وَإِنَّ هَذَا سَأَلَنِي فَأَخْبَرْتُهُ إِنَّكَ
أُنْحَقُّ فَلَا تُكْذِبْنِيْ-

(البدایۃ والنہایۃ جلد اول صفحہ نمبر ۱۵۰)
ہجرتہ النخیل الی بلاد الشام مطبوعہ بیروت
وریاض)

ترجمہ:-

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ کہ ایک دن حضرت ابراہیمؑ اور
ان کی بیوی حضرت سارہ رضی اللہ عنہما ایک ظالم حکمران کے پاس پہنچے۔
تو اس کو اطلاع دی گئی۔ کہ اس شہر میں ایک مرد آیا ہے۔ اور اس کے
ساتھ ایک خوبصورت ترین عورت بھی ہے۔ تو اس ظالم حکمران نے
کسی کو ان کی طرف بھیجا۔ اور اس عورت کے بارے میں معلوم کرنا چاہا۔
کارندہ آیا۔ اور اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پوچھا۔ آپ کے ساتھ
یہ عورت کون ہے؟ فرمایا۔ میری بہن ہے۔ اس کے بعد حضرت
ابراہیم علیہ السلام اپنی زوجہ سارہ کے پاس تشریف لائے۔ اور فرماتے
گئے۔ اے سارہ! روئے زمین پر میرے اور تیرے بغیر کوئی اور مومن
نہیں ہے۔ اس شہر کے ظالم حکمران کے ایک کارندے نے
مجھ سے تیری بہت پوچھا۔ تو میں نے تجھے اپنی بہن ظاہر کیا۔ لہذا اگر
تجھ سے بھی اس بارے میں سوال ہو تو میری بات کی لاج رکھنا۔
اور جھٹلانا نہیں۔

قارئین کرام! آپ نے روایت مذکورہ پڑھی۔ ترجمہ دیکھا۔ اس سے آپ

بخوبی جان چکے ہیں۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر تقیہ کا ان لوگوں نے بہتان باندھا ہے۔ جس کی کوئی بنیاد نہیں۔ دیکھئے حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی زوجہ کو یہ فرما رہے ہیں۔ کہ اس وقت پوری دنیا میں میرے اور تیرے سوا کوئی تیسرا مومن نہیں۔ تو اس ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ میرا تیرا ایک رشتہ جسمانی ہے۔ جو خاوند اور بیوی سے عبارت ہے۔ اور دوسرا رشتہ ایمان کا رشتہ ہے۔ جس کے لحاظ سے ہم دونوں مومن بہن بھائی ہیں۔ یعنی جو تیرے بارے میں میں نے اس کا رندے کو اپنی بہن کہا۔ تو اس سے مراد وہی اور ایمانی بہن ہے۔ لہذا وہ اگر اس کی تصدیق کرنا چاہیں۔ تو کہہ دینا کہ میں ابراہیم علیہ السلام کی بہن (دینی) ہوں۔ پس آپ کا قول (ہذہ اختی) تو یہ کہہ سکتا ہے تقیہ نہیں۔

تقیہ اور تور یہ میں فرق

تقیہ جو اہل تشیع کے ہاں مروج ہے۔ وہ سراسر جھوٹ اور خلاف شریعت ہے اور تور یہ اس کے برعکس ہے۔ وہ یہ کہ کوئی شخص ایسا لفظ کہے۔ جس کے ایک سے زائد معنی ہوں۔ اسے بولنے والا اس انداز سے بولے۔ کہ سننے والا اپنے علم کے مطابق اس کا ہر معنی سمجھے اور بولنے والے نے وہ معنی مراد نہ لیا ہو۔ اور یہ بالکل جائز ہے۔ جس میں کذب کا کوئی احتمال نہیں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حضرت سارہ کے متعلق ہذہ اختی کہنا بھی از قبیل تور یہ تھا۔ کیونکہ سننے والے نے اس سے یہ سمجھا کہ آپ اس عورت کو اپنی سگی بہن بتا رہے ہیں۔ حالانکہ دراخت، کا اطلاق رضامی بہن، دینی بہن پر بھی ہوتا ہے۔ تو سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مصلحتاً ایسا لفظ استعمال فرمایا۔ جو حقیقت بھی تھا۔ اور اس سے اس ظالم کے ارادوں سے چٹکارا کی بھی ایک صورت تھی۔ تقیہ تب بنتا۔ جب حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کا کسی طور پر بھی آپ

کی بہن ثابت ہونا ناممکن ہوتا۔

لہذا معلوم ہوا کہ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام صلی اللہ علیہ وسلم شخصیت پر اس مقام پر دو تفریق، یعنی نسبت کرنا انتہائی جہالت اور لاعلمی کی دلیل ہی نہیں۔ بلکہ بارگاہ خلیل اللہ میں بہت بڑی بے ادبی اور گستاخی کی ہمت ہے۔

(العیاذ باللہ)

دلیل دوم: حضرت یوسف علیہ السلام بطور تفریق اپنے بھائی کی بوسے میں پیمانہ کو چھینا
اصول کافی۔

عَنْ أَبِي بَصِيرٍ قَالَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
التَّقِيَّةُ مِنْ دِينِ اللَّهِ قُلْتُ مِنْ دِينِ اللَّهِ؟
قَالَ إِي وَ اللَّهِ مِنْ دِينِ اللَّهِ وَلَقَدْ قَالَ
يُوسُفُ « آيَتَاهَا الْعَيْرُ إِتْكُمْ لَسَارِقُونَ »
وَاللَّهُ مَا كَانُوا سَرَقُوا شَيْئًا.

(اصول کافی جلد دوم صفحہ نمبر ۲۱ کتاب
الایمان وا کفر باب التقیة مطبوعہ تہران
طبع جدید)

ترجمہ:-

ابو بصیر سے روایت ہے۔ کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے
فرمایا۔ تقیہ اللہ کے دین میں سے ہے۔ راوی کتاب ہے۔ کہ میں نے عرض
کیا۔ کیا واقعی اللہ کے دین سے ہے؟ فرمایا اللہ کی قسم ہاں اس کے دین میں

سے ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا تھا۔ "وہ اسے قافلہ والو تم یقیناً سب چور ہو، خدا کی قسم حالانکہ انہوں نے کچھ بھی نہیں چرایا تھا۔"

طریقہ استدلال :-

ان لوگوں نے اس آیت سے تقیہ ثابت کرنے کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا۔ کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جو قافلے والوں کو ان الفاظ سے مخاطب کیا۔ "وہ اسے قافلہ والو تم یقیناً چور ہو۔" یہ الفاظ آپ نے از روئے تقیہ کہے تھے۔ کیونکہ درحقیقت وہ چور نہ تھے۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام بھی اس امر سے بخوبی آگاہ تھے۔ کہ ان میں سے کوئی بھی چوری کا مرتکب نہیں ہے لہذا معلوم ہوا۔ کہ بوقت ضرورت تقیہ یعنی جھوٹ بولنا درست ہے۔ دوسری بات اسی واقعہ سے یہ ثابت ہوئی۔ کہ انبیائے کرام بھی بوقت ضرورت جھوٹ بول لیتے ہیں یعنی تقیہ سے کام لکال لیتے ہیں۔ اور تیسری بات یہ بھی معلوم ہوئی۔ کہ تقیہ کا ثبوت خود قرآن کریم کی نص قطعی سے ثابت ہے۔ لہذا اس کے جواز کی اس سے بڑھ کر اور کون سی دلیل ہو سکتی ہے؟

جواب اول

اس دلیل کا جواب دینے سے قبل چند گزارشات ضروری ہیں۔ اول یہ کہ تقیہ کو ثابت کرنے کے لیے اہل تشیع نے قرآن مجید اور ائمہ اہل بیت پر جو جرات اور گستاخی کی ہے۔ وہ اپنی مثال آپ ہے۔ دیکھئے کہ اس طرح انہوں نے اللہ کے پیغمبر سیدنا یوسف علیہ السلام کی طرف جھوٹ کی نسبت کی۔ اور پھر اس جھوٹ کو ثابت کرنے کے لیے ائمہ اہل بیت کی زبان سے اسے کہلوایا۔ حالانکہ یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔

جواب دوم:-

تمام انبیائے کرام بالاتفاق معصوم ہیں۔ اور ان کی طرف کسی گناہ کے وقوع کی نسبت کرنا بھی گستاخی اور بے ادبی ہے۔ گناہوں میں سے دو جھوٹ، ایک کبیرہ گناہ ہے۔ جو کبیرہ گناہ کا مرتکب ہو۔ وہ معصوم کب رہ سکتا ہے۔

جواب سوم:-

شیوہ حضرات کے نزدیک ائمہ اہل بیت بھی معصوم ہیں۔ اور کسی معصوم کا دوسرے شخص کی طرف جھوٹ کی نسبت کرنا اس کی عصمت کے لیے مضر ہوتا ہے۔ توجیب امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے (جو کہ شیعوں کے نزدیک معصوم ہیں) ایک غلط بات کی نسبت اللہ کے ایک نبی کی طرف کی۔ تو یہ بہتان ہوگا۔ اور بہتان لگانے والا معصوم کب رہ سکتا ہے۔ انہی گزارشات کو خود ان کے مفسرین کرام نے بھی اہمیت دی ہے۔

الجھاسے پاؤں یار کا زلتِ دراز میں
لو آپ اپنے دام میں میا وا گیا

تفسیر مجمع البیان:-

رَشْرًا ذَنُّ مَوْذِنٌ (آئی نادی مَنَادٍ
مُسْمِعًا مَعْلِمًا) (آيَتُهَا الْعَيْرُ)
وَالتَّقْدِيرُ يَا أَهْلَ الْعَيْرِ وَقِيلَ كَانَتْ
الْقَافِلَةُ مِنَ الْحَمِيرِ عَنْ مُجَاهِدٍ رَأَى كَمْرًا
لَسَارِقُونَ) قِيلَ إِشْمَا قَالَ ذَلِكَ بَعْضُ مَنْ

فَقَدَّ الصَّاعَ مِنْ قَوْمِ يُوسُفَ مِنْ غَيْرِ أَمْرِهِ
وَلَمْ يَعْلَمْ بِمَا أَمَرِيهِ يُوسُفَ مِنْ جَعَلِ
الصَّاعَ مِنْ رِحَالِهِمْ عَنِ الْجَبَائِيِّ وَقِيلَ
إِنَّ يُوسُفَ أَمَرَ الْمُتَادِي بِأَنْ يُتَادِيَ بِهِ
وَلَمْ يُرِدْ بِهِ سَرَقَةَ الصَّاعِ وَإِنَّمَا عَنَى
بِهِ إِتْكَمُ سَرَقَتِهِمْ يُوسُفَ عَنْ أَبِيهِ وَ
الْقِيَامُ فِي الْجَبِّ عَنْ مُسْلِمٍ وَقِيلَ إِنَّ
الْكَلَامَ يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ خَارِجًا مَخْرَجِ
الِاسْتِنْفَامِ كَأَنَّهُ قَالَ إِتْكَمُ لَسَارِقُونَ
فَأَسْقَطَ الِهْمَزَةَ الِاسْتِنْفَامِ

در مجمع البیان جلد ۵ ص ۲۵۲ سورہ یوسف

مطبوعہ تہران طبع جدید

توجہ:-

پھر ایک پکارنے والے نے پکارا۔ یعنی اس نے قافلہ والوں کو تھلانے اور
سنانے کی غرض سے آواز دی۔ اسے قافلہ والوں اس قافلہ کے بارے میں
حضرت مجاہد سے روایت ہے۔ کہ یہ لوگ گروہوں پر سوار تھے تم چور ہو
قافلہ والوں کو چور کہنے والا وہ شخص تھا جس کا پیمانہ گم ہو گیا تھا۔ اور اسے
اس بات کا علم نہ تھا۔ اور وہ یہ بھی نہ جانتا تھا۔ کہ اس پیمانہ کو حضرت یوسف
علیہ السلام نے خود کہہ کر اس قافلہ میں سے ایک شخص کے بورے میں رکھوایا
تھا۔ یہ تاویل جبائی نے کی۔

یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے ہی اس آواز دینوالے کو ایسا کہنے

کافر یا تھا۔ لیکن اس چوری سے مراد پیمانہ کی چوری نہ تھی۔ بلکہ انہیں چور اس طور پر کہا گیا۔ کہ ان لوگوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے ان کے بیٹے حضرت یوسف کو چرا لیا تھا۔ اور چوری چھپے انہیں اندھے کنوئیں میں ڈال دیا تھا۔ یہ مسلم کا قول ہے۔
یوں بھی کہا گیا ہے۔ کہ اس نذر کرنے والے نے یہ نذر استغفہامیہ طور پر کی ہو۔ اور معنی یہ ہو۔ اسے قافلہ والو! کیا تم واقعی چور ہو؟ گویا اس عبارت میں سے ہمزہ استغفہامیہ ساقط کر دیا گیا ہے۔

علامہ بلبر سی شیعہ کی تفسیر سے اس امر کی پر زور تردید ہوتی ہے۔ کہ قافلہ والوں کو حضرت یوسف نے چور کہہ کر نہیں پکارا۔ لہذا جب آپ کا یہ مقولہ ہی نہ ہو۔ تو پھر آپ کی طرف تعلقہ (جھوٹ) کی نسبت کیونکر ہو سکتی ہے۔ خود شیعہ مفسر نے اس میں تین احتمالات! (جوابات) ذکر کیے۔

۱۔ ”تم چور ہو“ یہ قول حضرت یوسف علیہ السلام کا ہے ہی نہیں۔ بلکہ آپ کے کارندوں میں سے کسی ایک شاہی لازم کا مقولہ ہے۔ جیسا کہ انلاز کلام کسی آواز دینے والے نے آواز دی ۲ بتا رہا ہے۔ اور وہ شاہی لازم اس امر سے لاعلم تھا۔ کہ حضرت یوسف نے پیمانہ خود رکھوایا۔

۲۔ یہ قول حضرت یوسف علیہ السلام کا ہی ہے۔ لیکن اس چوری کا سے مراد پیمانہ کی چوری نہیں۔ بلکہ حضرت یوسف کو چرا لیا ہے۔ جبکہ یہی قافلہ والے (جو آپ کے بھائی تھے) حضرت یعقوب علیہ السلام سے انہیں چوری چھپے بہلا پھلا کر شکار کے لیے لے گئے اور آپ کو ایک اندھے کنوئیں میں پھینک دیا۔ اور یہ حقیقت تھی۔ ایسا ہوا تھا۔ جس کا خود قرآن پاک میں ذکر ہے۔ لہذا ایک حقیقت کو اسی طرح بیان کرنا جیسے وہ واقعہ ہوئی۔ تعلقہ کب ہو سکتا ہے؟

۳۔ یہ قول بطور استغفہام تھا۔ یعنی کہا گیا۔ اسے قافلہ والو! کیا تم چور ہو؟ لیکن درج کلام

میں ہمزہ استفہامیہ گرا دی گئی ہے۔ لہذا استفہام کے طریقہ پر یہ کلام ہوا انشاء "ہوئی۔ اور پچھوٹ
کلام خبری میں ہوتا ہے۔ انشائی میں اس کا احتمال نہیں ہوتا۔ تو اس انشائی کلام کو تفسیر پر محمول
کرنا صرف لاطمی کا بیتا جاگتا ثبوت ہی ہو سکتا ہے۔ اس لیے کسی طور پر اس قول سے
دو تفسیر "ثابت نہ ہوا۔

منہج الصادقین:

رَثْمًا اَذَّنَ مُؤَذِّنًا (پس نہراکنندہ از میانِ لازمان کہ (ایتھا العیر)
ای کاروانیاں (انکھ لسا ر قون) بدرستی کہ شما وزوانید بایں معنی
کہ یوسف را از پدر وزوید و گفته اند منادی ای سخن را نہ بفرمان یوسف گفت
..... ویابریل استفہام گفتند کہ انکم لسا ر قون۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد ۵ ص ۴۳)

مطبوعہ تہران

ترجمہ:-

پھر سرکاری لازمین میں سے ایک نے آواز دی۔ اسے قافلہ والو بقیٹیا
تم چور ہو۔ وہ اس طرح کہ یوسف علیہ السلام کو ان کے باپ (یعقوب علیہ السلام)
سے تم نے چوری کر لیا تھا۔ اور مفسرین یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ اس آواز دینے
والے نے یہ آواز حضرت یوسف علیہ السلام کے حکم پر نہ دیا تھا۔۔۔۔۔
یا استفہامیہ انداز میں انہیں کہا تھا۔ کیا تم چور ہو؟

تمہی:-

سُئِلَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ قَوْلِهِ
أَيْتُهَا الْعَيْرُ ائْتَكُمُ لَسَارِقُونَ. قَالَ
مَا سَرَفُوا وَمَا كَذَبَ يُوسُفُ فَإِنَّمَا

عَنْ سَرَقْتُمْ يُوسُفَ مِنْ أَبِيهِ۔

تفسیر قمی ص ۲۷۶ سورہ یوسف مطبوعہ

ایران طبع قدیم

ترجمہ:-

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے اس قول کے بارے میں پوچھا گیا۔ وہ اسے قافلہ والوں! تم یقیناً چور ہو، تو آپ نے فرمایا انہوں نے کوئی چوری نہ کی تھی۔ اور نہ ہی حضرت یوسف علیہ السلام نے جھوٹ بولا۔ بے شک حضرت یوسف علیہ السلام کی اس قول سے یہ مراد تھی کہ تم نے (ا۔) قافلہ والوں! یوسف کو ان کے باپ سے چرا لیا تھا۔

مذکورہ بالا معتبر تفاسیر شیعہ سے یہ بات متفقہ طور پر ثابت ہو گئی کہ اول تو قافلہ والوں کو حضرت یوسف علیہ السلام نے چور کہا ہی نہیں۔ اور کہا بھی ہے۔ تو یہ بیان کی چوری کا الزام نہ تھا۔ بلکہ خود اپنے آپ کو باپ سے چرا لینے کی بات کہا تھی اور یہ حقیقت تھی۔ تو ان دونوں صورتوں میں حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف جھوٹ کی نسبت کرنا اور پھر اس سے تعلق ثابت کرنا کس قدر زیادتی ہے۔ اور اللہ کے پیغمبر پر بہتان باندھنے سے کم نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ شیعہ حضرات کا اس آیت سے تعلق پر استدلال پیش کرنا خود ان کے اکابرین کے نزدیک قابل اعتبار نہیں۔ اور ان کے پیشواؤں نے اس کی تردید کر کے اس کو باطل قرار دے دیا۔

❖

دلیل سوم: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تقیہ کرتے ہوئے اپنے آپ کو بیمار کہا:
اصول کافی:-

قَالَ اِبْرَاهِيْمُ رَانِي سَقِيْمًا وَاللّٰهُ مَا كَانَ سَقِيْمًا۔

دا مول کافی بطور دوم کتاب الکفر والایمان

باب التقیہ صفحہ نمبر ۲۱ مطبوعہ تہران،

طبع جدید

توجہ:-

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے وعید پر جانے والی قوم کے ساتھ
نہ جانے کا عذر پیش کرتے ہوئے فرمایا۔ میں بے شک بیمار ہوں۔

خدا کی قسم! آپ ہرگز بیمار نہ تھے۔

طریقہ استدلال:

کفار نے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا۔ آئیے ہمارے ساتھ میلہ پر
چلیں۔ تو آپ نے ان کے جواب میں فرمایا۔ دو میں بیمار ہوں، لہذا مجھے اپنی
مالت پر رہنے دو۔ تمہارے ساتھ جانے سے قاصر ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام
کے اس بہانہ پر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے قسم اٹھا کر فرمایا۔ بخدا! ابراہیم
علیہ السلام ہرگز بیمار نہ تھے۔ یہ حدیث اسناد کے اعتبار سے صحیح اور جس کتاب میں
مذکور ہوئی وہ اصح الکتب ہے۔ اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی قسم بھی اس کے ساتھ
مزید۔ تو معلوم ہوا۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام قطعاً بیمار نہ تھے۔ جب واقعی آپ
تندرست تھے۔ تو آپ کا اپنے متعلق بیمار کہنا جھوٹ ہی ہو سکتا ہے۔ اور یہی تقیہ ہے۔

ہذا ثابت ہوا۔ کہ ایک تو انبیاء کرام بھی تفتیہ کرتے رہے۔ دوسرا اس کی تصدیق امام معصوم حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے قسم کھا کر کی۔ اور تیسرا یہ الفاظ صراحت کے ساتھ قرآن مجید میں موجود ہیں۔ ان میںوں باتوں سے یہی ثابت ہوا۔ کہ تفتیہ پیغمبروں نے کیا۔ نص قرآنی میں اس کا ذکر ہے۔ اور ائمہ اہل بیت نے اس کی تصدیق بھی کی۔ اس لیے اس کا انکار نص قرآنی کا انکار ہے۔

جواب:

اس استدلال سے یہ معلوم ہوا۔ کہ صریح جھوٹ ہی کا نام تفتیہ ہے۔ کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جبر و اکراہ کی صورت میں یہ الفاظ نہیں کہے۔ بلکہ لوگوں نے صرف رسماً آپ کو میلہ پر جانے کو کہا۔ اس میں کوئی زبردستی نہ تھی۔ اس کے باوجود آپ نے معاذ اللہ غلط بیانی کی۔ حالانکہ اس کی ضرورت نہ تھی۔ نہ کوئی جانی خطرہ تھا۔ اور نہ ہی مالی نقصان کی کوئی دھمکی تھی۔ تو تفتیہ کے ثبوت کے طور پر اس واقعہ کو پیش کر کے بہر حال شیعہ لوگوں نے یہ مان لیا ہے۔ کہ تفتیہ دراصل اس جھوٹ کا نام ہے۔ جو حالت اضطرار و جبر کے بغیر اپنی مرضی سے بولا جائے۔ ساورد پیر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے بھی قسمیہ اسی امر کی تائید کی۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام قطعاً بیمار نہ تھے۔ لیکن تفتیہ کے ثابت کرنے کے لیے ان عقل کے اندھوں کو یہ بھی یاد تر رہا۔ کہ اس سے اللہ کے ایک پیغمبر کو جھوٹا ثابت کیا جا رہا ہے۔ اور اس کے جھوٹے ہونے کی تصدیق ایسے شخص سے کرائی جا رہی ہے۔ جو مجتہد و صدق ہے۔ اور اس طرح ادھر ادھر کی غلط کڑیاں ملا کر تفتیہ کے وجوب پر استدلال کیا جا رہا ہے۔ آئیے ذرا ان کے گھر میں جھانک کر دیکھیں۔ کہ گھر کے بھیدی اس مقام پر کیا کہتے ہیں۔ ان کی بھی سن لیجئے۔ پھر فیصلہ کیجئے۔

مجمع البیان

فَنظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ - فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ -
 اِخْتَلَفَ فِي مَعْنَاهُ عَلَى اقْتِرَالِ أَحَدِهَا أَنَّهُ
 عَلَيْهِ السَّلَامُ نَظَرَ فِي النُّجُومِ فَاسْتَدَلَّ بِهَا
 عَلَى وَقْتِ حُمَى كَانَتْ تَعْتَادُهُ فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ
 أَرَادَ أَنَّهُ قَدْ حَضَرَ وَقْتُ عِلَّتِهِ وَزَمَانُ
 نَوْبَتِهَا فَكَانَتْهُ قَالَ إِنِّي سَقِيمٌ لَا مَحَالَةَ
 وَحَانَ الْوَقْتُ الَّذِي تَعْتَرِينِي فِيهِ الْحُمَى
 وَقَدْ لِسْتِي الْمَشَارِفُ لِلشَّيْءِ بِاسْمِ الدَّخِيلِ
 قَالَ اللَّهُ تَعَالَى إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ
 وَلَمْ يَكُنْ نَظْرُهُ فِي النُّجُومِ عَلَى حَسَبِ مَا
 يَنْظُرُهُ الْمُنَجِّمُونَ طَلَبًا لِلْأَحْكَامِ -

وَتَانِيًا أَنَّهُ نَظَرَ فِي النُّجُومِ كَنَظَرِهِمْ لِأَنَّهُمْ
 كَانُوا يَتَعَاظُونَ عِلْمَ النُّجُومِ فَأَوْهَمَهُمْ
 أَنَّهُ يَقُولُ بِمِثْلِ قَوْلِهِمْ فَقَالَ عِنْدَ ذَلِكَ إِنِّي
 سَقِيمٌ فَتَرَكَوهُ ظَنًّا مِنْهُمْ أَنَّ نَجْمَهُ يَدُلُّ
 عَلَى سَقِيمِهِ -

وَيَجُوزُ أَنْ يَكُونَ اللَّهُ تَعَالَى أَعْلَمَهُ بِالْوَحْيِ أَنَّهُ
 سَيَسْقِمُهُ فِي وَقْتِ مُسْتَقْبَلٍ وَجَعَلَ الْعَلَامَةَ
 عَلَى ذَلِكَ إِتْمَانُ نَجْمِ عَلَى وَجْهِ مَخْصُوصٍ
 أَوْ إِتِّصَالَهُ بِأَخْرَجَ عَلَى وَجْهِ مَخْصُوصٍ فَلَمَّا

رَأَىٰ اِبْرَاهِيْمُ تِلْكَ الْاَمَارَةَ قَالِ اِنِّي سَقِيْمٌ تَصَدِّقًا بِمَا
اٰخِيْرَهُ اللهُ تَعَالٰى - - - - -

وَيُمْكِنُ اَنْ يُّكُوْنَ عَلٰى وَجْهِ التَّعْرِضِ اَنْ كُلَّ مَنْ كُتِبَ عَلَيْهِ
الْمَوْتُ فَهُوَ سَقِيْمٌ وَاِنْ لَمْ يَكُنْ بِهِ سَقْمٌ فِي الْحَالِ - - - - -
وَالْمَعَارِضُ اَنْ يَقُوْلَ الرَّجُلُ شَيْئًا يَقْصُدُ بِهِ
غَيْرَهُ وَيُقِيْمُ مِنْهُ غَيْرَ مَا يَقْصُدُ وَلَا يَكُوْنَ ذٰلِكَ
كِذْبًا.

(تفسیر مجمع البیان جلد چہارم ص ۴۴۹)

تا۔ ۴۵۔ جزو نمبر زیر آیت فقال انی

سقیم بتا سورة الصافات

(مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ:-

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک نظر ستاروں کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ میں بیمار
ہوں۔ آپ کے اس قول میں بہت سے اقوال آئے ہیں۔ ان میں سے
ایک یہ ہے۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ستاروں کی طرف دیکھ کر
یہ استدلال فرمایا۔ کہ مجھے عادت کے طور پر جو بخار ہوتا ہے۔ اس کے
آنے کا وقت ہوا چاہتا ہے۔ تو اپنے آپ کو بیمار کہنے سے مطلب یہ
تھا۔ کہ وہ وقت بہت جلد چند ساعتوں کے بعد آیا چاہتا ہے جس وقت
مجھے بخار ہوا کرتا ہے۔ گویا آپ نے فرمایا۔ کہ بخار کے وقت مقررہ پر آنے
کے وقت میں ضرور بیمار ہو جاؤں گا۔ (اگرچہ فی الحال بخار نہیں) کیونکہ
کبھی ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ جو بات ہونا یقینی ہو۔ لیکن ابھی ہوئی نہ ہو تو
اس کو اس طرح بیان کرتے ہیں۔ کہ وہ ہو چکی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے
ارشاد فرمایا۔ ”بے شک انے محبوب تو بھی میت ہے۔ اور بے شک

وہ لوگ بھی میت ہیں۔، حالانکہ وقت خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر موت طاری نہ ہوئی تھی..... حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ستاروں کی طرف دیکھنا۔ نجومیوں کی طرح احکام جاننے کے لیے دیکھنا نہ تھا۔

دوسرا احتمال حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس قول میں یہ ہے کہ آپ نے ستاروں کو اسی نظریہ سے دیکھا۔

جس طرح وہ لوگ دیکھا کرتے تھے۔ کیونکہ وہ علم نجوم پڑھتے، پڑھاتے تھے۔ تو آپ نے انہیں اس وہم میں ڈال دیا۔ کہ میں بھی تمہاری طرح ان ستاروں سے رہنمائی لیتا ہوں۔ لہذا میں بیمار ہوں۔ تو آپ کے اس قول کے سننے کے بعد انہوں نے آپ کو اپنے ساتھ میلہ پر لے جانے میں کوئی اصرار نہ کیا۔ اور گھر ہی چھوڑ گئے۔ اور ان کو اس دلیل نے مطمئن کر دیا۔ کہ ان کا ستارہ واقعی ان کی بیماری پر دلالت کرتا ہے۔

تیسرا احتمال یہ بھی ہے۔ کہ میں ممکن ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بذریعہ وحی بتلا دیا ہو۔ کہ اسے ابراہیم! بہت جلد تم بیمار ہونے والے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی بیماری کی علامت کسی مخصوص ستارے کا مخصوص انداز میں طلوع ہونا مقرر فرمایا ہو۔ یا آپ کو کسی اور وجہ سے بیماری کے لاحق ہونے کی اطلاع کر دی ہو۔ تو جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس مقررہ علامت کو دیکھا۔ تو کہا۔ میں بیمار ہونے والا ہوں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو خبر دی تھی۔ اس کی تصدیق انہی الفاظ سے ہو سکتی تھی۔

چوتھا احتمال یہ ہے۔ کہ ممکن ہے۔ کہ آپ نے یہ قول دو تفسیریں،، کے طور

پر کہا ہو۔ یعنی جس کی موت کا پروانہ اچکا وہ سقیم ہے۔ اگرچہ فی الحال وہ سقیم نہ بھی ہو..... تعریف (تور یہ) یہ ہے۔ کہ کوئی شخص الفاظ کچھ کہے۔ اور ان الفاظ سے اس کا اپنا مقصد کچھ اور ہے۔ لیکن سننے والوں کو کسی اور مقصد کی طرف لے جائے۔ ایسا کرنا بہر حال دو جھوٹ، نہیں ہوتا۔

حاصل کلام :-

مذکورہ آیت سے شیعہ لوگوں نے جو تفسیر کے جواز کا استدلال کیا۔ ان کے مفسر علامہ طبرسی نے اس کی واضح تردید کر دی۔ اور صاف صاف لکھ دیا۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دو ایسی سستی ہو، فرمایا قطعاً جھوٹ نہیں جب جھوٹ نہ ہو۔ تو تفسیر کیسے ہو گیا۔ کیونکہ تفسیر ہی ہے جھوٹ۔ علامہ طبرسی شیعہ نے اس جملہ کے چند احتمالات بیان کیے ہیں۔ جن کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام میاوی بخار کے بیمار تھے۔ اور بخار چڑھنے کا وقت انہیں معلوم تھا۔ تو اتفاقاً ستاروں کو دیکھ کر اپنی بیماری کی پیشگی خبر اس انداز میں دی۔ گویا اس وقت بیمار میں۔ اور یہ کہہ کر آپ کی مراد یہ تھی۔ کہ میں بیمار ہونے والا ہوں۔ جیسا کہ قرآن پاک میں **دُرِّ اِنَّا كَآمِیْتٌ**، کے الفاظ کا مفہوم چونکہ یقینی تھا۔ اس لیے ایک یقینی بات، کہ جو ہونے والی تھی۔ اس کو یوں بیان کر دیا۔ کہ اب ہو گئی ہے۔ یعنی ہونے والی یقینی چیز پر موجود چیز کا حکم لگا دیا۔ اس تاویل و احتمال سے یہ ثابت ہوا۔ کہ زمانہ مستقبل میں یقینی طور پر واقع ہونے والی چیز پر موجود ہونے کا حکم لگانا درست ہے۔ تو نہ یہ جھوٹ ہوا۔ اور نہ ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام اس کے کہنے پر جھوٹ بولنے والے ہوئے۔

۲۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی بیماری کی بذریعہ وحی اطلاع کر دی ہو۔ اور اس کے لیے کسی ستارے کا مخصوص مقام پر دکھائی دینا بطور علامت آپ کو بتا دیا ہو۔ جب اس علامت کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دیکھا۔ تو اللہ تعالیٰ کی خبر کی تصدیق میں کہہ دیا ہو۔ کہ چونکہ اس کی خبر سچی ہے۔ اور علامت بھی رونما ہو چکی۔ لہذا میں بیمار ہوا ہی چاہتا ہوں۔ لہذا اللہ تعالیٰ کی خبر کی تصدیق کو تفتیح کا نام کیسے دیا جاسکتا ہے۔

۳۔ آپ نے بطور توریہ کہا ہو۔ کیونکہ جس آدمی کی موت لکھ دی گئی ہو۔ اس کو دو تقسیم، کہنا درست ہے۔ تو آپ نے یہ لفظ بول کر بیماری کا معنی نہ لیا ہو۔ بلکہ موت کے لکھے جانے کا مفہوم لے کر اس لفظ کا تکلم فرمایا ہو۔ تو توریہ کو تفتیح کہنا بھی سراسر زیادتی ہے۔ توریہ اور تفتیح کا فرق بیان ہو چکا ہے۔ دونوں مختلف چیزیں ہیں۔

منہج الصادقین

وَفَقَالَ إِنِّي مُسْقِطٌ، پس گفت، بدستیکہ من بیمارم یعنی استدلال میکنم باینکہ البتہ بیمار خواہم شد و نوبت تب مراد خواهد یافت و این تسمیہ شئی است باسم مایزل الیہ الذیل ووانک میت و انہم میتون، و لہذا مضاف محقق الوقوع البصیۃ ماضی ادا میکنند۔ و قائل آل را کاذب نمی گویند و در قرآن مثل ایما بسیار است پس از گفتارانی ستقیم کذب ابراہیم علیہ السلام لازم نیاید..... درانی ستقیم، مراد او این بود کہ دل من ستقیم و حزمین و غلمین است بہت اصرار قوم بر عبادت اصنام۔

(تفسیر منہج الصادقین جلد نمبر ۶، ص ۲۷۶)

مطبوعہ تہران زیر آیتنا فی ستقیم

(۲۳)

ترجمہ ۱۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ میں بیمار ہوں۔ یعنی اس بات کا استدلال کرتا ہوں کہ میں عنقریب بیمار ہوں گا۔ اور میرے بخار آنے کی ساعت آ رہی ہے۔ اور اس طریقہ کو یوں ادا کرتے ہیں کہ کسی چیز کو اس کے انجام کا خیال کر کے نام لے دینا۔ جیسا کہ ہرانک میت وانہم میتون ہے اسی لیے زمازما مستقبل میں کسی ایک کام کے بارے میں جو لازماً ہونا ہو اس کے لیے فعل ماضی کا صیغہ ذکر کرتے ہیں۔ جس سے اس کے معنی وقوع کا پتہ چلتا ہے۔ اور اس قسم کا قول کرنے والا جھوٹا نہیں کہلا سکتا۔ قرآن پاک میں اس قسم کے الفاظ بکثرت وارد ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنے آپ کو بیمار کہنا اس وجہ سے بھی درست ہو سکتا ہے کہ آپ کی مراد یہ ہو کہ ان کافروں اور بت پرستوں کے بت پرستی پر اصرار کی وجہ سے میرا دل بہت بیمار ہے۔ پریشان اور غمناک ہے۔

تفسیر صافی ۱۔

وَقَدْ رَوَىٰ أَنَّهُ أَعْنَىٰ يَقُولُهُ إِنِّي سَعِيْرٌ أَيْ مَأْسُوْمٌ
وَكُلُّ مَيْتٍ سَعِيْرٌ وَقَدْ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لِيَسِيْرًا
إِنَّكَ مَيِّتٌ أَيْ سَتَمُوْتُ۔

تفسیر صافی جلد دوم ص ۲۶۶ مطبوعہ تہران
بیت جدید۔ زیر اہدیت انی سعیم

ترجمہ ۱۔

دلالت کیا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سعیم بول کر مراد اسقم یا ہے۔ یعنی عنقریب میں بیمار ہونے والا ہوں۔ اور یہ بھی مراد ہے کہ ہر

مرنے والی چیز ”ستیم“ ہوتی ہے۔

حاصل کلام :-

ان دو تفسیروں نے بھی ان لوگوں کی سخت تردید کی۔ جو اس آیت کریمہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جھوٹ بولنا ثابت کرتے ہیں۔ اور صریح جھوٹ کی نسبت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف کرتے ہیں۔ بقول شیعہ مفسرین جب مایوں الیہ کے اعتبار سے کسی غیر موجود کو موجود کا حکم دینا خود قرآن پاک میں بکثرت ہے۔ تو یہ تفسیر کیسے ہو۔ کیونکہ تفسیر تو واضح طور پر جھوٹ ہو تا ہے۔ لہذا حضرت ابراہیم علیہ السلام پر تفسیر کا الزام اس آیت سے لگانا محض جہالت اور پرلے درجے کا خبث باطن ہے۔

قدیم کرام! آپ نے دیکھا کہ اس آیت کی تفسیر میں شیعہ مفسرین کے اقوال ہم نے پیش کیے۔ جن میں انہوں نے صاف انکار میں حضرت ابراہیم علیہ السلام پر جھوٹ کا الزام آنے کے جوابات و احتمالات بیان کیے۔ اور دامن خلیل اللہ کو کذب سے داغدار ہونے دیا۔ لیکن انہی کے دوسرے جاہل اور بے دین بھائی ایڑی چوٹی کا زور لگا کر یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ ہمارا تفسیر کوئی نیا نہیں۔ بلکہ اللہ کے خلیل کا پسندیدہ عمل ہے۔ اور ہم تفسیر کے سنت خلیل ادا کر رہے ہیں۔ اور تعلیمات الہیہ پر عمل پیرا ہیں۔ (والعیاذ باللہ)

دلیل چہارم: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بطور تفسیر بتوں کو ٹرنے کی نسبت بڑھت کی طرف کی طرف کی

قَالَ بَدُّ فَعَلَهُ كَيْبُرُهُمْ هَذَا فَسَلُّوْهُمْ اِنْ
كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ -

(۲۱) سورۃ انعام رکوع

marfat.com

ترجمہ:-

فرمایا۔ جو ان میں بڑا ہے اس نے ایسا کیا ہے۔ پس ان سے پوچھو۔ اگر یہ بولتے ہیں۔

طریقہ استدلال :-

کفار جب میلہ پر چلے گئے۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کھاڑا اٹھایا۔ اور تمام بتوں کو توڑ ڈالا۔ آخر میں کھاڑا بڑے بت کے کندھے پر رکھ دیا۔ جب کفار میلہ سے واپس آکر بت خانہ گئے۔ تو بتوں کی یہ حالت دیکھ کر قیاس آرائی کی۔ کہ یہ کام حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہی ہو سکتا ہے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اس بارے میں پوچھا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ ان کے بڑے بت نے ایسا کیا ہے۔ حالانکہ کرنے والے خود حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بطور تقیہ یہ کلام کیا۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ نص قرآنی نے تقیہ کے جواز پر دلالت کر دی۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تقیہ پر گامزن تھے۔

جواب

صاحب تفسیر منہج الصادقین نے اس آیت کریمہ سے تقیہ ثابت کرنے والوں کی اسی طرح تردید کی ہے۔ جس طرح اس سے پہلی آیات سے تقیہ ثابت کرنے والوں کی تردید کی تھی۔ چنانچہ اس تفسیر کا بیان ملاحظہ ہو۔

منہج الصادقین و مجمع البیان ۱۔

أَنَّكَ خَرَجَ مَخْرَجَ الْخَبْرِ وَ لَيْسَ بِخَيْرٍ إِنَّمَا هُوَ
الذَّوَامُ يَدُلُّ عَلَيْهِ الْحَالُ فَكَأَنَّكَ قَالَ مَا يَنْكُرُونَ

أَنَّ يَكُونَ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هَذَا وَالْإِذَا وَالْإِذَا وَالْإِذَا
 تَارَةً يَلْفِظُ السُّؤَالَ وَتَارَةً يَلْفِظُ الْأَمْرَ وَتَارَةً
 يَلْفِظُ النَّخْبَةَ وَرُبَّمَا يَكُونُ أَحَدُ هَذِهِ الْأُمُورِ
 أَبْلَغُ فِيهِ وَوَجْهُ الْإِذَا أَنَّهُ هَذِهِ الْأَصْنَافُ إِذَا
 كَانَتْ إِلَيْهَا كَمَا تَزْعُمُونَ فَإِنَّهَا فَعَلَتْ ذَلِكَ كَبِيرُهُمْ
 لِأَنَّ غَيْرَ اللَّهِ لَا يَقْدِرُ أَنْ يَكْبُرَ إِلَّا إِلَهُةً -

(۱) تفسیر منہج الصادقین جلد نمبر ۶ ص ۷۴

زیر آیت بل فعلہ کبیرہ

ہذا ایک

(۲) تفسیر مجمع البیان جلد نمبر ۴ جزو ۱

ص ۵۴ مطبوعہ تہران طبع جدید زیر آیت

قال کبیرہ هذا

ترجمہ:-

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ کلام خبر کے طور پر کہا گیا۔ اگرچہ درحقیقت خبر نہیں بلکہ یہ ایک الزام ہے۔ جس پر حال دلالت کرتا ہے۔ آپ نے گویا یوں فرمایا۔ کہ تم اس سے انکار نہیں کر سکتے۔ کہ یہ کام تمہارے بڑے بت (خدائے) نے کیا ہے۔ اور الزام کبھی تو سوا بے الفاظ سے ہوتا ہے۔ کبھی امر کے الفاظ کے ذریعہ اور کبھی خبر کے الفاظ سے ہوتا ہے۔ بعض دفعہ ان مختلف طریقوں میں سے کسی ایک طریقہ کے مطابق الزام دینا زیادہ مبالغہ رکھنا ہے۔ الزام کی وجہ یہ ہے۔ کہ تمہارے گمان کے مطابق اگر یہ تمہارے

معبود ہیں۔ تو پھر یہ سب کچھ ان میں سے بڑے معبود نے کیا ہے۔ کیونکہ
معبود کے علاوہ کوئی دوسرا ان معبودوں کو توڑ نہیں سکتا۔

حاصل کلام :-

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا یہ کلام بطور غیر نہ تھا۔ تاکہ اس سے تقیہ ثابت کیا جا سکے۔
بلکہ بطور الزام تھا۔ یعنی آپ نے بطور الزام کفار کو کہا تھا۔ کہ اگر تمہارے عقیدہ کے مطابق
یہ بت خدا ہیں۔ تو انہیں کوئی دوسرا کس طرح تباہ و برباد کر سکتا ہے۔ کیونکہ خدا کو غیر خدا
نقصان پہنچانے کی قدرت نہیں رکھتا۔ لہذا بطور الزام کہے گئے کلام کو تقیہ کسی طرح بھی
کہنا درست نہیں۔

اسی صفحہ پر علامہ طبرسی نے مزید لکھا۔

لَا يَجُوزُ عَلَيْهِ التَّعْمِيَةُ فِي الْأَخْبَارِ وَلَا التَّقِيَةُ
لِأَنَّ ذَلِكَ يُؤَدِّي إِلَى الشَّكِّ فِي أَخْبَارِهِمْ وَكَلَامِ
أَبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَجُوزُ أَنْ يَكُونَ مِنَ الْمَعْلُومِ
أَبِيحَ ذَلِكَ عِنْدَ الضَّرُورَةِ۔

تفسیر مجمع البیان جلد ۱۱۔ جزء ۱ ص ۵۴ مطبوعہ تہران

(جمع جدید زیر اہمیت قال بل کبیر عم ہذا)

توجہ :-

انبیاء کرام پر یہ الزام لگانا کہ انہوں نے اخبار میں تقیہ اور چشم پوشی کی قطعاً
جائز نہیں۔ کیونکہ اس قسم کے الزام سے انبیاء کرام کی اخبار معرض شک
میں پڑ جاتی ہیں۔ اور یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام میں جین کے بدلے میں

اللہ تعالیٰ نے ان کی صداقت کا کھلے انداز میں یوں ذکر فرمایا
وَذَكَرُ فِي الْكِتَابِ اِبْرَاهِيْمَ - اِنَّكَ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا -

ترجمہ ۱۔

کتاب میں ابراہیم کا ذکر کیجئے۔ بے شک وہ بہت زیادہ سچے نبی تھے
ثابت ہوا۔ کہ شیعہ مفسر نے صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ہی
نہیں بلکہ تمام انبیاء کرام کے متعلق یہ فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ کوئی پیغمبر اخبار میں تقیہ نہیں کر
سکتا۔ کیونکہ بالفرض اگر کلام پیغمبر تقیہ سے طوٹ ہو۔ تو اس کی صداقت قطعاً غیر معتبر ہو
جائے گی۔ اور بعثت انبیاء کا مقصد بالکل فوت ہو جائے گا۔

اب اہل تشیع کو اپنے ہم مسلک مفسر کی بات سے سبق سیکھنا چاہیے۔ کہ
وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر تقیہ باز ہونے کا الزام نہ دیں۔ ورنہ حضرت ابراہیم علیہ السلام
کے کلام کا مشکوک ہونا لازم آئے گا۔ اور آپ کی بعثت بے کار ثابت ہوگی۔

پھر جب اہل تشیع اہل بیت کو انبیاء کرام سے بھی افضل گردانتے ہیں
تو اس فوقیت اور افضلیت کا تقاضا یہ ہے۔ کہ جب مفضول سے تقیہ کا صدور قابل اعتراض
ہے۔ تو فاضل و افضل سے بطریق اولیٰ اس کا صدور و وقوع محل اعتراض ہوگا۔ اس لیے
کسی امام کی طرف سے منسوب کرنا کہ انہوں نے تقیہ کے بارے میں یہ کہا۔ کہ یہ تقیہ اہل بیت
آباد اجداد کی پیاری سنت ہے۔ اور وہی کی تکمیل تقیہ کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ وغیرہ وغیرہ
سراسر غلط اور انتہائی بے باکی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے معافی چاہیے۔

وسیل پنجم: اصحاب کہف بطور تقیہ اپنے گلوں میں زناٹوں کے
اصول کافی۔

فَإِنَّ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا بَلَغَتْ

تَقِيَّةُ أَحَدٍ تَقِيَّةَ أَصْحَابِ كَهْفٍ وَإِنَّهُمْ كَانُوا
يَشْهَدُونَ الْأَعْيَادَ وَيُشَدُّونَ الزَّنايِرَ فَأَعْطَاهُمُ
اللَّهُ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ -

اصول کافی جلد دوم ص ۲۱۸ کتاب الایمان
و الصغری باب التقیہ مطبوعہ تہران
طبع جدید

ترجمہ :-

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کسی شخص کا تقیہ اصحاب کہف
کے تقیہ تک نہ پہنچ سکا۔ وہ میدوں پر حاضر ہوتے۔ اور عاضری کے وقت
ان کے گلے میں زنار ہوتے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں دو گنا ثواب
عطا فرمایا۔

طریقہ استدلال :-

اصحاب کہف اللہ تعالیٰ کے وہ بزرگ اور نیک بندے تھے جن کا اللہ تعالیٰ
نے قرآن پاک میں ذکر فرمایا۔ اور ان کے کامل الایمان ہونے پر اہل سنت و شیعہ سب کا
اتفاق ہے۔ لہذا ان کامل الایمان بزرگ ہستیوں کے بارے میں جب اہل بیت کے
ائمہ میں سے ایک عظیم امام حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے یہاں تک فرمایا۔
کہ ان جیسا تقیہ کسی کو نصیب نہیں ہوا۔ تو امام موسوی کے اس ارشاد سے یہ بات
بالکل واضح طور پر ثابت ہو گئی۔ کہ کامل الایمان اللہ کے نیک بندے تقیہ کرتے
رہے۔ اور ان کے اعمال میں یہ عمل بھی نمایاں نظر آتا ہے۔ لہذا اس کے جواز میں کیا
اعتراض ہو سکتا ہے؟

جواب

ہم مانتے ہیں۔ کہ اصحاب کہف کا واقعہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔ اور یہ بھی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مقبول و نیک بندے تھے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ہمیں یہ بھی تسلیم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت میں سے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ایک شانِ امتیاز کے مالک ہیں۔ اس لیے ان کی بات دلیل و حجت بن سکتی ہے۔ لیکن امام موصوف کی طرف منسوب کی جانے والی ہر بات قابلِ تسلیم نہیں۔ بلکہ وہ بات اسی وقت قابلِ حجت قرار دی جاسکتی ہے۔ جب اس کی سند صحیح ہو۔ اور یہ ثابت ہو جائے۔ کہ واقعی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا کلام ہے۔

اس سے پہلے آپ پڑھ چکے ہیں۔ کہ شیعہ لوگوں نے ائمہ اہل بیت کی کوئی بات بھی قابلِ اعتماد رہنے نہیں دی۔ خود حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے۔ کہ ہماری طرف سے روایت کردہ احادیث میں لوگوں نے غلط ملط کر دیا ہے۔ اس لیے جو حدیث، قرآن مجید اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مضامین کے مطابق ہو۔ اسے تسلیم کر لیا جائے۔ ورنہ رد کر دو۔ امام موصوف کی یہ تفسیر ایک شیعہ مصنف نے اپنی کتاب "دورِ جبال کشی"، ص ۱۹۵ مطبوعہ کربلا۔ پر تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ اس لیے ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ اصحاب کہف کے تفسیر باز نے جو کچھ اقوال جو شیعہ حضرات نے امام موصوف کی طرف منسوب کیا۔ یہ امام پر بہت بڑا ہتھکنڈا ہے۔ کیونکہ ان کا ایسا کتنا تعلیمات قرآنیہ کے خلاف ہے۔ اور امام کا قول تعلیمات قرآنیہ کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ اصحاب کہف کے بارے میں جو تفصیل و واقعات قرآن نے بیان کیے۔ ان کی جھلک ملاحظہ ہو۔ اور پھر ان پر دو تفسیر باز، ہونے کے الزام کا جائزہ لیں۔ بات واضح ہو جائے گی

وَرَبَطْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ إِذْ قَامُوا فَقَالُوا رَبُّنَا

رَبِّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَنْ تَدْعُوا مِنْ دُونِهِ
 إِلَهًا لَقَدْ قُنَّا إِذْ أَشْطَطْنَا هُوَ لَا يُقِيمُنَا اتَّخَذُوا
 مِنْ دُونِهِ إِلَهًا. لَوْلَا يُأْتُونَ عَلَيْهِمْ لِسَانُ
 بَيِّنٍ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا
 وَإِذْ أَعْرَضْنَا عَنْ قَوْمِهِمْ وَمَا يَعْبُدُونَ
 إِلَّا اللَّهَ فَأَوْوَا إِلَى الْكَفِيفِ يَنْشُرْ لَكُمْ
 رَبُّكُمْ مِنْ رَحْمَتِهِ وَيَهَيِّئْ لَكُمْ مِنْ
 أَمْرِكُمْ مَرْفَقًا.

(پہلے رکوع ۱۲)

ترجمہ:-

اور ہم نے ان کے دلوں کو مضبوط کر دیا تھا جب کہ وہ کھڑے ہو گئے۔ اور
 انہوں نے یہ کہہ دیا کہ ہمارا پروردگار تو آسمانوں کا اور زمین کا پروردگار ہے۔
 ہم ہرگز اس کے سوا کسی دوسرے کو معبود کہہ کر نہ پکاریں گے۔ کہ اگر ایسا کریں
 گے۔ تو اس صورت میں ہم نہ بہت ناسزا بات کہیں۔ اس ہمارے قوم نے
 تو اس کے سوا بہت سے خدا بنائے ہیں۔ پھر ان خداؤں کے متعلق کوئی
 دلیل کیوں نہیں پیش کرتے۔ پس اس سے زیادہ ظالم کون ہو گا۔ جو اللہ تعالیٰ
 پر بہتان باندھے۔ اور اب جب کہ تم ان سے الگ ہو چکے ہو۔ اور جن
 چیزوں کو وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں۔ ان کو چھوڑ چکے ہو۔ تو کسی غار میں چل
 رہو تمہارا پروردگار تمہارے لیے اپنی رحمت وسیع فرما دے گا۔ اور
 تمہارے معاملہ میں سہولت کے سامان مہیا کرے گا۔

(ترجمہ مقبول شیعہ)

ان آیات قرآنیہ اور ان کے ترجمہ نے واضح کر دیا کہ اصحاب کہف کو اللہ تعالیٰ کی تائید حاصل تھی۔ اور اس کی تائید نے ان کے دلوں کو اس قدر مضبوط کر دیا تھا کہ دقیانوس جیسے ظالم حکمران کو بھی علی الاعلان انہوں نے کہہ دیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں۔ اور جو اسے **لَا شَرِيكَ لَهُ**، نہیں مانتا۔ وہ سب سے بڑا ظالم ہے۔ اور اتنا درجہ کا جھوٹا ہے۔ اصحاب کہف پر تائید از وی اور اس کی وجہ سے ان کی قلبی استقامت کو شیعوں مفسر علامہ طبری نے یوں قلمبند کیا۔

مجمع البیان :-

(وَدَبَطْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ) آيُ شَدَدْنَا عَلَيْهَا
 بِاللَّطْفِ وَالنَّحْوِ طِرِ الْمَقْبُولَةِ لِلْإِيمَانِ
 حَتَّى وَطَنُوا أَنْفُسَهُمْ عَلَى إِظْهَارِ الْحَقِّ وَ
 الثُّبَاتِ عَلَى الدِّينِ وَالصَّبْرِ عَلَى الْمَشَاقِّ وَمَفَارِقَةِ
 الْوَطَنِ (إِذْ قَامُوا) آيُ حِينَ قَامُوا بَيْنَ يَدَيِ
 رَبِّهِمُ الْجَبَّارِ دَقْيَانُوسِ الَّذِي كَانَ يُفْلِنُ
 أَهْلَ الْإِيمَانِ عَنْ دِينِهِمْ (فَقَالُوا) بَيْنَ يَدَيْهِ
 رَبِّنَا رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ (آيُ رَبَّنَا الَّذِي
 نَعْبُدُ خَالِقُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَنْ نَدْعُوكَ
 مِنْ دُونِهِ إِلَهًا) آيُ لَنْ نَعْبُدَكَ إِلَّا مَسَاجِدَ مَعَهُ
 رَلَقَدُّ قُلْنَا إِذَا شَطَطًا) مَعْنَاهُ إِنْ دَعَوْنَا
 مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَلَقَدُّ قُلْنَا إِذَا هُوَ لَا يُجَاوِزُ
 عَنِ الْحَقِّ غَايَةَ فِي الْبُطْلَانِ (هُوَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ) (آيُ
 أَهْلُ بَلَدِنَا) (إِنَّا نَحْنُ وَإِلهُ دِينِهِ)

أَيُّ مَنْ دُونَ اللَّهِ (رَبِّ الْمَاءِ) يَعْبُدُ وَنَهَارُ لَوْلَا يَأْتُونَ
 عَلَيْهِمْ بِسُلْطَانٍ بَيِّنٍ) أَيُّ هَلَا يَأْتُونَ
 عَلَى عِبَادَتِهِمْ غَيْرَ اللَّهِ بِحُجَّةٍ ظَاهِرَةٍ -
 (تفسیر مجمع البیان جلد ششم ص ۲۵۲ مطبوعہ
 تہران طبع جدید)

ترجمہ:-

ہم نے ان کے دلوں کو اپنے الطاف کریمہ اور ایمانی قوتوں سے اس قدر
 طاقتور کر دیا۔ کہ انہوں نے اپنی جانوں کو حق کے اظہار، دین پر ثبات قدمی،
 مصائب پر صبر اور وطن کی جدائی پر مانوس کر لیا۔ جب وہ اپنے جابر ظالم
 حکمران دقیانوس کے سامنے کھڑے ہوئے۔ جو کہ مومنوں کو دین چھوڑنے
 پر مجبور کرتا تھا۔ تو اس کی موجودگی میں کہہ بسٹے۔ ہم اُس رب کی عبادت کرتے
 ہیں جو آسمانوں اور زمین کا خالق ہے۔ ہم اس کے سوا کسی خدا کی عبادت
 نہیں کریں گے۔ اور اگر ہم نے اس معبود برحق کے ساتھ کسی اور خدا کو پوجا
 تو ایسی صورت میں ہم نے ایک ایسی حرکت کی۔ جو حق سے تجاوز کرنے
 والی ہے۔ اور انتہائی باطل ہے۔ ہمارے اس شہر کے رہنے والے اللہ
 کے سوا اور بھی چیزوں کو خدا بنا کر ان کی پوجا کرتے ہیں۔ یہ پجاری ان
 باطل معبودوں کی عبادت کے ثبوت میں کوئی ظاہر حجت و دلیل کیوں
 نہیں لاتے۔؟

شیوہ مفسر نے اصحاب کہف کے بارے میں اس بات کی تصدیق کر دی۔ کہ
 وہ حق کے اظہار کے لیے ایک ظالم اور جابر بادشاہ کے سامنے جان کی بازی لگانے
 سے بھی نہ چو کہے۔ انہوں نے ہرگز تقیہ سے کام نہ لیا۔ اور جب دیکھا۔ کہ ہمارے یہاں رہنا

دین پر استقامت میں شاید رکاوٹ بن جائے۔ تو انہوں نے تقیہ نہ کیا۔ بلکہ اپنا وطن، اولاد و جان و مال اور عزیز و اقارب چھوڑ کر غار میں جا قیام کیا۔

ناظرین کرام! غور فرمائیں۔ کہ اصحاب کہف اگر لقبول شیعہ تقیہ میں سب سے ممتاز ہوتے۔ تو وقت کے غلام جابر حکمران کی ہاں میں ہاں ملا کر مزے کی زندگی بسر کرتے۔ بلکہ یہ حضرات تو اعلیٰ درجہ کے دو تقیہ شکن، ہستھے۔ اس لیے ماننا پڑے گا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں جو اپنا مقرب بنایا۔ وہ حق و صداقت پر ثابت قدمی کی وجہ سے تھا۔ نہ کہ تقیہ جیسے جھوٹ کو اختیار کر کے یہ مقبولان خدا بن گئے۔

لہذا آیات قرآنیہ سے جب یہ ثابت ہو گیا۔ کہ اصحاب کہف اتہا درجہ کے ثابت قدم اور حق و انصاف کے شیدائی تھے۔ تو ان بزرگ ہستیوں کے بارے میں اول درجہ کے تقیہ باز ہو گیا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا قول قطعاً نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ایسا قول تعلیمات قرآنیہ کے خلاف ہے۔ اور امام موصوف رضی اللہ عنہ قرآن کے خلاف کہنے والے نہیں بلکہ یہ سب کچھ شیعوں کی من گھڑت روایات ہیں،

اور امام جعفر

صادق رضی اللہ عنہ کی طرف اس کو منسوب کر کے ایک ایسا گھناؤنا فعل کیا۔ جس کا صحیح بدلہ کل قیامت کو ہی متصور ہو گا۔ قرآن حق، اس کی تعلیمات سچی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پاک کے ائمہ بھی ترجمان حق ہیں۔ اس لیے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ تو درود صادق ہی ہیں۔ لیکن ان نام نہاد محبت کے دعوے داروں نے انہیں درکاذب تعلیمات قرآنیہ، بنا دیا۔ والعیاذ باللہ۔

ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

دلیل ششم: لفظ تقیہ کا ثبوت اصلی قرآن میں موجود تھا۔

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ
دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيْسَ
مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاةً
وَيُحَذِّرْكُمْ اللَّهُ نَفْسَهُ وَالْحَى اللَّهُ
الْمُصِيرُ

(پہلے سورہ آل عمران رکوع ۱۱)

ترجمہ:-

مومن، مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ بنائیں۔ اور جو ایسا کرے گا تو
اس کا خدا سے کوئی واسطہ نہیں سوائے اس صورت کے کہ تم ان
سے کسی قسم کا خوف رکھتے ہو۔ اور اللہ تم کو اپنے سے ڈراتا ہے۔ اور
اللہ کی طرف بازگشت ہے۔

(ترجمہ مقبول شیعہ)

طریقہ استدلال:-

(شیعہ حضرات کا کہنا ہے) اس آیت کریمہ میں اصل لفظ اور منہم تقیۃ،،
تھا۔ لیکن اہل سنت نے قرآن پاک میں سے لفظ و تقیہ،، نکال دیا۔ تاکہ وہ دنیا کو دکھا
سکیں۔ کہ شیعہ حضرات نے جو تقیہ کی رٹ لگا رکھی ہے۔ اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ اور
ان کے پاس کوئی دلیل نہیں۔ اگر اہل سنت اس آیت میں لفظ تقیہ رہنے دیتے۔ تو
ثبوت تقیہ پیا ہوتا۔ لہذا انہوں نے بد تقیہ،، کو تقیہ،، بنا دیا ہے (ماشیہ مقبول احمد شیعہ)

جواب

مذکورہ الصدر آیت کریمہ سے شیعہ لوگوں کا تعلقہ کو ثابت کرنا اور اصل اپنے مذہب و مسلک سے انحراف ہے۔ کیونکہ اس آیت کے علاوہ دیگر قتنے دلائل اہل تشیع کے گزرے۔ ان سب میں تعلقہ ”صریح جھوٹ“ کے مترادف تھا۔ گویا صریح جھوٹ کہہ میں یا تعلقہ دونوں ایک ہی مفہوم رکھتے ہیں۔

لیکن آیت زہیر نظر میں تو صرف یہ ثابت ہے۔ کہ جب تمہیں اپنی جان کا کفار سے خطرہ ہو۔ تو ان کو بظاہر دوست بنا لو۔ اس آیت میں اس بات کا کہیں بھی اشارہ نہیں کہ حق کو چھپاتے ہوئے جھوٹی باتیں کر لو۔ اور اسے اہل تشیع تمہارا مسلک تو یہ ہے۔ کہ بوقت ضرورت صریح جھوٹ بولنا (تعلقہ کرنا) ضروری ہو جاتا ہے۔ اور جو جھوٹ نہ بولے وہ شیعہ ہی نہیں۔ کیونکہ انبیائے کرام کا دین اور ائمہ حضرات کا دین تعلقہ تھا۔ اس کی مخالفت کرنے والا دوزخی ہے۔ اس آیت کی تفسیر خود اپنے مفسر سے سن لیجئے۔ شاید ہدایت مل سکے۔

مجمع البیان :-

وَقَدْ رُوِيَ بِرُخْصَةٍ فِي جَوَازِ الْإِفْصَاحِ
بِالْحَقِّ عِنْدَهُ وَرَوَى الْحَسَنُ إِنَّ مَسِيلَمَةَ
الْكَذَّابَ أَخَذَ رَجُلَيْنِ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ
(ص) فَقَالَ لِأَحَدِهِمَا أَتَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا
رَسُولُ اللَّهِ قَالَ نَعَمْ قَالَ أَتَشْهَدُ أَنِّي
رَسُولُ اللَّهِ فَقَالَ نَعَمْ ثُمَّ دَعَا بِالْآخِرِ
فَقَالَ أَتَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ قَالَ

نَعَمْ شَرُّ قَالَ أَفَتَشْهَدُ أَنِّي رَسُولُ اللَّهِ فَقَالَ
 اصْتَمَرَ قَالَهَا ثَلَاثًا كُلُّ ذَلِكَ يُجِيبُهُ بِمِثْلِ
 الْأَوَّلِ فَضَرَبَ عُنُقَهُ فَبَلَغَ ذَلِكَ رَسُولَ
 اللَّهِ فَقَالَ أَمَا ذَالِكَ الْمَقْتُولُ فَمَضَى عَلَى
 صِدْقِهِ وَ يَقِينِهِ وَ أَخَذَ بِفَضْلِهِ
 فَهِنِيئًا لَهُ وَ أَمَا الْآخِرُ فَقِيلَ رُخْصَةً
 اللَّهُ فَلَا تَبِعَهُ عَلَيْهِ فَعَلَى هَذَا
 تَكُونُ التَّقِيَّةُ رُخْصَةً وَ الْإِفْصَاحُ
 بِالْحَقِّ فَضِيْلَةٌ۔

تفسیر مجمع البیان جلد دوم ص ۲۲۰ سورت
 آل عمران بطبوع تہران طبع جدید

ترجمہ:-

(اور تقیہ کی رخصت میں احمق کے اظہار کے جواز کی روایت کی گئی ہے۔
 حضرت حسن سے روایت ہے۔ کہ سیدہ کوا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
 صحابہ کرام میں سے دو مردوں کو پکڑ لیا۔ اور ان میں سے ایک کو کہنے لگا کیا
 تو حضرت محمد کے رسول اللہ ہونے کی گواہی دیتا ہے۔ اس نے کہا۔ ہاں
 پھر پوچھا۔ کیا تو میرے لیے اللہ کے رسول ہونے کی بھی گواہی دیتا
 ہے۔ اس نے کہا۔ ہاں۔ پھر دوسرے آدمی کو بلا کر پوچھا۔ کیا تو بھی حاضر
 محمد کو اللہ کا رسول ماننے کی گواہی دیتا ہے۔ اس نے کہا۔ ہاں۔ پھر پوچھا
 کیا مجھے بھی اللہ کا رسول مانتا ہے۔ وہ شخص خاموش رہا۔ سیدہ نے تمہیں

مرتبہ پوچھا۔ اور اس نے تین مرتبہ ہی خاموشی اختیار فرمائی۔ تو میلہ نے اس کی گردن اڑادی۔ جب یہ خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے فرمایا۔ جس کو قتل دشمن پیدا کر دیا گیا ہے۔ وہ اپنے سچ و یقین پر قائم رہا۔ لہذا وہ فیضیت لے گیا۔ اُسے مبارک ہو۔ دوسرے نے رخصتِ باری تعالیٰ کو قبول کرتے ہوئے ایسا کیا۔ لہذا اس پر بھی کوئی عتاب نہیں۔ پس اسی وجہ سے یقینہ رخصت ہے۔ اور حق کا اظہار اور اس پر ثبات قدمی افضل ہے۔

اس شیوہ مفسر نے اس بات کی پر زور تردید کر دی ہے۔ کہ بوقتِ ضرورت یقینہ نہ کرنے والا دین سے خارج ہو جاتا ہے۔ بجائے اس کے ثبات یہ کیا۔ کہ اگر کوئی شخص کلمہ حق کہنے کی پاداش میں شہید کر دیا جائے۔ اور وہ یقینہ سے کام نہ لے۔ تو اس کی موت صدق و یقین کی موت ہے۔ اور یہ یقینہ کرنے والے کی نسبت افضل ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک مبارک باری کا مستحق ہوتا ہے۔ یہ فرق ایک عام آدمی کے بارے میں ہے۔ انبیائے کرام اور ائمہ نظام (جنہیں شیوہ حضرات انبیاء سے بھی زیادہ مرتبہ دیتے ہیں) کے لیے بوقتِ ضرورت بھی یقینہ کرنا غلط اور لغو ہے۔ جیسا کہ اس کی تصدیق اسی مفسر نے ایک اور مقام پر کی۔

مجمع البیان ۱۔

لَا يَجُوزُ عَلَيْهِمُ التَّعْمِيَةُ فِي الْأَخْبَارِ وَلَا التَّقِيَةُ
لِأَنَّ ذَلِكَ يُؤَدِّي إِلَى التَّشَكُّكِ فِي أَخْبَارِهِمْ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد ۷ ص ۵۴ سورۃ الانبیاء)

مطبوعہ تہران طبع جدید

توجہ ۱۔

یعنی مجہول خبر دینا اور قیہ کرنا انبیائے کرام کے لیے ہرگز جائز نہیں ہے۔
 کیونکہ اس کی وجہ سے ان کی خبروں میں شک پیدا ہو جاتا ہے۔
 اس لیے اگر انبیائے کرام ہی قیہ سے کام لینا شروع کر دیں۔ تو ان کی کس بات پر
 یقین کیا جاسکے گا۔ کیونکہ ہر بات کے بارے میں یہی شک ہوگا۔ کہ شاید یہ بات بطور قیہ
 کہی گئی۔ اور اس کی حقیقت کچھ اور ہی ہے۔ یوں متعدد رسالت و منصب تبلیغ بالکل ہی
 ختم ہو جائے گا۔ اور پھر نبی و غیر نبی میں کوئی امتیاز باقی نہ رہے گا۔

فصل سوم

فضائلِ تقیہ

گزشتہ فصل میں آپ تفصیل سے پڑھ چکے ہیں۔ کہ خود فری کے لیے حق کو چھپا کر مریح جھوٹ بولنا اور تقیہ، کہلاتا ہے۔ تقیہ کی اس تعریف کے بارے میں دلائل بھی آپ ملاحظہ فرمائیے۔ چونکہ مذہب شیعہ پورے کاپورا من گھڑت اور جھوٹوں کا پلندہ ہے۔ اس لیے شیعوں کو لگتا ہے کہ اس مذہب سے زیادہ کو پکا اور مضبوط کرنے کی خاطر مریح جھوٹ (تقیہ) کے فضائل بیان کرنے میں یہاں تک پھلانگ لگائی۔ گویا زمین و آسمان کے قلابے ملا دیے ہیں۔ ان لوگوں نے اس کے فضائل بیان کرنے میں یہاں تک پھلانگ لگائی۔ اور کہہ دیا۔ کہ دین کے نوحے تقیہ میں ہیں اور ایک حصہ باقی احکام میں ہے۔ اور اس مریح کذب کے فضائل جب بیان کرتے ہیں۔ تو ان کی نسبت ائمہ اہل بیت کی طرف کر دی جاتی ہے۔ ایسے کتب شیعوں سے تقیہ کے فضائل کے بارے میں چند عبارات بطور نمونہ دیکھیں۔

‡

روایت نمبر:

دین کے نو حصے تقیہ میں ہیں

اصول کافی:-

ابن ابی عمیر عن ہشام بن سالم عن ابی عمر
 الأعجمی قال قال لی أبو عبد اللہ علیہ
 السلام یا ابا عمر ان تسعة أعشار الدین
 فی التقیة ولا دین لمن لا تقیة له والتقیة
 فی کل شیء إلا فی التبیذ والمسح
 علی الحفین۔

(اصول کافی جلد دوم ص ۱۱۱ کتاب الایمان،
 والكفر باب التقیة مطبوعہ تہران
 طبع جدید)

ترجمہ:-

اسناد کے حذف کے ساتھ ابو عمر ابی عمیر سے روایت ہے کہ
 مجھے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اسے ابو عمر بے شک دین
 کے دس حصوں میں سے نو حصے تقیہ میں ہیں۔ اور جس نے تقیہ نہ کیا۔
 وہ بے دین ہے۔ کجگوروں کی شراب اور موزوں پر سجا کرنے کے سوا
 باقی ہر چیز میں تقیہ نہ کیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مذہب شیعوہ کا پہلا حصہ جھوٹ کا پلندہ ہے۔

اور خود غرضی کا منہ بولتا نمونہ ہے۔ صرف اہل حصہ باقی اعمال ہیں۔ آپ اندازہ فرمائیں جس کا مذہب کا ۱/۹ حصہ صریح جھوٹ پر مشتمل ہو۔ اور صرف اہل حصہ کچھ مذاقت لیے ہوئے ہو۔ تو کثرت، کل کا حکم رکھتی ہے۔ جس سے واضح ہوا۔ کہ ان کے مذہب کی بنیاد ہی نہیں بلکہ تقریباً مکمل عمارت ہی کذب و لقیہ کے ہمارے کھڑی ہے۔

روایت نمبر ۲۔

”لَقِيْتَهُ سُنِّي شَيْعَةَ كَ وَرَمِيَانِ اَمْتِيَا زِي كِي عَلَامَتِي سِي

بَامَعِ الْاَخْبَارِ۔

قَالَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ (٦) كَوَلَا التَّقِيَّةُ مَا
عُرِفَ وَ لَيْتَنَا مِنْ عَدُوِّنَا ۔

(۱)۔ جامع الاخبار ص ۸۰۸ / الفصل الثالث

والاربعون في التقيّة - مطبوعه

نجف اشرف)

(۲)۔ آثار حیدری ترجمہ تفسیر امام عسکری،

ص ۲۸۷ / امامیہ کتب خانہ لاہور۔)

ترجمہ ۱۔

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اگر لقیہ نہ ہوتا۔ تو ہمارے دوستوں اور دشمنوں میں امتیاز نہ ہو سکتا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کی ذات گرامی پر کس قدر عظیم بہتان لگایا گیا۔ کہ ان کا فرمان یہ ہے۔ کہ ہمارے دوستوں کی نشانی تقيہ کرنا (یعنی صریح جھوٹ بولنا ہے۔ حالانکہ اگر یہ درست ہوتا۔ تو خود اہم مظلوم اور آپ کے ساتھیوں کو میدانِ کربلا میں شہادت کا جام نوش کرنے کی کوئی

ضرورت نہ پڑتی۔ پس آنا جھوٹا موٹا اقرار کر لیتے۔ کہ دوزید کو میں نے غلیفہ مان لیا ہے، لیکن تاریخ بتلاتی ہے کہ آپ نے اپنی اور زقاد کی شہادت قبول کر لی۔ لیکن ”تقیہ“ قطعاً نہ کیا۔

روایت نمبر ۱۔

ترکِ تقیہ ناقابلِ معافی گناہ ہے۔

جامع الاخبار ۱۔

وَقَالَ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ ۶ يَغْفِرُ اللَّهُ لِلْمُؤْمِنِينَ
كُلَّ ذَنْبٍ وَيُطَهِّرُهُمْ فِي الْآخِرَةِ مَا خَلَا
ذَنْبَيْنِ تَرْكِ التَّقِيَةِ وَتَضْيِيعِ حُقُوقِ الْأَخْوَانِ۔

(۱۔ جامع الاخبار ص ۱۰۸ فصل ثالث

واربعون في التقيہ۔ مطبوعہ

نعت اشرف)

(۲۔ اثنار حیدری ترجمہ تفسیر امام حسن مکری

ص ۲۸۸ مطبوعہ امامیہ کتب خانہ لاہور)

ترجمہ:-

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ قیامت کو اللہ تعالیٰ

مومنوں کے تمام گناہ معاف کر دے گا۔ اور ان سے پاک کر دے گا۔ مگر

وہ گناہ ہرگز معاف نہ ہوں گے۔ ۱۔ تقیہ نہ کرنے کا گناہ۔ ۲۔ اپنے بھائیوں

کے حقوق کو ضائع کرنے کا گناہ۔

قارئین کرام! اس حدیث سے آپ نے اندازہ لگایا ہو گا۔ کہ بروز حشر قتل،

زنا، شراب نوشی اور بڑے سے بڑا گناہ تو اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا۔ لیکن جس نے تقیہ نہ کیا۔ یعنی صریح جھوٹ نہ بولا۔ اس کا یہ گناہ ناقابلِ معافی ہے۔ گویا باقی گناہ تو اس کے مقابلہ میں گناہ ہی نہیں۔ اور اگر یوں کہہ دیا جائے۔ تو بھی مفہوم یہی ہوگا۔ کہ مذہب شیعہ میں حق و صداقت پر قائم رہنا۔ ایک جرم ہے۔ اور یہ جرم اللہ کے حضور سب بڑا جرم و گناہ ہے لہذا اس کی ضد تقیہ (صریح جھوٹ بولنا) اللہ کے نزدیک تمام نیکیوں سے اعلیٰ اور ارفع نیکی ہے۔

(معاذ اللہ ثم معاذ اللہ)

روایت نمبر ۱۰۸۔

تقیہ کا مقام روزہ، نماز وغیرہ سے زیادہ

اہم ہے۔ اور نصلت ائمہ ہے

جامع الاخبار۔

قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيِّ الْبَاقِرِ عِ اشْرَفُ خَلَائِقِ
الْاَيْمَّةِ وَالْفَاضِلِيْنَ مِنْ شِيعَتِنَا اسْتِعْمَالُ
التَّقِيَّةِ وَقَالَ جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ
الصَّادِقُ عِ اسْتِعْمَالُ التَّقِيَّةِ مِنْ
اَفْضَلِ الصَّدَقَاتِ وَالزَّكَاةِ وَالْحَجِّ
وَالْمُجَاهِدَاتِ ۔

(جامع الاخبار ص ۱۰۸ / الفصل الثالث

والاربعون في التقيه -)

ترجمہ:-

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ ہمارے ائمہ اور صاحب فضیلت لوگوں کے اخلاق میں سے اعلیٰ خلق تقیہ (صریح جھوٹ بولنا) ہے۔ اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ تقیہ کرنا صدقات، زکوٰۃ، حج اور مجاہدہ میں سب سے افضل ہے۔

روایت نمبر ۵۱۔

تقیہ نماز پڑھنے سے پچیس نمازوں کا ثواب

ملتا ہے

من لایحضرہ الفقیہہ۔

رَوَى عَنْهُ عُمَرُ بْنُ يَزِيدَ أَنَّهُ قَالَ مَا مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ يُصَلِّيَ صَلَاةً فَرِيضَةً فِي وَقْتِهَا ثُمَّ يُصَلِّيَ مَعَهُمْ صَلَاةً تَقِيَّةً وَهُوَ مُتَوَضِّئٌ إِلَّا كَتَبَ اللَّهُ لَهُ بِهَا خَمْسَةً وَعِشْرِينَ دَرَجَةً فَأَرْغَبُوا فِي ذَلِكَ۔

۱۔ من لایحضرہ الفقیہہ جلد اول صفحہ نمبر ۱۲۶

فی امام الجماعة، مطبوعہ کعبہ

طبع قدیم

۲۔ من لایحضرہ الفقیہہ جلد اول ص ۲۵۰

باب فی الجماعة وفضلها مطبوعہ

تہران طبع جدید

ترجمہ:-

عمر بن زید حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے راوی ہے۔ کہ آپ نے فرمایا۔ تم میں جو شخص کوئی سی فرضی نماز اس کے وقت میں ادا کرتا ہے۔ پھر اس کے بعد با وضو نماز تہتہ پڑھتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے پچیس درجہ (زیادہ ثواب) لکھ دیتا ہے۔ لہذا نماز تہتہ میں رغبت کرنی چاہیے۔

ذوایت نمبر ۶:

صِفِ اَوَّلِ مِیْنِ تَقِیَّةٍ نَمَازٍ پڑھنا گویا رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنا ہے

من لایحضرہ الفقیہ:

وَرَوَى عَنْهُ حَمَّادُ بْنُ عُمَرَ أَنَّ أُمَّةً قَالَ مَنْ
صَلَّى مَعَهُمْ فِي الصَّفِّ الْأَوَّلِ كَانَ كَمَنْ صَلَّى خَلْفَ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّفِّ
الْأَوَّلِ -

۱- من لایحضرہ الفقیہ جلد اول صفحہ نمبر ۱۲۷

فی امام الجماعة، مطبوعہ لکھنؤ

طبع قدیم

۲- من لایحضرہ الفقیہ جلد اول ص ۲۵۰

باب فی الجماعة وفضلها مطبوعہ

تہران طبع جدید

ترجمہ:-

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے حماد بن عثمان نے روایت کی کہ آپ نے فرمایا۔ جو شیعوں، بنیوں کے ساتھ (تقیہ کرتے ہوئے) پہلی صفت میں نماز پڑھے گا۔ وہ یوں سمجھے۔ جیسا کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں صفت اول میں نماز پڑھی۔

اس روایت سے معلوم ہوا۔ کہ اہل تشیع کے ہاں تقیہ کا اتنا اونچا مقام ہے جو صحابی کے ثواب کو پہنچا دیتا ہے۔ اسی لیے، تو صاف صاف لکھ دیا۔ کہ کسی سنی امام کے پیچھے صفت اول میں تقیہ کر کے نماز پڑھنا گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صفت اول میں نماز پڑھنا ہے۔ اور اس کا اتنا ثواب اور اجر سنی امام کو قابلِ اہمیت تو دور کی بات ہے یہ لوگ مسلمان ہی نہیں سمجھتے۔ گران کے نظریات کے مطابق ایسا ہی ہے۔ تو سنی امام کے پیچھے ان کی نماز ہو ہی کب سکتی ہے۔ جب نفس نماز ہی نہ ہوئی تو ثواب کس چیز کا اور وہ بھی اتنا بڑا کہ صحابی کے ہم پلہ ہو گیا۔

روایت نمبر ۷:

اگر کسی شیعہ نے کسی سنی کے پیچھے نماز پڑھی

تو اس نے گویا ائمہ اہل بیت کے پیچھے نماز پڑھی

جامع الاخبار: قَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ صَلَّى خَلْفَ الْمُتَأَفِّقِينَ
بِتَقِيَةٍ كَانَ كَمَنْ صَلَّى خَلْفَ الْأَيْمَةِ.

جامع الاخبار ص ۸۸، فصل ثالث واربعون فی التقیہ

مطبوعہ نبعث اشرف

ترجمہ:-

(بقول شیعہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے منافقین (اہل سنت و جماعت) کے پیچھے نماز پڑھی۔ اس نے گویا اہل بیت کے اماموں کے پیچھے نماز پڑھی۔

روایت نمبر ۸:

امام جعفر صادق نے فرمایا۔ جس نے ہماری

بات ظاہر کر دی۔ اس نے گویا ہمیں

عمداً قتل کیا

جامع الاخبار:-

قَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ آذَاعَ عَلَيْنَا
شَيْئًا مِنْ أَمْرِنَا فَهُوَ كَمَنْ قَتَلَنَا عَمْدًا وَلَمْ
يَقْتُلْنَا خَطًا.

(جامع الاخبار ص ۱۰۸ مطبوعہ نجف اشرف)

ترجمہ:-

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جس نے ہماری کوئی بات ہم پر ظاہر کر دی۔ تو اس نے گویا ہمیں جان بوجہ کر قتل کیا۔ اور غلطی سے

نہ مارا۔

+

مقام غور:-

قارئین کرام! آپ انصاف کریں۔ کہ حدیث کے مضمون کے بعد جبکہ اس کو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ تو کیا کوئی شیعہ یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ میرے پاس ائمہ اہل بیت کی روایات اور مرویات ہیں۔ اگر کہتا ہے۔ کہ ہاں میرے پاس ایسا صحیح ذخیرہ موجود ہے۔ تو وہ قاتلِ ائمہ اہل بیت ہے۔ اور وہ بھی عملاً۔ اور اگر اپنے آپ کو ائمہ اہل بیت کے عملاً قاتل ہونے کے الزام سے انکار کرتا ہے۔ تو پھر اس کے پاس ان ائمہ کی کوئی ایک بھی صحیح بات نہیں ہو سکتی۔ اور ان کے دعویٰ کے مطابق یہی راجح ہے کیونکہ محبانِ اہل بیت و شیدائیانِ ائمہ کرام کا یہ شیوہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کہ وہ اپنے ممدوح اور محبوب شخصیات کے ارشادات سے انحراف کریں۔ اگر یہی قول و احتمال راجح ہے۔ تو معلوم ہوا کہ شیعہ حضرات نے مسلکِ ائمہ اہل بیت کو منحنی رکھا ہے۔ اور یہی ہمارا مطلوب و مقصود بھی ہے۔ کہ ان کا مذہب از اول تا آخر جھوٹوں کا پلندہ ہے۔ اس لیے مروجہ ماتم تقیہ، متعہ اور دیگر افعال مذمومہ جو ان لوگوں نے ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب کر کے انہیں جائز و حلال کیا۔ تو یہ بالکل ایسا نہیں۔ کیونکہ جب ائمہ کے ارشادات چھپے ہوئے ہیں۔ تو یہ ظاہر ارشادات کس کے ہیں؟ اب شیعہ لوگوں کے لیے دو ہی راستے ہیں۔ اگر کہتے ہیں۔ کہ روایاتِ ائمہ یہی ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی بات ہماری نہیں۔ اور نہ ہی کسی روایت کی حقیقت کو چھپایا گیا۔ تو پھر اپنے آپ کو اپنے ہی ائمہ کے اس قول کے مطابق قاتلانِ ائمہ اہل بیت کہلائیں۔ اور اگر ایسا نہیں ہے۔ تو پھر یہ تسلیم کر لیں۔ کہ ائمہ اہل بیت کا حقیقی مسلک و عقیدہ کچھ اور تھا۔ اور جو کچھ ان کی طرف ان کا عقیدہ منسوب کیا گیا۔ وہ سراسر غلط ہے۔ تو اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ جن روایات کے ہمارے مذہب شیعہ قائم ہے۔ وہ سب کی سب من گھڑت اور لغویات کا پلندہ ہے۔ حقیقت ان کے بالکل برعکس ہے۔

اہل بیت پاک سے گستاخیاں بے یاکیاں
لعنت اللہ علیکم وشماتان اہل بیت

روایت نمبر ۹۔

تقیہ کر کے نماز پڑھنے والے پر فرشتے درود و سلام

بھیجتے ہیں ایسی نماز کا ثواب سات سو نمازوں

کے برابر ہوتا ہے

تفسیر امام حسن عسکری ۱۔

نَظَرَ الْبَاقِرُ إِلَى بَعْضِ شِيعَتِهِمْ وَقَدْ دَخَلَ خَلْفَ
بَعْضِ الْمُتَأَفِّقِينَ إِلَى الصَّلَاةِ وَأَحْسَ الشَّيْعِيُّ
بِأَنَّ الْبَاقِرَ قَدْ عَرَفَ ذَلِكَ مِنْهُ فَقَصَدَهُ وَقَالَ
أَعْتَذِرُ إِلَيْكَ يَا ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ مِنْ صَلَاتِي
خَلْفَ فُلَانٍ فَإِنِّي أَتَّقِيهِ وَتَوَلَا ذَلِكَ لَصَلَّيْتُ
وَحْدَهُ قَالَ لَهُ الْبَاقِرُ إِنَّمَا كُنْتَ تَخْتَلِجُ أَنْ
تَعْتَذِرَ لَوْ تَرَكَتَ يَا عَبْدَ اللَّهِ الْمُؤْمِنِينَ مَا
ذَلِكَ مَدَائِكَةُ السَّمَوَاتِ السَّبْعِ وَالْأَرْضِينَ
يُصَلِّي عَلَيْكَ وَتَلْعَنُ إِمَامَكَ ذَلِكَ وَأَنَّ اللَّهَ
تَعَالَى أَمَرَ أَنْ يُحْسِبَ لَكَ صَلَاتُكَ خَلْفَهُ

لِلثَّقِيَّةِ بِسَبْعِ مِائَةِ صَلَاةٍ
كُوِّصَلِيَّتَهَا وَحَدَاكَ فَعَلَيْكَ
بِالثَّقِيَّةِ -

(تفسیر امام حسن عسکری ص ۱۲۸۸)

ترجمہ:-

امام باقر رضی اللہ عنہ نے اپنے کسی ایک شیعہ کو ایک منافق (سنی) کے پیچھے نماز پڑھتے دیکھا۔ تو اس شیعہ نے یہ محسوس کیا کہ امام باقر رضی اللہ عنہ نے یہ سب کچھ دیکھ لیا اور جان لیا ہے۔ تو وہ امام کے پاس آیا اور اگر کہنے لگا۔ اے رسول اللہ کے بیٹے! میں نے جو فلاں آدمی کے پیچھے نماز پڑھی اس بارے میں عذر پیش کرتا ہوں۔ میں نے نماز تقیہ کر کے پڑھی ہے اور اگر وہ نہ ہوتا۔ تو میں اکیلا ہی نماز پڑھ لیتا۔ امام باقر رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا۔ اے اللہ کے مومن بندے! اس قسم کا کھٹکا تجھے تب ہونا چاہیے تھا۔ جب وہ نماز توفیقہ کے ساتھ نہ پڑھتا۔ (لیکن جب تو نے وہ نماز بطور تقیہ پڑھی۔ تو پھر تجھے گھبراہٹ کیسی)

اے بندۂ خدا! اللہ تعالیٰ کے ساتوں آسمانوں کے فرشتے اور ساتوں زمینوں کے فرشتے اس وقت تک تجھ پر رزق و سلام بھیجتے رہے۔ جب تک تو نماز پڑھتا رہا۔ اور اس دامام پر لعنت کرتے رہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے تیری اس تقیہ والی نماز کا ثواب سات سو نمازوں کے ثواب کے برابر رکھنے کا حکم دیا ہے۔ لہذا تجھ پر تقیہ انتہائی ضروری ہے۔

ۛ

عظیم فائدہ۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ کسی شیعہ کا اہل سنت و جماعت امام کے پیچھے نماز پڑھنے میں بہت زیادہ فائدہ ہے۔ اور سنی امام کو انتہائی نقصان۔ کیونکہ شیعہ مقتدی جو کہ تقیہ کر کے نماز پڑھ رہا ہے۔ اسے سات سو تہا نمازوں کا ثواب بھی مل رہا ہے۔ اور فرشتے اس پر صلوٰۃ و سلام بھی بھیجتے ہیں۔ برخلاف سنی امام کے کہ اس سے بچا ہے پر لعنت ہی لعنت۔

لہذا سنی حضرات کو ہوشیار رہنا چاہیے۔ کیونکہ ان کی جماعت میں شرکت سے لعنت برسنے کا امکان ہے۔ اس لیے نہ یہ شریک ہوں۔ نہ اس کا ثمرہ مرتب ہو۔ کسی شیعہ کو سنیوں کی مسجد میں گھسنے کی اجازت نہ دینی چاہیے۔ انتہائی تعجب کی یہ بات ہے۔ کہ انہیں ان کے مذہب نے عجیب و غریب اور انمول صحفہ بات عطا کیے۔ جو کسی امت کو نصیب نہ ہو سکے۔ اور لعنت و تیرہ بازی تو ان کی ایسی بابرکت نعمت ہے۔ جو دوران نماز بھی پوری کی جاسکتی ہے۔

روایت نمبر۔

امام قائم کے ظہور تک شیعوں کے لیے جھوٹ
بولنا ضروری ہے۔ ورنہ دین امامیہ خارج ہو جائیگا

اعتقادات مدوق:-

وَالْتَقِيَةُ وَاجِبَةٌ لَا يَجُوزُ رَفْعُهَا إِلَىٰ أَنْ
يَخْرُجَ الْقَائِمُ فَمَنْ تَرَكَهَا قَبْلَ خُرُوجِهِ

فَقَدْ نَخَرَجَ عَنْ دِينِ اللَّهِ تَعَالَى وَعَنْ دِينِ الْإِمَامِيَّةِ
وَخَالَفَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالْأَيْمَةَ وَسُؤِلَ
الصَّادِقُ عَنْ قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ
عِنْدَ اللَّهِ أَتَقَاكُمْ قَالَ أَعْظَمَكُمْ بِالتَّقِيَّةِ۔

اعتقادات صدوق فی بحث التقیہ و

ترجمہ فارسی ص ۱۳۳ باب سی و نہم و تقیہ

مطبوعہ تہران

ترجمہ ۱۔

اور تقیہ کرنا واجب ہے۔ اور یہ اس وقت تک واجب ہے گا
جب تک کہ امام قائم کا خروج نہیں ہوتا۔ تو جس شخص نے اس سے پہلے
تقیہ کرنا چھوڑ دیا۔ تو وہ اللہ کے دین اور دین امامیہ سے نکل گیا۔ اور اس
نے اللہ، اس کے رسول اور ائمہ اہل بیت کی مخالفت کی۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے اس آیت کریمہ کے بارے میں پوچھا گیا
دوران اکرم مکہ عند اللہ اتقکم، تو انہوں نے جواب دیا اس سے مراد
وہ شخص ہے۔ جو بے زیادہ تقیہ پر کار بند ہے۔ وہ اللہ کے ہاں سب سے زیادہ
کرامت والا ہوگا۔

۱۰

روایت نمبر ۱۱

جو تقیہ نہ کرے بے دین ہے اور تقیہ

کی وسعت آسمان و زمین سے زیادہ ہے

جامع الاخبار۔

قَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا دِينَ لِمَنْ لَا تَقِيَّةَ
لَهُ وَ إِنَّ التَّقِيَّةَ لَا وَسْعَ مَا بَيْنَ السَّمَاءِ
وَ الْأَرْضِ -

جامع الاخبار ص ۱۰۹ فصل رابع

وخمسون في الخوف ، مطبوعه
نجف اشرف

ترجمہ:-

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جس نے تقیہ نہ کیا۔ اس
کا دین ہی نہیں۔ یعنی وہ بے دین ہے۔ اور تقیہ کرنا یقیناً آسمان و زمین
کا نسبت زیادہ وسیع ہے۔

جھوٹ کی کوئی حد نہیں؛

اس روایت سے معلوم ہوا۔ کہ شیوخ حضرات کے نزدیک تقیہ (صریح جھوٹ بولنے
کی کوئی حد بندی نہیں ہو سکتی۔ نہ اس پر کوئی گرفت و عذاب ہے۔ بلکہ اس کے برعکس

جتنا کوئی بڑا تقیہ باز ہوگا۔ اتنا ہی زیادہ عابد و زاہد و عاشق اللہ کے ہاں مکرم شمار ہوگا۔ اللہ کے ہاں تقرب اور کریم دراصل حق پرستی اور باطل شکنی ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے دو تقویٰ، کے لفظ سے بیان فرمایا۔ اور سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت اسی حق پرستی اور باطل شکنی کی زندہ مثال ہے۔ آپ نے میدان کر بلا میں حق کی خاطر اپنی اور اپنے ساتھیوں کی شہادت قبول کر لی۔ لیکن جھوٹ اور باطل کی حمایت ہرگز نہ کی۔ لیکن شیعہ مذہب اس کے برعکس ہے۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ شیعہ لوگوں کو اہل بیت کرم سے کوئی محبت و عقیدت نہیں۔ بلکہ یہ روکھیر کھانے والے مجنوں ہیں، ان کا مذہب غلط اور باطل روایات کے سہارے کھڑا ہے۔ جنہیں ان لوگوں نے خود وضع کیا۔ اور ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب کر دیا۔

روایت نمبر ۱۲

تقیہ کو چھوڑنے والا ایسا ہی ہے۔ جیسا نماز

چھوڑنے والا

اعتقادات صدوق؛

ابن بابویہ گوید اعتقاد ماورب باب تقیہ اں است کہ اآن واجب است ہر کہ ترکہ تقیہ نمود مانند کسی است کہ ترک نماز نمود۔

(۱۔ اعتقادات صدوق ترجمہ فارسی ص ۱۳۱)

باب سی و نہم اعتقاد و تقیہ

(۲۔ جامع التفسیر جلد سوم ص ۴۸۵)

باب سی و نہم اعتقاد و تقیہ

ترجمہ ۱۔

ابن بابویہ کہتا ہے۔ کہ تقیہ کے بارے میں ہمارا (شیعہ لوگوں کا) عقیدہ یہ ہے کہ وہ واجب ہے۔ اور جس نے تقیہ چھوڑا۔ وہ اس شخص کی طرح ہے۔ جس نے نماز چھوڑ دی۔

جب شیعہ حضرات کے نزدیک تقیہ چھوڑنا ایک گناہ کبیرہ ہے۔ تو پھر اسے چھوڑنے کی کیا ضرورت پڑی۔ اس کے عمل کرنے میں دو ہر ثواب۔ ایک تو انبیاء کرام اور ائمہ اہل بیت کا ثواب اور دوسرا اپنا کام بھی اس حربے سے بخوبی چلا سکتے ہیں۔
روایت نمبر ۱۲:

تقیہ ائمہ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے

جامع الاخبار ۱۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّ أَبِي
كَانَ يَقُولُ مَا مِنْ شَيْءٍ أَقْرَبُ لِعَيْنِ
أَبِيكَ مِنَ الثَّقِيَّةِ إِنَّ الثَّقِيَّةَ جُنَّةُ
الْمُؤْمِنِ

جامع الاخبار ص ۱۰۹ / الفصل الرابع

والخمسون في الخوف، مطبوعہ

نصف اشرف

ترجمہ ۱۔

امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میرے والد گرامی مجھے ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ اسے ابو عبد اللہ تیسرے باپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک

تقیہ سے بڑھ کر کسی اور چیز میں نہیں۔ تقیہ مومن کی ڈھال ہے۔
 اس روایت سے معلوم ہوا کہ ائمہ اہل بیت کی آنکھوں کی ٹھنڈک تقیہ (مریخ جھوٹ
 سے بڑھ کر کسی اور چیز میں نہیں ہے) (معاذ اللہ)
 جس سے صاف ظاہر ہے کہ جب ائمہ کا یہ حال ہے۔ تو ان سے محبت میں مرے
 جانے والوں کا کیا حال ہو گا اگر یہ مہمان اہل بیت بھولے سے کبھی سچ بولیں۔ تو گویا اتنا
 بڑا جرم کر دیا۔ جس سے ائمہ اہل بیت کی آنکھوں میں ٹھنڈک کی بجائے مریخ ڈال کر، نہیں
 پریشان کر دیا۔ جس کا صاف نتیجہ یہ ہے کہ ان سے سچ کی توقع رکھنا اتنا ہی ناممکن ہے۔
 جتنا کہ سوئی کے تار کے سے اونٹ کا گزرنا یہ لوگ جب دنیاوی مشاغل سے فارغ ہوتے
 ہیں۔ تو ائمہ اہل بیت کی طرف جھوٹوں اور دروغ گوئیوں کی نسبت کرتے اور اسی شغل میں
 عمریں بسر کر دیتے ہیں۔

روایت نمبر ۱۴۱

تقیہ کی بدولت قیامت میں دونوں آنکھوں

کے درمیان نور ہو گا۔ جس سے وہاں روشنی

حاصل کی جائے گی

اصول کافی؛

عَنْ مُعَلَّى بْنِ خُنَيْسٍ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ
 السَّلَامُ يَا مُعَلَّى أَكْتُمْنَا أَمْرَنَا وَلَا تُدْعُهُ فَإِنَّهُ
 مَنْ كَتَمْنَا أَمْرَنَا وَلَمْ يُدْعِهِ أَعَزَّهُ اللَّهُ بِهِ

فِي الدُّنْيَا وَجَعَلَهُ نُورًا بَيْنَ عَيْنَيْهِ فِي الْآخِرَةِ
يَقُودُهُ إِلَى الْجَنَّةِ يَا مَعْلى مَنْ إِذَاعَ أَمْرَنَا
وَلَمْ يَكْتُمْهُ أَذَلَّهُ اللهُ بِهِ فِي الدُّنْيَا وَ
تَرَعَ الثُّورَ مِنْ بَيْنِ عَيْنَيْهِ فِي الْآخِرَةِ وَ
جَعَلَهُ ظُلْمَةً تَقُودُهُ إِلَى النَّارِ يَا مَعْلى إِنَّ الثَّقِيَّةَ مِنْ دِينِي
وَ دِينِ آبَائِي وَلَا دِينَ لِمَنْ لَا ثَقِيَّةَ لَهُ -

داصول کافی جلد دوم ص ۲۲۲-۲۲۳

کتاب الایمان والکفر باب

الکتمان مطبوعہ تہران طبع جدید -۱

ترجمہ:-

معلی بن خنیس سے روایت ہے۔ کہ امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے
معلی! ہمارے حکم کو چھپاؤ اور اسے مت پھیلاؤ بے شک جس نے
ہمارے حکم کو چھپایا۔ اور ظاہر نہ کیا۔ اسے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ
دنیا میں عزت بخشے گا۔ اور کل قیامت کو یہ بات اس کی دونوں آنکھوں
کے درمیان نور بن کر چمکے گی۔ جو اس آدمی کو جنت میں لے جائے گا۔
اے معلی! جس نے ہمارے حکم کو شائع کر دیا۔ اور اسے چھپا نہ رکھا۔
تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ دنیا میں ذلیل و رسوا کرے گا۔ اور آخرت میں اس
کی دونوں آنکھوں کے درمیان والا نور واپس لے گا۔ اور اس کو اندھیرا
بنا دے گا۔ جو اسے دوزخ کی طرف لے جائے گا۔ اے معلی! تقیب
(صریح جھوٹ بولنا) میرا اور میرے اباؤ اجداد کا دین ہے۔ اور جس کا تقیب
نہیں۔ اس کا دین نہیں۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ کل قیامت کو جس شیعو نے تقیہ نہ کیا ہوگا۔ اس کا منہ کالا ہوگا۔ اور وہ دوزخی ہوگا۔ اور یہ اس کی اتہائی ذلت اور رسوائی ہوگی۔ کیونکہ یہ ایسا جرم ہوا۔ جس کی دوزخ کے علاوہ کوئی اور سزا نہیں۔ اور اس کے برعکس وہ شیعو جنت میں حورو و غلمان میں مہر یوں پر تکیہ لگائے، ہنسی خوشی رہے گا۔ جس کی زندگی تقیہ (مہر یج جھوٹ) سے عبارت تھی۔ سبحان اللہ! کیسا عجیب و غریب مذہب ہے۔ جس میں جھوٹ بولنے والا جنتی اور سچ کہنے والا ذلیل اور جہنمی ہے۔ جھوٹے کو نور ملے گا۔ اور سچے کو اندھیرا اور تمام ائمہ اہل بیت بھی معاذ اللہ! اس مذہب پر تھے۔ اللہ تعالیٰ اہل سنت و جماعت کو ایسے مذہب نامہذب سے دور رکھے۔ آمین۔

روایت نمبر ۱۵:

شیعوہ مذہب میں مرنے تک اپنا اصلی
مذہب چھپانا جائز ہے۔ اور بلندی درجات
کا حامل ہے

جامع الاخبار :-

قَالَ جَابِرٌ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ النَّاسَ يَقُولُونَ
إِنَّ أَبَا طَالِبٍ مَاتَ كَافِرًا قَالَ يَا جَابِرُ رَبُّكَ
أَعْلَمُ بِالْغَيْبِ أَنَّهُ كَانَتْ اللَّيْلَةَ أَلْتَقَى أَسْرَى
بِحِجَابِ السَّمَاءِ ابْتَهَيْتُ إِلَى الْعَرْشِ فَرَأَيْتُ أَرْبَعَةَ
أَنْوَارٍ فَقِيلَ لِي هَذَا عَبْدُ الْمُطَّلِبِ وَهَذَا عَمُّكَ

أَبُو طَالِبٍ وَ هَذَا أَبُوكَ عَبْدُ اللَّهِ وَ هَذَا ابْنُ
عَمِّكَ جَعْفَرُ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَقُلْتُ إِلَهِي بِمِ
نَالُوا هَذِهِ الدَّرَجَةَ قَالَ يَكْتُمَانِيهِمُ
الْإِيمَانَ وَ لَا يُظَاهِرُهُمُ الْكُفْرَ حَتَّى
مَاتُوا عَلَى ذَلِكَ -

(جامع الاخبار ص ۱، فصل ساوس فی فضائل
اصلاب و ارحام النبی و علی مطبوعہ نجف
اشرف)

ترجمہ ۱-

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
دریافت کیا۔ اے اللہ کے رسول! لوگ یہ کہتے ہیں۔ کہ ابو طالب مرتے
وقت بھی کافر تھا۔ (کیا یہ درست ہے؟) آپ نے فرمایا۔ اسے جابرا
تیرا پروردگار سب سے زیادہ غیب جانتا ہے۔ بات یہ ہے۔ کہ جب اللہ تعالیٰ
نے مجھے شب معراج سیر کرائی۔ میں جب عرش پر پہنچا۔ وہاں میں نے
چار نور دیکھے۔ مجھے بتایا گیا۔ ایک نور آپ کے دادا عبدالمطلب کا، دوسرا
نور آپ کے چچا ابو طالب کا۔ تیسرا نور آپ کے والد عبد اللہ کا اور چوتھا
نور آپ کے چچیرے بھائی جعفر بن ابو طالب کا ہے۔ میں نے عرض کی۔
اے اللہ! ان لوگوں نے کس بنا پر یہ درجہ حاصل کیا۔ اللہ نے فرمایا۔ یہ وجہ
اس وجہ سے انہیں ملا۔ کہ انہوں نے تادم مرگ ایمان چھپائے رکھا۔ اور
کفر کا اظہار کیا۔

روایت نمبر ۱۶۔ جس نے تقیہ نہ کیا وہ ہم میں سے نہیں (امام جعفر)
امالی شیخ طوسی ۱۔

قَالَ سَيِّدُنَا الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ بِالثَّقِيَّةِ
فِيَا تَهْ لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يَجْعَلْهَا شِعَارَهُ وَ دَنَارَهُ -

(امالی شیخ طوسی جلد اول صفحہ نمبر ۲۹۹)

مطبوعہ قم ایران طبع جدید

ترجمہ :-

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اے شیعو! تم پر تقیہ
لازم ہے۔ جس نے تقیہ کو اپنا اور حنا بچھوٹا نہ بنایا۔ وہ ہم میں
سے نہیں۔

روایت نمبر ۱۶۔

تمام اعمال سے تقیہ افضل ہے اور

شیعوں کے اعمال کی جان ہے

تفسیر لوامع التنزیل :-

ثانی حدیث جناب امیر المؤمنین علیہ السلام است کہ فرمود الثَّقِيَّةُ مِنْ
أَفْضَلِ أَعْمَالِ الْمُؤْمِنِينَ يَمُوتُ نَبَهَا نَفْسَهُ وَأَخْوَانَهُ
عَنِ الْفَاجِرِينَ -

(تفسیر لوامع التنزیل پارہ چودھواں ص ۲۸۵)

مطبوعہ لاہور

ترجمہ ۱۔

دوسری حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ تقیہ مومنوں کا افضل ترین عمل ہے۔ جس کے ذریعہ وہ خود اپنی اور اپنے بھائیوں کی جانوں کو فاجر لوگوں سے محفوظ کرتے ہیں۔

روایت نمبر ۱۸۔

تقیہ سے بڑھ کر حضرت امام جعفر صادق

رضی اللہ عنہ کو کوئی دوسرا عمل محبوب نہیں

تفسیر لوامع التنزیل ۱۔

از حضرت صادق علیہ السلام آوردہ کہ فرمود و لا وَاذَنَّهُ مَا عَلَيَّ
وَاجِبُهُ الْآرَافِينَ مِنْ شَيْءٍ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ التَّقِيَّةِ۔

(تفسیر لوامع التنزیل پارہ چہرہ ہواں

ص ۸۶ مطبوعہ لاہور)

ترجمہ ۱۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خدا کی قسم! روئے

زمین پر تقیہ سے بڑھ کر میرے نزدیک کوئی دوسرا عمل نہیں۔

شیعہ حضرات کی معتبر کتاب اصول کافی میں جب یہ مذکور ہے کہ حضرت

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک تمام اعمال سے زیادہ محبوب صرف تقیہ ہے۔ تو پھر یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ شیعہ لوگ اس افضل عمل کو ترک کر کے

ائمہ کی دشمنی مول لیں۔ قیامت کو نور سے محروم رہیں۔ دینا میں ذلیل ہوں۔ اور تمام نیکیاں ضائع کر بیٹھیں۔ ہاں درست ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس جھوٹے مذہب کے ماننے والوں کو سچ کے نزدیک تک نہیں آسنے دیا۔ ان کی قسمت ان کے ساتھ خدا سمجھے کہ ہر بھنگتے پھرتے ہیں۔

فصل چہارم

وسعتِ تقیہ اور اس میں شیعوں کی خود غرضی

شیوہ حضرات کے نزدیک وقتاً فوقتاً تقیہ کرنا (صرف کج جوٹ بولنا) جائز بلکہ واجب ہے۔ اور امام ہدی کے ظہور تک اس پر عمل ہوتا رہے گا۔ اس کی وسعت اہل تشیع کے نزدیک زمین و آسمان کی وسعت سے بھی کہیں زیادہ ہے۔ جیسا کہ فصل اول میں اسی عنوان کی ایک روایت گزر چکی ہے۔ اسی موضوع پر شیوہ حضرات کی معتبر کتب سے ہم چند اور روایات ذکر کرتے ہیں۔ جو ان کی کتب میں ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب ہیں۔ ”یہ مقصد جھوٹ بولنا تقیہ ہے۔“

روایت نمبر ۱۱

اصول کافی ۱۔

عَنْ زُرَّارَةَ بْنِ أَعْيُنٍ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ
السَّلَامُ قَالَ سَأَلْتُهُ عَنْ مَسْئَلَةٍ فَأَجَابَنِي
ثُمَّ جَاءَهُ كَجُلٍّ فَسَأَلَهُ عَنْهَا فَأَجَابَهُ

بِخِلَافِ مَا أَجَابَنِي ثُمَّ جَاءَهُ رَجُلٌ غَيْرُ فَاجِبَةٍ
 بِخِلَافِ مَا أَجَابَنِي وَاجَابَ صَاحِبِي فَلَمَّا خَرَجَ
 الرَّجُلَانِ قُلْتُ يَا ابْنَ رَسُولِ اللَّهِ رَجُلَانِ مِنَ
 أَهْلِ الْعِرَاقِ مِنْ شِيعَتِكُمْ قَدِمَا يَسْأَلَانِ فَاجِبَتَ
 كُلَّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا لِفَيْرٍ مَا أَجِبْتَ بِهِ صَاحِبَهُ
 فَقَالَ يَا زَرَارَةَ إِنَّ هَذَا خَيْرٌ لَنَا وَأَبْقَى
 لَنَا وَلَكُمْ وَ لَوْ اجْتَمَعْتُمْ عَلَى أَمْرٍ
 وَاحِدٍ لَصَدَقَكُمْ النَّاسُ عَلَيْنَا وَلَكَانَ
 أَقْتَلَ لِبَتَائِنَا وَ لِبَقَائِكُمْ قَالَ شَرُّ
 قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
 شِيعَتُكُمْ تَوْحِيحْتُمُوهُمْ عَلَى
 الْأِسْنَةِ أَوْ عَلَى النَّارِ لَمْضُوا وَهُمْ
 يَخْرُجُونَ مِنْ عِنْدِكُمْ مُخْتَلِفِينَ قَالَ أَجَابَنِي
 بِمِثْلِ جَوَابِ أَبِيهِ - د اصول کافی جلد اول ص ۴۵ کتاب فصل
 اب العلم مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:-

زرارہ کہتا ہے۔ میں نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے ایک سوال پوچھا
 آپ نے اس کا مجھے جواب دیا۔ پھر ایک اور آدمی آیا۔ اور اس نے بھی
 وہی مسئلہ پوچھا۔ تو آپ نے وہ جواب دیا جو میرے جواب کے
 خلاف تھا۔ پھر تیسرا آدمی آیا اس کا بھی وہی سوال تھا۔ آپ نے ہم
 دونوں کے خلاف اس کو جواب دیا۔ جب وہ دونوں آدمی چلے گئے میں کہا

اے رسول اللہ کے بیٹے! یہ دونوں آدمی عراق کے رہنے والے ہیں۔ اور آپ کے شیعوں میں سے ہیں۔ دونوں نے حاضر ہو کر ایک ہی سوال کیا۔ تو آپ نے ہر ایک کو علیحدہ علیحدہ (مختلف) جواب دیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ اے زرارہ! ایسا ہمارے اور تمہارے لیے بہت بہتر ہے۔ اور اس میں ہماری اور تمہاری زیادہ بقا ہے۔ اور اگر تم ایک ہی بات پر کھٹے ہو جاؤ۔ اور لوگ ہمارے معاملہ میں تمہیں سچا سمجھنے لگیں تو ایسا اجتماع ہماری تمہاری بقا کے لیے مضر ہوگا۔

اس کے بعد میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے کہا۔ آپ کے شیعوں اس قدر سختہ ہیں۔ کہ اگر آپ ان کو نیزوں پر میدان جنگ میں سینہ تاننے کو کہیں۔ یا آگ میں کودنے کا حکم دیں۔ تو وہ آپ کے حکم سے ہرگز منہ نہ موڑیں گے۔ پھر کیا وجہ ہے۔ کہ وہ آپ سے مختلف جواب سنیں پس حضرت نے بھی وہی جواب دیا۔ جو ان کے والد ماجد نے دیا تھا۔

حاصل حدیث:

اس ذکر شدہ روایت سے معلوم ہوا۔ کہ شیعہ مذہب میں تقیہ (بھوٹ بولنے) کے لیے کسی قسم کا خوف یا جبر و اکراہ کوئی شرط نہیں۔ بلکہ جب چاہیں۔ جتنا چاہیں۔ ہر حال میں تقیہ کرنا جائز ہے۔ کیونکہ یہ بات اس حدیث سے بالکل عیاں ہے۔ کہ وہ سوال کرنے والے ان ائمہ حضرات کے ایسے جانثار تھے۔ کہ اپنی زندگی کی انہیں پروا نہ تھی۔ آگ میں جلنے کو کہا جائے۔ یا نیزے بھالے کے زخم برداشت کرنے کو یا اور کوئی تکلیف پہننے کا حکم ہو۔ وہ فوراً عمل درآمد کریں گے تو ایسے شیدائیوں، جانثاروں اور عقیدت مندوں سے بھی یہ ائمہ سچی بات نہ کرتے تھے۔ آپ انداز فرمائیں۔ کہ

ان جیسے لوگوں سے خوف ہو۔ تو پیرے خوفی کن سے ہوگی؟

اس لیے معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس حدیث میں تقیہ (جھوٹ بولنے) کی خاطر خواہ وسعت پیدا کی گئی ہے۔ اس روایت کا دوسرا پہلو ایک عجیب مضمون کا حامل ہے۔ وہ یہ کہ امام محمد باقر اور امام جعفر صادق رضی اللہ عنہما نے جب ایک سوال کے تین جواب دیئے۔ اور وہ بھی اپنے جانثاروں کو۔ تو ایسا کرنا ان ائمہ کا تقیہ ہوا۔ اور تقیہ بھی اپنے عقیدت مندوں سے کیا گیا۔ غیروں سے تقیہ کرنا تو شیعوں کی ایجاد تھا ہی۔ لیکن یہاں تو اپنوں سے بھی تقیہ برتا جا رہا ہے۔

پھر اسی روایت میں غور کرنے سے یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ جب ایک ہی سوال کے ائمہ اہل بیت نے مختلف جواب دیئے۔ جو باہم متضاد بھی ہو سکتے ہیں۔ تو ان حضرات کی روایات پر ہی مذہب شیعہ قائم ہوا۔ اب فیصلہ طلب بات یہ ہے۔ کہ فی زمانہ یہ کیسے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ جو روایات اہل تشیع نے اپنے ائمہ سے اپنی کتب میں ذکر کی ہیں۔ وہ واقعی ائمہ کی ہیں۔ یا اپنی طرف سے گھڑی گئیں بالقرض اگر ائمہ کی ہی مان لی جائیں۔ تو پھر ان کو سچا کہیں گے یا جھوٹا۔ ان روایات سے خود ائمہ کے مسلک کا کیسے پتہ چل سکے گا؟ یہ وہ چند ابھرنے والے سوالات ہیں۔ جن کا جواب آنا ضروری ہے۔

ہم جس تحقیق پر پہنچے ہیں۔ وہ یہی ہے۔ کہ درحقیقت اس قسم کی تمام روایات شیعہ مصنفین نے خود وضع کیں۔ اور ان سے حضرات ائمہ کرام کا دور کا بھی تعلق نہیں کہ اگر شیعہ حضرات کے بقول ائمہ تضاد بیانی کا شکار ہوں۔ اور تقیہ کے خاکر ہوں۔ تو تقیہ کی ضرورت جس شخصیت کو سب سے زیادہ تھی۔ وہ میدان کربلا کے شہید، جگر گشتہ جیدہ کرار نواسیہ محبوب پروردگار حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ تھے۔ تو کیا کوئی ماں کا لال یہ دکھا سکتا ہے۔ کہ امام پاک نے تقیہ کیا ہو۔ کیا کوئی تاریخی

گواہی ایسی ل سکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ آپ کا تو یہ مال تھا۔

سرداد نہ داد دست و دست یزید

تھا کہ بنائے لا الہ است حسین

حضرات ائمہ کرام سے بڑھ کر کون حق گوا اور حق پرست تھا۔ یہ مقدس ہستیاں گناہوں کی جڑ (تقیہ) سے بالکل مبرا اور منزہ تھیں۔ جیسا کہ آئندہ فصل میں اس کو ہم تفصیل سے بیان کریں گے۔ لہذا یہ کہنا پڑے گا۔ کہ ان شیعہ لوگوں کی بیان کردہ خرافات اور واہی تباہی باتوں سے دامن ائمہ اہل بیت پاک تھا۔

آئین جواں مرداں حق گوئی وبے باکی

اشد کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

روایت نمبر ۲
فروع کافی ۱۔

عَنْ أَبَانَ بْنِ تَغْلِبٍ قَالَ سَمِعْتُ
أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ كَانَ
أَبِي عَلَيْهِ السَّلَامُ يُفْتِي فِي زَمَنِ بَنِي أُمَيَّةَ
أَنَّ مَا قَتَلَ الْبَارِزِيُّ وَالصَّقَرُ فَهُوَ حَلَالٌ
وَكَانَ يَتَّقِيهِمْ وَآنَا لَا اتَّقِيهِمْ وَ
هُوَ حَرَامٌ مِمَّا قَتَلَ.

فروع کافی جلد ششم ص ۲۰۸ کتاب العیوب باب

میدانہزاة والصقور وغیر ذالک مطبوعہ تہران

لمیج جدید

ترجمہ ۱۔

ابان بن تغلب سے روایت ہے۔ اس نے کہا۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ میرے والد رضی اللہ عنہ بنی امتیہ کے زمانہ میں تعلقہ کرتے ہوئے یہ فتویٰ دیا کرتے تھے۔ کہ جس جانور کو بازیاشکر مار ڈالے۔ وہ حلال ہے۔ اور میں چونکہ تعلقہ نہیں کرتا۔ اس لیے میرا فتویٰ یہ ہے۔ کہ ان دونوں کا مارا ہوا حرام ہے۔

روایت مذکورہ سے معلوم ہوا۔ کہ مذہب شیعہ میں تعلقہ کی وسعت کا یہ عالم ہے۔ کہ امام وقت ایک ہی چیز کو تعلقہ کرتے ہوئے حلال اور دوسرا اسی چیز کو تعلقہ نہ کرتے ہوئے حرام کہہ رہا ہے۔

آپ غور فرمائیں۔ کہ امر بالمعروف اور نہی من المنکر پر اگر یہ ائمہ اہل بیت عمل نہ کریں گے۔ تو پھر دوسرا کون عمل کرے گا؟ لیکن شیوخ کتب کے مطالعہ اور ان کے مذہب کو جان لینے کے بعد یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ ائمہ اہل بیت نے تعلقہ (جھوٹ بولنا) کو ضرور کیا۔ لیکن امر بالمعروف اور نہی من المنکر سے وہ کوسوں دور رہے۔ پھر لطفت یہ کہ اس روایت میں باپ بیٹا کا ایک ہی چیز کے بارے میں حلال و حرام کا اختلاف ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ائمہ کرام کا کسی مسئلہ پر اتفاق نہ تھا۔ ان تمام باتوں کو مدنظر رکھ کر آپ یقیناً اس فیصلہ پر پہنچ جائیں گے۔ کہ شیخہ حضرات نے اپنا الویدھا کرنے کے لیے اس روایت اور ایسی ہی دوسری روایات کو ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب کر دیا۔ یہ وہ حضرات ائمہ کرام ہیں۔ جن کے جدا مجید حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے باطل سے ٹکر لی۔ اور جام شہادت نوش فرمایا۔ جب انہوں نے اپنی اور اپنے ساتھیوں کی قیمتی جانیں بچانے کے لیے تعلقہ کا سہارا نہ لیا۔ تو ان کے جگر پارے اور دین و اسلام کے ستون کس طرح امر بالمعروف اور نہی من المنکر کو خیر باد کہہ سکتے تھے۔ اور ایک ہی چیز کے حلال و حرام دونوں باتیں کیسے

کہہ سکتے تھے؛ دراصل اس روایت سے شیوہ ثابت یہ کرنا چاہتے ہیں کہ ہمارے ائمہ کرام بھی احکام و مسائل کے بیان کرنے میں تقیہ سے کام لیا کرتے تھے۔ اور لوگوں کو غلط سٹے بتایا کرتے تھے۔

لہذا جب دین کے مستون احکام و مسائل شرعیہ بتانے میں تقیہ سے کام لیتے ہیں۔ تو ہم کیوں تقیہ نہ کریں؟ پس اپنا مقصد نکالنا تھا۔ نکال لیا۔ کسی پر الزام آئے تو آئے سان لایا بگڑتا ہے۔

روایت نمبر ۳:

فروع کافی ۱۔

عَنْ سَفِيَانَ بْنِ مُصْعَبٍ الْعَبْدِيِّ قَالَ دَخَلْتُ
عَلَى أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ
قُولُوا لِأُمَّرِئِ قُرُوءَةً نَجِيئًا فَتَسْمَعُ مَا صُنِعَ
بِحَدِيثِهَا قَالَ فَبَجَاءَتْ فَقَعَدَتْ خَلْفَ الشَّرِ
خَرَقٍ قَالَ أَنْشَدَنَا قَالَ فَقُلْتُ « قُرُوءَةُ جُودِي
بِذِمَّتِكَ الْمَسْكُوبِ » قَالَ فَصَاحَتْ وَصَحْنِ
النِّسَاءِ فَقَالَ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
أَلْبَابُ الْبَابِ فَاجْتَمَعَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ
عَلَى الْبَابِ فَقَالَ فَبِعَثَ إِلَيْهِمْ أَبُو عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ
السَّلَامُ صَبِيٌّ لَنَا غُشِي عَلَيْهِ فَصَحْنِ النِّسَاءِ

(۱۔ فروع کافی رد فرغہ کافی جلد ۴ ص ۲۱۴ حدیث سفیان

بن مصعب العبدی مطبوعہ تہران طبع جدید)

(۲۔ کتاب الروضہ ص ۱۶۲ مطبوعہ زکشیہ مطبعہ قدیم)

توجہ:-

سفیان بن مصعب عبدی کا بیان ہے۔ کہ میں ایک مرتبہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ ام فروہ سے کہو۔ اُسے اور اُکراپنے جدا مجد کی شہادت کا واقعہ سنئے۔ راوی کا قول ہے۔ کہ وہ آئیں اور پر سے کے پیچھے بیٹھ گئیں۔ پھر راوی کہتا ہے۔ کہ امام نے ہم کو اشارہ پڑھ کر سنائے۔ اس پر میں نے کہا۔ اسے ام فروہ! تم جی بھر کر روؤ۔ یہ سن کر فروہ کی چیخ نکلی۔ اور دوسری موجود عورتیں بھی چیخ و پکار کرنے لگیں۔ امام نے فرمایا۔ دروازہ کی خبر لو۔ کیا دیکھتے ہیں۔ کہ مدینہ کے لوگ دروازہ پر جمع ہیں۔ راوی کا بیان ہے۔ کہ امام نے ان کو کہلا بھیجا۔ کہ ہمارا ایک بچہ بے ہوش ہو گیا تھا۔ اس لیے عورتیں رونے لگیں۔

ناظرین کرام! اس روایت میں جو واقعہ پیش کیا گیا۔ اس میں غور فرمائیں۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے بلائے پر ام فروہ آئیں۔ اور امام نے انہیں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ سنایا۔ تو وہ رونے لگیں۔ اور وہاں موجود دوسری عورتیں بھی گریہ کناں ہوئیں۔ ان کے رونے سے امام کو خوف ہوا۔ کہ لوگوں کو اس کا علم ہوگی۔ تو نہ جانے کیا ہوگا۔ اس لیے باہر دروازہ پر جمع لوگوں کو کہلا بھیجا۔ کہ کوئی تعجب خیز بات نہیں ہوئی۔ بلکہ ہمارا ایک بچہ بے ہوش گیا تھا۔ جس کو دیکھ کر عورتوں نے رونا شروع کر دیا۔ حضرات! کیا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا لوگوں کو فرسے ایک بچہ کے بے ہوش ہونے کا بہانہ تراشنا۔ جھوٹ نہیں؟ اور یہ جھوٹ امام موصوف کی طرف ان لوگوں نے منسوب کیا۔ جو خود اپنے منہ مہبان اہل بیت بنتے ہیں۔ آپ غور کریں۔ کہ یہاں جھوٹ بولنے کی کونسی ضرورت پیش آئی تھی۔ بڑی بات تو یہی تھی۔ کہ لوگ عورتوں کی گریہ و زاری سن کر امام حسین کی شہادت کے اندر ہناک واقعات کی یاد تازہ کر لیتے۔ آپ شیعوں کو لوگوں سے

دریافت کر سکتے ہیں۔ کہ ائمہ اہل بیت کا بھوٹ بولنا اور وہ بھی بلا ضرورت معمولی سی بات پر کتنے فی صد صداقت کا حامل ہے۔ اُدھر ائمہ اہل بیت کی استقامت کا اندازہ واقعہ کر بلا جو پیش کرتا ہے۔ کہاں وہ پیام روی اور حتی پرستی۔ اور کہاں یہ معمولی سی بات پر بڑی اور کذب پرستی؟

در اصل بات یہ ہے کہ شیعہ لوگ اپنے باطل مذہب کی اشاعت و مقبولیت کے لیے خلاف شرع افعال و اقوال کو ائمہ اہل بیت کے اقوال و افعال جتلا کر، انہیں بدنام کرنے کی سعی حاصل کرتے ہیں۔ اور اس طریقہ پر چل کر وہ ثابت یہ کرنا چاہتے ہیں۔ کہ ہمارے مذہب میں تفسیر و صریح بھوٹ بولنے کی کھلی چٹھی ہے۔ جب چاہیں۔ جتنا چاہیں۔ کھل کر تفسیر کر لیں۔ کوئی گرفت نہ ہوگی اس طرح گئی آگ آپ بھیجا بھی سکتے ہیں۔ اور گڑے گا بھی کچھ نہیں۔ (مقام غور ہے)

روایت نمبر ۱۴
رجال کشی۔

دَاوُدُ الرَّقِیُّ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى أَبِي عَبْدِ اللَّهِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقُلْتُ لَهُ جَعَلْتُ فِدَاكَ كَمْ
عِدَّةَ الظَّهَارَةِ فَقَالَ مَا أَوْجِبَهُ اللَّهُ فَوَاحِدَةً
وَأَضَافَ إِلَيْهَا رَسُولُ اللَّهِ وَاحِدَةً
لِضَعْفِ النَّاسِ وَمَنْ تَوَضَّأَ ثَلَاثًا فَلَا
صَلَاةَ لَهُ أَنَا مَعَهُ فِي ذَا حَتَّى جَاءَ دَاوُدُ
ابْنُ دُرَيْبٍ وَآخَذَ نَاوِيَةَ مِنَ الْبَيْتِ فَسَأَلَهُ
عَمَّا سَأَلْتَهُ فِي عِدَّةِ الظَّهَارَةِ فَقَالَ لَهُ
ثَلَاثًا ثَلَاثًا مَرَّةً تَقْصَعُ عَنْهُ فَلَا

صَلَاةَ لَهُ -

(درجال کشی ص ۲۹۴ تذکرہ داؤد زربنی

مطبوعہ کربلا)

ترجمہ:-

داؤد رقی کہتا ہے۔ کہ میں ایک مرتبہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے ہاں حاضر ہوا۔ اور عرض کی۔ میں قربان! وضو کتنی مرتبہ ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے صرف ایک مرتبہ وضو کرنا لازم قرار دیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کی کمزوری اور سستی کی بنا پر ایک دفعہ کا اضافہ فرما دیا۔ لہذا جو شخص تین مرتبہ وضو کرتا ہے۔ (یعنی اعضائے وضو پر تین دفعہ پانی پھیرتا ہے) اس کی نماز مقبول نہیں۔ راوی کہتا ہے۔ کہ میری موجودگی میں داؤد بن زربنی حاضر ہوا۔ اور کہنے میں بیٹھ گیا۔ اس نے امام جعفر سے بعینہ میرا سوال کیا۔ کہ وضو کتنی دفعہ ہے؟ امام موصوف نے فرمایا۔ تین تین مرتبہ۔ جس نے تین مرتبہ اعضائے وضو پر پانی نہ بہایا اس کی کوئی نماز نہیں۔

اس روایت سے اس بات کی تصدیق ہوتی ہے۔ کہ شیعوں لوگوں کے نزدیک تہیۃ ایک واضح جھوٹ کا نام ہے۔ اور یہ کہ تہیۃ ان کے ہاں اتنا کبیرا اور عام ہے کہ امام آدمی ہو۔ یا ائمہ اہل بیت میں سے کوئی ہو۔ سبھی تہیۃ کر سکتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ اسی روایت میں کچھ آگے جا کر اس امر کی وضاحت ہے۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو یہ جھوٹ بولنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی۔ کہ خلیفہ وقت ابو جعفر منصور عباسی کی طرف سے پتہ بولنے کی صورت میں کچھ خطرات و معائب کا خوف تھا۔ حالانکہ اسی مقام پر یہ بھی مذکور ہے۔ کہ خلیفہ وقت کا امام موصوف کے مسلک کا بخوبی علم تھا۔ اور وہ امام موصوف کا اب تک کچھ بھی بگاڑ نہ سکا تھا۔ تو پھر امام جعفر کو اب جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت تھی۔ لہذا

معلوم ہوا کہ اس واقعہ کا امام موصوف کی ذات سے کوئی حقیقی تعلق نہیں۔ بلکہ گھر گھر اگر آپ کی ذات کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ شیعہ لوگوں کو ہدایت دے تاکہ وہ خاندان نبوت کو بدنام کر کے اپنی عاقبت برباد نہ کریں۔

روایت نمبر ۱۵

فروع کافی ۱

عَنْ سَلَمَةَ بْنِ مَحْرَزٍ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي
عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ رَجُلًا أَرْمَلَنِي
مَاتَ وَأَوْصَى إِلَيَّ فَقَالَ لِي وَمَا أَرْمَلَنِي؟
قُلْتُ نَبَطِي مِنْ أَنْبَاطِ الْجِبَالِ مَاتَ وَأَوْصَى
إِلَيَّ بِتَرَكَّتِهِ وَتَرَكَ ابْنَتَهُ قَالَ فَقَالَ
لِي أَعْطِهَا النِّصْفَ قَالَ فَأَخْبَرْتُ زُرَّارَةَ
بِذَلِكَ فَقَالَ لِي إِنَّكَ إِثْمًا الْمَالُ لَهَا
قَالَ فَدَخَلْتُ عَلَيْهِ بَعْدُ فَقُلْتُ أَصْلَحَكَ
اللَّهُ إِنَّ أَصْحَابَنَا زَعَمُوا إِنَّكَ اتَّقَيْتَنِي
فَقَالَ وَاللَّهِ مَا اتَّقَيْتَكَ وَلكِنْ اتَّقَيْتُ عَلَيْكَ
أَنْ تَضْمَنَ فَهَلْ عَلِمَ بِذَلِكَ أَحَدٌ
قُلْتُ لَا قَالَ فَأَعْطِهَا مَا بَقِيَ.

ذروع کافی جلد ۴ ص ۷۷۔ ۷۸ کتاب

الموارث باب میراث الولد مطبوعہ

تہران طبع جدید

توجہ۔

سلمہ بن محرز کہتا ہے۔ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے کہا ایک ارمائی مر گیا ہے۔ اور وہ میرے لیے اپنے مال کی وصیت کر گیا ہے۔ تو امام نے مجھ سے پوچھا۔ ارمائی کیا ہے؟ میں نے کہا۔ پہاڑوں کے انباط میں سے ایک نبطی مر گیا ہے۔ اور اپنے ترکہ کی مجھے وصیت کر گیا ہے۔ اس کی ایک بیٹی بھی موجود ہے۔ امام نے فرمایا۔ اس بچی کو اس کا آدھا مال دے دو۔ راوی کہتا ہے۔ کہ میں نے اس بات کا تذکرہ زرارہ سے کیا تو اس نے کہا۔ خدا کا خوف کرو۔ وہ مال سارا اسی کا ہے۔ امام نے از روئے تقیہ یہ فتویٰ دیا ہے۔ میں پھر ایک وقت امام موصوف کے ہاں حاضر ہوا۔ اور عرض کی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بخیر و عافیت رکھے۔ ہمارے ساتھی کہتے ہیں۔ کہ آپ نے (فتویٰ دیتے وقت) تقیہ کیا تھا۔ فرمایا اللہ کی قسم! میں نے تیرے ساتھ فتویٰ دیتے وقت تقیہ نہ کیا تھا۔ لیکن مجھے ڈر یہ تھا۔ کہ تجھ سے مواخذہ ہو گا۔ تو کیا اس کا علم تو کسی کو نہیں ہوا؟ میں نے عرض کیا۔ نہیں۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ جو کچھ پتہ چلے گا۔ وہ اس کی بچی کو دے دو۔ (یعنی نصف پہلے دے دیا تھا۔ اور جو باقی نصف بچا ہے۔ وہ بھی اسی کا ہے۔ اس کو دے دو)۔

اس روایت سے معلوم ہوا۔ کہ امام موصوف نے میراث میں بھی تقیہ کیا۔ اور جھوٹا فتویٰ دیا۔ پھر اس جھوٹے فتویٰ کی توثیق کے لیے اللہ کی قسم بھی اٹھالی۔ اب فیصلہ ناظرین آپ کے ہاتھ میں ہے۔ کہ شیعہ لوگوں نے اپنی کتب میں ائمہ اہل بیت کی جو روایات ذکر کی ہیں۔ اور جو احادیث ان کی سند سے جمع کی ہیں۔ ان میں حق و باطل کا اقیانوس کیونکر ممکن ہے۔

حقیقت یہ ہے۔ کہ اہل تشیع کے ہاں جو مسلک ہے۔ وہ ائمہ اہل بیت کا ہرگز نہیں
 کیونکہ ائمہ اہل بیت حق کو ظاہر کرنے اور باطل کو دبانے کے لیے تشریف فرما ہوئے۔
 ان کی ساری زندگیوں امر بالمعروف نہی عن المنکر میں بسر ہوئیں۔ وہ جھوٹی بات کو کبھی
 زبان پر لانا گوارا نہ کرتے تھے۔ ان کی زبان ہمیشہ حق و صداقت سے مزین رہی۔ جیسا کہ
 عنقریب رد تقیہ کی بحث میں ہم ان کی حق گوئی اور بے باکی کے واقعات نقل کریں گے
 جنہیں پڑھ کر یقین ہو جائے گا۔ کہ تقیہ ایسی دروغ گوئی اور شیعی اختراع سے ان حضرات
 کا دور کا بھی واسطہ نہیں تھا۔

روایت نمبر ۱: ہر چھوٹی بڑی ضرورت پر جھوٹ بولنا تقیہ ہے۔

اصول کافی ۱:

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ التَّقِيَّةُ
 فِي كُلِّ ضَرُورَةٍ وَصَاحِبُهَا أَعْلَمُ بِهَا
 حِينَ تَنْزِلُ بِهِ.

۱) اصول کافی جلد نمبر ۲ صفحہ نمبر ۲۱۹ -

کتاب الایمان والکفر باب

التقیہ مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ تقیہ ہر
 ضرورت کے وقت کام آئی والی چیز ہے۔ اور جس شخص کو ضرورت
 درپیش ہوتی ہے۔ وہ اس کے بارے میں بہتر جانتا ہے۔ کہ وہ
 اس پر کب اتری۔ اور کب تک رہے گی۔

اس حدیث نے واضح کر دیا۔ کہ تقیہ (مربح جھوٹ بولنا) ہر ضرورت کے وقت

بائز ہے۔ اور وہ ہر ضرورت کا مفہوم آنا عام ہے۔ کہ اس میں معمولی سے معمولی ضرورت بھی داخل ہے۔ اور بڑی سے بڑی ضرورت بھی اس میں شامل ہے۔ یعنی ایک جگہ کے دانے کے پیش نظر تفتیہ کیا جاسکتا ہے۔ بلکہ اس سے کم ضرورت پر بھی تفتیہ کرنا جائز ہے تو کھلی چھٹی ہو گئی۔ جب چاہیں۔ جہاں چاہیں۔ جتنا چاہیں۔ تفتیہ کر سکتے ہیں جھوٹا لاپ سکتے ہیں۔ نہیں نہیں بلکہ اگر کسی نے اس رخصت پر عمل نہ کیا۔ تو وہ دین امامیہ سے خارج ہو جائے گا۔ اور اسے دو شیعہ نہیں کہا جائے گا۔

فصل پنجم

تقیہ کی تردید میں قرآن مجید اور کتب شیعہ

سے دلائل

دلیل اول :-

الَّذِينَ يَبْلُغُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ
أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ حَسِيبًا

(پہلے ۱۲)

ترجمہ :-

پہنچنے والے لوگ ہیں جو خدا کا حکم پہنچاتے ہیں۔ اور اسی سے ڈرتے ہیں اور
سوائے اللہ کے اور کسی سے نہیں ڈرتے اور حساب لینے کو اللہ ہی
کافی ہے۔ (ترجمہ قبول احمد شیعہ)

اس آیت کریمہ نے واضح کر دیا کہ حضرات انبیائے کرام سے تقیہ کا وقوع ناممکن ہے کیونکہ ان کی ہر بات اللہ کے حکم سے ہوتی ہے۔ اور اللہ ہی کا فرمان ہے کہ میرے بغیر کسی سے مت ڈرو۔ اور آپ حضرات یہ جانتے ہیں کہ تقیہ کا اصل محرک خوف ہی ہے۔ جب انبیائے کرام کو اللہ رب العزت کے ارشاد پر یقین کامل ہوتا ہے۔ تو انہیں صرف اسی وعدہ لا شریک کا خوف ہوتا ہے۔ کسی دوسرے کا خوف انہیں جاوہ انتقامت سے ادھر ادھر کبھی نہیں کر سکتا۔ لہذا اثبات ہوا کہ انبیائے کرام علیہم السلام کے بارے میں اعتقاد تقیہ رکھنا سراسر باطل اور کفر ہے۔ بلکہ ان کی طرف اس کذب صریح کی نسبت بھی انتہائی گستاخی ہے۔ اسی ضمن میں کی توثیق خود شیعہ مفسر علامہ طبرسی سے سینے

مجمع البیان :

رَالَّذِينَ يَلْعَنُونَ رِسَالَتِ اللَّهِ (آئ) أَمْ
يُؤَدُّونَهَا إِلَىٰ مَنْ بُعِثُوا إِلَيْهِمْ
وَلَا يَكْتُمُونَهَا رَوَّيْخَشَوْنَهُ (آئ) وَ
يَخَافُونَ اللَّهَ مَعَ ذَلِكَ فِي تَرْكِ مَا
أَوْجَبَهُ عَلَيْهِمْ رَوَّيْخَشَوْنَ أَحَدًا
إِلَّا اللَّهَ (آئ) وَلَا يَخَافُونَ مِنْ سِوَى اللَّهِ
فِيمَا يَتَّعَلَقُ بِالْأَدَاءِ وَالشُّبْلِيغِ وَفِي
هَذَا دَلَالَةٌ عَلَىٰ أَنَّ الْأَنْبِيَاءَ
لَا يَجُودُ عَلَيْهِمُ التَّقِيَةُ فِي تَبْلِيغِ
الرِّسَالَةِ -

(تفسیر مجمع البیان جلد ششم ص ۲۶۱ پ ۲۲
مطبوعہ تہران مطبعہ جدید)

ترجمہ ۱۔

حضرات انبیائے کرام جو کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات لوگوں تک پہنچاتے ہیں۔ یعنی جن لوگوں کی طرف انہیں مبعوث کیا جاتا ہے۔ ان تک احکام پہنچا دیتے ہیں۔ اور ان میں کسی حکم کو چھپاتے نہیں۔ اور انہیں اپنے فرائض کی ادائیگی میں اللہ کا ہر وقت خوف رہتا ہے۔ کہ کہیں کوئی حکم چھوٹ نہ جائے۔ اور اللہ کے سوا کسی دوسرے سے ادائے احکامات اور تبلیغ میں نہیں ڈرتے۔ اس آیت کریمہ میں اس کی دلیل ہے۔ کہ انبیائے کرام سے تقیہ کا صدور ناجائز ہے۔ اور اللہ کے پیغام و احکام پہنچانے میں وہ تقیہ و جھوٹ بولنا سے ہرگز کام نہیں لیتے۔

غور طلب یہ امر ہے۔ کہ اس شیعہ مفسر نے جس واضح انداز میں حضرات انبیائے کرام کی طرف تقیہ کو منسوب کرنا باطل ٹھہرایا ہے۔ اور شیعہ لوگ حضرات ائمہ اہل بیت کو انبیائے کرام پر بھی فوقیت دیتے ہیں۔ تو پھر یہ کیوں کر ممکن کہ ان اماموں نے ملت و حرمت میں دو غلطی اختیار کیا ہو۔ اسی مفسر نے ایک اور مقام پر یہاں تک نقل کر دیا ہے۔ کہ فتح مکہ کے دن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کا خون مہلح کر دیا تھا تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اس کی سفارش لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ اس کی کیفیت آپ اسی مفسر سے لائحہ فرمائیے۔

مجمع البیان :-

فَلَمَّا دَايَ عُثْمَانَ اسْتَحْيَا مِنْ رَدِّهِ وَ
سَكَتَ طَوِيلًا لِيَقْتُلَهُ بَعْضُ الْمُؤْمِنِينَ
شَرًّا مَنَّهُ بَعْدَ تَرَدُّدِ الْمَسْئَلَةِ مِنْ

عُثْمَانَ وَقَالَ أَمَا كَانَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَشِيدٌ
يُقَدِّمُ إِلَى هَذَا فَيَقْتُلُهُ فَقَالَ لَهُ عِيَادُ
بْنُ بِشْرِ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ عَيْنِي مَا ذَا لَتِ
فِي عَيْنِكَ أَنْتِظَارٌ أَنْ تُؤَيِّدَنِي إِلَى فَا قَتْلُهُ
فَقَالَ إِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَا تَكُونُ لَهُمْ خَائِنَةً
أَعْيُنٍ فَلَمْ يَسْتَحِبَّ الْإِمَارَةَ إِلَى قَتْلِ
كَافِرٍ وَإِنْ كَانَ مُبَاحًا -

تفسیر مجمع البیان جلد ہشتم صفحہ نمبر ۳۶۰

سورۃ الاحزاب مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:-

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔
تو آپ نے ان کی سفارش رد کر دینے سے حیا فرمایا۔ اور کافی دیر اس
لیے خاموش رہے۔ تاکہ کوئی مسلمان اس (عبداللہ بن ابی بھر) کو قتل کر دے
پھر حضرت عثمان کی سفارش قبول کرتے ہوئے اسے امن دے دیا۔
اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ کیا تم میں سے کوئی شخص ایسا نہ تھا۔
جو آگے بڑھ کر اس کو قتل کر دیتا اس پر عباد بن بشر نے عرض کی۔ یا رسول اللہ!
میرا نظریں آپ پر لگی ہوئی تھیں۔ انتظار تھا کہ آپ آنکھ سے اشارہ فرماتے
تو میں اسے قتل کر دیتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ انبیاء کرام کو زیہ
ہیں دیتا۔ کہ وہ آنکھ کی خیانت کریں۔ لہذا کسی کافر مباح الدم کے قتل کے
لیے بھی آنکھ سے اشارہ کرنا۔ آپ نے اچھا نہ جانا۔

آپ نے شیوخ مفسر کی تفسیر سے یہ لوہا کیا۔ کہ انبیاء کرام علیہم السلام سے

غلط بیانی یا دو غلاپن کا وقوع کجا وہ تو ظاہر کے خلاف آنکھ سے اشارہ بھی کرنا پسند نہیں فرماتے جب حضرات انبیائے کرام کے لیے آنکھ کی خیانت جیسا معمولی کام بھی جائز نہیں۔
 قوائم اہل بیت سے تعلق کیونکر روا ہوا۔ جن کا مرتبہ اہل تشیع کے نزدیک نبیوں سے زیادہ ہے۔ اس لیے یہ کہنا بجا ہے کہ حضرات انبیائے کرام اور ائمہ اہل بیت کے متعلق جو شیعہ کتب میں ایسی روایات ملتی ہیں۔ جن کے ذریعہ تعلق پر استدلال قائم کیا جاتا ہے۔ وہ اول تا آخر ان کی خود ساختہ روایات ہیں۔ اور خود غرضی پر منحصر ہیں۔
 دین و اسلام ان کا کوئی واسطہ نہیں۔

(فافہم و تدیر)

وسیل دوم :-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ
 عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهَ بِقَوْمٍ
 يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ أَذِلَّةٌ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ
 أَعِزَّةٌ عَلَى الْكَافِرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي
 سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ
 ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ
 وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ

(پ ۱۲۷)

ترجمہ :-

اے ایمان لانے والو! جو تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے گا

(تو خدا کا کچھ نقصان نہیں) خدا عنقریب ایسے لوگوں کو لائے گا۔ جن کو وہ دوست رکھتا ہے۔ اور اس کو وہ دوست رکھتے ہیں۔ مومنوں کے لیے وہ رحم دل ہیں (اور) کافروں کے لیے سخت براہِ خدا میں جہاد کرتے ہیں۔ اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے، نہیں ڈرتے۔ یہ فضلِ خدا ہے۔ جس کو چاہے عطا فرمائے اور خدائے تعالیٰ صاحبِ وسعت و علم ہے۔

(ترجمہ مقبول شیعہ)

اس آیت کریمہ میں نص صریح کرنے واضح کر دیا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے کامل بندے اس صفت کے مالک ہوتے ہیں۔ کہ حق کہنے اور حق پر عمل کرنے میں کسی ملامت گر کی ملامت ان کے راستہ کی رکاوٹ نہیں بن سکتی۔ جب عام نیک بندوں کی صفات کا یہ عالم ہے تو ائمہ اہل بیت کا مقام کتنا ارفع و اعلیٰ ہوگا۔ اور ان کے بارے میں یہ کب ممکن ہے اور کب خیال میں آسکتا ہے۔ کہ یہ عظیم ہستیاں بطور تقیہ اللہ تعالیٰ کے احکام بیان کرتی رہی ہیں اور لوگوں کو بھی دروغ گوئی پر ابھارنا اگسا نا ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ ماشاء اللہ۔ وہ صفات حسنہ کے جامع اور صفات سیئہ سے متنفر تھے۔ اور اس کی تعلیم و تبلیغ بھی فرماتے رہے۔

اسی لیے آپ دیکھ لیں۔ خود ان کے مفسر علامہ طبرسی نے اسی آیت کریمہ کے تحت ان لوگوں کی نشاندہی کی ہے۔ جنہوں نے کسی قسم کی ملامت کا اثر قبول نہ کیا۔ اور اللہ کے دین کی بندی کی خاطر مرتدین سے جہاد کرتے رہے۔ تقیہ سے اجتناب کرتے رہے

لاحظہ ہو۔

تفسیر مجمع البیان؛

(وَلَا يَخَافُونَ نَوْمَةَ لَأَسِيرٍ) فِيمَا يَأْتُونَ
مِنَ الْجِهَادِ وَالطَّاعَاتِ وَاخْتَلَفَ
فِيْمَنْ وَصِفَ بِهَذِهِ الْأَوْصَافِ مِنْهُمْ

فَقِيلَ لَهُمْ أَبُو بَكْرٍ وَأَصْحَابُهُ الَّذِينَ قَاتَلُوا أَهْلَ الرِّدَّةِ
عَنِ الْحَسَنِ - (تفسیر مجمع البیان جلد سوم ص ۲۰۸ مطبوعہ تہران)

ترجمہ:-

یعنی وہ جہاد کرنے اور احکامات شریعہ پر عمل کرنے میں کسی ملامت گر کی
لامت کا قطعاً خوف نہ کرتے۔ ان حضرات کے بارے میں اختلاف ہے
جو کہ ان صفات سے متصف تھے۔ کہا گیا ہے۔ اس سے مراد صدیق اکبر
رضی اللہ عنہ اور آپ کے ساتھی ہیں۔ جنہوں نے مرتدین سے جہاد کیا۔
سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ذات کے بارے میں کسی کو اس امر کا اختلاف نہیں
کہ آپ ہمیشہ حق و صداقت کی اشاعت پر کمر بستہ رہے۔ اور تقیر بازی جیسی خبیث حرکت
سے اپنے دامن کو داغدار نہ ہونے دیا۔ جس کی تائید اس شیعہ مفسر نے بھی کی ہے۔ تو
ائمہ اہل بیت سے تعلق کا وقوع (جو مریخ جھوٹ ہوتا ہے) کس طرح ممکن ہے

دلیل سوم:-

إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ ظَالِمِي أَنْفُسِهِمْ
قَالُوا فِيهِمْ كُنْتُمْ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ
فِي الْأَرْضِ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضَ اللَّهِ
وَإِسْعًا فَتُهَاجِرُوا فِيهَا فَأُولَئِكَ مَا لَهُمْ
جَهَنَّمُ وَسَاءَتْ مَصِيرًا -

(پس ۱۱)

ترجمہ:-

بے شک وہ لوگ جن کا خاتمہ فرشتے اس حال میں کرتے ہیں۔ کہ وہ اپنی جانوں پر ستم توڑنے والے ہوں۔ تو ان سے کہتے ہیں۔ کہ تم کس حال میں تھے۔ تو وہ جواب دیتے ہیں۔ کہ ہم اس زمین میں کمزور کر دیئے گئے تھے۔ تو فرشتے دریافت کرتے ہیں۔ کہ کیا اللہ کی زمین لمبی چوڑی نہ تھی۔ کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے۔ پس انہیں کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اور وہ بڑی بازگشت ہے۔

(ترجمہ مقبول احمد شیعہ)

مذکورہ آیت نے تو تعلقہ کی سرے سے جڑ ہی اکھاڑ پھینکی۔ دیکھئے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس بات کی ہرگز اجازت عطا نہ فرمائی۔ کہ وہ کفار میں اپنا ایمان چھپا کر زندگی گزارتے رہیں۔ اور ان کی چاچوسی میں لگے رہیں۔ بلکہ اس کے برعکس انہیں یکھا گیا۔ کہ اگر ان کفار میں رہ کر تم ایمان کی حفاظت مشکل سمجھتے ہو۔ تو ہجرت کر جاؤ۔ اور کسی اور جگہ چلے جاؤ۔

اس امر کے علاوہ اسی آیت کریمہ میں یہ بھی واضح طور پر موجود ہے۔ کہ بوقت مرگ ان لوگوں کا کوئی عذر قابل قبول نہ ہو گا۔ جو اپنی زندگی تعلقہ کرتے گزارتے رہے اگر فرشتوں کے پوچھنے پر وہ یہ بہانہ تراشیں گے۔ کہ ہم چونکہ کمزور تھے۔ اس لیے کفر کے رید کا مقابلہ نہ کر سکے۔ اور اس کی پٹیٹ میں آ گئے۔ اور حق نہ کہہ سکے۔ اور نہ حق پر عمل کر سکے۔ تو ان بہانوں کے جواب میں انہیں کہا جائے گا۔ کیا اللہ کی زمین تنگ تھی۔ ہجرت کر کے کہیں اور کیوں نہ جا بسے؟ لہذا تعلقہ کرنے والوں کا کوئی عذر قابل قبول نہ ہو گا۔ اور انہیں اس بڑے ٹھکانہ میں دھکیل دیا جائے گا۔ جسے جہنم کہتے ہیں۔ اسی آیت کریمہ کے تحت دو شیعہ تفسیروں کا انداز ملاحظہ ہو۔

تفسیر مجمع البیان

(قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ) ائى قَالَتْ لَهُمْ
 الْمَلَائِكَةُ فِيمَ كُنْتُمْ ائى فِى ائى شَىْءٍ
 كُنْتُمْ مِنْ دِينِكُمْ عَلَى وَجْهِ التَّقْرِيرِ لَهُمْ
 اَوِ التَّوْبِيخِ لِفِعْلِهِمْ (قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ
 فِى الْاَرْضِ) ائى يَسْتَضْعِفُنَا اَهْلُ الشِّرْكِ
 بِاللّٰهِ فِى اَرْضِنَا وَ يَلَادِنَا بِكَثْرَةِ عَدَدِهِمْ
 وَقُوَّتِهِمْ وَيَمْنَعُونَنَا مِنَ الْاِيْمَانِ
 بِاللّٰهِ وَ اِتِّبَاعِ رَسُوْلِهِ عَلَى جِهَةِ
 الْاِعْتِدَارِ (قَالُوا) ائى قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ
 لَهُمْ (اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاِسْعَةً
 فَتُهَاجِرُوا فِيْهَا) ائى فَتَخْرُجُوا مِنْ
 اَرْضِكُمْ وَ دُوْرِكُمْ وَ تَفَارِقُوا
 مَنْ يَمْنَعُكُمْ مِنَ الْاِيْمَانِ بِاللّٰهِ
 وَ رَسُوْلِهِ اِلَى اَرْضٍ يَمْنَعُكُمْ اَهْلِهَا
 مِنْ اَهْلِ الشِّرْكِ فَتَوَحَّدُوْهُ وَ تَعْبُدُوْهُ
 وَ تَتَّبِعُوْا رَسُوْلَهُ - وَ رُوِيَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جَبْرِ
 اَنَّهُ قَالَ فِى مَعْنَاهُ اِذَا حَمِلَ بِالْمَعَاصِي
 فِى اَرْضٍ فَاخْرَجَ مِنْهَا ثُمَّ قَالَ تَعَالَى
 (فَاُولٰٓئِكَ مَا وَّهُمْ جَهَنَّمَ) ائى مَسْكَنُهُمْ
 جَهَنَّمَ (وَسَاءَتْ مَصِيْرًا) لِاَهْلِهَا الَّذِيْنَ

صَارُوا إِلَيْهَا۔

(۱۔ تفسیر مجمع البیان جلد سوم ص ۹۹ مطبوعہ

تہران طبع جدید)

(۲۔ تفسیر صافی جلد اول ص ۸۴ مطبوعہ

تہران طبع جدید)

ترجمہ :-

مرتے وقت فرشتے ان لوگوں سے پوچھیں گے۔ تم اپنے دین میں کیسے تھے؟ فرشتوں کا یہ پوچھنا یا تو جزو توحیح کے انداز میں ہوگا۔ یا ان کی اس حالت کی سختی کا اظہار کرنے کے لیے جواز روئے تہتہ ان لوگوں نے اپنا دین چھپا رکھا تھا۔ جواب دیں گے۔ ہمیں ہمارے شہروں اور آبادیوں میں مشرکین نے اپنی کثرت تعداد اور قوت کی وجہ سے کمزور کر دیا تھا۔ اور اس کے بل بوتے پر وہ، ہمیں اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرنے سے منع کرتے تھے۔ یہ جواب ایک عذر کے طور پر کہیں گے۔ فرشتے یہ جواب سن کر ان سے پوچھیں گے۔ کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی۔ تم اپنے گھر بار چھوڑ کر کہیں دوسری جگہ ہجرت کر جاتے۔ اور ان لوگوں سے دور کہیں جا بیٹے جو تمہیں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے سے روکتے تھے۔ دوسری جگہ جا کر وہاں کے باشندے تمہارا مشرکین سے دفاع کرتے اور تم اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی عبادت پر ثابت قدم رہتے۔ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرتے۔

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ آپ اہل آیت کریمہ

کا معنی یوں بیان فرماتے ہیں۔ کہ جب کسی جگہ اللہ کی نافرمانی کا دور دورہ ہو
تو وہاں سے نکل جانا چاہیے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ کہ ان لوگوں کا یہ عذر قطعاً قبول نہیں
اس لیے ان کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اور جو لوگ جہنم میں جائیں گے۔ ان کے
لیے وہ کتنی بڑی جگہ ہے۔

تفسیر صافی میں یوں مذکور ہے۔

تفسیر صافی :-

قِيلَ نَزَلَتْ فِي أَنَايِسٍ مِنْ مَكَّةَ اسْلَمُوا وَلَمْ
يَمَاجِرُوا حِينَ كَانَتِ الْهَجْرَةَ وَاجِبَةٌ
----- أَقُولُ وَفِي الْآيَةِ دَلَالَةٌ
عَلَى وَجُوبِ الْهَجْرَةِ مِنْ مَوْضِعٍ لَا يَتِمُّ
الرَّجُلُ فِيهِ مِنْ إِقَامَةِ دِينِهِ وَعَنْ
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فَرَّ
بِذَيْنِهِ مِنْ أَرْضٍ إِلَى أَرْضٍ وَإِنْ كَانَ
شَيْبًا مِنَ الْأَرْضِ اسْتُوجِبَتِ الْجَنَّةُ
وَكَانَ رَفِيقًا إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ
وَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ
وَسَلَّمَ.

تفسیر صافی جلد دوم ص ۲۸۵ مطبوعہ تہران

طبع جدید

ترجمہ: کہا گیا ہے۔ کہ یہ آیت کریمہ مکہ کے ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی۔

جو مسلمان ہو چکے تھے۔ لیکن ہجرت واجب ہونے کے بعد انہوں نے ہجرت نہ کی..... میں کہتا ہوں کہ آیت کریمہ میں اس بات کی ذیل ہے کہ جس جگہ کوئی شخص اپنے دین پر عمل کرنے سے قاصر ہو۔ وہاں سے اُسے ہجرت کر جانا واجب ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ جس نے اپنے دین کی حفاظت کی خاطر ایک جگہ سے دوسری جگہ ہجرت کی۔ اگرچہ ایک بالشت برابر ہی کیوں نہ ہو۔ تو اس کے لیے جنت واجب ہو گئی۔ اور وہ بروز قیامت حضرت ابراہیم علیہ السلام اور جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رفیق ہوگا۔

قرآن مجید کی مذکورہ آیت اور اس کی درشیعہ مسلک کی تفسیروں سے اس مسئلہ کی وضاحت ہو گئی کہ جس جگہ کوئی آدمی اپنے دین کی تبلیغ اور اس کے احکامات پر اعلانیہ عمل نہ کر سکے۔ اُسے وہاں سے کسی اور مقام کی طرف نکل جانا چاہیے۔ ورنہ وہیں ڈٹے رہنے میں اللہ تعالیٰ اس کو دوزخ میں ڈالے گا۔

اس وضاحت کے بعد اہل انصاف کے لیے غور طلب بات یہ ہے کہ ائمہ اہل بیت نے بھی اسی قرآن کو پڑھا۔ اور اسی کا مفہوم بھی سمجھا۔ اور اس فہم و قرأت کے بعد یہ امر بھی مسلم ہے۔ کہ انہوں نے اس پر عمل بھی کیا۔ کیونکہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کہ قرآن پاک اور میرے اہل بیت ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ پھر یہ کیونکہ ہو سکتا ہے۔ کہ ائمہ اہل بیت تمام زندگی تقیہ کرتے ہوئے اپنے ایمان کو چھپاتے رہے۔ اور غلط سلطنتاوی دیتے رہے۔ اور لوگوں کو تقیہ کرتے رہے۔ کہ امام زمان امام مہدی کے ظہور تک تم بھی تقیہ کرتے رہنا صرف کرنا ہی نہیں بلکہ اس کا نہ کرنے والا دوزخی اور بے دین ہوگا۔

دلیل چہارم :-

اصول کافی :-

عَنْ أَبِي حَمْرَةَ قَالَ قَالَ أَبُو جَعْفَرٍ عَلَيْهِ
السَّلَامُ لَمَّا حَضَرَتْ أَبِي عَلِيٍّ بِنَ الْحُسَيْنِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ الْوَفَاةُ ضَمِنِي إِلَى صَدْرِهِ وَقَالَ
يَا بَنِيَّ أَوْصِيكَ بِمَا أَوْصَانِي بِهِ أَبِي حِينَ حَضَرْتُهُ
الْوَفَاةَ وَبِمَا ذَكَرَ أَنَّ أَبَاهُ أَوْصَاهُ بِهِ يَا بَنِيَّ
إِصْبِرْ عَلَى الْحَقِّ وَإِنْ كَانَ مَرًّا -

داصول کافی جلد دوم صفحہ نمبر ۱۹۰ کتاب

الایمان والکفر باب الصبر

مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ :-

ابو حمزہ سے روایت ہے کہ امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا - جب
میرے والد علی بن حسین رضی اللہ عنہ کی وفات ہونے لگی - تو انہوں
نے مجھے اپنے سینے سے چمٹایا - اور فرمایا - اسے پیار سے بیٹے! میں
تجھے اس امر کی وصیت کر رہا ہوں - جو مجھے میرے والد نے بوقت مرگ
کی تھی - اور انہوں نے بھی اس وقت کہا تھا - کہ یہ وصیت وہی ہے
جو مجھے میرے باپ نے کی تھی - بیٹے! حق و صداقت پر قائم رہتے
ہوئے جو دکھ پریشانی آئے اس پر صبر کرو - اگرچہ وہ کڑوی گولی
لگے - (یعنی حق و صداقت کا دامن چھوڑ کر لقیہ نہ کرنا - اگرچہ اس کی خاطر

تکالیف کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں۔ پھر بھی صبر کرنا!

اس روایت کے پڑھنے کے بعد ہر محب اہل بیت یہ یقین کرے گا۔ کہ امام باقر، امام زین العابدین اور امام حسین رضی اللہ عنہم نے بوقت وصال اپنی اپنی اولاد کو یہی وصیت کی۔ کہ پیر بولنا۔ اور اس کی خاطر مشکلات آئیں تو صبر کرنا۔ لیکن کسی امام نے بوقت وصال یہ وصیت ہرگز نہ کی۔ کہ بیٹو! تقیہ کو سینے سے لگائے رکھنا۔ ورنہ نجات نہ ہوگی اس سے واضح ہوا۔ کہ ائمہ اہل بیت کا دین حق و صداقت کا علمبردار تھا۔ تقیہ اور فریب وہی سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔

دلیل پنجم :-

عَنْ أَبِي كَثْمَسٍ قَالَ قُلْتُ لِأَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ
السَّلَامُ عَيْدُ اللَّهِ بِنِ أَبِي يَعْفُورَ يَقْرَأُكَ
السَّلَامَ قَالَ عَلَيْكَ وَعَلَيْهِ السَّلَامُ إِذَا أَتَيْتَ
عَبْدَ اللَّهِ فَأَقْرَأْهُ السَّلَامَ وَقُلْ لَهُ إِنَّ جَعْفَرَ
ابْنَ مُحَمَّدٍ يَقُولُ لَكَ أَنْظِرْ مَا بَلَغَ بِهِ عَلَيْنَا
عَلَيْهِ السَّلَامُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَآلِهِ فَأَنْزَمَهُ فَإِنَّ عَلِيًّا عَلَيْهِ السَّلَامُ
إِذَا بَلَغَ مَا بَلَغَ بِهِ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ لِيَصِدَّقَ الْحَدِيثُ
وَأَدَّاءِ الْأَمَانَةِ.

(اصول کافی جلد دوم ص ۴۴۰ کتاب الایمان والکفر باب

الصدق واودالامانۃ مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ ۱۔

ابو کہس سے روایت ہے۔ کہ میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو عبد اللہ بن یعفور کا سلام پہنچایا۔ تو امام نے فرمایا۔ تجھ پر بھی اور اس پر بھی سلام ہو جب تو عبد اللہ بن یعفور کے پاس جائے۔ تو میرا سلام کہنا۔ اور کہنا۔ کہ امام جعفر صادق تجھے کہہ رہے ہیں۔ جو کچھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچا ہے۔ اس پر غور کر۔ اور اسے لازم پکڑ۔ بے شک حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ (احادیث وغیرہ) ماہل ہوا۔ آپ نے اُسے دُرست گوئی کے ساتھ اور امانت سمجھ کر لوگوں تک پہنچا دیا۔

اس حدیث میں حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اپنے متعلقین کو دینِ حقہ کی تبلیغ کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ ہمارے جد بزرگوار نے جو کچھ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا۔ اور جو کچھ انہیں دربار نبوی سے لہ۔ وہ دینِ حق کی تبلیغ اور سچ بولنے کی وجہ سے لاپے۔

لہذا میری نصیحت ہے۔ کہ تم بھی انہی باتوں کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ اور جدِ اعلیٰ کے دامن سے وابستہ رہو۔

اس سے معلوم ہوا۔ کہ ائمہ اہل بیت اپنے متعلقین کو سچ بولنے اور اس پر ثبات قدم رہنے کی سختی سے تاکید فرمایا کرتے تھے۔ اور ان کی یہ وصیت و تلقیہ، کہے بالکل خلافت ہے۔ کیونکہ تلقیہ نراجھوٹ ہے۔ لہذا پتہ چلا۔ کہ تلقیہ ائمہ اہل بیت کا طریقہ نہ تھا۔ بلکہ پیشیہ مذہب کا مصنوعی شاہکار ہے۔

‡

دلیل ششم

اصول کافی ۱۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ أَبِيهِ
عَلَيْهِ السَّلَامُ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ
الْأَنْصَارِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ مِنْ أَرْضِي
سُلْطَانًا لِيَسْخِطَ اللَّهُ خَرَجَ مِنْ
دِينِ اللَّهِ -

د اصول کافی جلد دوم ص ۳، ۲ کتاب

الایمان و الکفر باب من اطاع

الخلق فی معصیة الخالق مطبوعہ

تہران جدید طبع جدید

ترجمہ ۱۔

امام محمد باقر رضی اللہ عنہ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے اللہ کو ناراض کر کے کسی بادشاہ کو خوش کیا۔ وہ اللہ کے دین سے نکل گیا۔ اس حدیث پاک کو سمجھ کر پڑھنے والا کبھی بھی لقیہ کے جواز کا قائل نہیں ہو سکتا کیونکہ لقیہ کے ذریعہ اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کو چھپایا جاتا ہے۔ اور اللہ کی نافرمانی میں لوگوں سے میل جول اور موافقت کی جاتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک فرما دیا کہ عام آدمی نہیں بلکہ بادشاہ کو خوش کرنے کے لیے اللہ کے

احکامات کو چھپانے والا (تقیہ کرنے والا) دینِ خدا سے خارج ہو جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو جاتا ہے۔

وسیلہ مفتاح

فروع کافی

الصَّلَاةُ الصَّلَاةُ الصَّلَاةُ لَا تَخَافُوا
فِي اللَّهِ كَوْمَةً لَا تَشِيءُ بِكُمْ اللَّهُ
مَنْ آذَاكُمْ وَبَغَىٰ عَلَيْكُمْ قُولُوا
لِلنَّاسِ حُسْنًا كَمَا أَمَرَكُمُ اللَّهُ
عَزَّ وَجَلَّ وَلَا تَتْرَكُوا الْأَمْرَ
بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْمُنْكَرِ
فِيَوَلِيَّ اللَّهِ أَمْرَكُمْ شَرَّ أَرْكَامٍ
كُفِّرَتْ عَنْكُمْ فَلَا يُسْتَجَابُ
لَكُمْ

(فروع کافی جلد ہفتم ص ۵۲ کتاب الوصایا)

مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ

دقائم رکھو نماز، نماز، نماز۔ اللہ کے دین کے بارے میں کسی علامت گرگی
لامنت سے خوفزدہ نہ ہونا۔ جو تمہاری اذیت کے درپے ہوگا۔ اس کے مقابلہ
میں اللہ تمہارے لیے کافی ہوگا۔ لوگوں سے بھلائی اور اچھی باتیں کہو
جس طرح اللہ تعالیٰ نے تمہیں حکم دیا ہے۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

ہرگز نہ چھوڑنا۔ اگر ایسا کیا۔ تو اللہ تعالیٰ تمہاری باگ ڈور شریر لوگوں کے ہاتھوں میں دے دے گا۔ پھر تم اللہ سے دعائیں کرو گے۔ لیکن وہ قبول نہ کی جائیں گی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد عالیہ سے لقیہ کا غائب ہی خراب ہو گیا۔ کیونکہ آپ کے فرمان کے مطابق جو شخص امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل نہیں کرتا۔ تو اس پر ایک تو ظالم حکمران مسلط کر دیا جاتا ہے۔ دوسرا اس کی کوئی دعا اللہ کے ہاں شرف قبولیت نہیں پاتی۔ اس وصیت کا جب ہم یہ پہلو دیکھتے ہیں۔ کہ اس کے مخاطب وہ حضرات ہیں جنہیں اہل تشیع ائمہ معصومین مانتے ہیں۔ اور حضرات انبیاء کرام پر انہیں فوقیت دیتے ہیں۔ تو ان حضرات کو ان کے اقا نعمت اور جدمجد تو یہ نصیحت و وصیت کریں۔ اور شیعہ انہی کو لقیہ کے عادی ثابت کریں۔ اب آپ خود فیصلہ کریں۔ کہ ان حضرات کا مسلک کیا تھا؟

دلیل چہ ششم۔

اصول کافی۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ مَنْ
لَقِيَ الْمُسْلِمِينَ بِوَجْهَيْنِ وَيَسَانَيْنِ جَاءَ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَكَهْ لِسَانَانِ مِنْ نَارٍ۔

داصول کافی جلد دوم ص ۲۲۲ کتاب

الایمان والکفر باب ذی

اللسانین۔ مطبوعہ تہران

طبع جدید

نتیجہ ۱۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جو آدمی مسلمانوں کے ساتھ دو چہروں اور دو زبانوں سے ملے۔ وہ کل قیامت کو اس حال میں آئے گا۔ کہ اس کی دو زبانیں آگ کی بنی ہوئی ہوں گی۔

دو زبانیں اس طرح کہ ایک ہی بات کو متضاد طریقوں سے بتلایا جائے۔ یا کسی کو کچھ بتلایا جائے اور دوسرے کو کچھ اور جس طرح کہ آپ گزشتہ اوراق میں روایت شیعہ میں حضرت امام جعفر کے بارے میں پڑھ چکے ہیں۔ کہ تین مختلف آدمیوں کو ایک ہی فتویٰ کے تین مختلف جوابات دیئے۔ یہ روایت بھی امام جعفر سے ہی مروی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ امام موصوف اس قسم کے دوغلے اقوال سے کوسوں دور تھے۔ یہ شیعہ لوگوں کی خرمستیاں ہیں۔ کہ کبھی کوئی بات ائمہ اہل بیت کی طرف منسوب کی۔ اور کبھی کوئی بات بہر حال اس روایت سے شیعہ حضرات کو عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ اور خلوص دل سے تقیہ کی بیماری سے بچنے کی ہر ممکن سعی کریں۔ کیونکہ بقول امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ایسے شخص کی کل قیامت کو آگ کی دو زبانیں ہوں گی۔ جو کبھی کچھ اور کبھی کچھ کہے۔

وسیلہ نہم ۱۔
روضہ کافی ۱۔

سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ
يَقُولُ كَانَ فِي وَجِيهَةِ النَّبِيِّ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لِعَلِّي عَلَيْهِ
السَّلَامُ أَنْ قَالَ يَا عَلِيُّ أَوْصِيكَ فِي
نَفْسِكَ بِمِخْصَلٍ فَأَحْفِظْهَا عَنِّي شَرًّا

قَالَ اللَّهُمَّ أَعِنَهُ أَمَّا لِأَوْلَىٰ فَالصِّدْقُ
وَلَا تَخْرُجَنَّ مِنْ فَيْلِكَ كَذِبَةً أَبَدًا وَ
الثَّانِيَةَ الْوَرُوعَ وَلَا تَجْتَرِي عَلَيَّ خِيَانَةً
أَبَدًا۔

۱۔ روضہ کافی جلد ہشتم ص ۷۹ وصیتہ انبی صلی اللہ
علیہ وسلم لامیر المؤمنین علیہ السلام مطبوعہ تہران
طبع جدید۔

۲۔ روضہ کافی طبع قدیم ص ۲۹ مطبوعہ نوکشور

ترجمہ :-

معاویہ بن عمار نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا کہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی۔ اس میں یہ بھی
تھا کہ اے علی! میں تجھے تیرے بارے میں چند خصلتوں کی وصیت کرتا
ہوں۔ انہیں میری طرف سے خوب یاد رکھنا پھر فرمایا۔ اے اللہ! علی کی
امانت فرماتا۔ بہر حال پہلی بات یہ ہے۔ کہ سچائی نہ چھوڑنا۔ اور تیرے منہ
سے جھوٹ کبھی بھی نہ نکلے۔ اور دوسری بات یہ ہے۔ کہ پرہیزگاری اختیار
کرنا۔ اور خیانت کی کبھی جرأت نہ کرنا۔

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دونوں وصیتیں تقیہ کے بالکل خلاف ہیں۔ کیونکہ
تقیہ میں اللہ تعالیٰ کے احکامات میں خیانت بھی ہوتی ہے۔ اور دروغ گوئی بھی اس کا اہم
جزو ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ وصیت بلا استثناء
فرمائی ہے۔ تو اس وصیت کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تمام افعال و اقوال
میں تقیہ کا احتمال ہمک پیدا نہیں ہو سکتا۔ لہذا یہ کہنا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تینوں

عقائد کے پیچھے جو تمانزوں ادا کیں۔ وہ تقیہ کر کے پڑھی تھیں۔ اور اپنی سخت جگر کا عقد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے جو کیا تھا۔ وہ بھی از روئے تقیہ تھا۔ یہی نہیں بلکہ شیعہ حضرات کی اگر یہ بات مان لی جائے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تمام افعال و اقوال تقیہ پر محمول تھے۔ پھر تو دین کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اس لیے ان (شیعہ) لوگوں کو اس روایت سے نصیحت حاصل کرنی چاہیے اور حضرت شہید خدایہ رضی اللہ عنہ و دیگر ائمہ اہل بیت رضوان اللہ علیہم پر غلط الزامات اور بہتانات لگانے سے استغفار کرنی چاہیے۔

دلیل دہم۔

فروع کافی۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّهُ قَالَ
لَا تَصْحَبُوا أَهْلَ الْبِدْعِ وَلَا تُجَالِسُوهُمْ
فَتُصِيرُوا عِنْدَ النَّاسِ كَوَاحِدٍ مِنْهُمْ قَالَ
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَلَى
دِينِ خَلِيلِهِ وَقَرِينِهِ -

راصول کافی جلد دوم ص ۳۷۵۔ کتاب

الایمان والحکف باب مجالستہ

اہل المعاصی۔ ملبوعہ تہہ سرن

لمبع جدید

ترجمہ۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ بدعتیوں کی صحبت اختیار نہ کرو۔ اور نہ ہی ان سے ہم نشینی کرو۔ (اگر تم نے ایسا کیا) تو لوگوں کے نزدیک تم جی

اُن میں سے ہو جاؤ گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آدمی اپنے دوست اور ہم مجلس کا ہم مذہب ہوتا ہے۔

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی ذات پر تقیہ کا احرام لگانے والوں کے لیے مقام غور ہے۔ آپ تربعتی کی صحبت اور ہم نشینی سے منع فرما رہے ہیں۔ کیونکہ ان کی صحبت اور ہم نشینی زہر قاتل ہے۔ اور عقبی کی بربادی کا سامان ہے۔ تو کسی بے دین سے مشورہ کرنا، اس کے پیچھے نمازیں ادا کرنا اور انہیں اپنی بیٹیاں نکاح میں دینا امام موصوف اسے مگب جائز قرار دے سکتے ہیں۔ اور کسی بے دین کی بیعت کر کے اس کی ماتحتی میں زندگی بسر کرنا کب گوارا ہو سکتا ہے؟ جب یہ امور منع ہیں۔ تو ان پر عمل کرنا باعث ثواب اور ذریعہ نجات کیسے ہو گا۔ لہذا معلوم ہوا کہ ائمہ اہل بیت کا خلفائے ثلاثہ کی بیعت کرنا اور ان کی اقتدار میں نمازیں ادا کرنا ان کے حق ہونے کی دلیل ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ خلفائے ثلاثہ کو اپنی قیمتی آرا سے نوازتے رہے۔ یہ بھی اس لیے کہ ان کے نزدیک اُن کی خلافت دو خلافتِ حقہ تھی۔

دلیل یازدہم؛
تہذیب المتین ۱۔

ارشاد میں منقول ہے۔ کہ ایک روز حجاج بن یوسف ثقفی نے کہا۔ کہ میں دوست رکھتا ہوں کہ کسی کو اصحاب ابو تراب سے قربت الی اللہ قتل کروں۔ حاضرین نے قنبر مولائے امیر المؤمنین کی طرف اشارہ کیا کہ اس سے زیادہ طول صحبت علی کے ساتھ کسی کو نہیں۔ اس طعن نے کسی کو بھیج کر قنبر کو طلب کیا جب حاضر ہوا۔ تو کہا تو ہی قنبر مولائے علی ابن ابی طالب ہے۔ کہا خدا میرا مولا ہے۔ اور امیر المؤمنین میرے ولی نعمت ہیں۔ کہا اس کے دین سے

تبرہ کر کہا ایسا کروں تو مجھ کو کوئی دین بتا دے گا۔ جو اس سے افضل ہو۔ حجاج نے کہا میں تجھ کو قتل کرنا چاہتا ہوں۔ جس طریق سے قتل ہونا پسند کرے۔ بیان کر۔ قنبر نے کہا جس طرح چاہے قتل کر۔ جس طریق سے تو مجھ کو قتل کرے گا بروز قیامت میں بھی تجھے اسی طریق سے قتل کروں گا۔ اور امیر المؤمنین نے خبر دی ہے۔ کہ میں تیرے دستِ ستم سے ذبح ہوں گا۔ پس حکم اس ملعون کے ذبح کیا گیا..... حجاج نے کہا۔ اگر حکم کروں کہ تیری گردن ماریں تو تیرا کیا حال ہوگا۔ قنبر نے کہا۔ تب میں سعادت مندوں میں شامل ہوں گا۔ اور تو گروہِ اشقیاء میں داخل ہوگا۔ پس امر کیا کہ اس سعید کو شہید کر دیں۔ فَرَحْمَةَ اَللّٰهِ عَلَیْہِ۔

تہذیب المتین فی تاریخ امیر المؤمنین

جلد دوم ص ۲۸۹ مطبوعہ دہلی

اس روایت سے واضح ہوا کہ جو شخص تقیہ نہ کرے۔ اور حق پر استقامت کی وجہ سے اگر اسے مار دیا جائے۔ تو اس کی یہ موت شہادت کی موت ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے غلام دی۔ لیکن تقیہ نہ کیا۔ تو ایسے غلام کے آقا، اللہ کے شیر اور خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی استقامت کا کیا مقام ہوگا۔ پھر ان کے بارے میں یہ کہنا کہ انہوں نے لوگوں سے ڈرتے ہوئے حق کو چھپائے رکھا۔ اور ساری زندگی تقیہ کی زندگی بسر کی۔ کب درست ہو سکتا ہے؟

دلیل دوازدهم۔

تہذیب المتین ۱۔

مؤلف کہتا ہے۔ یہ بھی ویسے ہی حکایت ہے۔ جیسے کہ مغیرہ بن شعبہ

نے ابتدائے خلافت میں آنحضرت کو صلاح دی تھی۔ کہ ابی معاویہ کو امارت
شام پر بحال رکھیں۔ بعد چندے جبکہ اساس خلافت محکم ہو جائے معزول
فرمائیں۔ اور حضرت نے فرمایا تھا۔ کہ ماسکنت متخذ المسلمین
عضدًا۔ میں گمراہ ہوں کہ کبھی مدوگار نہ بناؤں گا۔ ایسے ہی یہ امور میں
جن پر بعض کوتاہ بینوں نے جن کی نظر دینا اور فوائد دینا پر محصور تھی۔ گرفت
کی ہے۔ کہ یہ امور آئین ملک واری و سیاست کے خلاف ہیں حضرت
امیر المومنین نے جو جواب اس مقام پر دیا۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ حضرت
احکام شرع میں تھوڑا سا ملامت روانہ رکھتے اور حدود شرعیہ سے ذرا بھی تجاوز
نہ فرماتے۔ خواہ کوئی ناراض ہو جائے یا باغی ہو جائے الحق نیابت رسول
اس کو کہتے ہیں۔ اور امارت حقہ حقیقیہ اس کا نام ہے۔ وہ حضرت امام
مسلمین امین الدین تھے۔ کس طرح قیود دین کے پابند ہوتے
اور کتاب و سنت کی کیونکر پیروی نہ فرماتے۔ خلافت پیغمبر کوئی سلطنت
کسریٰ و قیصر نہ تھی۔ کہ جس طریق میں کاروائی ہوتی نظر آئی اختیار کیا۔ جہاں
نقصان کا نشانہ پیر میں چھبنا چھوڑ دیا۔ جیسا کہ اور لوگوں کا شیوہ تھا۔

دہنزیب المتین فی تاریخ امیر المومنین

جلد دوم ص ۲۹۱ مطبوعی یوسفی دہلی مولف

مولوی سید منظر حسین صاحب

اس روایت سے بھی یہی معلوم ہوا۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حق کے مقابلہ میں کسی
کی کوئی رعایت اور کسی کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ اور نہ ہی گمراہوں سے کبھی مدد کے طلبگار
ہوئے۔ چاہے نقصان بے تحاشا ہو جائے۔ یہی اعلان حق ہے۔ اور یہی طریقہ تقیہ
کا بھر پور رد کرتا ہے۔ اس لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات پر جو لوگ تقیہ کرنے

کا الزام لگاتے ہیں۔ وہ جھوٹے اور مطلب پرست لوگ ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کا روحانی طور پر کوئی تعلق نہیں۔

دلیل سبزوئیہ۔

تفسیر منہج الصادقین:

سنیان ثوری فرمود کہ ہر قلمے برائے ظلمہ تیرا شد یا سیاہی در روایت ایشاں کندویا کاغذ سے بدست ایشاں دہتا در او چیزے کہ موجب ظلم باشد بنویسند با ایشاں شریک باشد حاصل کہ حق تعالیٰ از قدر رحمت خود بر بندگان می فرماید کہ میل اندک بنظم مکنید چه جائے بسیار (فتمسک النار) پس برسد بشما آتش دوزخ۔

تفسیر منہج الصادقین جلد چہارم ص ۲۷۵

مطبوعہ تہران پارہ (۱۲)

ترجمہ:

حضرت سنیان ثوری فرماتے ہیں۔ جو قلم ظلم کی نیت سے تراشا گیا۔ یا کسی نے ظالموں کی دواست میں سیاہی ڈالی۔ یا کوئی کاغذ ان کے ہاتھ میں پکڑایا۔ تاکہ وہ ظالم اس میں کوئی ظلم کا باعث تحریر کریں۔ تو ان کی ان صورتوں میں مدد کرنے والا ان کے ظلم میں برابر کا شریک ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اپنی بخش بہار رحمت کی وجہ سے فرماتا ہے۔ ظلم کی طرف معمولی رحمان بھی نہ رکھو۔

چہ جائیکہ ظلم عظیم کی طرف رحمان ہو۔ اگر ایسا ہوا۔ تو تم دوزخ کی آگ میں پہنچو گے۔

اس سے معلوم ہوا۔ کہ ظالم کی اتنی مدد کرنا جو بظاہر معمولی ہے۔ یعنی اس کو قلم پکڑائیں

یا اس کی دوات میں سیاہی ڈالیں۔ یہ بھی جہنم میں جانے کا سبب بن جائے گی۔ تو اس کا خیال رکھتے ہوئے ذرا اس بات کا اندازہ لگائیں۔ کہ اگر خلقائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم بقول شیعہ غاصب اور ظالم تھے۔ تو ساری زندگی ان کا معاون بنے رہنا اور ان کا مشیر ہونا کتنا بڑا جرم ہو گا۔ جو ناقابل معافی ہو گا۔ اور اس معاون و مشیر کے جہنمی ہونے میں کیا کسر باقی رہ گئی ہو گئی؟ ماشا وکلا! نہ خلقائے ثلاثہ ظالم و غاصب تھے۔ اور نہ ہی ان کے معاون و مشیر جہنم کی ہو سکتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان حضرات کی جو معاونت فرمائی۔ وہ اس بات کی واضح دلیل ہے۔ کہ یہ حضرات حق پر تھے۔ اور حضرت علی نے حق پر انہیں سمجھتے ہوئے ان کا تعاون فرمایا۔ اور خلیفہ ثنائی جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اپنی نعت جگر حضرت ام کلثوم کا نکاح میں دینا بھی اسی حمایت کا ائینہ دار تھا۔ لہذا معلوم ہوا کہ باطل کے سامنے تقیہ کرتے ہوئے جھکنا نہ چاہیے۔ اور کلمہ حق کہنا اور اس پر عمل کرنے میں جو مصائب و آلام پیش آئیں۔ ان کو ہنسی خوشی برداشت کرنا چاہیے۔

دلیل چہارم؛

تفسیر منہج الصادقین؛

از پیغمبر روی است کہ اذا اظہرت الید فی امتی فلیظہر العالم
علماً ومن لم یفعل فعیبہ لعنہ اللہ۔

تفسیر منہج الصادقین جلد چہارم ص ۲۹۸

مطبوعہ تہران

ترجمہ:-

پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ جب میری امت میں بے دینی کا عام ظہور ہو جائے۔ تو ایسے میں ہر عالم دین کو اپنا علم ظاہر کرنا چاہیے۔ اور

جو ایسا نہ کرے۔ اس پر اللہ کی لعنت۔

معلوم ہوا۔ جب بدعت کا عام چرچا ہو۔ تو ہر عالم دین پر علم کا اظہار لازم ہو جاتا ہے۔ ورنہ اس پر خدا کی لعنت ہوگی جس کا واضح مطلب یہ ہے۔ کہ ایسے وقت میں تقیہ سے کام لینا حرام ہے۔ ورنہ جہنم کی آگ میں جانا پڑے گا۔ اسی حدیث کے مضمون کے تحت ہم شیعوہ حضرات سے یہ دریافت کر سکتے ہیں۔ کہ ان کے بقول جب خلفائے ثلاثہ کا زمانہ خلافت بدعات کی ایجاد کا زمانہ تھا۔ اور ہر قسم کی بدعات کا عام چرچا تھا۔ تو اس دور کے سب سے بڑے عالم دین، باب مدینۃ العلم حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے یہی وہ شخصیت ہیں۔ جن کے بارے میں منجبر صادق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ الْحَقُّ مَعَ عَلِيٍّ وَعَلِيٌّ مَعَ الْحَقِّ (ہمیشہ حق علی کے ساتھ اور علی ہمیشہ حق کے حمایتی رہے)۔ اس دور میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کیا۔ اور جس طرح علیؑ زندگی بسر فرمائی۔ وہ اس بات کی بین دلیل ہے۔ کہ خلفائے ثلاثہ کی خلافت کو آپ برقی سمجھتے تھے۔

اگر یہ نہ مانتا جائے۔ تو پھر آپ کے اقوال و اعمال از اول تا آخر تقیہ کی شکل میں متشکل نظر آئیں گے۔ اور آپ اعلیٰ درجہ کے تقیہ باز ہوں گے۔ اگر یہ درست ہو۔ تو عاذا اللہ اس فرقہ شیعہ کے مطابق حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جہنمی ہوئے۔

اس کے برخلاف اہل سنت و جماعت کا عقیدہ کتنا مستحکم اور مہذب ہے۔ کہ ہم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات پر لعنت کرنے والے کو بھی ملعون کہتے ہیں۔

اور آپ نے جو حق دیکھا۔ حق سمجھا۔ اسی کی تائید و نصرت فرمائی۔ اور باطل کی سرکوبی میں کوشاں رہے۔ ہا تو اب رہا نہ کھراں کنتہ مدقین

فصل ششم

بخشش اور دعاء کے وقت تبترا اور لعنت

فرضی نماز کے بعد لعنت۔

فروع کافی،

عَنِ الْحَسَنِ بْنِ ثَوْبِرٍ وَأَبِي سَلَمَةَ السَّرَاجِ
 قَالَ سَمِعْنَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَهُوَ
 يَلْعَنُ فِي دُبُرِ كُلِّ مَكْتُوبَةٍ أَرْبَعَةً مِنَ
 الرِّجَالِ وَأَرْبَعًا مِنَ النِّسَاءِ فُلَانٌ وَفُلَانَةٌ
 وَفُلَانٌ وَمَعَاوِيَةُ وَيَسْمِيَهُمْ وَفُلَانَةٌ وَفُلَانَةٌ
 وَهِنْدٌ وَأُمَّ الْحَكَمِ أُخْتُ مَعَاوِيَةَ.

(۱۔ فروع کافی جلد سوم ص ۳۲۲ کتاب الصلوٰۃ
باب التقیب بعد الصلوٰۃ والدعاء مطبوعہ
ہیران طبع جدید)

(۲۔ فروع کافی جلد اول کتاب الصلوٰۃ
ص ۳۰۳ مطبوعہ نو کشور طبع قدیم)

ترجمہ:-

(بکثرت اسناد) امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ہر فریضی نماز کے بعد چار
عورتوں پر لعنت کیا کرتے تھے۔ مرد چار یہ تھے۔ خلفائے ثلاثہ اور حضرت
معاویہ رضی اللہ عنہم (عورتیں پر لعنت کیا کرتے تھے۔ مرد چار یہ تھے۔
خلفائے ثلاثہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم) عورتیں چار یہ تھیں۔
حضرت عائشہ و حضرت حفصہ و ہند و ام المہکم ہمشیرہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہن
ان کے نام لے کر لعنت کرتے تھے۔

تہذیب الاحکام:-

عَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ شُوَيْبٍ وَ أَبِي سَلَمَةَ
الشَّرَاحِ قَالَ سَمِعْنَا أَبَا عَبْدِ اللَّهِ
وَهُوَ يَلْعَنُ فِي دُبُرِ كُلِّ مَكْتُوبَةٍ
أَرْبَعَةً مِنَ الرِّجَالِ وَأَرْبَعًا مِنَ النِّسَاءِ
الْقَسِيمِ الْعَدَوِيِّ وَ فُلَانٍ وَ مُعَاوِيَةَ
وَ يُسَيِّبُهُمْ وَ فُلَانَةَ وَ فُلَانَةَ وَ
هِنْدُ وَ أُمَّ الْحَكَمِ أُنْحَتْ

معاویہ۔

(تہذیب الاحکام جلد اول باب کیفیت الصلوٰۃ
وصفتہا ص ۲۲۷ مطبوعہ نو لکھنؤ طبع قدیم)

ترجمہ:-

(بحدوث الاستاذ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ہر فرض کے
بعد چار مردوں اور چار عورتوں کے علیحدہ علیحدہ نام لے کر ان پر لعنت کیا
کرتے تھے۔ چار مرد یہ تھے۔ دثیمی (ابو بکر صدیق) العدوی (عمر فاروق)
اور عثمان غنی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہم۔ چار عورتیں یہ تھیں۔ حضرت
عائشہ، حفصہ، ہند اور حضرت معادیہ کی ہمیشہ ام المکرم۔ (رضی اللہ عنہن)

تنبیہ:-

مذکورہ بالا دونوں احادیث میں مردوں میں سے صرف امیر معاویہ اور عورتوں
میں سے ام حکم ہمیشہ امیر معاویہ کا ذکر مراحت سے ملتا ہے۔ ان کے علاوہ تین مرد
اور تین عورتوں کا نام مراحتہ نہیں۔ بلکہ اجمالی طور پر مذکور ہے۔ لیکن ان کی کتب میں بعض
جگہ ان مردوں اور عورتوں کی مراحت موجود ہے۔ اس لیے ہم نے ترجمہ میں غلال و فلال
کی بجائے وہی نام لکھے ہیں۔ جو ان کی مراحت تھے۔

قارئین کرام! اس مذہب کی بے ہودگی اور ناپاکی کا اندازہ کیجئے۔ جس میں ہر فرض
نماز ادا کرنے کے بعد نہ اللہ تعالیٰ سے گناہوں کی معافی کی درخواست، نہ مومنین کے بھلے
کا سوال اور نہ ہی قبولیت نماز کے لیے دعائیں مانگی جاتی ہے۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
سسرال، داماد اور آپ کی ازواج مطہرات پر لعنت کہی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس
بڑے اور ناپاک مذہب سے ہر مومن کو بچائے۔

نوٹ: ہو سکتا ہے۔ کہ آپ حضرات کے خیال میں ایک بات اُسے۔ یا شیعہ خود کہیں کہ کبھی کسی نے نماز کے بعد ان کی زبان سے یہ الفاظ سننے؟ اگر نہیں۔ تو مذہب شیعہ پر یہ پتہ ہے۔ تو اس کا جواب بڑا آسان ہے۔ ایک یہ کہ جو روایت ذکر کی گئی ہے۔ وہ ہماری (اہل سنت) نہیں۔ اور نہ ہی ہم اس کے راوی میں۔ کتاب بھی تمہاری، مصنف بھی تمہارا اور راوی بھی تمہارا۔ ہم تو صرف ناقل ہیں۔ اس لیے اگر گھر کا بھیدی کوئی بات بتاتا ہے۔ اور اُسے گھر والے مزے لے کر پڑھتے پڑھاتے ہیں۔ تو پھر اُس کی صحت میں کیا شبہ ہو سکتا ہے؟

دوسرا جواب یہ ہے۔ کہ شیعہ لوگ یہ سب کچھ بطور تقیہ کرتے ہیں۔ اگر اعلانہ کریں۔ تو تقیہ کی مخالفت لازم آتی ہے۔ جو کہ مذہبِ امامیہ میں قطعاً جائز نہیں۔ حدیثِ پاک میں آتا ہے۔ کہ نماز مفروضہ کے بعد جو بھی دعا مانگی جاتی ہے۔ یہ اس کے قبولیت کے اوقات میں سے ایک وقت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس دعا کو قبول فرماتا ہے۔ کتنی دشمنی ہے ان لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول اور مومنین سے مومن اس وقت اللہ سے دعا کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قبولیت کی خوشخبری دیں۔ لیکن ان کی قسمت میں کہاں دعا مانگنا؟ کہاں اس کی قبولیت میسر آنا اور کہاں مومنین کی مطابقت چاہنا؟ جیسے یہ خود ویسے ہی کاموں سے انہیں پیار و محبت۔ دعا و استغفار کے وقت ان کی زبانوں اور دلوں میں تبرا بازی اور مسلمانوں پر لعنت کے الفاظ۔۔۔ اللہ ان سے اور ان کے شر سے محفوظ رکھے۔

سنی میت کی نماز جنازہ میں دعا کی جگہ اس

کے لیے لعنت

فروع کافی ۱۔

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّ رَجُلًا
 مِنَ الْمُتَنَافِقِينَ مَاتَ فَخَرَجَ الْحُسَيْنُ
 ابْنُ عَلِيٍّ صَلَّى صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِمَا يَمْشِي
 مَعَهُ فَلَقِيَهُ مَوْلَى لَهُ فَقَالَ لَهُ
 الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ آيْتَ تَذْهَبُ
 يَا فُلَانُ قَالَ فُلَانٌ فَقَالَ لَهُ مَوْلَاهُ
 أُفِرُّ مِنْ جَنَازَةِ هَذَا الْمُتَنَافِقِ أَنْ
 أَصَلِّيَ عَلَيْهَا فَقَالَ لَهُ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ
 السَّلَامُ انْظُرْ أَنْ تَقُومَ عَلَى يَمِينِي
 فَمَا تَسْمَعُنِي أَسْئُولُ فَقُلْ مِثْلَهُ فَلَمَّا
 أَنْ كَبَرَ عَلَيْهِ وَوَلِيَهُ قَالَ الْحُسَيْنُ
 عَلَيْهِ السَّلَامُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُمَّ
 الْعَن فُلَانًا عَبْدَكَ أَلْفَ لَعْنَةٍ
 مُؤْتَلِفَةٍ غَيْرِ مُخْتَلِفَةٍ اللَّهُمَّ أَخْرِ
 عَبْدَكَ فِي عِبَادِكَ وَبِلَادِكَ وَأَصِلْهُ
 حَرَّ نَارِكَ وَأَذِقْهُ أَشَدَّ عَذَابِكَ فَإِنَّهُ

كَانَ يَتَوَلَّى اَعْدَاءَكَ وَيُعَادِي اَوْلِيَاءَكَ
وَيَبْغِضُ اَهْلَ بَيْتِ نَبِيِّكَ عَلَيْهِ السَّلَامُ -

(۱- فروع کافی ج کتاب الجنائز باب

الصلوة علی الناصب جلد ۱ ص ۱۸۹

مطبوعہ تہران طبع جدید حدیث ۲)

(۲- من لا یحضرہ الفقیہ باب الصلوة

علی المیت جلد ۱ ص ۱۰۵ حدیث ۲۷

مطبوعہ تہران)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک منافق مر گیا۔ تو امام حسین رضی اللہ عنہ
اس کی میت کے ساتھ نماز پڑھے۔ راستہ میں آپ کا غلام آپ کو بلا حضرت
امام حسین نے اس سے پوچھا۔ کہ مر جا رہے ہو۔ اس غلام نے کہا۔ میں اس
منافق (سنی) کے جنازے میں شرکت کرنے سے بھاگ رہا ہوں۔ امام نے فرمایا
بھاگو اور بلا اس کی نماز جنازہ میں میری دائیں طرف کھڑے ہو جانا۔ اور جو کچھ
میں پڑھوں۔ تم بھی نماز جنازہ میں وہی پڑھنا۔ پھر جب اس میت کے ولی
نے تکبیر تحریر یہ کہی۔ تو امام حسین نے بھی اللہ اکبر کہا۔ بعد میں امام نے یہ کہا۔
وہ اسے اللہ! اس میت پر لگاتار ہزار لعنتیں بھیجے۔ اسے اللہ! اس کو تو اپنے
بندوں اور شہروں میں ذلیل و رسوا کر۔ اس کو دوزخ کی آگ میں ڈال۔ اس کو
اپنا عذاب چکھا۔ کیونکہ یہ تیرے دشمنوں سے یا لانا رکھتا تھا۔ اور تیرے
دوستوں سے اسے عداوت تھی۔ اور تیرے نبی کے اہل بیت سے
بغض رکھتا تھا!

فروع کافی :-

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ مَاتَ
 رَجُلٌ مِنْ الْمُتَنَافِقِينَ فَخَرَجَ الْحُسَيْنُ
 عَلَيْهِ السَّلَامُ يَمْشِي فَلَقِيَ مَوْلى لَهُ فَقَالَ
 لَهُ إِلَى أَيِّنَ تَذْهَبُ فَقَالَ أَفِرُّ مِنْ جَنَازَةٍ
 لِهَذَا الْمُتَنَافِقِ أَنْ أُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَقَالَ لَهُ
 الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ثُمَّ إِلَى جَنَّتِي فَمَا
 سَمِعْتَنِي أَقُولُ فَقُلْ مِثْلَهُ قَالَ فَرَفَعَ
 يَدَيْهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ أَخْرِ عَبْدَكَ فِي
 عِبَادِكَ وَبِلَادِكَ اللَّهُمَّ أَصِلْهُ حَرَّ نَارِكَ
 اللَّهُمَّ أَذِقْهُ أَشَدَّ عَذَابِكَ فَإِنَّهُ كَانَ
 يَتَوَلَّى أَعْدَاءَكَ وَيُعَادِي أَوْلِيَاءَكَ وَيَبْغِضُ
 أَهْلَ بَيْتِ نَبِيِّكَ وَآلِهِ وَسَلَّمَ -

(فروع کافی کتاب الجنائز باب الصلوة)

علی الناصب جلد ۴ ص ۱۸۹ مطبوعہ تہران

طبع جدید حدیث ۲۱

اس حدیث کا ترجمہ وہی ہے۔ جو اس سے پہلی کا ترجمہ تھا۔ اس لیے دوبارہ لکھنا

ضروری نہ سمجھا۔

فروع کافی :-

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ إِذَا صَلَّيْتُ عَلَيْكَ
 عَدُوَّ اللَّهِ فَقُلْ أَنْتُمْ مَرَاتَنَ فَلَا نَأْتِيكُمْ مِنْهُ إِلَّا

أَنْتَ عَدُوٌّ لَكَ وَلِرَسُولِكَ اللَّهُمَّ فَأَحْسِ قَبْرَهُ
 نَارًا أَوْ أَحْسِ جَوْفَهُ نَارًا وَأَعَجِلْ بِهِ إِلَى النَّارِ فَإِنَّهُ
 كَانَ يَتَوَلَّى أَعْدَاءَكَ وَيُعَادِي أَوْلِيَاءَكَ وَيَبْغِضُ أَهْلَ
 بَيْتِ نَبِيِّكَ اللَّهُمَّ ضَيِّقْ عَلَيْهِ قَبْرَهُ فَإِذَا رُفِعَ فَقُلْ
 اللَّهُمَّ لَا تَرْفَعُهُ وَلَا تُزَكِّهِ -

۱۔ فروع کافی کتاب الجنائز باب

الصلوة على الناصب ص ۱۸۹ جلد ۳

مطبوعہ تہران طبع جدید

۲۔ من لا یحضرہ الفقیہ باب

الصلوة على الميت جلد ۱ ص ۱۰۵

حدیث ۳۸ مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب تو کسی اشد کے دشمن
 کا جنازہ پڑھے۔ تو یہ کہہ۔ اے اشد! اس فلاں نامی میت کے باسے
 میں مجھے مرگ آنا ہی علم ہے۔ کہ وہ تیرا اور تیرے رسول کا دشمن تھا
 اے اشد! اس کی قبر کو آگ سے بھروسے۔ اس کے پیٹ کو آگ سے
 بھروسے۔ اور جلدی سے اسے آگ میں ڈال دے۔ کیونکہ تیرے
 دشمنوں سے دوستی کرتا تھا۔ اور تیرے دوستوں سے عداوت رکھتا
 تھا۔ اور تیرے نبی کی اہل بیت سے بغض رکھتا تھا۔ اے اشد!
 اس کی قبر کو اس پر تنگ کر دے۔ پھر جب اس کا جنازہ دفن کرنے
 کے لیے اٹھایا جائے۔ تو یوں کہو۔ اے اشد! اس کے گناہوں کو

اس سے نہ اٹھاتا۔ اور نہ ہی اسے گناہوں سے پاک کرنا۔

فروع کافی :-

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ أَحَدِهِمَا عَلَيْهِمَا
السَّلَامُ قَالَ إِنْ كَانَ جَاهِدًا يُلْحِقُ قَتْلُ
اللَّهِمَّ أَمْلًا جَوْفَهُ نَاسًا وَ
قَبْرَهُ نَارًا وَ سَطَّ عَلَيْهِ الْحَيَاتِ
وَ الْعَقَارِبُ -

دفعہ کافی کتاب الجنائز باب

المسلوة علی الناصب جلد سوم

ص ۱۸۹ تا ۱۹۰ مطبوعہ تہران طبع جدید

صدر ش ۵

ترجمہ :-

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرمایا۔ اگر کوئی حق کا
منکر ہو۔ (یعنی حضرت علی کی خلافتِ بلا فصل کو نہ مانے) تو ایسے شخص
کے مرنے کے بعد اس کی نماز جنازہ میں ایوں کہو۔ اے اللہ!
اس کے پیٹ میں اور اس کی قبر میں آگ بھر دے۔ اور اس پر سانپ
بچھو مسلط کر دے۔

تنبیہ:

نماز جنازہ ان مسلمانوں کا ایک اخلاقی اور اسلامی حق ہے۔ جو ہمیں چھوڑ کر دوسری
دنیا میں منتقل ہو جاتے ہیں۔ اور اس حق کی ادائیگی ان کے حق میں دعائے مغفرت

کی صورت میں ہوتی ہے۔ جسے فقہی اصطلاح میں فرض کفایہ کہا جاتا ہے۔ لیکن شیعوہ لوگوں کی بدیہی دیکھیے۔ کہ اس حق کی ادائیگی مغفرت کی بجائے مرنے والے کے لیے لعنت بھیج کر کرتے ہیں۔ اور اللہ سے اُسے جہنم میں ڈالنے کی بھرپور درخواست کرتے ہیں پھر اس بدیہی پر رونا اس لیے آتا ہے۔ کہ انہوں نے اس طرز کو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ اور اس پر مستزاد یہ کہ اس عقیدہ کی اتہا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر کی ہے۔ وہ امام مظلوم جنہوں نے اپنا کنبہ میدان کربلا میں شہید کروایا۔ لیکن باطل کے سامنے جھکنے کو راز نہ کیا۔ ایسی عظیم شخصیت کے متعلق یہ کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے۔ کہ وہ تقیہ کر کے ڈرتے ڈرتے کسی سنی کے جنازے میں شامل ہوں۔ اور پھر اس کی مغفرت کی دعا کی جائے اس پر لعنت بھیجیں۔ اور دوزخی ہونے کی درخواست کریں۔ خدا کی قسم! یہ فعل ائمہ اہل بیت کا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ بلکہ شیعوہ لوگوں نے اپنی طرف سے ایسے فرضی واقعات بنائے۔ اور ان کی نسبت ان عظیم شخصیات کی طرف کر دی

لہذا اے سنیو! اگر دنیا سے رخصتی کے وقت اللہ کے ہاں سرخروئی

چاہتے ہو۔

تو کسی شیعوہ سے بناوٹی دوستی بھی نہ رکھو۔ ورنہ اس بناوٹی تعلق کی بنا پر وہ تمہارے جنازہ پر آکر دعائے مغفرت کی جگہ لعنت کا ورد کریں گے۔ اور اللہ تعالیٰ سے تمہارے حق میں بددعا کریں گے۔ کیونکہ انہوں نے اپنے ائمہ کی ہدایات پر ضرور عمل کرنا ہے۔ اور تمہیں دوزخی بنا کر چھوڑنا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مزار پر حاضری کے وقت

شیعوں کی پسندیدہ دعا

تہذیب الاحکام؛

لَعَنَ اللهُ مَنْ خَالَفَكَ وَ لَعَنَ اللهُ مَنْ افْتَرَى
عَلَيْكَ وَ ظَلَمَكَ وَ غَضَبَكَ وَ مَنْ بَلَغَكَ ذَلِكَ
فَرَضِي بِهِ. اَنَا اِلَى اللهِ مِنْهُمْ بَرِيءٌ وَ لَعَنَ
اللهُ اُمَّةً خَالَفَتْكَ وَ اُمَّةً جَحِدَتْ
وِ لَآيَتِكَ وَ اُمَّةً تَطَاهَرَتْ عَلَيْكَ وَ
اُمَّةً قَاتَلَتْكَ وَ اُمَّةً خَزَلَتْكَ وَ خَذَلَتْ
عَنْكَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي جَعَلَ النَّارَ
مَشْرَافًا وَ يَسُّ اَلْوَرْدُ اَلْمَوْدُودِ.

۱۔ تہذیب الاحکام باب فی زیارت

علی علیہ السلام جلد ۱ ص ۲۶۴ مطبوعہ تہران

طبع جدید

۲۔ تہذیب الاحکام جلد ثانی ص ۹

کتاب المزاوی۔ مطبوعہ تہران

طبع قدیم

ترجمہ:-

جس نے آپ کی مخالفت کی، جس نے آپ پر جھوٹ باندھا، جس نے آپ پر ظلم کیا، جس نے آپ سے خلافت چھینی سب پر اللہ کی لعنت ہو۔ اور جس شخص کو ان باتوں کا علم ہوا۔ اور وہ ان پر خوش ہوا۔ اس پر بھی لعنت۔ میں ان تمام سے بیزار ہوں۔ اس گروہ پر جس نے آپ کی مخالفت کی، جس نے آپ کی ولایت کا انکار کیا، جس نے آپ پر چڑھائی کی، جس نے آپ کو شہید کیا، جس نے آپ کے لڑائی کی، جس نے آپ کی رسوائی چاہی۔ جس نے آپ کی نصرت چھوڑ دی ان سب پر بھی اللہ کی لعنت۔ سب خوبیاں اس اللہ کے لیے جس نے دوزخ کو ان کا ٹھکانہ بنایا۔ اور وہ کیسا برا ٹھکانہ ہے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کے مزار پر شیعوں کی دعا

تحفۃ العوام:

حضرت امام حسین علیہ السلام کی قبر پر دو رکعت نماز پڑھے۔ اور یہ دعا کہے
 اللَّهُمَّ خُصِّ أَنْتَ أَوْلَ ظَالِمٍ بِاللَّعْنِ
 مِثِّيَّ وَابْدَأْ بِهِ أَوْلَاءَ شُتْمِ الثَّانِي شُتْمِ
 الثَّالِثِ شُتْمِ الرَّابِعِ اللَّهُمَّ الْعَنْ يَزِيدَ
 ابْنَ مَعَاوِيَةَ خَامِسًا وَالْعَنْ عُبَيْدَ اللَّهِ بْنَ
 زَيْدٍ وَابْنَ مَرْجَانَةَ وَعُسْرَ بْنَ
 سَعْدٍ وَشِمْرًا وَالْأَيْ سُنِّيَّانَ
 وَالزُّيَادِ وَالْمَرْوَانَ إِلَى يَوْمِ

الْقِيَمَةُ -

تحفة العوام باب بیسواں ماہ محرم کے

اعمال میں ص ۸۷ مطبوعہ نوکشتورجہ قدیم

ترجمہ:-

اے اللہ! خاص کر سب پہلے ظالم پر میری طرف سے لعنت بھیج۔ اس پر پہلے لعنت شروع ہو۔ پھر دوسرے امیر سے اور چوتھے پر۔ اے اللہ! زید بن معاویہ پر پانچویں نمبر پر لعنت بھیج۔ اور عبید اللہ بن زیاد ابن مرجانہ، عمر بن سعد شمر، آل ابی سفیان، آل زیاد اور آل مروان پر تا قیامت لعنت بھیج۔

تنبیہ:-

اول، دوم، سوم اور چوتھے سے مراد بالترتیب ابو بکر صدیق، عمر بن خطاب عثمان غنی اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہم ہیں۔ (العیاذ باللہ) اہل الصاف غور فرمائیں۔ کہ نیک بندوں اور اللہ کے دوستوں کے مزارات پر ماضی دینے والے اپنی بخشش کی دعائیں مانگتے ہیں۔ اور مشکلات میں آسانی کی دعائیں مانگتے ہیں۔ لیکن شیعہ حضرات کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی قسمت میں لعنت و تبرا بازی لکھ دی ہے۔ دیکھئے کہ جب یہ لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے مزارات مقدسہ پر حاضر ہوتے ہیں۔ تو انہیں اپنی مغفرت کی دعا مانگنا نصیب نہیں ہوتی۔ بلکہ وہاں ان کی عادت یہ ہوتی ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرال داماد اور دیگر متعلقین بارگاہ نبوت پر لعن طعن کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے لیے ایسے مقامات پر ماضی مغفرت کا ایک ذریعہ ہوتی ہے۔ وہ توبہ و استغفار کرتے ہیں۔ اور شیعوں کی

کی قسمت میں اس کی بجائے نیکیوں پر لعنت و تیرا آتا ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر ان لوگوں کی تیرا بازی اور لعنت کا نتیجہ اللہ تعالیٰ کے غضب کی شکل میں ان کے لیے نمودار ہوا یہی وجہ ہے۔ کہ ان کے بڑے اپنی کتب میں یہاں تک لکھ گئے کہ بوقت ضرورت تفتیہ کرتے ہوئے ائمہ اہل بیت پر گالی گلوچ کرنا جائز ہے۔ چنانچہ اسی موضوع پر ایک الگ فصل میں چند حوالہ جات سپرد قلم کیے جاتے ہیں۔ جن سے آپ ہماری مذکورہ باتوں کی تصدیق کریں گے۔



فصل ہفتم

اُمّہ اہل بیت پر بصورت تقیہ لعنت جائز ہے

شیخ البلاغہ:

الَا وَآئْتُهُ سَيَاءُ مَرْكُومِيَّتِي وَالْبِرَاءَةُ مِنِّي فَاَمَّا
التَّبُّ فَسَيُّوْنِي فَاِنَّكَ لِي زَكُوَّةٌ وَلَكُمُنَّجَاةٌ وَاَمَّا الْبِرَاءَةُ
فَلَا تَبْرَأُوا مِنِّي فَاِنَّي وُلِدْتُ عَلَى الْفِطْرَةِ وَسَبَقْتُ اِلَى
الْاِيْمَانِ وَالْهَجْرَةِ-

(۱) شیخ البلاغہ خطبہ ۵۷ ص ۹۲ چھوٹا ساؤطبع

بیروت، طبع جدید

توجہ:-

سنو! عنقریب لوگ تمہیں مجھ پر تبرہ بازی اور مجھے گالی گلوچ دینے کا حکم
کریں گے۔ تو گالی بے شک دے دینا۔ کیونکہ یہ میرے حق میں ذریعہ
نجات ہوگا۔ لیکن تبرہ بازی نہ کرنا۔ کیونکہ میں فطرتاً سلام پر پیدا کیا گیا

ہوں۔ اور ایمان و ہجرت میں مجھے اولیت حاصل ہے۔

اصول کافی:

عَنْ مِسْعَرَةَ بْنِ صَدَقَةَ قَالَ قِيلَ إِنَّكُمْ
سَيِّدُ عَرَبٍ إِلَى سَيِّئِي فَسَبُّونِي تُفَرِّتْ دُعُونَ
إِلَى الْبِرِّ أَعْرَءَ مِنِّي غَدَا تَبَرُّوا مِنِّي فَقَالَ
مَا أَكْثَرَ مَا يَكْذِبُ النَّاسُ عَلَيَّ عَلَيْهِ
السَّلَامُ شَدَّ قَالَ إِنَّمَا سَيِّدُ عَرَبٍ
إِلَى سَيِّئِي فَسَبُّونِي شُدَّ سَيِّدُ عَرَبٍ إِلَى
الْبِرِّ أَعْرَءَ مِنِّي وَإِنِّي لَعَلِّي دِينِ مُحَمَّدٍ قَوْلٌ
يَقُولُ لَا تَبَرُّوا مِنِّي -

۱۔ اصول کافی جلد دوم ص ۲۱۹ مطبوعہ تہران

طبع جدید حدیث نفا

۲۔ اصول کافی ص ۲۸۴ طبع قدیم مطبوعہ

نوکشور

۳۔ تفسیر جامع التفسیر پارہ ۱ ص ۲۸۵

تحت آیت الامن احکوة و قلبه

مطہن بالایمان۔

ترجمہ:

مسعر بن صدقہ کہتا ہے۔ کہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ لوگ
کہتے ہیں۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کوفہ میں منبر پر فرمایا۔ لوگو! بہت
جلد تمہیں مجھے گالی دینے کے لیے کہا جائے گا۔ تو ایسے وقت میں مجھے

گالی دے لینا۔ پھر تمہیں اس بات کی طرف بلایا جائے گا۔ کہ مجھ پر تبر باری
 کرو۔ تو تبر باری نہ کرنا۔ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ لوگ حضرت
 علی رضی اللہ عنہ پر کتنا جھوٹ تھوپتے ہیں۔ پھر فرمایا۔ کہ حضرت علی نے تو تم
 یوں فرمایا تھا۔ تم جلد ہی میرے سب دشمن کی طرف بلائے جاؤ گے۔ تو تم
 مجھے سب دشمن کر لینا۔ پھر تم کو مجھ پر تبر باری کی طرف بلایا جائے گا بیشک
 میں طریقہ محمد علی اللہ علیہ وسلم پر ہوں۔ آپ نے یہ نہ فرمایا۔ کہ تم مجھ سے
 تبر نہ کرنا۔

رجال کشی۔

عَنِ ابْنِ مَسْكَانَ قَالَ سَمِعْتُ زُرَّارَةَ يَقُولُ
 رَحِمَ اللَّهُ أَبَا جَعْفَرٍ وَ أُمَّتَا جَعْفَرُ فَإِنَّ
 فِي قَلْبِي عَلَيْهِ لَعْنَةٌ فَقُلْتُ لَهُ وَمَا
 حَمَلَ زُرَّارَةَ عَلَى هَذَا قَالَ حَمَلَهُ
 عَلَى هَذَا أَنَّ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ أَخْرَجَ
 فَمَارِيَهُ۔

رجال کشی زرارة بن امین ص ۱۳۱ مطبوعہ

کر بلا طبع جدید

ترجمہ:-

ابن مسکان نے کہا۔ میں نے زرارة کو کہتے سنا۔ امام باقر رضی اللہ عنہ پر اللہ
 رحمت کرے۔ البتہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ تو میرے دل میں ان پر لعنت
 ہے۔ ابن مسکان کہتا ہے۔ میں نے زرارة سے پوچھا۔ کہ تیرے دل
 میں امام جعفر کے بارے میں لعنت کیوں ہے؟ تو اس نے کہا۔ اس وجہ

سے کہ انہوں نے اپنے کمزور لوگوں کو نکال دیا تھا۔

خلاصہ کلام،

مذکورہ میں احادیث سے ثابت ہوا۔ کہ تقیہ ایک ایسی لعنت ہے جس سے صحابہ کرام تو کجا خود حضرات ائمہ اہل بیت بھی اس کی زد میں آگئے۔ شیعہ مسلک ایک ایسا مسلک ہے جس کا دار و مدار صرف ائمہ اہل بیت رضی اللہ عنہم کی روایات پر ہے۔ پھر تعجب کی بات ہے۔ کہ جن کی شخصیات ان کے مسلک کے روح رواں ہیں۔ تیرہ بازی سے وہ بھی ان سے نہ بچ سکے۔ اہل بیت پر تقیہ بازی کا الزام لگانے سے ذرا بھرا نہیں شرم نہ آئی۔ اور نہ ان پر لعنت بھیجنے کو جائز سمجھنے میں کوئی عار محسوس نہ کی۔ یہ بات کسی حد تک درست ہے۔ کہ جب کسی شخص کو بری عادت کانت پڑ جاتی ہے۔ تو اپنا بیگانہ کوئی بھی اس سے بچ نہیں سکتا۔ شیعہ لوگوں کی رگ و پے میں صحابہ کرام پر تیرہ بازی سرایت کر چکی ہے۔ ان عظیم شخصیات پر لعنت کرنا ان کی گھٹی میں پڑا ہوا ہے۔ تو اس خباثت سے ائمہ اہل بیت بھی نہ بچ سکے۔ یہ مسلک دنیا میں واحد مسلک ہے۔ جو اپنے پیشواؤں پر اپنے خود ساختہ قانون (تقیہ بازی) کے ذریعہ تیرہ بازی کرنا جائز سمجھتا ہے۔ مالانکہ مدینہ پاک میں ہے۔ جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالی دی۔ اس نے مجھے گالی دی۔ اور جس نے مجھے گالی دی۔ اس نے خدا کو گالی دی۔

جیسا کہ امامی شیخ صدوق، میں ہے۔

امالی شیخ صدوق،

قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ سَبَّ عَلِيًّا

فَقَدَسَبَّنِي وَمَنْ سَبَّنِي فَقَدَسَبَّ اللَّهَ۔

(امالی شیخ صدوق المجلس الحادى والعشرون ص. ۱۰۱ مطبوعہ مطبعہ تہیم)

ترجمہ ۱۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بس نے علی کو برا بھلا کہا۔ اس نے مجھے ایسا کہا۔ اور جس نے مجھے برا بھلا کہا۔ اس نے اللہ تعالیٰ کو برا بھلا کہا۔

حدیث بالاسے معلوم ہوا۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گالی دینا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینا، اللہ تعالیٰ کو گالی دینا ہے۔ اہل انصاف غور فرمائیں۔ تہیۃ جیسے گندے اور قبیح عقیدہ دینے نہ اہل بیت کو معاف کیا۔ اور نہ صحابہ کرام کو چھوڑا۔ نہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی زور سے بچے۔ اور ان ظالموں نے اس مکروہ و قبیح عقیدہ سے اللہ رب العزت کی ذات مقدسہ کو بھی تم چھوڑا۔ لہذا ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہیں۔ کہ ایسے عقیدہ کا اسلام میں قطعاً وجود نہیں۔ اور شریعت اسلامیہ کے لیے یہ عقیدہ زہر قاتل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی تباہت و کراہت سے محفوظ رکھے۔ آمین

(دفاعتہ وایا اولی الابصار)

فصل ہشتم

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلفائے ثلاثہ سے صحیح دوستی

ایجاد تفتیہ کی علت ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلفائے ثلاثہ سے انتہائی عقیدت اور محبت تھی۔ ان حضرات کا آپ سے مشورہ طلب کرنا اور اپنی وزارت میں رکھنا اور پھر ان سے رشتہ ناٹھ جوڑے رکھنا یہ تمام باتیں اس باہم محبت و عقیدت کا جیتی جاگتی تصویر ہیں۔ لیکن جب شیعہ حضرات نے یہ تمام باتیں اپنی بے گانی کتب میں دیکھیں۔ تو سمجھنے لگے ان تمام باتوں کی موجودگی میں اصحاب ثلاثہ پر لعن طعن کرنے کا کوئی جواز نہیں ملتا۔ لہذا کوئی ایسی تجویز نکالی جائے۔ جس سے ان پر تبرا بازی کا راستہ صاف ہو سکے۔ اس لیے انہوں نے اس مذموم ارادے کو پورا کرنے کے لیے در تفتیہ کا استعمال کیا۔ اور کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو خلفائے ثلاثہ کے ساتھ ایسا برتاؤ کیا۔ اور انہیں اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا۔ اور ان سے رشتے ناٹھے قائم کیے۔ یہ سب کچھ تفتیہ کر۔ تہ ہوئے کیا۔ دل۔ سے آپ خلفائے ثلاثہ کے بارے میں صاف نہ تھے۔ اور دلی محبت نہ تھی۔

لیکن کوئی بھی ذی شعور انسان اس بات کو ماننے کے لیے تیار نہیں۔ کہ حضرت علیؑ جو دو اللہ کے شیر، کہلاتے تھے۔ اور جن کا اپنا دلوای ہے۔ کہ اگر میرے مقابلہ میں سارے عرب اُبلے۔ تو بھی ان کی گردنیں اڑا دوں۔ اور اس میں قطعاً سستی اور کاہلی نہ کروں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ہر مضبوط میرے سامنے کمزور ہے۔ اور ہر کمزور میرے سامنے مضبوط ہے۔ اور ہر ایک کا حق میں اس کو دلا سکتا ہوں۔) (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ آپ نے ڈرتے ڈرتے خلیفے ثلاثہ کی بیعت کی۔ ان کے پیچھے نمازیں پڑھیں۔ اور اپنی تختِ بگرام کھٹوم کھٹوم حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے عقید کیا۔

شیعہ عوام کو ان کے فاکرین دریافت کرنے پر کہہ دیتے ہیں۔ کہ ہماری کتابوں میں اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ یونہی سنیوں نے ہمیں بدنام کرنے کے لیے یہ باتیں تراشی ہوئی ہیں۔ اور محض پروپیگنڈا ہے۔ حقیقت یہ نہیں۔ اس لیے میں نے خیال کیا کہ بطور اختصار مذکورہ باتوں کی ایک ایک مثال ان کی معتبر کتابوں سے پیش کر دوں۔ تاکہ عوام و خواص دونوں اس حقیقتِ مال سے آگاہ ہو جائیں۔ اور حق و باطل کے درمیان امتیاز ہو جائے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیعت کر لینا

احتجاج طبری:

قَالَ فَلَمَّا وَرَدَتِ الْكِتَابُ عَلَى أَسَامَةَ
 أَنْصَرَفَ بِمَنْ مَعَهُ حَتَّى دَخَلَ الْمَدِينَةَ
 فَلَمَّا رَأَى إِجْتِمَاعَ إِلَى أَبِي بَكْرٍ انْطَلَقَ
 إِلَى عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ

فَقَالَ لَهُ مَا هَذَا قَالَ لَهُ عَلِيٌّ هَذَا
مَا تَرَى قَالَ أُمَّامَةٌ فَهَلْ بَايَعْتَهُ
فَقَالَ نَعَمْ يَا أُمَّامَةٌ۔

۱۔ احتجاج طبرسی کتاب ابی قحافہ الی ابی

بکر جلد اول ص ۱۱۵ مطبوعہ قم طبع جدید

۲۔ احتجاج طبرسی طبع قدیم مطبوعہ نجف

اشرف ص ۵۶

ترجمہ:-

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے خطوط پہنچے تو آپ اپنے لشکر واپس مدینہ آگئے۔ وہاں جب لوگوں کو بیعت کی خاطر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ارد گرد جمع کیا تو حضرت اسامہ سید سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس چلے گئے اور پوچھا۔ یہ کیا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ یہ وہی ہے جو کچھ تو دیکھ آیا ہے۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کیا آپ نے بھی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کر لی ہے فرمایا۔ ہاں اسے اسامہ۔

ۛ

حضرت علی المرتضیٰ کا صدیق اکبر کے پیچھے نماز پڑھنا

تفسیر قمی:-

ثُمَّ قَامَ وَتَهَيَّأَ لِلصَّلَاةِ وَحَضَرَ الْمَسْجِدَ وَصَلَّى خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ-

(۱) تفسیر قمی سورۃ روم زیارت فات

ذی القربىٰ حقہ والمسکین الخ

ص ۵۰۲ مطبوعہ ایران طبع قدیم ۱۳۱۳ھ

(۲) احتجاج طبرسی احتجاج امیر المومنین

علی ابی بکر و عمر ص ۶۰ طبع قدیم مطبوعہ

نجم اشرف

(۳) احتجاج طبرسی جلد اول ص ۱۲۶ مطبوعہ

قلم طبع جدید

ترجمہ:-

پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے۔ اور نماز کی تیاری فرمائی۔ مسجد

میں جا کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز ادا فرمائی۔

❖

ام کلثوم بنت علی المرتضیٰ کا نکاح

منتخب التواریخ؛

حدیث از طرق معتبرہ نقل نموده اند کہ جناب ام کلثوم دختر امیر المومنین علیہ السلام و فاطمہ زہرا علیہما السلام الہ زید بن عمر و رقیہ بنت عمر در حیوۃ حضرت مجتبیٰ علیہ السلام در مدینہ طیبہ از نیار حلت فرمود و حلت او و فرزندش زید در یک روز اتفاق افتاد و تقدم و تاخر موت احدی ہما نشد الی ان قال و ام کلثوم بنت علی کہ نام شریفین در واقعہ در ہمہ جا مذکور می شود و خطب و اشعار با و منسوب میگردد و ام کلثوم دیگر است از سائر زوجات امیر المومنین علیہ السلام چون علی القول الصحیح امیر المومنین علیہ السلام را از نبات دوزینب بود و و ام کلثوم زینب کبری زوجہ عبدالمذہب جعفر بود و کلثوم کبری زوجہ عمر بن الخطاب بود و ہر دو از صدیقہ طاہرہ بودند زینب الصغری و ام کلثوم الصغری از سائر امہات بوجود آمدند و شیخ حرور در مسائل شیعہ از عمار یا سر روایت کرده اخرجت جنازہ ام کلثوم بنت علی و ابنہا زید بن عمرو فی الجنازہ الحسن والحسین و عبد اللہ بن عمرو و عبد اللہ بن عباس و ابوہریرۃ فوضعوا جنازہ الغلام متایلی الامام والمرآة ولانہ و قالوا ہذا هو السنۃ۔

(منتخب التواریخ از محمد اشرف بن محمد علی خراسانی در حالت اولاد مخدومہ)

مطبوعہ تہران طبع ہیرما

توجہ:-

مستبرطہ یقوں سے حدیث نقل ہے۔ کہ علی المرتضیٰ کی صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے ہیں۔ اور ام کلثوم مذکورہ زید بن عمر اور رقیہ بنت عمر کی والدہ ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زندگی میں ام کلثوم کا مدینہ منورہ میں انتقال ہو گیا۔ ان کی اور ان کے بیٹے زید کی رحلت ایک ہی دن ہوئی۔ ان میں سے کسی کی موت کو دوسرے سے پہلے یا بعد نہیں کہا جاسکتا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی ام کلثوم نامی جن کا واقعہ کہ ملا میں تذکرہ طہا ہے اور کچھ اشعار اور خطبے بھی ان سے مروی ہیں۔ وہ ام کلثوم دوسری ہیں۔ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دوسری بیوی تھیں۔ صحیح ترین اقوال کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں دو زینب نامی آپ کی صاحبزادیاں تھیں۔ اور دو ہی ام کلثوم نامی۔ زینب کبریٰ جو کہ عبد اللہ بن جعفر کی بیوی تھیں۔ اور ام کلثوم کبریٰ جو کہ حضرت عمر بن خطاب کے نکاح میں تھیں۔ یہ دونوں صاحبزادیاں حضرت فاطمہ الزہراء صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھیں۔ زینب صغریٰ اور ام کلثوم صغریٰ حضرت علی کی دوسری بیویوں میں سے تھیں۔ شیخ حرور دو مسائل شیعہ، میں حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے۔ ام کلثوم بنت علی اور ان کے بیٹے زید بن عمر کا جنازہ ایک ہی دن اٹھا۔ اس جنازہ میں امام حسن، حسین، عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن عباس اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم بھی حاضر تھے۔ جنازہ رکھتے ہوئے یہ ترتیب تھی۔ کہ امام کے نزدیک حضرت زید بن عمر کی میت تھی اور ان کے پیچھے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی میت تھی۔ اور ان کے بعد بنت بیہ ہے

چار علامات بیان فرمائیں۔ گویا یہ چار باتیں قرب خداوندی کی علامات ہیں۔ ان پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اُن لوگوں کو نہ کسی کا خوف روک سکتا ہے۔ اور نہ کوئی لالچ انہیں اس مقصد سے پیچھے ہٹا سکتا ہے۔ وہ لَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ۔ کو مشعلِ راہ بنا کر اپنی منزل کی طرف گامزن رہتے ہیں۔ اور استقامت و عزیمت اُن کا وصف نمایاں ہوتا ہے۔

ایک طرف یہ صریح اور دوسری طرف اہل تشیع کا یہ عقیدہ کہ۔ لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَا تَقِيَّةَ لَهٗ (یعنی جو تقیہ پر کار بند نہیں۔ وہ ایمان سے خالی ہے) دونوں باہم کس قدر مخالفت اور متضاد ہیں۔ اور پھر جب یہ کہا جاتا ہے۔ کہ یہ عقیدہ اہل بیت کرام کا ہے۔ تو آدمی حیران رہ جاتا ہے۔ کیونکہ اہل بیت کرام کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ایسی عظیم ذمہ داریوں سے کنارہ کش اور تارک ثابت کرنا، ظلمِ عظیم ہے۔ اسی تقیہ کے فضائل اور اہمیت کو یہاں تک اونچا کیا گیا۔ کہ ترکِ تقیہ، ترکِ نماز کی طرح ہے۔ یعنی تقیہ نہ کرنے والا کافر ہے۔ کیونکہ ترکِ صلوٰۃ اہل تشیع کے نزدیک کفر ہے) پھر اسی پر بس نہیں بلکہ سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے ان کی کتب اس عبارت کو اپنے ماتھے کا جھومر بنائے ہوئے ہیں۔

جامع الاخبار؛

قَالَ صَادِقٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ آذَانٌ عَلَيْنَا شَيْئًا
مِنْ أَمْرِنَا فَهُوَ كَمَنْ قَتَلَنَا عَمْدًا وَكَمَنْ يَقْتُلُنَا خَطَاءً۔

(جامع الاخبار ص ۱۰۸، فصل الثالث

والاربعون فی التقیہ)

ترجمہ:

سیدنا حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”جس نے ہمارے کسی حکم اور ہماری کسی بات کو شائع کیا اور لوگوں کو اس کی اطلاع کی۔ تو اس نے ایسا کر کے اتنا مجرم کیا۔ گویا ہمیں اس نے عمداً قتل کیا ہو۔ غلطی سے قتل نہ کیا ہو۔“

ان عبارات میں ”تقیہ“ کی صرف حوصلہ افزائی ہی نہیں بلکہ اس کے ترک پر شدید وعیدات سنائی جا رہی ہیں اور یہ وعیدات ائمہ اہل بیت کی طرف سے پیش کرتے ہیں۔ کونسا وہ مسلمان ہوگا۔ جو ائمہ اہل بیت کے قتل عمد کا مجرم قبول کرے ایسا کون ہوگا جو ایمان سے ہاتھ دھونا منظور کرے؟ اس لیے اگر کوئی مسلمان ان خرابیوں سے بچنا چاہتا ہے۔ تو اس کے لیے تقیہ کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ قرآن کریم کی مذکورہ آیت کا مضمون اور اہل تشیع کا مندرجہ بالا عقیدہ میں تضاد کسی جہالت کی بنا پر نہیں۔ بلکہ یہ ایک گھناؤنی چال ہے۔ (اور گھسیانی بلی کھیمانہ ہے) کے مصداق جب وہ اہل سنت کے حقائق اور استدلالات کا جواب دینے کی کوئی صورت نہیں پاتے۔ تو اس ہتھیار کو استعمال کرتے ہیں۔ تھوڑی سی جھلک بٹل خدمت ہے۔

اہل تشیع کا ایک عقیدہ: رجال کشی:

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ كَانَ النَّاسُ
أَهْلَ الرِّدَّةِ بَعْدَ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَّا ثَلَاثَةً
فَقُلْتُ وَمَنْ الثَّلَاثَةُ فَقَالَ أَمْعَدُ أَدْبَنَ الْأَسْوَدِ

وَأَبُو ذَرٍّ الْغَفَارِيُّ وَسَلِيمَانُ الْفَارِسِيُّ -

(رجال کشی ص ۱۲)

marfat.com

ترجمہ:

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا۔
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد تین آدمیوں کو چھوڑ
 کر لقیہ تمام (صحابی) مرتد ہو گئے تھے۔ میں (راوی) نے عرض کیا۔
 وہ تین کون تھے۔ فرمایا۔ مقداد بن اسود ابو ذر غفاری اور سلمان فارسی
 اس روایت کے پیش نظر خلفائے ثلاثہ (ابوبکر صدیق، عمر فاروق،
 عثمان غنی) پر بھی ارتداد کا فتویٰ لگ گیا۔ اب اس کی توضیح یا تصدیق
 کے لیے اہل سنت ان شیعوں سے پوچھتے ہیں۔ کہ ان مرتدین۔
 (معاذ اللہ) کی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بیعت کیوں کی؟
 اور علی المرتضیٰ کا ابوبکر صدیق کی بیعت کرنا خود انہیں بھی تسلیم ہے۔
 حوالہ ملاحظہ ہو۔

اجتہاد طبریؒ پر تحریر ہے۔

جب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا خط حضرت اسامہ بن زید کو پہنچا۔
 تو جناب اسامہ واپس مدینہ منورہ آگئے۔ اتنے ہی دیکھا کہ ابوبکر
 صدیق رضی اللہ عنہ کے ارد گرد لوگوں کی بھیڑ لگی ہوئی ہے۔ یہ
 دیکھ کر اسامہ سیدھے حضرت علی المرتضیٰ کے پاس حاضر ہوئے
 حاضری کے وقت کہا۔ یا علی! یہ کیا دیکھ رہا ہوں؟ اس پر حضرت
 علی المرتضیٰ بے۔ فَقَالَ لَهُ عَلِيُّ هَذَا مَا تَرَى قَالَ
 اِسَامَةُ فَمَلَّ بَايَعْتَهُ فَقَالَ نَعَمْ۔

ترجمہ:

یہ وہی کچھ ہو رہا ہے۔ جو تم دیکھ رہے ہو۔ یعنی ابوبکر صدیق کی

بیعت ہو رہی ہے۔ اس پر اُسماہ بولے۔ تو کیا آپ نے بھی ابوبکر کی بیعت کر لی ہے؟ فرمایا ہاں۔

ایک اور روایت کے مطابق حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ابوبکر کی بیعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل پیرا ہوتے ہوئے کی تھی۔ آپ نے بیعت کرنے کی وجہ خود اپنے الفاظ میں یوں بیان فرمائی۔

منہج البلاغہ:

فَنظَرْتُ فِي أَمْرِي فَإِذَا طَاعَتِي قَدْ سَبَقَتْ
بِعْتِي وَإِذَا الْإِثْمَانُ فِي عُنُقِي لِغَيْرِي۔

(منہج البلاغہ خطبہ ۲۶ ص ۸۱)

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد میں نے اپنے معاملہ میں غور و فکر کیا۔ تو اس پر پہنچا کہ میری طاعت، میری بیعت پر سبقت لے گئی۔ اس لیے کہ میری گردن میں غیر کے لیے عہد بندھا ہوا ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس قول کی تفسیر و تشریح ایک شیعہ مجتہد کی زبانی سنئے۔

شرح منہج البلاغہ:

فَنظَرْتُ فَإِذَا طَاعَتِي قَدْ سَبَقَتْ بِعْتِي أَيْ طَاعَتِي
لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيمَا أَمَرَنِي

بِهِ مِنْ تَرَكَ الْقِتَالَ قَدْ سَبَقَتْ بَيْعَتِي لِلْقَوْمِ قَدْ
سَبِيلَ إِلَى الْأَمْتِنَاعِ مِنْهَا۔

وَقَوْلُهُ وَإِذِ الْمِيثَاقِ فِي عُنُقِي لِغَيْرِي۔ أَيْ مِيثَاقُ
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَهْدِهِ
إِلَى بَعْدَمِ الْمَشَاقَّةِ وَقِيلَ الْمِيثَاقُ مَا لَزِمَهُ مِنْ
بَيْعَةِ أَبِي بَكْرٍ بَعْدَ إِيقَاعِهَا أَيْ فَاذِ الْمِيثَاقِ
الْقَوْمِ قَدْ لَزِمَنِي فَلَمْ يُمَكِّنِي الْمُخَالَفَةَ بَعْدَهُ۔

(شرح نہج البلاغہ لابن میثم جلد دوم)

(ص ۱۹۷، زیر خطبہ ۳۶)

ترجمہ:

میں نے غور و فکر کیا۔ اور اس نتیجہ پر پہنچا۔ کہ میری طاعت، میری
بیعت پر سبقت لے گئی۔ اس سے مراد وہ طاعت ہے۔
جس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا تھا۔ اور وہ یہ تھا کہ
لڑائی مت کرنا۔ آپ کا یہ حکم اس بات پر سبقت لے گیا۔ کہ میں
لوگوں سے بیعت لیتا پھروں۔ اس لیے اب اس سے رُکنے
کا کوئی چارہ نہ رہا۔ اور حضرت علی المرتضیٰ کا یہ فرمانا کہ وہ میری گردن
میں میرے غیر کے لیے ميثاق ہے، اس کا مطلب یہ ہے
کہ وہ ميثاق اور عہد جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے لیا تھا۔
کہ لڑائی وغیرہ نہ کرنا۔ اور کہا گیا ہے۔ کہ ميثاق سے مراد یہ
تھا۔ کہ جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنا لوگوں
نے شروع کر دیا۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ ميثاق

لیا تھا۔ کہ تم بھی لازماً بیعت کر لینا۔ لہذا اب قوم کا بھاری
تعداد میں بیعت کر لینا اتنا اہم ہے۔ کہ اس کے بعد میری مخالفت
کرنا ناممکن ہو گیا۔

ان حوالہ جات کی روشنی میں جب اہل تشیع سے یہ پوچھا جاتا ہے
کہ اگر تمہاری عبارات کے مطابق ابو بکر صدیق بھی ان لوگوں میں شامل ہیں۔
جو معاذ اللہ اسلام سے روگردانی کر گئے تھے۔ تو ایسے کی بیعت کرنا حضرت
علی المرتضیٰ کو کیسے زیب دیتا ہے۔ اور یہ حقیقت ہے۔ کہ علی المرتضیٰ نے
ان کی بیعت کی۔ اور بموجب عہد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی؟ اس کا
جواب کوئی اور جب ان سے نہ بن سکا۔ تو کہہ دیتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ
کا بیعت کرنا بطور "تقیہ" تھا۔

اسی طرح جب ان سے یہ سوال کیا جاتا ہے۔ کہ کسی مرتد کے پیچھے
نماز ایسی عبادت ادا نہیں ہوتی۔ حالانکہ حضرت علی المرتضیٰ نے ابو بکر صدیق
کی اقتدار میں نمازیں ادا فرمائیں۔ صاحب احتجاج طبرسی ص ۶۰ پر رقمطراز ہے

احتجاج طبرسی:

تُرَقَامَ وَتَهَيَّا عَلَى الصَّلَاةِ وَحَضَرَ الْمَسْجِدَ
وَصَلَّى خَلْفَ أَبِي بَكْرٍ۔

(صاحب احتجاج طبرسی ص ۶۰)

ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اسٹھے۔ اور نماز کی تیاری فرما
کر مسجد میں تشریف لائے۔ اور ابو بکر صدیق کی اقتدار میں

نماز ادا فرمائی۔

اس کا جواب بھی وہی کہ حضرت علی المرتضیٰ نے نمازیں بطور تقیہ ادا کیں ان کے عقائد و نظریات میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ابو بکر و عمر کے مابین دشمنی تھی۔ ایک دوسرے کو دیکھنا گوارا نہ کرتے تھے۔ اس پر ان کی گرفت کی جاتی ہے۔ کہ اگر حقیقت حال ایسی ہی تھی۔ جیسی تم بیان کر رہے ہو۔ تو پھر درج ذیل حوالہ کا کیا جواب ہے۔

المبسوط فی فقہ الامامہ:

وَرُوِيَ أَنَّ عُمَرَ تَزَوَّجَ أُمَّ كَلْثُومٍ بِنْتِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاصْدَقَهَا أَرْبَعِينَ أَلْفَ دِرْهَمٍ وَأَنَّ بَنَ مَالِكٍ تَزَوَّجَ امْرَأَةً عَلَى عَشْرَةِ أَلْفٍ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ زَوْجَ بَنَاتِ أَخِيهِ عَبْدِ اللَّهِ كُلًّا وَاحِدَةً عَلَى عَشْرَةِ أَلْفٍ وَتَزَوَّجَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ عَلَيْهِمَا السَّلَامُ امْرَأَةً فَاصْدَقَهَا مِائَةَ جَارِيَةٍ مَعَ كُلِّ جَارِيَةٍ أَلْفَ دِرْهَمٍ۔
(المبسوط فی فقہ الامامہ جلد ۲ ص ۲۷۲)

ترجمہ:

مروی ہے۔ کہ حضرت عمر بن خطاب نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی سیدہ ام کلثوم سے شادی کی۔ کربا لیس ہزار درہم حق مہر مقرر کیا۔ انس بن مالک نے بھی ایک عورت کے دس ہزار درہم حق مہر کے عوض نکاح کیا۔ ابن عمر نے اپنی بھانجیوں کی

شادی دس ہزار درہم فی کس حق مہر پر کی۔ امام حسن بن علی نے ایک عورت کا حق مہر سو لوٹریاں مقرر فرمایا۔ اور ہر لونڈی کے ساتھ ایک ہزار درہم ہی دینے کا وعدہ کیا۔

شیخ مجتہد ابو جعفر طوسی اگرچہ حق مہر پر گفتگو کر رہا ہے۔ اور اس بارے دلائل پیش کر رہا ہے۔ کہ حق مہر بہت زیادہ مقرر کرنا جائز ہے۔ اسی ضمن میں وہ چند معروف نکاح بطور نمونہ پیش کرتا ہے۔ ان میں سے ایک شادی وہ بیان کی گئی۔ جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اور جناب فاروق اعظم کے مدین طے پائی۔ اس پر جب اہل تشیع سے پوچھا جاتا ہے۔ کہ عمر بن الخطاب مسلمان نہ تھے۔ تو پھر علی المرتضیٰ کی صاحبزادی ان کے نکاح میں دینا کس طرح جائز ہوا؟ جب اس کا کوئی جواب بن نہیں پڑتا۔ تو یہاں بھی موقیہ ان دھکتا ہے۔ تہذیب المتین ص ۴۲۰ جلد اول پر ہے۔ حضرت اس نکاح پر بدل راضی نہیں تھے۔ غلبہ اور دباؤ سے اس طرح مجبور و ملجا کئے گئے جیسے کہ دیگر امور میں مثل بیعت وغیرہ کے مجبور کیے گئے اور چار و تا چار ان کو یہ خیالی نکاح کرنا پڑا۔

ایک طرف حضرت علی المرتضیٰ کی بے بسی اور مجبوری کا یہ عالم کہ اپنی نماز بھی نہیں پڑھ سکتے۔ اپنی مرضی سے اپنی صاحبزادی بھی بیاہ کر نہیں دے سکتے۔ ابوبکر صدیق کی بیعت سے انکار کرنے کی مجال نہیں۔ اور دوسری طرف آپ کا یہ فرمان ہے۔

نہج البلاغہ؛

وَاللّٰهِ لَوْ نَظَرْنَا مَرَاتِ الْعَرَبِ عَلٰی قِتَالِيْ مَا وَكَلْتُ

عَنْهَا وَكَوَأَمْكَنْتِ الْفُرُصُ مِنْ رِقَابِهَا كَسَاعَتِ
إِلَيْهَا وَسَاجِدٌ۔

(سبع البلاغہ خطبہ ۲۵ ص ۲۱۸)

ترجمہ:

خدا کی قسم! اگر تمام عرب میرے قتال کے لیے ایک دوسرے
کی پشت پناہی کرنے پر آمادہ ہو جائیں۔ تو میں اس سے روگردانی
نہیں کروں گا۔ اور اگر ممکن ہو۔ تو میں ان کی گردنیں اٹانے میں
متاخیر نہیں کروں گا۔ اور اس معاملہ میں انتہائی جدوجہد کروں گا۔
کیا ان دونوں باتوں میں کوئی مطابقت نظر نہیں آتی ہے۔ لافقی
الاعلیٰ لاسیعت الاذواق الفکار کی شان والے کو بزدل
ثابت کرنے کی ناپاک سعی کی جا رہی ہے۔ جن کے صاحبزادے
اور قانوادے نے میدان کر ملا میں خون کا نذرانہ تو پیش کر دیا۔
لیکن یزید کی ہاں میں ہاں نہ ملائی۔ ان پر کمزوری اور چارونا چاری
کا الزام دھرا جا رہا ہے۔ اور پھر اس پر ظرہ یہ کہ یہ الزام دھرنے
والے دو محتبان علی، نام رکھتے ہیں۔ حضرات حسنین کریمین کو حضرت
علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی نصیحت کا بھی انہیں پاس نہیں۔ فرمایا۔
میرے صاحبزادو! امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے دستبردار
نہ ہوتا۔ ورنہ تم پر ایسے حکمران مسلط کر دیئے جائیں۔ جو ظالم ہوں
گے۔ اور پھر تمہاری کوئی دعا قبول نہ ہوگی۔ سبع البلاغہ خطبہ ۲۵
ص ۲۲۲) اولاد کو وصیت فرمائیں اور خود اس پر عمل نہ کریں یہ کیونکر
ہو سکتا ہے۔

لہذا ثابت ہوا کہ جس عظیم ہستی پر "تقیہ" کا بہتان لگایا جاتا ہے۔ وہ اس سے بری ہیں۔ اگر بفرض محال یہ تسلیم کر لیا جائے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے مذکورہ تمام کام بطور تقیہ کیے۔ تو پھر ہم یہ پوچھنے میں حق بجانب ہیں۔ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو بیٹیوں کا یکے بعد دیگرے حضرت عثمان غنی کے ساتھ نکاح کیا۔ اور یہ بات اہل تشیع کو بھی تسلیم ہے۔ کہ پیغمبرِ تقیہ، نہیں کیا کرتے۔ کیونکہ ایسا کرنے سے احکام شرعیہ کا وجود ہی نہیں رہ سکتا۔

صاحب تلخیص الشافی جلد ۲ جزو ۲ ص ۸۷ پر رقمطراز ہے۔

صاحب تلخیص الشافی:

فَأَمَّا الرَّسُولُ فَإِنَّمَا تَجُزِ التَّقِيَّةُ عَلَيْهِ
لِأَنَّ الشَّرِيعَةَ لَا تُعْرَفُ إِلَّا مِنْ جِهَتِهِ وَلَا
يُوصَلُ إِلَيْهَا إِلَّا بِقَوْلِهِ فَمَتَى جَازَتْ التَّقِيَّةُ
عَلَيْهِ لَمْ يَكُنْ لَنَا إِلَى الْعِلْمِ بِمَا كَلَفْنَا طَرِيقًا -

صاحب تلخیص الشافی جلد دوم جزو ۲

ص ۸۷ دارالکتب الاسلامیہ قم طبع جدید

ترجمہ: کے
اللہ تعالیٰ پیغمبر کا تقیہ کرنا قطعاً جائز نہیں۔ کیونکہ شریعت کی معرفت
اسی کا طرف ہو سکتی ہے۔ اور شریعت کے احکام تک پہنچنا بغیر
پیغمبر کی بات کے ہرگز ممکن نہیں۔ لہذا جب تقیہ کو یہاں جائز

قرار دیا جائے۔ تو پھر ہمیں امور تکلیفیہ کی معرفت کا کوئی راستہ نظر نہ آئے گا۔

جب کتب شیعہ میں اس امر کی تصریح ہے۔ اور یہ بھی وضاحت موجود ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو صاحبزادیوں کی یکے بعد دیگرے حضرت عثمان غنی سے شادی فرمائی۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

حیات القلوب:

در بیان احوال اولاد ماجداً حضرت است۔ در قرب الاسناد معتبر از حضرت صادق روایت کرده است کہ از برائے رسول خدا از خدیجہ متولد شدند طاہر وقاسم وفاطمہ وام کلثوم ورقیہ وزینب وفاطمہ رابعہ حضرت امیر المومنین تزویج نمود۔ اور تزویج کرو۔ بابو العاص بن ربیعہ کہ از بنی امیہ بود زینب را بعثمان بن عفان ام کلثوم را و پیش از آنکہ نجانہ اں برود برحمت الہی واصل شد و بعد از و حضرت رقیہ با و تزویج نمود۔

وحیات القلوب جلد دوم نمبر ۱۳۶
باب پنجاہ و یکم

ترجمہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد پاک کا بیان۔ قرب الاسناد میں امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت معتبرہ کے ساتھ مروی ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حضرت خدیجہ سے یہ بچے پیدا ہوئے۔ طاہر وقاسم۔ فاطمہ، ام کلثوم، رقیہ

ان میں جناب فاطمہ کی شادی حضرت علی المرتضیٰ سے کی۔ اور سیدہ زینب کی ابو العاص بن ربیعہ کے ساتھ شادی کی۔ رخصتی سے پہلے ہی ان کا انتقال ہو گیا تھا۔ اس کے بعد آپ نے دوسری صاحبزادی جناب رقیہ کا عقد عثمان غنی سے کیا۔

روایت مذکورہ تلاباق مجلسی کی نقل کردہ ہے۔ اور اس کو "فہرست معتبر" ذکر کیا۔ روایت مذکورہ کی سند قرب الاسناد جلد اول ص ۷ پر یوں منقول ہے:

قرب الاسناد

”مسعد بن سعد کہ قال حدثني جعفر بن محمد عن ابيه قال ولد لرسول الله صلى الله عليه وسلم (قرب الاسناد جلد اول ص ۷)“

اس کا راوی ”مسعد بن سعد“، کتب اسماء الرجال کی رو سے ان کا ثقہ راوی ہے۔ تنقیح المقال میں اس کی تصدیق موجود ہے اس راوی ابو امام جعفر کے درمیان اور کوئی واسطہ نہیں۔ لہذا روایت کے راوی تمام ثقہ ہیں۔ ان ثقہ راویوں نے حضرت ام کلثوم اور رقیہ کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہونا ثابت کیا ہے۔ اور یہ بھی کہ یہ دونوں صاحبزادیاں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقی صاحبزادیاں تھیں۔ جو بطنِ فدک سے پیدا ہوئیں۔ جب انہیں تسلیم ہے۔ کہ نبی تقیہ نہیں کرتا۔ اور یہ بھی تسلیم کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں صاحبزادیوں کا نکاح عثمان غنی سے کیا۔ تو اب اس نکاح کو کس طرح جائز ثابت کرو گے۔

لہذا معلوم ہوا کہ بوقت شکست و تقیہ، کا ہتھیار ان کی اپنی ایجاد ہے
 ائمہ اہل بیت سے اس کے جواز کو ثابت کرنا ان کی توہین کے مترادف
 ہے۔ اور قرآن و سنت کی تعلیمات کے علاوہ ائمہ اہل بیت کی ہدایات
 کے سراسر منافی ہے

رفاعتبر وایا اولی الابصار

حرف فی ۱۲ - ۱۶۰۹
 مولانا ۱۷ - ۸۸
 فضل الرحمن بن فضیلۃ الشیبی
 ضیاء الدین القاری المذنی
 فضل الحرفی
 عفا اللہ عنہ آمین



بحث جنازه

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

باب دوم:

بحث جنازہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

طعن اول

صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ نہیں

پڑھا۔ (معاذ اللہ)

خفیہ لوگ سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے لیے بہت سے افسانے تراشتے ہیں۔ تاکہ وہ اپنے مذموم مقصد میں کامیاب ہو سکیں۔ اسی طرح ایک من گھڑت افسانہ وہ یہ بھی سناتے ہیں۔ کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دارِ فانی سے راہی تھا تو ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے اپنے لیے خلافت کے حصول کے لیے اس قدر دھڑ دھوپ کی کہ آپ کا جنازہ بھی چھوڑ دیا۔ اور اس وقت تک ادھر متوجہ نہ ہوئے جب تک اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوئے۔ اور جن لوگوں نے حصول دنیا کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ ہی نہ پڑھا۔ بلکہ حصولِ خلافت سے فارغ ہو کر اس وقت واپس آئے۔ جب آپ کو دفن کر دیا گیا تھا۔ تو ایسے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ بننے کے کیسے مستحق ہو سکتے ہیں۔

صحابہ کرام کی عقیدت ایک کافر کی زبانی :-

ہم اس طعن کا تفصیلی جواب عرض کرنے سے پہلے یہ واضح کرنا چاہتے ہیں۔ کہ

تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو عقیدت و محبت تھی۔ وہ دنیا میں کسی دوسرے انسان کو مسترز اسکی۔ کیونکہ اس طعن میں ایک پہلو یہ بھی نکالا گیا ہے کہ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر اپنی ذاتی خواہشات پسند تھیں۔ اس لیے ہم اس کی تردید کے لیے واقعہ حدیبیہ بیان کرتے ہیں۔

مقام حدیبیہ پر جب صلح نامہ تحریر کرنے کے لیے کفار کی طرف سے عروہ بن مسعود ثقفی آیا۔ اور اس نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے دیکھا۔ اور یہ بھی دیکھا کہ صحابہ کرام آپ کے اشارہ و کنایہ پر مرنے مارنے پر تیار ہو جاتے ہیں۔ تو اس نے واپس آ کر اپنی قوم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام کی باہمی عقیدت و محبت کا جو نقشہ پیش کیا۔ اس کو علامہ طبرسی شیعہ نے یوں نقل کیا۔

مجمع البیان :-

وَاللّٰهُ مَا رَأَيْتُمْ مَلِكًا قَطُّ يُعْظِمُهُ اصْحَابُهُ مَا يُعْظِمُهُ
اصْحَابٌ مَّحْتَدٍ اِذَا اَمْرُهُمْ اَبْتَدَرُوا اَمْرًا وَاِذَا اَنْوَقَسَا
كَادُوا يَقْتُلُوْنَ عَلٰى وُضُوئِهِ وَاِذَا تَكَلَّمُوا خَفِضُوْا
اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهُ وَمَا يَحِذُّوْنَ اِلَيْهِ النَّظْرَ تَعْظِيْمًا لَهُ۔

(تفسیر مجمع البیان جلد پنجم جزء نہم ص ۱۱۱)

(مطبوعہ تہران)

ترجمہ :- خدا کی قسم! میں نے کسی بادشاہ کی ایسی تنظیم نہیں دیکھی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی آپ کی تعظیم کرتے ہیں آپ جب انہیں کوئی حکم دیتے ہیں۔ وہ فوراً بجا لاتے ہیں۔ اور جب وضو کر رہے ہوں۔ تو وضو کا پانی حاصل کرنے کے لیے لڑتے یہاں تک آجاتی ہے۔ کہ کہیں آپس میں لڑنے

پڑیں۔ اور جب حضور سے گفتگو ہوتی ہے۔ تو آوازیں پست رکھتے ہیں۔

اور آپ کی طرف بوجہ تعظیم نظر بھر کر دیکھا نہیں سکتے۔

یہ تھی ایک کافر کی شہادت۔ صحابہ کرام کے دل میں جو عشق رسول اللہ تعالیٰ نے

جاگزیں کر دیا تھا۔ اس کی مثال کائنات میں نہیں ملتی۔ ایک طرف غیر مسلم کی یہ شہادت

اور دوسری طرف کچھ نام نہاد "مومن" یہ پراپیگنڈہ کرنے میں مصروف ہیں۔ کہ صحابہ کرام

میں سے بعض نے حصولِ خلافت کی خاطر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ تک نہ پڑھا۔

پھر ان میں سے بالخصوص سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق یہی پروپیگنڈا بڑے زور و

شور سے کیا جا رہا ہے۔

جن کے متعلق خود حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ پوری کائنات میں سے مجھے زیادہ

محبوب اللہ ابو بکر صدیق ہے۔

یہ ارشادِ نبوی خود شیعوں کے کتب میں مذکور ہے۔ چنانچہ روضۃ الصفا جلد دوم

صفحہ ۳۸ ملاحظہ کریں۔

جواب طعن :-

تمام صحابہ کرام کا جنازہ رسول ادا کرنا اجماعی مسئلہ ہے

یہ ایک اجماعی مسئلہ ہے۔ جس پر کتب اہل سنت اور کتب اہل تشیع متفق ہیں

کہ ہاجرین و انصار میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا۔ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ

نہ پڑھا ہو۔ اس سلسلہ میں ہم اہل سنت کی صرف ایک روایت پیش کریں گے۔ اور

بقیہ روایات شیعہ کتب سے ہوں گی۔

البدایہ والنہایہ :-

لَسَاكُنَنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ وُضِعَ

عَلَى سِرِّيهِ دَخَلَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِمَا وَمَعَهُمَا لَقَوْمٌ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ
وَالْأَنْصَارِ بَيْتَهُ رِمَاسِعَ الْبَيْتِ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَ
بَرَكَاتُهُ وَسَلَّمَ الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ نَمَا سَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ ثُمَّ صَفُّوا صَفُوفًا
لَا يَزِيدُ مِنْهُمْ أَحَدٌ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ نَهَمَا فِي الصَّفِّ الْأَوَّلِ حَيْثُ رَمَى
اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّهُمَّ إِنَّا نَشْهَدُ أَنَّكَ قَدْ بَدَلْتَ مَا أَنْزَلَ
إِلَيْهِ الْخ... وَيَخْرُجُونَ وَيَدْخُلُ الْخَرُونَ حَتَّى
صَلَّى الرِّجَالُ ثُمَّ النِّسَاءُ ثُمَّ الصِّبْيَانُ وَتَدْقِيلَ إِنَّهُمْ
صَلُّوا عَلَيْهِ مِنْ بَعْدِ الزَّوَالِ إِلَى يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ إِلَى مِثْلِهِ مِنْ يَوْمِ
الْثَلَاثَاءِ وَقِيلَ إِنَّهُمْ مَدَّخَرُوا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ يُصَلُّونَ عَلَيْهِ -

الابتداء والنہایہ جلد ۵ ص ۲۶۵

کیفیت الصلوٰۃ علیہ مطبوعہ بیروت

ترجمہ۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کفن پہنایا گیا۔ اور چارپائی پر رکھا گیا۔ تو ابو بکر صدیق
اور عمر فاروق مہاجرین و انصار کی جماعت سمیت آئے۔ یہ لوگ اتنی تعداد میں
تھے۔ جتنے گھر میں سما سکتے تھے۔ دونوں (ابو بکر و عمر) نے کہا: السلام
علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مہاجرین و انصار
نے بھی حضور پر ویسے ہی سلام بھیجا جس طرح ان دونوں نے بھیجا تھا۔ پھر
صفیں باندھیں۔ لیکن ان کا امام کوئی نہ تھا۔ ابو بکر و عمر نے پہلی صف میں
کھڑے ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کہا۔ اے اللہ! ہم گواہ ہیں
کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تمام کچھ پہنچا دیا۔ جو ان کی طرف اتارا گیا۔ اسی
طرح ایک گروہ سلام کر کے نکل جاتا اور دوسرا آجاتا حتیٰ کہ تمام مرد فارغ
ہو گئے۔ پھر عورتیں اور ان کے بچے آئے اور کہا گیا ہے۔ کہ لوگوں نے

جب آپ پر صلوٰۃ و سلام بھیجا۔ وہ پیر کا دن اور زوال کے بعد کا وقت تھا۔
اور یہ سلسلہ منگل کے دن زوال کے وقت تک جاری رہا۔ اور کہا گیا ہے کہ
لوگ تین دن تک آپ پر صلوٰۃ پڑھتے رہے۔

خلاصہ کلام:-

روایت مذکور سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ عام لوگوں کی طرح
نہیں پڑھا گیا۔ بلکہ بغیر امام کے لوگ صفت در صفت صلوٰۃ و سلام بھیج کر واپس آجاتے۔
اور دوسرے چلے جاتے۔ حتیٰ کہ مرد، عورتیں اور بچے اسی طرح حاضر می دے کر فارغ
ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ یہی تھی۔ اور یہ بھی واضح ہوا۔ کہ اس طرح کی نماز
جنازہ ادا کرنے والوں میں سب سے پہلے ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما تھے۔ ہذا یہ کہنا کہ
یہ دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ چھوڑ کر اپنی خلافت کے تیجھے دوڑتے بھاگتے
رہے۔ بالکل بہتان ہے۔ اور سراسر الزام ہے۔ جس کا کوئی ثبوت نہیں۔

روایات شیعہ مذکورہ طعن کی تردید

۱۔ احتجاج طبرسی:

ثُمَّ أَدْخَلَ عَشْرَةَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَعَشْرَةَ مِّنَ
الْأَنْصَارِ فَيُصَلُّونَ وَيُخْرَجُونَ حَتَّىٰ لَمْ يَبْقَ مِّنَ
الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ إِلَّا مَلَئِي عَلَيْهِ

(۱) احتجاج طبرسی جلد اول ص ۱۰۶ مطبوعہ تہران طبع جلدیہ مذکورہ ماجرا بعد رسول اللہ

(۲) طبع قدیم ص ۵۲ نجف اشرف

تین جمعہ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دس ہماجرین اور دس انصار کو حجرہ مبارکہ

میں نماز جنازہ پڑھنے کے لیے اندر بھیجا وہ پڑھ کر نکلتے رہے یہاں تک کہ ہاجرین اور انصار میں سے ہر ایک نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی اور کوئی باقی نہ رہا۔

(۲) حیات القلوب :-

پس حضرت در پیش درایتا و خود برا و نماز کرد و بعد ازاں صحابہ را فرمود کہ وہ نفر داخل می شدند و ایشان بر دورہ جنازہ آنحضرت می ایستادند و حضرت امیر المومنین در میان ایشان ایستادہ این آیت را می خوانند۔
 اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يَمْلِكُوْنَ عَلٰى النَّبِيِّ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ
 اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا پس ایشان آیرا میخوانند و صلوات بر آنجناب میفرستادند و بیرون می رفتند تا آن کہ اہل مدینہ و اطراف مدینہ ہمہ بر آنجناب صلوات فرستادند۔ شیخ طبری از حضرت امام محمد باقر روایت کرده است کہ وہ نفر وہ نفر داخل می شدند و چنین بر آنحضرت نماز می کردند بی امامی در روز و شب و شب و شب۔
 ۳ صبح و روز شنبہ تا شام تا آنکہ خورد بزرگ مردوزن اناہل مدینہ و اہل اطراف مدینہ ہمہ بر آنجناب چنین نماز کردند و کلینی بسند معتبر از امام محمد باقر روایت کرده است۔ کہ چون حضرت رسالت رحلت فرمود نماز کردند بر او جمیع طائفہ و ہاجرین و انصار فوج فوج و امیر المومنین فرمود کہ شنیدم از حضرت رسول کہ در حالت صحت خود میفرمود کہ این آیت در باب نماز بر من بعد از فوت من نازل شدہ است۔

(حیات القلوب جلد ۱ ص ۱۱۹۹ باب شصت و چہارم مطبوعہ نول کشور ہند)

توجہ:۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ دروازے کے اُگے کھڑے ہو گئے۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ ادا کی۔ اور اس کے بعد صحابہ کرام کو فرمایا۔ دس دس آدمی آپ کی چار پائی کے ارد گرد کھڑے ہو جاؤ۔ اور حضرت علی ان دس کے درمیان کھڑے ہو کر یہ آیت کریمہ پڑھتے۔ ان الله وملائكته يستون على النبي۔ الخ۔ بے شک اللہ اور اس کے تمام فرشتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجتے ہیں۔ اسے سونو! تم بھی ان پر صلوٰۃ بھیجو۔ اور سلام بھیجو سلام بھیجنا۔ حضرت علی کے بعد حاضرین بھی اس آیت کو پڑھتے۔ اور حضور پر صلوٰۃ بھیجتے۔ اور باہر آجاتے۔ یہ سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ تمام مدینہ کے رہنے والے اور اس کے گرد و نواح کے باسی سب نے آپ پر صلوٰۃ و سلام پڑھا۔

شیخ طبرسی نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ دس دس آدمی آتے۔ اور بغیر امام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھتے۔ پیر کے دن۔ منگل کی رات صبح تک اور منگل کی شام تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ حتیٰ کہ چھوٹا بڑا، مرد و عورت مدینہ اور اس کے گرد و نواح کے لوگ سب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اسی طرح کی نماز جنازہ ادا کی۔

کھینٹی نے معتبر سند کے ذریعہ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انتقال فرمایا۔ آپ کی نماز جنازہ تمام فرشتوں، ہاجرین اور انصار نے پڑھی۔ سب گروہ در گروہ آتے رہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کی حالت صحت میں سنا تھا۔ کہ آپ نے فرمایا۔ کہ یہ آیت (ان الله وملائكته) الخ میرے انتقال کے بعد میری نماز جنازہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

جلد العیون :-

پس حضرت در پیش در ایستاد و خود براونماز کرد و بعد ازاں مخصی فرمود صحابہ را کہ وہ نفر وہ نفر داخل می شدند۔ و ایشان بر دور جنازه آنحضرت می ایستادند۔ و امیر المومنین در میان ایشان می ایستاد و این آیه میخواند "اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يَمَلِكُوْنَ عَلٰى النَّبِيِّ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا"، پس ایشان آیه را میخوانند۔ و صلوات بر آنحضرت میفرستادند و بیرون می رفتند۔ تا آنکہ اہل مدینہ و اطراف مدینہ ہمہ بر آنحضرت صلوات فرستادند شیخ طبری از حضرت امام محمد باقر علیہ السلام روایت کرده است کہ وہ نفر وہ نفر داخل می شدند و بر آنحضرت نماز میگردند بے امامی در روز دوشنبہ و شب سه شنبہ تا صبح روز سه شنبہ تا شام تا آنکہ خورد و بزرگ مردوزن اہل مدینہ و اہل اطراف مدینہ ہمہ بر آنحضرت چنین نماز کردند۔ و کلینی بسند معتبر از حضرت امام محمد باقر روایت کرده است کہ چون حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم رحلت فرمود نماز کردند بر او جمیع ملائکہ و مهاجران و انصار فوج فوج و امیر المومنین علیہ السلام فرمود کہ شنیدم از حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہ در حال صحت خود میفرمود کہ این آیت در باب نماز بر من بعد از فوت من نازل شده است۔

(۱) (جلد العیون جلد اول ص ۱۱۲ تا ۱۱۳) بیان رحلت حضرت ختمی مرتبت

مطبوعہ تہران۔

(۲) تاریخ روضۃ الصفا جلد دوم ص ۲۲۲ ذکر خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

مطبوعہ نو کشور طبع قدیم

ترجمہ :- پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ دروانے پر کھڑے ہو گئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھی۔ اس کے بعد دیگر صحابہ کرام کو رخصت دی گئی۔ وہ دس دس کی ٹولی میں آتے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار پائی کے ارد گرد کھڑے ہو جاتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے درمیان کھڑے ہو کر یہ تلاوت کرتے۔ "ان الله وملائكته يصلون على النبي الخ" پھر تمام حاضرین اس آیت کی تلاوت کرتے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوات بھیجتے۔

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے شیخ طبرستانی نے روایت کی ہے۔ کہ دس دس کی ٹولی آتی۔ اور بغیر امام کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ ادا کرتی۔ یہ سلسلہ پیر کے دن منگل کی رات صبح تک اور منگل کے دن شام تک جاری رہا۔ حتیٰ کہ مدینہ اور اس کے گرد و نواح کے تمام چھوٹے بڑے مردوزن نے اسی طرح آپ کی نماز جنازہ ادا کی۔ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے کلینی نے معتبر سند کے ساتھ روایت بیان کی ہے۔ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال فرمایا۔ آپ کی نماز جنازہ تمام فرشتوں، مہاجرین و انصاریوں نے گروہ درگروہ ادا کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی حالت صحت میں سنا۔ کہ آپ نے فرمایا۔ یہ آیت (ان الله وملائكته يصلون على النبي الخ) میری وفات کے بعد میری نماز جنازہ کے لیے اتاری گئی ہے۔

خلاصہ کلام:-

کتبِ اہل سنت سے ایک عدد اور کتبِ اہل تشیع سے تین عدد روایات مذکورہ سے یہ بات بالکل صریح الفاظ کے ساتھ ثابت ہوئی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھنے والے تمام مہاجرین و انصار تھے۔ تمام مرد و زن تھے۔ تمام اہل مدینہ اور اردگرد مدینہ کے لوگ تھے۔ یعنی سب ہی نماز جنازہ ادا کی۔ اس وضاحت و صراحت کے بعد بھی اگر کوئی کہتا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ عام صحابہ کرام اور خاص کر ابو بکر صدیق اور عمر فاروق نے نہیں پڑھا۔ تو ایسا کہنا بدیہیات کا انکار ہے۔ بلکہ یہ قول انہی کا ہو سکتا ہے۔ جو "خَتَمَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ وَعَلَى سَمْعِهِمْ وَعَلَى أَبْصَارِهِمْ غِشَاوًا" وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ کے مصداق ہیں۔

حیرت ہوتی ہے۔ کہ جب خود کتبِ شیعہ میں روایات صحیحہ کے اندر یہ الفاظ آتے ہیں۔ لَمْ يَبْقَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ - الْأَصْلَى عَلَيْهِ، (یعنی تمام مہاجرین و انصار نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی۔) تو ان کو پڑھ کر ایک فیصلہ کن بات سامنے آگئی کہ جن حضرات کو مہاجرین ہونے کا شرف حاصل ہے۔ ان کا نماز جنازہ ادا نہ کرنا کس طرح مفہوم ہوتا ہے۔ ابو بکر صدیق اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما بھی مہاجرین میں ہیں۔ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہجرت تو ایسی امتیازی ہے۔ کہ بقیہ صحابہ مہاجرین کی ہجرت کو قرآن نے "ہاجر وَا" کے عمومی اور مجموعی الفاظ سے ذکر کیا۔ لیکن ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ہجرت کو علیحدہ اور مستقل الفاظ کے ساتھ ذکر فرمایا۔ "ثَانِي اثْنَيْنِ إِذْ هَا فِي الْغَارِ"، تو اس امتیازی ہجرت والے شخص کو مہاجرین میں سے کس طرح نکالا جاسکتا ہے؟

جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی مہاجرین میں اور اہل مدینہ میں داخل ہیں۔ بلکہ ان کے سرخیل ہیں۔ تو نتیجہ یہ نکلا۔ کہ جہاں دیگر مہاجرین اور اہل مدینہ تھے آپ کی نماز جنازہ پڑھی۔ وہاں ان دونوں حضرات کا نماز جنازہ پڑھنا بطریقہ اولیٰ ثابت ہوا۔ کیونکہ ان دونوں کی شمولیت اور عدم شمولیت معمولی بات نہ تھی۔ اگر واقعی بقول تائل یہ دونوں شریک نہ ہوتے۔ تو سب اہل مدینہ و مہاجرین و انصار کو معلوم ہوتا۔ لیکن کسی نے بھی ان کے نماز جنازہ ادا کرنے کے خلاف کوئی روایت نہیں کی۔

(۴) اصول کافی،

مَحْمَدِ بْنِ الْحُسَيْنِ عَنْ سَهْلِ بْنِ زِيَادٍ عَنِ ابْنِ فَضَالٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ النُّعْمَانِ عَنْ أَبِي مَرْيَمَ الْأَنْصَارِيِّ عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قُلْتُ لَهُ كَيْفَ كَانَتْ الصَّلَاةُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَالْقَالَ لَمَّا غَسَلَهُ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَكَفَّنَهُ وَسَجَّاهُ ثُمَّ أَدْخَلَ عَلَيْهِ عَشْرَةَ فَدَارُوا حَوْلَهُ ثُمَّ وَقَفَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ فِي وَسْطِهِمْ فَقَالَ "إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا" فَيَقُولُ الْقَوْمُ كَمَا يَقُولُ حَتَّى صَلُّوا عَلَيْهِ أَهْلُ الْمَدِينَةِ وَ أَهْلُ الْعَوَالِمِ .

(اصول کافی جلد اول صفحہ ۲۵ کتاب الحجۃ)

باب مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم

وفاتہ مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ: راوی کہتا ہے۔ کہ میں نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ کیسے پڑھی گئی؟ امام نے فرمایا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کو غسل دے چکے۔ اور کفن پہنا چکے۔ تو دس افراد کو اندر آنے کی اجازت دی۔ انہوں نے آپ کے ارد گرد دائرہ بنالیا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے درمیان کھڑے ہو کر یہ آیت پڑھی: "ان الله وملائكته يصلون على النبي الخ" تو حاضرین نے بھی اسے پڑھا۔ یہاں تک کہ اسی طرح دس دس کی ٹولی آتی جاتی رہی۔ اور صلوات و سلام پڑھ کر فارغ ہوتی رہی۔ تمام مدینہ اور اس کے گرد و نواح والوں نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی۔

۵۔ اصول کافی،

عَلِيَّ بْنِ أَبِي هَيْمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ أَبِي عُمَيْرٍ عَنْ حَمَّادِ عَنِ الْحَلْبِيِّ عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ أَتَى الْعَبَّاسُ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ يَا عَلِيُّ إِنَّ النَّاسَ قَدِ اجْتَمَعُوا أَنْ يُدْفِنُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ فِي بَيْتِ الْمَسْجِدِ وَأَنْ يُزَيَّمَهُمْ رَجُلٌ مِنْهُمْ فَخَرَجَ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِلَى النَّاسِ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ إِمَامٌ حَيٌّ وَمِيَّتًا وَقَالَ إِنِّي أَدْفِنُ فِي الْبَيْتِ الَّذِي أَقْبَمُ مِنْهَا شَعْرًا قَامَ عَلَى الْبَابِ فَعَلِمْتُ عَلَيْهِ ثُمَّ أَمَرَ النَّاسَ عَشْرَةَ عَشْرَةَ يُسَلِّونَ عَلَيْهِ

ثم یخرجون۔

۱۔ اصول کافی جلد اول ص ۲۵۱ کتاب الحجۃ

باب مولد النبی صلی اللہ علیہ

وسلم ووفاتہ مطبوعہ تہران

۲۔ مناقب آل ابی طالب ابن شہر آشوب

جلد اول ص ۲۳۹-۲۴۰ فی وفاتہ علیہ

السلام مطبوعہ قم طبع جدید

۳۔ امالی الشیخ الطوسی جلد اول ص ۳۹۱

الجزء الثالث عشر مطبوعہ قم

طبع جدید

ترجمہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس تشریف لائے۔ اور کہا۔ اے علی! لوگوں نے یہ طے کر لیا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ”بقیع المصلیٰ“ میں دفنائیں۔ اور اپنے میں سے کسی ایک مرد کو امام بنا کر حضور کی نماز جنازہ پڑھیں۔ یہ سنی کہ حضرت علی باہر تشریف لائے۔ اور لوگوں سے کہا۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح ظاہری زندگی میں لوگوں کے امام تھے۔ اسی طرح بعد اوصال بھی امام ہیں۔ اور آپ نے وصیت فرمائی ہے۔ کہ مجھے اسی مقام پر دفن کیا جائے۔ جہاں میرا انتقال ہوا ہو۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ دروانے سے پرکھڑے ہو گئے۔ اور آپ کی نماز جنازہ پڑھی۔ پھر دس دس کے گروہ کو نماز جنازہ ادا کرنے کی اجازت دی۔ اس طرح وہ پڑھتے اور نکلتے رہے۔ (اور نئے دس آتے اور

جاتے رہے۔

۶۔ اصول کافی ۱۔

مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى عَنْ سَلْمَةَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ سَيْفٍ
عَنْ عَمْرِو بْنِ شَمْرَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ
قَالَ لَمَّا قُبِضَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَآلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ وَالْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْدَسَارُ فَوَجَّافُوا جَا
قَالَ وَقَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ سَمِعْتُ رَسُولَ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فِي صِحَّتِهِ وَسَلَّمَ
إِنَّمَا أُتِرْتُ هَذِهِ الْآيَةَ عَلَى فِي الصَّلَاةِ عَلَى بَعْدَ قُبُوضِ اللَّهِ لِي
إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا
عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔ (اصول کافی جلد اول ص ۲۵۱ کتاب الحجۃ

باب مولد النبی صلی اللہ علیہ

وسلم ووفاتہ) مطبوعہ تہران

ترجمہ: امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جب حضور صلی اللہ وسلم نے رحلت
فرمائی۔ تو فرشتوں، ہاجرین اور انصار نے گروہ درگروہ آپ کی نماز
جنازہ پڑھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ
وسلم سے حالت صحت و سلامتی میں سنا۔ کہ یہ آیت میرے بارے میں
نازل ہوئی۔ جب میرا انتقال ہو جائے۔ اور میری نماز جنازہ پڑھی
جانے لگے۔ (یعنی میری نماز جنازہ اس آیت کے حکم کی تعمیل ہی ہے)۔
آیت یہ ہے۔ ان اللہ و ملائکته یصلون علی النبی

یا ایہا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما،

۷۔ احتیاج طبری؛

فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ ذَلِكَ وَصَلَّى عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ عَلَيْهِ مِنْ بَايَعِ أَبَا بَكْرٍ وَمَنْ لَمْ
يَبَايِعْ -

(الاحتیاج طبری جلد اول صفحہ نمبر ۹۴)

ماجرى بعد رسول الله صلى

الله عليه وسلم مطبوعه نجف

اشرف طبع جدید)

(احتیاج ص ۲۶ طبع قدیم۔ فی

بیعت الناس لابی بکر بعد النبى)

ترجمہ۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہو گئے

اور آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھ لی۔ تو ان تمام لوگوں

نے جنہوں نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کی یا نہ کی۔ آپ کی نماز جنازہ

(صلوٰۃ و سلام) ادا کی۔

۸۔ اخبار ما تمم؛

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ قَالَ النَّاسُ كَيْفَ الصَّلَاةُ

عَلَيْهِ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَإِلَيْهِ إِمَامٌ مُنَاحِيًا وَمَيِّتًا فَأَدْخُلُوا عَلَيْهِ عَشْرَةَ

فَصَلُّوا عَلَيْهِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَكَيْلَةَ الْاِثْلَثَاءِ وَحَتَّى الْقُبْحِ
وَيَوْمَ الْاِثْلَثَاءِ حَتَّى صَلَّى عَلَيْهِ صَغِيرَهُمْ وَكَبِيرَهُمْ وَ
ذَكَرَهُمْ وَأَنْتَاهُمْ وَنَوَاحِي الْمَدِينَةِ بِغَيْرِ اِمَامٍ -

(۱- اخبار ما تم ص ۶۵ مطبوعہ حسینی مجلس

اول رام پور)

(۲- اعلام الوری ص ۱۴۵ ذکروفات رسول

مطبوعہ بیروت طبع جدید)

(۳- کتاب سلیم بن قیس

ہلالی العامری ص ۷۹ مطبوعہ بیروت

طبع جدید)

ترجمہ: حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لوگوں
نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ کی کیفیت دریافت کی تو آپ نے
فرمایا: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حالت حیات اور حالت ممات دونوں
میں ہمارے امام ہیں۔ پھر دس آدمی اُسٹے۔ اور آپ کی نماز جنازہ پڑھی
یہ سلسلہ صلوٰۃ و سلام پیر کے دن، منگل کی رات صبح تک اور منگل کے
دن شام تک جاری رہا۔ یہاں تک کہ مدینہ اور اس کے گرد و نواح
کے چھوٹے بڑے اور مذکورہ موت سب نے اسی طرح آپ کی نماز
جنازہ ادا کی۔

۹۔ تہذیب المتین:

القصر غسل و کفن کے بعد جنازہ نحر عالم تیار ہوا۔ تو اول حق تعالیٰ نے اپنی رحمت کا

اس پر بھیجی۔ پھر ملائکہ نے درود و صلوات کہی۔ بعد ازاں امیر المومنین نے معہ اپنے اصحاب خاص کے نماز پڑھی۔ بعد ازاں دیگر ہاجرین و انصار کو اجازت دی۔ وہ دس دس آدمی اندر آئے اور گردِ جنازہ کے کھڑے ہوئے۔ اور حضرت امیران کے درمیان کھڑے ہو کر یہ آیت شریفہ ”ان الله و ملائکته یصلون علی النبی یا ایہ الذین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما“ کی تلاوت فرماتے ہیں۔ وہ درود و صلوات آنحضرت پر بھیجتے۔ اور باہر چلے جاتے تھے۔ حتیٰ کہ اہل مدینہ و نواحی مدینہ تمام نے اس طرح آنحضرت پر نماز پڑھی۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت امیر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل و کفن سے فارغ ہوئے۔ تو مجھ کو اور ابو ذر و مقداد کو اندر بلایا۔ پس آپ اگے کھڑے ہوئے اور ہم مع جناب سیدہ و امام حسن و امام حسین ان کے پیچھے نماز جنازہ بجالائے۔ اس کے بعد دس دس صحابیوں کو بلا کر درود و صلوات ان سے کہلاتے تھے حتیٰ کہ تمام ہاجرین و انصار نے اس طرح آپ پر نماز ادا کی (تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین جلد اول حصہ اول ص ۲۴۲ مطبوعہ مطبعہ یوسفی دہلی ۱۳۲۲ھ)

حسب

دس ہزار روپیہ انعام

اہل انصاف غور فرمائیں کہ ہم نے کتب شیعہ سے ۹ حوالہ جات پیش کئے ہیں۔ جن میں سے ہر ایک روایت میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ تمام ہاجرین و انصار خورد و کلال نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ ادا کی۔ ہم ان میں سے ہر ایک حوالہ

کے بارے میں اعلان کرتے ہیں۔ کہ اگر کوئی شیعہ ان میں سے کوئی ایک حوالہ غلط ثابت کر دے۔ تو اسے فی حوالہ دس ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا۔

مگر اس اعلان کے ساتھ ہمارا دعویٰ ہے۔ کہ تمام شیعہ اگر مل کر ایڑی چوٹی کا زور لگائیں۔ تو ہمارا ایک حوالہ بھی غلط ثابت نہیں کر سکتے۔

”فَاذْكُرُوا لِلّٰهِ اَوْلٰى اَنْ تَعْبُدُوْا فَاَتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَقُودُهَا

النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اَعْدَتْ لِلْكَافِرِيْنَ“

اب اہل انصاف ہی فیصلہ کر سکتے ہیں۔ کہ ہم نے جو شیعہ کی کتب معتبرہ حوالہ جات پیش کیے۔ انہیں غلط بھی کوئی ثابت نہ کر سکے۔ اور یہ بھی رٹ لگاتا جائے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ صحابہ کرام نے عموماً اور بالخصوص ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نہیں پڑھا تو اس سے بڑھ کر ضدی ہٹ دھرم اور کذاب کون ہو سکتا ہے۔

اعتراض :-

بعض شیعہ بحوالہ کنز العمال یہ اعتراض کرتے ہیں۔ کہ حضرت ابو بکر صدیق و عمر رضی اللہ عنہما مسجد نبوی میں اس وقت اُسے جب لوگ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کر چکے تھے۔

جواب:

شیعہ لوگوں نے کنز العمال کی جس روایت سے یہ اعتراض کیا ہے۔ وہ قابل اعتقاد نہیں ہے جس کی وضاحت اُندہ طعن میں آ رہی ہے ورنہ کنز العمال میں اس کے برعکس موجود ہے ملاحظہ فرمائیں۔

ۛ

کنز العمال :-

عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ دَخَلَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ وَفَاتِهِ فَوَضَعَ فَتَهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَوَضَعَ يَدَهُ فِي مَدْعِيهِ وَقَالَ وَإِنِّي آءٌ وَاصِفِيَاءٌ وَآخِلِيَاءٌ

(کنز العمال جلد ۷ ص ۳۳۸ مطبوعہ حلب)

لمع بعد وفاته صلى الله عليه

وسلم وما يتعلق بميراثه)

ترجمہ :- ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔
سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد
آپ کے پاس آئے اور اپنا منہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پر رکھا
(بوسہ دیا) اور اپنا ہاتھ سر پر رکھ کر کہا۔ یا نبیاء یا صفیاء
یا خلیاء۔

قاریین کرام! ذرا غور فرمائیں کہ کنز العمال میں تو صرف یہ ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد آئے۔ اور اگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے
چہرہ الور کو بوسہ دیا اور آپ کے فراق اور جدائی کے صدمہ میں و انبیاء و اخیلاء
کہنے لگے۔ جس کا واضح معنی یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کے وصال شریف کے فوراً بعد آپ
تشریف لے آئے۔ لیکن جن شیعوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
نبی علیہ السلام کے وصال کے بعد مسجد نبوی میں ہی نہیں آئے۔ یہاں تک کہ
آپ دفن ہو چکے تھے۔ تو یہ ان کا صریح جھوٹ ہے۔ اگر کسی شیعوں میں جرات ہے

رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ

(۱) فروع کافی جلد سوم کتاب الروضہ ص ۱۵۹

مطبوعہ نو کشور طبع قدیم

(۲) فروع کافی جلد ہشتم ص ۲۲۲ کتاب الروضہ

طبع جدید تہران

ترجمہ

سیمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کہا میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس اس وقت آیا جب آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دے رہے تھے میں نے بتایا کہ لوگوں نے اس وقت یہ کچھ کیا ہے۔ اور میں نے کہا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اس وقت منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر بیٹھے ہوئے ہیں۔

۲۔ احتجاج طبری :-

وقلت لعلی علیہ السلام حین یغسل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ الذ القوم فعلوا کذا وکذا وان ابابکرہ الساعۃ لعلی منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

(۱) احتجاج طبری جلد اول ص ۱۰۶ طبع جدید

مطبوعہ نجف اشرف

(۲) احتجاج طبری ص ۵۲ طبع قدیم مطبوعہ

نجف اشرف فی ما رواہ سلیم

بن قیس الہلالی عن سلیمان

ترجمہ۔ سلیمان فارسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیتے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہا۔ کہ قوم نے یوں یوں کیا ہے اور اس وقت ابو بکر صدیق منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ہیں۔

۳۔ حیات القلوب :-

والیضاً بسند حسن از حضرت صادق روایت کردہ اند۔ کہ عباسی بخدمت حضرت امیر المومنین آمد و گفت کہ مردم آفاق کردہ اند۔ کہ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم را در بقیع دفن کنند و ابو بکر پیش بایستاد و بر آن حضرت نماز کند۔

حیات القلوب جلد دوم ص ۱۱۹۸ باب
شخصت و چہارم حالات بعد از وفات
سرودکائات صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ منشی
نامی نو کشور۔

(تاریخ روضۃ الصفاء جلد دوم ص ۴۲)

ترجمہ۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ جناب علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور کہا۔ کہ لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو در بقیع، میں دفن کرنے پر اتفاق کر لیا ہے۔ اور اس پر اتفاق کر لیا ہے۔ کہ نماز جنازہ کے امام ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بنیں۔



خلاصہ کلام:-

شیعہ حضرات کی ان تین کتب سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ لہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل شریف سے فارغ بھی نہ ہوئے تھے۔ کہ لوگوں کا انبواہ مسجد نبوی میں جمع ہو چکا تھا۔ اور ان سب نے اس پر اتفاق کر لیا تھا۔ کہ آپ کو ”یقیناً“ میں دفنایا جائے۔ اور آپ کی نماز جنازہ کی امامت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ایسی۔ اس امر کی اطلاع حضرت عباس اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہما نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ لہی کو دی۔ مسجد نبوی میں جو اجتماع ہوا تھا۔ ان میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر بن خطاب بھی موجود تھے۔ لہذا یہ الزام سراسر لغو ثابت ہوا۔ کہ بوقت جنازہ شیخین غائب تھے۔ بلکہ اس وقت ہماجرین انصار کے مجمع میں ان حضرات سے لوگوں نے مشورہ لیا۔ کہ آپ کو کہاں دفن کیا جائے۔ بلکہ کتب شیعہ میں یہ بات بھی موجود ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی تھی کہ میری قبر وہاں ہی بنائی جائے۔ جہاں میرا وصال ہو۔ کیونکہ جہاں ہم انبیاء کا وصال ہوتا ہے۔ وہاں ہی ہماری قبور ہوتی ہیں۔

تردید امر ورم:-

وفات رسول پر عمر فاروق و دیگر صحابہ شدت غم سے حواس کھو بیٹھے

تاریخ روضۃ الصفا:-

گویند جمعی از صحابہ کہ در مسجد بودند چون ندیدہ و نوحہ نسواں شنیدند بکبر قوت حضرت فتمی پناہ از ایشان صادر می شد، سراسیمہ و متحیر گشتند۔ چنانچہ بای

بعضی از تکلم بازیتا دو بر خنی بنیل و مایہ بخویا گرفتار شدند و بر طائفہ مہل استیلاہ یافت۔ نقل است کہ عمر بن خطاب بعد از انتقال حضرت رسالت مآب در میان مردم فریاد بر کشیدہ قسم یاد کرد کہ رسول خدا فوت نہ شدہ والا اورا معقر روی نمود چنانچہ موسیٰ را روی نموده بود و بخدا سوگند کہ اکں سرور در دار دنیا چنداں باقی ماند کہ زبان اہل کذب و نفاق را برد و قوی آنکہ طائفہ از منافقان بزبان آوردند۔ کہ اگر محمد پیغمبر بودے باستی کہ فوت نہ شدے۔ عمر کہ این سخن بشنید۔ شمشیر از نیام کشید و برد مسجد ایستادہ گفت کہ ہر کس کہ بگوید کہ رسول خدا از سرے فانی بمنزل باقی نقل کردہ میان اورا بدو نیم کنم بعضے از اہل اسلام را از سخن عمر در موت آنحضرت در خاطر شبہ پیدا شد۔ دریں اثنا و بنت عمیس دست در میان دو کتف پیغمبر نہادہ ہر نبوت را نیافت گفت علی سبیل الیقین حضرت رسالت جہان فانی را و داع فرمود کہ ہر نبوت مرفوع گشتہ ازین سخن نزد بعضے محقق شدہ کہ آنسرور از این عالم رحلت کردہ گویند کہ در زمان وفات حضرت مقدس نبوی ابو بکر در محلہ خویش بود چوں ازین واقعات خبر یافت تعجیل رواں شد و روئے بحجرہ عائشہ نہاد و می گفت و امحمد اہ و انقطاع ظہراہ و گریہ گناں میرفت تا بمسجد حضرت ختمی مرتبت پناہ رسید مردم را پریشاں احوال دید التفات بہ ایچکس نہ کردہ بجائزہ عائشہ رفت و روا از روئے مبارک رسول اقدس برداشت و بعضی از اعضائے آنحضرت را بوسیدہ گفت بابی انت وامی۔ طِبَّتْ حَيَاتًا وَمَيَّتَا، آنگاہ منزل مقدس بیرون آمدہ عمر را دید کہ در میان انجمن ایستادہ می گفت کہ رسول اقدس فوت نشدہ ابو بکر چند نوبت باو گفت اسے عمر نشین ادا متناع نمود ابو بکر گفت ایہا الرجل

بدرستیکہ پیغمبر فوت شدہ۔ نشیندہ کہ باری تعالیٰ در کتاب خویش با وی خطاب فرمودہ کہ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَاَنْتُمْ مَيِّتُونَ۔ واپسینیں در قرآن مجید و فرمان حمید و ما جعلنا البشر من قبلك الخلد افا ئن مات۔ فہم الخالدون۔ بعد ازاں ابو بکرؓ خیر البشر بالارفت و خلافتی عمر را تہنا گذارشتہ متوجہ ابو بکرؓ شدند۔ ابو بکر خطبہ خواند مشتمل بر حمد و سپاس باری تعالیٰ و معنوی برورد و سید کائنات انگاہ گفت۔ مَنْ كَانَ يَعْْبُدُ مُحَمَّدًا اَفَا ئنَ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ وَمَنْ كَانَ يَعْْبُدُ اللهَ فَا ئنَ اللهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ یعنی ہر کس کہ محمدؐ را می پرستید بدرستیکہ او وفات یافت و ہر کس کہ خدا کے عزوجل را می پرستید بدرستیکہ او زندہ است و ہرگز نمیرد و بعد ازاں اسے ای کلمات ایہ کریم۔ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَقْتُ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُوْلَ اَفَا ئنَ مَاتَ اَوْ قَتِلَ اَنْقَلَبْتُ عَلٰی اَعْقَابِكُمْ تَا اَحْرَ خَوَانِدِ وَا يَہ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَا اَنْتُمْ مَيِّتُونَ۔ بزبان را تہہ مگر گوید کہ بخدا سو گند کہ گویا ایں آید را نشیندہ بودم۔

(۱۔ تاریخ روضۃ الصفا جلد دوم ص ۲۲۶)

ذکر احوال خاتم الانبیاء)

(۲۔ تاریخ یعقوبی جلد ۸ ص ۱۱۴ اذکر وفات

رسول علیہ السلام بالفاظ مختلفہ)

ترجمہ بیان کرتے ہیں۔ کہ صحابہ کرام کی ایک بڑی تعداد جو مسجد نبوی میں جمع ہو چکی تھی جب انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال پر غورتوں کے رونے کی آواز سنی۔ سب حیران و پریشان ہو گئے۔ ان میں سے بعض کی قوت گویائی جاتی رہی۔ کچھ ویسے ہی چپ سا دھ گئے۔ اور کچھ دماغی عوارض میں گرفتار ہو گئے

اور کچھ بیماری میں دب گئے۔ نقل ہے۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کے انتقال کے بعد بلند آواز سے کہہ دیا تھا۔ کہ خدا کی قسم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انتقال نہیں فرمایا۔ بلکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح آپ پر دو صعقہ، طاری ہوا ہے۔ خدا کی قسم حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں اس وقت تک رہیں گے۔ جب تک منافقین اور جھوٹوں کی زبان کٹ نہیں جاتی۔

ایک قول کے مطابق مدینہ کے منافقین نے کہنا شروع کیا۔ کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے پیغمبر ہوتے۔ تو فوت نہ ہوتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر تلوار زیا م سے نکال لی۔ اور مسجد کے دروازہ پر کھڑے ہو کر کہا۔ کہ جو شخص یہ کہے گا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس دارِ قافی سے اس دارِ باقی کی طرف منتقل ہو چکے ہیں۔ میں اس کے دو ٹکڑے کر دوں گا۔ بعض مسلمانوں کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس اعلان سے شبہ پڑا۔ کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعی انتقال نہیں ہوا۔ اس دوران اسماء بنت عمیس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت کو غائب پا کر علی بن ابی طالب سے یقین کیا۔ کہ حضور کا انتقال ہو چکا۔ کیونکہ مہر نبوت اٹھالی گئی ہے۔ اس سے ان حضرات کا شک یقین میں تبدیل ہو گیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا ہے۔

بیان کرتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے وقت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے محلہ میں تھے۔ جب اس اندرہ ناک واقعہ کی خبر ملی۔ جلدی سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کی طرف آئے۔ اور وا محمد اہا وا محمد اہا، کہہ رہے تھے۔ اور

کہہ رہے تھے۔ میری کمر ٹوٹ گئی۔ روتے ہوئے مسجد نبوی میں آئے۔ وہاں لوگوں کو پریشان حال دیکھا۔ لیکن کسی طرف متوجہ ہوئے بغیر سیدھے حضرت عائشہ کے گھر تشریف لے گئے۔ وہاں جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس سے چادر ہٹائی۔ اور آپ کے بعض اعضاء کو بوسہ دیا۔ اور کہا۔ میرے ماں باپ قربان۔ آپ زندگی اور موت میں کتنے پاکیزہ ہیں۔ پھر باہر نکلے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ کہ لوگوں کے اجتماع میں کھڑے کہہ رہے تھے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال نہیں ہوا۔ ابو بکر صدیق نے کئی مرتبہ کہا۔ کہ اسے عمر بیٹھ جاؤ۔ لیکن یہ نہ مانے۔ ابو بکر صدیق نے کہا۔ اے مردِ خدا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں۔ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد جو اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے فرمایا۔ نہیں سنا۔ اِنَّكَ مَيِّتٌ الْخ۔ یعنی تو بھی اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ذائقہ موت چکھنے والا ہے۔ اور وہ سب بھی مرنے والے ہیں۔ اسکی طرح قرآن مجید اور قرآن حمید میں یہ بھی آیا ہے۔ ”وَمَا جَعَلْنَا الْبَشَرَ مِنْ قَبْلِكَ الْخَالِدِينَ“ ہم نے کسی بشر کو آپ سے پہلے ہمیشہ کے لیے دنیا میں نہ رکھا۔ تو کیا اگر آپ دنیا میں آگئے ہیں۔ تو ہمیشہ رہیں گے؟ اس کے بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ منبر رسول پر تشریف لائے اور لوگوں نے عمر کو نہ ہاتھ پھوڑ کر ابو بکر کی طرف رخ کر لیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اللہ کی حمد و ثنا اور حضور پر صلوة و سلام کے ساتھ خطبہ شروع فرمایا۔ پھر کہا۔ جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بندگی کرتا تھا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم واقعی انتقال کر چکے ہیں۔ اور جو۔ ”دوستِ محمد، کی بندگی کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیشہ زندہ ہے۔ اس پر کبھی موت نہیں آسکتی۔ اس کے بعد ”وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ

قَدْ خَلَّتْ مِنْ قَبْلِ الرَّسُولِ، آیت پڑھی۔ اور رَدِّ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَ
 اِنَّهُمْ مَيِّتُونَ، کی بھی تلاوت کی۔ اس پر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا خدا
 کی قسم! گویا آج سے قبل میں نے اس آیت کو سنا ہی نہ تھا۔

خلاصہ کلام:-

اس طویل اقتباس سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی۔ کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم
 کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کا انتہائی صدمہ ہوا۔ اس صدمہ کی وجہ سے
 بعضے بیمار ہو گئے۔ کچھ دوسرے گنگ ہو گئے۔ کئی مغبوط الحواس ہو گئے۔ اور اس صدمہ
 کی وجہ سے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ابو بکر کی کیفیت تھی۔ وہ بھی آپ نے ملاحظہ فرما
 لی۔ لہذا اس صراحت و وضاحت کے بعد بھی اگر کوئی کہہ دے۔ کہ صحابہ کرام کو حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کا قطعاً صدمہ نہ تھا۔ اور انہیں کوئی پریشانی لاحق نہ ہوئی۔ تو
 اس سے بڑھ کر کذاب اور کون ہو سکتا ہے۔ اور عقائد کو مسخ کرنے کی اس سے بڑھ کر
 اور کیا مثال ہو سکتی ہے؟

فاعتبروا یا اولی الابصار



شبیر اول

اگر صحابہ محب رسول تھے تو آپ کی تدفین سے قبل سقیفہ

میں طلب خلافت کے درپے کیوں ہوئے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے فوراً بعد حتیٰ کہ آپ کی تجہیز و تکفین سے بھی قبل شیخین نے ”سقیفہ بنی ساعدہ“ میں جا کر ہاجرین و انصار کو اپنی بیعت لینے پر آمادہ کیوں کیا؟ اگر واقعی ان کے دلوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کا صدمہ ہوتا تو سب کچھ بھول جاتے۔ اور اس قسم کی جوڑ توڑ نہ کرتے؟

ازالہ شبہہ۔

ہم پچھلی گفتگو میں خود شیعہ کتب سے ثابت کر چکے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کا صدمہ تمام مسلمانوں کو ہوا۔ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ روتے روتے حضرت عائشہ کے گھر پہنچے۔ حتیٰ کہ آپ نے مسجد میں بیٹھے صحابہ کرام کی طرف بھی توجہ نہ کی۔ اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تو اس اندوہ ناک خبر سے اس قدر متاثر ہوئے کہ انہوں نے فرطِ محبت میں حضور کے انتقال کی خبر سننا بھی گوارا نہ کی حتیٰ کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں آیاتِ قرآنیہ سے تسلی نہ کی۔

یہ بھی گزر چکا ہے۔ کہ مسجد نبوی میں جمع شدہ لوگوں کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

خطبہ دیا۔ اور تسلی دی۔ اور اس دنیاوی زندگی کی ناپائیداری بیان کی۔ اسی دوران میں
 بے یار و مددگار مسجود نبوی میں تھے۔ کہ اچانک خیر آئی۔ کہ انصار ایک مقام پر جمع ہیں
 شد خلافت پر بحث کر رہے ہیں۔ اور اپنے خیال میں اپنے میں سے کسی کو اس
 سب کے لیے نامزد کر رہے ہیں۔ تو اس خبر کے پہنچتے ہی مسجد نبوی سے شیخین
 انصار کی طرف چل پڑے۔ تاکہ وہاں جا کر اندازہ لگائیں۔ کہ کیا ہو رہا ہے۔ اور
 نامزد کرنے کی بات چل رہی ہے۔ کیونکہ ان کے پیش نظر یہ تھا۔ کہ کہیں اس
 سب کے لیے کوئی نامناسب آدمی نامزد نہ ہو جائے جس کی وجہ سے امت
 فتنہ کی لپیٹ میں آجائے۔

جب یہ حضرات وہاں پہنچے۔ تو انصار وہاں جہاں نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
 کی بیعت کیے لیے منتخب کیا۔ ان کے کہنے پر اگرچہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انکار
 دیا۔ لیکن لوگوں نے "ثانی اشہین" کے مصداق ہونے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے
 پاس کو آخری ایام میں خلیفہ نماز مقرر فرمانے کی وجہ سے آپ کے انکار کے باوجود
 آپ کی بیعت کر لی۔ اور ان میں سے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے بغیر کسی نے
 اعتراض نہ کیا۔ اور نہ ہی آپ کی بیعت کو بڑا جانا۔ اس کی تصدیق "ابن عدیہ
 منزلی شیبی" نے یوں کی۔

ثانی اشہین الخ کے نزول کی وجہ سے تمام صحابہ کرام بیعت

صدیقی پر متفق ہو گئے

ابن عدیہ :-

قَالَ لَمَّا تَوَفَّى رَسُولُ اللَّهِ وَقَالَتِ الْأَنْصَارُ مِثًا آمِيذُ

marfat.com

Marfat.com

وَمِنْكُمْ أَمِيرٌ أَخَذَ عُمَرُ بِيَدِ أَبِي بَكْرٍ وَقَالَ سَتَيْفَانٍ فِي
 عَمَدٍ وَاحِدٍ إِذَا لَا يَصْلِحَانِ ثُمَّ قَالَ مَنْ لَهُ هَذِهِ الثَّلَاثُ
 تَابِي اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْعَارِ مَنْ هُمَا إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ
 لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا مَعَ مَنْ شَرَّ بَسَطَ يَدَهُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ
 قَبَايِعَةَ النَّاسِ أَحْسَنَ بَيْعَهُ وَأَجْمَلَهَا قَالَ أَبُو بَكْرٍ
 وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ الْعَطَّارِ دِي عَنِ أَبِي بَكْرٍ
 عَيَّاشٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ عَيْدِ اللَّهِ قَالَ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى نَظَرَ فِي
 قُلُوبِ الْعِبَادِ فَوَجَدَ قَلْبَ مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ
 وَالسَّلَامُ خَيْرَ قُلُوبِ الْعِبَادِ فَاصْطَفَاهُ لِنَفْسِهِ وَ
 بَعَثَهُ بِرِسَالَتِهِ دُنْمَ نَظَرَ فِي قُلُوبِ الْأُمَمِ بَعْدَ قَلْبِهِ
 فَوَجَدَ قُلُوبَ أَصْحَابِهِ خَيْرَ قُلُوبِ الْعِبَادِ فَجَعَلَهُمْ
 وَرَاءَ نَبِيِّهِ يُقَاتِلُونَ عَنْ دِينِهِ فَمَارَى الْمُسْلِمُونَ
 حَسَنًا فَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ حَسَنٌ وَمَارَى الْمُسْلِمُونَ
 سَيِّئًا فَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ سَيِّئٌ قَالَ أَبُو بَكْرٍ بِنُ عَيَّاشٍ
 وَقَدَرَى الْمُسْلِمُونَ أَنْ يُؤَكِّفُوا أَبَا بَكْرٍ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَانَتْ وَكَأَيُّهُ حَسَنَةً

(ابن جریر شرح، نوح البلاغہ جلد دوم)

ص ۱۶ طبع جدید مطبوعہ بیروت فی

ذکر اخبار السیف و بیعتہ الناس

مع ابی بکر بروایت احمد

(بن عبد العزیز)

تبرہ جب رسول اللہ ﷺ نے انتقال فرمایا۔ اور انصار نے کہا۔ ہم میں سے ایک امیر اور تم (مہاجرین) میں سے ایک امیر ہونا چاہیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور جب وہاں پہنچے تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ دو تلواریں ایک تیام میں نہیں سما سکتیں۔ پھر خود ہی فرمایا کہ جس میں تین خصلتیں موجود ہوں۔

(۱) ثانی اثین اذہما فی الغار میں ہا ضمیر تثنیہ کا مرجع وہ دو کون ہیں۔

(۲) اذ یقول لصاحبہ میں صاحبہ سے مراد نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا کونسا صاحب ہے۔

(۳) لا تحزن ان اللہ معنا میں نا ضمیر تثنیہ و جمع متکلم سے مراد نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کون شریک ہے۔ (جیسا ان تینوں چیزوں سے مراد بلا اختلاف ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی تھے تو عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے) یہ کہہ کر اپنا ہاتھ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھایا اور ان کی بیعت کر لی۔ ان کے بعد تمام حاضرین نے بیعت کر لی۔ یہ بیعت بڑے احسن و جمیل طریقہ سے ہوئی۔

زید بن عبد اللہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں کو دیکھا۔ تو ان تمام میں سے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو افضل پایا۔ اور اسے اپنے لیے منتخب فرمایا اور آپ کو رسالت کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے تمام امتوں کے دل کی طرف نظر فرمائی تو ان میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے صحابہ کرام کے دلوں کو افضل پایا۔ تو ان کو اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کا وزیر مقرر فرمایا۔ لہذا انہوں نے دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جہاد کیا۔ پس جس چیز کو مسلمان اچھا کہیں وہ اللہ کے ہاں بھی اچھی اور جسے برا کہیں وہ وہاں بھی بری ہے۔ ابو بکر بن عیاش کہتا ہے۔ کہ مسلمانوں نے حضور صلی اللہ کے انتقال کے بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا، تو ان کی ولایت اللہ کے ہاں حسین ٹھہری۔

خلاصہ کلام:-

”ابن حدید معتزلی شیعہ“ کی مذکورہ عبارت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ لوگوں کا یہ خیال غلط ہے۔ کہ حضرت ابو بکر صدیق اور عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما نے لوگوں کو بیعت کی غرض سے اکٹھا کیا۔ بلکہ حقیقت حال یہ تھی کہ لوگ پہلے ہی جمع تھے۔ اور خلافت پر گفتگو انجام کو پہنچنے والی تھی۔ کہ اس اجتماع میں ابو بکر صدیق اور عمر فاروق اُسے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صائب رائے اور علی طور پر صدیق اکبر کی بیعت کر لینے سے سب حاضرین نے بیعت کر لی۔ اگرچہ صدیق اکبر انکار کرتے۔

حضرت ابو بکر صدیق کی خلافت کی وجہ اور دلیل ”رشاخی اثنبین اذہما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا“ آیت کو بنایا گیا۔ پھر اسی دو ابن حدید نے ایک قاعدہ کلیہ ذکر کر کے یہ بھی ثابت کر دیا۔ کہ چونکہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت باتفاق تمام مسلمانوں نے کی اس لیے مسلمانوں کا کسی امر کو اچھا سمجھنا واصل اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا ہوتا ہے۔ تو گویا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت، اللہ کی پسندیدہ تھی۔ کوئی لاکھ بڑا منائے۔ اور ہزاروں اعتراض کرے! اس سے اس خلافت میں برائی اور نقص نہیں آسکتا۔ کیونکہ رضائے الہی ہی تھی۔

غالباً اسی وجہ سے اب بین الاقوامی قانون بن چکا ہے۔ کہ اگر سربراہ مملکت فوت ہو جائے۔ تو اس کی تدفین سے قبل اس کے جانشین کا تقرر کر لیا جاتا ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ایسے وقت خلیفہ منتخب ہونے میں بے شمار فوائد اور حکمتیں پوشیدہ تھیں۔ کیونکہ اگر بیعت نہ ہوتی۔ تو بعد میں فوراً ارتداد اور منع زکوٰۃ کے اٹھنے والے فتنے کامیابی سے نہ کچلے جاسکتے۔ اور ان فتنوں میں اسلام کا باقی رہنا ناممکن تھا۔ اور اس انتخاب کا یہ بھی فائدہ ہوا۔ کہ اگر خلیفہ کے انتخاب سے قبل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تکھین و تدفین ہوتی۔ تو اس میں بہت سے اختلافات رونما ہو سکتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنی مشیت سے چاہا۔ کہ ہر کام بہترین طریقہ سے طے ہو جائے۔ اور امت میں انتشار و افتراق نہ آنے پائے۔ تو اس نے اپنی مشیت کا اظہار اس طرح فرمایا۔ کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سب نے بیعت کر لی۔ اور ان کی سرکردگی میں ہر کام بخوبی سرانجام پایا۔

(فاعتبروا یا ولی الابصار۔)



شبہ دوم صحابہ کی عدم موجودگی بسبب

جنازہ رسول و دودن مؤخر ہوا

اگر یہ مانا جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ کے وقت تمام صحابہ کرام موجود تھے۔

تو پھر کیا وجہ تھی کہ آپ کے جنازہ کو دودن تک مؤخر کیا گیا؟ لہذا معلوم ہوا کہ جنازہ کے وقت تمام صحابہ موجود نہ تھے۔

جواب:

حقیقت کا انکشاف

سائل نے جو یہ سمجھا ہے کہ دودن تک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ اس لیے نہیں ہوا کہ تمام صحابہ کرام جمع نہیں ہوئے تھے تو یہ سراسر غلط اور باطل ہے۔ بلکہ جنازہ تو آپ کا متواتر ہوتا رہا البتہ تدفین میں دودن کی تاخیر ہوئی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ حقیقت میں عام لوگوں کے جنازہ کی طرح نہیں تھا کہ بیک وقت چار تکیروں کے ساتھ ایک امام کے پیچھے پڑھا گیا ہوتا کہ یہ ثابت ہو کہ دودن تک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ بالکل ہوا ہی نہ ہو بلکہ آپ کا جنازہ تو صرف آپ پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا نام

تھا اور اسی لیے آپ نے فرمایا کہ میرا جنازہ سب سے پہلے میرا پروردگار پڑھے گا اور اللہ تعالیٰ کا جنازہ پڑھنا تو ہماری طرح دعائنگنا نہیں ہو سکتا ورنہ لازم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ نے بھی کسی دوسرے خدا سے دعائنگی ہو جو صریح کفر ہے۔ اور مذکورہ سوال سے تو ایسا یہ ثابت ہوا کہ جب تک تمام صحابہ کرام نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ ادا نہیں کی۔ اس وقت تک نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین نہیں ہوئی۔ بلکہ تاخیر تدفین کی حقیقی وجہ یہ تھی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور دیگر تمام صحابہ کرام نے اس بات پر اتفاق کر لیا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جس جگہ انتقال ہوا۔ وہیں مدفون ہوں گے۔ تو اس اتفاق کی وجہ سے آپ کا جسدِ نور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں رکھا گیا۔ اور جیسا کہ گذشتہ اوراق میں گزر چکا ہے۔ کہ سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صلوٰۃ و سلام کی صورت میں آپ کی نماز جنازہ ادا فرمائی۔ اور اس کے بعد دس دس کی ٹولی آتی رہی اور اسی طرح نماز جنازہ پڑھ کر چلی جاتی رہی۔

جس حجرہ میں آپ کو رکھا گیا۔ وہ جگہ کے اعتبار سے اتنا ہی کشادہ تھا۔ جس میں بیک وقت دس آدمی آسکتے تھے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری دیدار کرنے اور نماز جنازہ پڑھنے والوں کی تعداد لاکھوں تھی۔ اتنی بڑی تعداد بیک وقت نہ حجرہ میں داخل ہو سکتی تھی۔ اور نہ ہی نماز جنازہ پڑھے بغیر واپس آسکتی تھی۔ لہذا باری باری پڑھنے کی وجہ سے تدفین میں تاخیر ہو گئی۔

۱۔ اصول کافی مترجم :-

اس کی تصدیق اصول کافی کے مترجم سید ظہیر حسین نقوی امرتوی نے
یہ نقل کی ہے۔

توضیح۔ چونکہ حجرہ رسول میں زیادہ لوگوں کی گنجائش نہ تھی۔ لہذا دس دس

اومیوں نے نماز پڑھی۔“

(الشافی ترجمہ اصول کافی جلد اول ص ۵۵۷)

ترجمہ: ”علامہ نقوی“ نے اس بات کی وضاحت کی ہے۔ کہ آخر وہیں دس کی ٹولی جانے کی کیا وجہ تھی؟ وجہ یہ تھی۔ کہ حجرہ میں اس سے زیادہ افراد کے سمانے کی گنجائش ہی نہ تھی۔

لہذا باری باری آنے جانے میں دو دن اور دو راتیں بیت گئیں یہاں تک کہ تمام مہاجرین و انصار، خورد و کلاں اور مدینہ اور اس کے گرد و نواح کے تمام معتقدین نے نماز جنازہ ادا کر لی۔ بدھ کی رات کا نصف حصہ گزر چکا تھا۔ کہ آپ کی تدفین ہوئی۔

حضرت علی کی نماز جنازہ کی بحث

شیعوں نزدیک علی کی شان اور مرتبہ رسول خدا سے زیادہ

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق اہل تشیع کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ ان کا مقام و مرتبہ تمام انبیاء کرام سے بھی بلند و بالا ہے۔ شیعوں حضرات کے امام و مقتدی اور محمد بن علی ابن شہر آشوب، نے اپنی مشہور تصنیف ”مناقب آل ابی طالب“ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان بیان کرنے کے لیے ایک ”عنوان“ ہی یہ باندھا ہے۔ فصل فی مساواتہ مع النبیؐ، اور اس عنوان کے تحت مصنف مذکور نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تقریباً پالیس خوبیوں میں مشارکت ثابت کی ہے۔

(مناقب آل ابی طالب، جلد سوم مطبوعہ قم طبع جدید ص ۲۶۰)

اسی طرح جو کچھ ”نعمت اللہ جزائری“ نے ”انوار نعمانیہ“ میں لکھا۔ وہ اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ اس کتاب میں مصنف نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم

سے بلند مرتبہ ثابت کیا ہے۔ (معاذ اللہ) ملاحظہ ہو۔

الوار نعمانیہ :-

قَدْ رَوَى الصُّدُوقُ طَابَ تَرَاهُ عَنِ النَّبِيِّ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) قَالَ
أَعْطَيْتُ ثَلَاثًا وَعَنِي مُشَارِكِي فِيهَا وَأُعْطِيَ عَلِيٌّ ثَلَاثَةً
وَلَمْ أُشَارِكْهُ فِيهَا فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا الثَّلَاثُ الَّتِي
شَارَكَكَ عَلِيٌّ قَالَ لِيَوَاءَ الْحَمْدِ لِي وَعَلِيٌّ حَامِلُهُ وَالْكَوْثُرُ لِي
وَعَلِيٌّ سَاقِيهِ وَالْجَنَّةُ وَالنَّارُ لِي وَعَنِي قَسِيمُهَا وَأَمَّا الثَّلَاثُ
الَّتِي أُعْطِيَ عَلِيٌّ وَلَمْ أُشَارِكْهُ فِيهَا فَإِنَّهُ أُعْطِيَ شُجَاعَةً وَلَمْ
أَعْطِ مِثْلَهُ وَأُعْطِيَ ذَا طِمَّةٍ الزَّهْرَاءُ زَوْجَتُهُ وَلَمْ أُعْطِ
مِثْلَهَا وَأُعْطِيَ وَكَدَيْهِ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ وَلَمْ أُعْطِ مِثْلَهُمَا.

الوار نعمانیہ ص ۴۰ تعظیم جبریل لعلی

علیہ السلام۔ مطبوعہ ایران قدیم۔ ریہ

صفحوں ہمارا خود لگایا ہوا ہے

ترجمہ :-

دعا صدوق نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا
مجھے تین چیزیں عطا ہوئیں۔ اور حضرت علی ان میں میرے ساتھ شریک ہیں۔
اور حضرت علی کو تین چیزیں دی گئیں۔ جن میں میں ان کا شریک نہیں۔ پوچھا گیا
یا رسول اللہ! وہ تین چیزیں کیا ہیں۔ جن میں آپ کے ساتھ علی بھی شریک ہیں؟
فرمایا۔ (۱) اور الحمد مجھے دیا گیا۔ اور علی اس کا اٹھانے والا ہے۔ (۲) کوثر مجھے
دیا گیا اور علی اس کا ساتھی ہے۔ (۳) جنت و دوزخ مجھے دی گئی اور علی ان

کو بٹھنے والا ہے۔ اور وہ تین چیزیں جو علی کو دی گئیں۔ لیکن ان میں میں شریک نہیں۔ (وہ یہ ہیں)۔ (۱) انہیں شجاعت دی گئیں۔ مجھے ایسی شجاعت نہیں ملی۔ (۲) انہیں فاطمہ الزہرا جیسی بیوی ملی۔ مجھے ایسی کوئی بیوی نصیب نہ ہوئی۔ (۳) انہیں اور بیٹے حسن حسین دیئے گئے۔ مجھے ان جیسے بیٹے نہیں دیئے گئے۔

علی مرتضیٰ کے جنازہ میں کوئی شیعہ شریک نہ ہوا۔

شیعہ حضرات کے نزدیک جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ایسی شان ہے۔ کہ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے شریک نہیں۔ گویا حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے نزدیک رتبہ و مقام میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر ہوئے۔ اور حضور ان سے رتبہ میں کم،

تو اب ہم پوچھتے ہیں۔ کہ تم کہتے ہو۔ کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ نہ پڑھ کر کفر وارد کیا۔ اس لیے میں چار صحابہ کو چھوڑ کر تم سب کے کفر وارد کے قائل بنے۔ تو کیا جن لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی۔ جو مرتبہ و مقام میں تمہارے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر یا کم از کم مساوی ہیں۔ ان لوگوں کو بھی مرتد و کافر کہتے ہو؟

شیعہ حضرات کی کتب اس بات کی شاہد ہیں۔ کہ شہادتِ حضرت علی رضی اللہ عنہ دو کفر، میں ہوئی۔

خلافت علی میں کوفہ میں بسنے والے کون تھے؟

مجالس المؤمنین :-

”وہ بالجملة شیخ اہل کوفہ حاجت باقامہ دلیل ندارد و مستحق بودن کوفی الاصل خلافت اصل محتاج بدلیل است و اگرچہ ابوحنیفہ کوفی باشد۔“

(مجالس المؤمنین جلد اول ص ۵۶۔ مطبوعہ تہران)

ذکر کوفہ

ترجمہ :- خلاصہ کلام یہ کہ کوفہ والوں کا مذہب شیعہ ہونا کسی دلیل کا پابند نہیں۔ یعنی وہ شیعہ الاصل ہیں۔ اور کسی اصل کوفی کا اہل سنت ہونا چونکہ خلافت اصل ہے لہذا اس کے لیے دلیل کی ضرورت ہوگی۔ چاہے وہ کوفی امام اعظم ابوحنیفہ ہی کیوں نہ ہوں۔

یہ تھی اس کوفہ کی مذہبی تصویر جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جام شہادت نوش فرمایا گویا یہ شہر پیدا ہی شیعہ کرتا تھا۔ اس شیعہ شہر میں صبح کے وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی۔ اور جب آپ کی نماز جنازہ کا وقت آیا تو سوائے حسین کریمین اور فرشتوں کے کوئی بھی شریک جنازہ نہ ہوا۔ ملاحظہ ہو۔

اصول کافی :-

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ أَنَّهُ سَمِعَهُ
يَقُولُ لَمَّا قُبِضَ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ
أَخْرَجَهُ الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ وَجَلَّانِ أَخْرَانِ حَتَّى
إِذَا أَخْرَجُوا مِنَ الْكُوفَةِ تَرَكُوها عَنْ أَيَّمَا فِيهِمْ شَيْءٌ
أَخَذُوا فِي الْجِيَانَةِ حَتَّى مَرُّوا بِهِ إِلَى الْعُرَى فَدَقُّوهُ

وَسَوَّوْا قَبْرَهُ فَانصَرَحُوا۔

(اصول کافی جلد اول ص ۲۵۸ باب ذکر مولد)

امیر المؤمنین کے آخر میں (کتاب الحجۃ مطبوعہ

تہران طبع جدید)

ترجمہ:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو حسین کو مین اور دوا درم (قرشتے) جنازہ لے کر نکلے تو چلتے ہوئے کوفہ کو داہنی طرف پھوڑا پھر بلند زمین کی طرف آئے۔ اور مقام غری میں دفن کر کے لوٹ آئے۔ اور قبر کا نشان مٹا دیا۔ (الثانی ترجمہ اصول کافی ص ۵۶۶ باب ۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تدفین کے بعد کوفی شیعوں کے

کرتوت

جب حضرت امام حسن اور حسین رضی اللہ عنہما اپنے والد بزرگوار کو دفن کرنے کے بعد واپس آ رہے تھے تو راستہ میں انہیں "شیعوں" ملے۔ اور پھران کے درمیان جو گفتگو ہوئی۔ اور جو کچھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قبر سے ان لوگوں نے سلوک کیا۔ شیخ مفید "اسے بیان کرتے ہیں۔

ارشاد۔ شیخ مفید۔

فَلِحَسَنَاقَوْمٍ مِنَ الشَّيْعَةِ لَمْ يَشْهَدُوا الصَّلَاةَ عَلَيْهِ فَلَحَبْرَانَا
بِمَا جَرَى وَيَا كَرَامِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ لِأَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ فَقَالُوا
نَحِبُّ أَنْ تُعَايِنَ مِنْ أَمْرِهِ مَا عَايَنْتُمْ فَقُلْنَا لَهُمْ إِنَّ الْمَوْضِعَ

قَدْ عَفِيَ آخِرُهُ بِوَصِيَّةٍ مِمَّنْهُ فَمَضَوْا فَعَادُوا إِلَيْنَا فَتَقَالُوا
إِنَّهُمْ اِحْتَقَرُوا وَقَلَمَ يَجِدُ وَاشْيَاءَ.

(۱۔ ارشاد شیخ مفید ص ۱۹ مطبوعہ قم۔)
فی ذکر موضوع قبر امیر المومنین
مطبوعہ تہران طبع جدید

(۲۔ اصول کافی جلد اول ص ۲۵۹ کتاب الحجۃ
باب مولد امیر المومنین مطبوعہ تہران
طبع جدید)

(۳۔ اعلام الوری ص ۲۰۳ ذکر موضع قبر
امیر المومنین)

ترجمہ۔

جب ہم جنازہ سے واپس لوٹے۔ تو شیعوں کی ایک جماعت ہمیں
ملی۔ جس نے جنازہ میں شرکت نہ کی تھی۔ ہم نے ان کو حضرت علی رضی اللہ عنہ
کی عزت و تکریم کے بارے میں آگاہ کیا۔ جس کا ہم معاویہ کو چلے گئے تھے۔ ہماری
باتیں سن کر انہوں نے کہا۔ کہ ہم بھی وہ سب کچھ دیکھنا چاہتے ہیں۔ جس کا
تم معاویہ کو چلے ہو۔ ہم نے انہیں کہا۔ ہم تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی،
وصیت کے مطابق ان کی قبر کو زمین کے برابر کر چکے ہیں۔ اور اب اس کا کوئی
نشان باقی نہیں ہوگا۔ (لیکن وہ ضدی نکلے اور ہم سے اس مقام تدریس
کی بابت معلومات حاصل کر کے) اُدھر چل پڑے۔ جب واپس پلٹے
تو انہوں نے اگر ہمیں بتلایا۔ کہ جب ہم وہاں گئے تھے۔ تو ہمیں حضرت
علی رضی اللہ عنہ کی قبر مل گئی۔ پھر جب ہم نے اسے کھودا۔ تو اندر

کچھ بھی نہ پایا۔

خلاصہ کلام۔

”شیخ مفید“ نے اس بات کی وضاحت کر دی ہے کہ کوئی شیعوں میں سے کسی ایک نے بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ نہ پڑھی۔ بلکہ جب حسین کو عین نماز جنازہ پڑھنے اور دفن کرنے کے بعد واپس تشریف لایا ہے تھے۔ تو کچھ شیعوں راستہ میں ملے۔ کیونکہ نماز جنازہ میں شریک نہ ہوئے تھے۔ پھر ان کے درمیان جو گفتگو ہوئی۔ وہ بھی ”شیخ مفید“ نے ذکر کی۔ قبر پر پہنچے۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بعد شہادت بھی نہیں چہرہ دکھانا گوارا نہ کیا۔

جن بے ادبوں اور ”نام نہاد مہمان اہل بیت“ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جنازہ میں شرکت نصیب نہ ہوئی۔ اور جن ”مومنوں“ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بعد تدفین منہ دکھانا گوارا نہ کیا۔ یہ لوگ کس منہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی شان میں یہ الزام لگانے کے قابل ہیں۔ کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز جنازہ نہ پڑھی۔ لہذا یہ ہو گئے وہ ہو گئے۔

اب شیوخ حضرات اپنے فتویٰ کے مطابق یہ بتائیں۔ کہ اس وقت کوئی شیعوں میں سے کون کون سا شیعوں مسلمان مومن باقی رہا۔ کہ جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جنازہ میں شرکت کی ہو۔ سب ہوئے کافر و مرتد یا نہ؟

حسب

تمام اہل تشیع کو چیلنج ہے۔ کہ کسی ایک صحیح روایت سے ثبات کر دیں۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ میں عدو شیعوں نے ہی پڑھی ہو اور ان میں سے کسی نام بھی بتلائیں۔

اگر ایسا کریں۔ تو ان کو دس ہزار روپیہ انعام پیش کروں گا۔ اگر ایسا نہ کر سکیں۔ تو پھر وہی راستے ہیں۔
یا تو جس طرح انہوں نے حضور کے صحابہ پر فتوے کفر لگایا۔ ان پر بھی لگائیں۔ یا صحابہ کرام کے
بارے میں غلط الزامات سے اپنی زبان کو لگام دیں۔ اور سچے دل سے توبہ کریں۔ خدا غفور
رحیم ہے۔ اور ان دونوں راستوں میں دوسرا راستہ ہی دین و دنیا اور آخرت میں،
مفید ہے۔

واللہ یهدی من یشاء الی صراط مستقیم

جنازہ رسول کی حقیقت اور مرض الموت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے محبت بھری باتیں از کتب شیعہ

جلد العیون :-

از ثعلبی روایت کردہ است کہ ابو بکر بن خدمت حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم
آمد در وقتیکہ مرغی آنحضرت شگین شدہ بود و گفت یا رسول اللہ! اجل تو کے
خواہد بود؟ حضرت فرمود کہ حاضر شدہ است اجل من۔ ابو بکر گفت بادگشت
تو بجا است؟ فرمود بسوئے سدرۃ المنتہی و جنتہ الماوی و رفیق علی و عیش گوارا
و جبرہائے شراب قرب حق تعالیٰ۔ ابو بکر گفت ترا کہ غسل خواہد داد فرمود
ہر کہ از اہل بیت من بن نزدیک تر باشد۔ پسید در چہ چیز ترا کفن کنند؟ فرمود
در میں جاہا کہ پوشیدہ ام یا در طلبائے مینیا یا در جاہائے سفید مصری
پرسید چگونه بر تو نماز کنند در این وقت فروش از مردم برخاست و در رویار
بلند آمد حضرت فرمود کہ مبر کنید خدا غفور کند از شما چون غسل دہند و کفن کنند

مرا بر تختی بگزارید و اول کسی کہ بر من نماز میکند خداوند عالمیاست پس
 رخصت می فرماید ملائکہ را کہ بر من نماز کنند و اول کسی کہ نازل می شود جبرئیل
 است پس اسرافیل پس میکائیل پس ملک موت پس لشکر آسمانی ملائکہ ہنگامی فرود
 می آیند۔ و بر من نماز میکنند۔ پس شما فوج فوج بایں خانہ در آئید و بر من صلوات
 فرستید و سلام کنید مرا آزار مکنید بگریہ و فریاد و نال و بایدا اول کسی کہ از آرمیان بر من
 نماز کند نزدیکان اہل بیت من باشند بعد از آن زمان و کہ در کان اہل بیت من و
 بعد از ایشان مردم دیگر۔ ابو بکر گفت کہ داخل قبر تو خواہد شد فرمود ہر کہ از اہل بیت
 من بمن نزدیک تراست با ملکی چند کہ شما ایشان را نخواہید دید پس فرمود بر خیزید
 و آنچه گفتم۔ بدیگراں برسانید۔

(جلاء العیون جلد اول ص ۱۰۰ بیان کیفیت
 وفات سید انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم،
 مطبوعہ تہران طبع جدید)

ترجمہ ۱۔

ثعلبی سے روایت کی گئی ہے۔ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری سنگین
 ہوئی۔ تو اس وقت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے
 اور عرض کی۔ حضور! آپ کس وقت انتقال فرمائیں گے۔ فرمایا میری اجل آچکی
 ہے۔ ابو بکر نے پوچھا۔ آپ کی بازگشت کہاں ہے؟ فرمایا سورۃ الممتحنی،
 جنتہ الماوی، رفیق اعلیٰ، اچھی زندگی اور اللہ کے قرب کی شراب طہور کے
 گھونٹ۔ ابو بکر نے پوچھا۔ آپ کو غسل کون دے گا؟ فرمایا وہ جو میرے
 اہل بیت میں سے مجھ سے زیادہ نزدیک ہے۔ پوچھا کن کپڑوں سے
 آپ کو کفن دیا جائے۔ فرمایا۔ جو کپڑے میں نے پہنے ہوئے ہیں۔ یا منہ،

چادریں یا سفید مصری کپڑوں میں پوچھا۔ پھر آپ کی نماز جنازہ کس طرح ادا کی جائے گی؟ اس وقت لوگوں میں جدائی کے صدمے کی آواز بلند ہوئی۔ اور مدینہ کے درو دیار کانپنے لگے۔ حضور نے فرمایا۔ صبر کرنا خدا تمہیں معاف فرمائے گا۔ مجھے غسل دینا۔ اور کفن پہنا کر تختہ پر ہی مجھے رہنے دینا۔ سب سے پہلے جو میری نماز جنازہ پڑھے گا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ پھر فرشتوں کو اجازت ملے گی کہ وہ میری نماز جنازہ پڑھیں۔ سب سے پہلے جبریل اتریں گے۔ پھر اسرافیل پھر میکائیل پھر ملک الموت۔ ان کے بعد تمام فرشتے بیک مرتبہ اتریں گے۔ اور میری نماز جنازہ پڑھیں گے۔ پھر تم ٹولیوں کی شکل میں اس گھر آنا۔ اور مجھ پر صلوٰۃ و سلام بھیجنا۔ مجھے روکرا اور فریاد کر کے دکھ نہ دینا۔ اور مجھ پر مین نہ کرنا۔ انسانوں میں سے میری نماز جنازہ سب سے پہلے وہ ادا کرے۔ جو میرے اہل بیت میں سے میرے زیادہ نزدیک ہو۔ پھر اہل بیت میں سے عورتیں اور ان کے بعد بچے نماز جنازہ ادا کریں ان کے بعد دوسرے افراد آئیں۔ ابو بکر صدیق نے پوچھا۔ آپ کی قبر میں کون داخل ہوگا۔ فرمایا۔ جو میرے اہل بیت میں سے زیادہ نزدیک ہے۔ اس کے ساتھ چند فرشتے بھی داخل ہوں گے۔ جنہیں تم نہیں دیکھ سکو گے۔ پھر فرمایا۔ ابو بکر! اٹھو اور جو کچھ میں نے کہا ہے۔ اس سے لوگوں کو آگاہ کر دو۔



نبی پاک علیہ السلام کا جنازہ سب پہلے اللہ تعالیٰ نے پڑھا

کشف الغمہ

فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَتَى الْأَجَلُ قَالَ قَدْ حَضَرَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ اللَّهُ الْمُسْتَعَانُ
عَلَى ذَلِكَ فَإِلَى مَا الْمُتَقَلَّبُ قَالَ إِلَى سِدْرَةِ الْمُنْتَهَى وَجَنَّةِ الْمَأْوَى
وَإِلَى رَفِيقِ الْأَعْلَى وَالْكَأْسِ الْأَوْفَى وَالْعَيْشِ الْمُنْهَى قَالَ أَبُو
بَكْرٍ فَمَنْ يَلِيَّ غُسْلِكَ قَالَ رِجَالُ أَهْلِ بَيْتِي الْأَدْنَى قَالَ فِيهِمْ
مُكْفِنُكَ قَالَ فِي ثِيَابِي أُنْزِلُ عَلَيْكَ عَلِيٌّ أَوْ فِي حُلَّةِ تِمَانِيَّةٍ
حَزْرٍ أَوْ فِي بِيَاضٍ مِنْ بَصْرِ قَالَ كَيْفَ الصَّلَاةُ عَلَيْكَ فَأَنْتَ تَجْتِ
الْأَرْضُ بِالْبُكَاءِ فَقَالَ لَهُمُ الشُّعْبِيُّ مَهْلًا عَنِّي اللَّهُ عَنْكُمْ إِذَا
غُسِلْتُ وَكُفِنْتُ فَضَعُونِي عَلَى سَرِيرِي فِي بَيْتِي هَذَا عَلَى
شَيْفِ قَبْرِي ثُمَّ أَخْرَجُوا عَنِّي سَاعَةً فَإِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ
وَتَعَالَى أَوَّلَ مَنْ يُصَلِّيُ عَلَيَّ ثُمَّ يَأْتِي دُونَ الْمَلَائِكَةِ فِي الصَّلَاةِ
عَلَيَّ فَأَوَّلُ مَنْ يَنْزِلُ جِبْرَائِيلُ ثُمَّ إِسْرَافِيلُ ثُمَّ مِيكَائِيلُ
ثُمَّ مَلَكُ الْمَوْتِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ فِي جَنُودٍ كَثِيرَةٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ
يَأْجُمِعُونَهَا ثُمَّ ادْخُلُوا عَلَيَّ زُمْرَةً زُمْرَةً فَصَلُّوا عَلَيَّ
وَسَلِّمُوا وَسَلِّمًا وَلَا تُؤَدُّونِي بِتَبْكِيَةٍ وَلَا رِيَّةٍ
وَلْيَبْدَأْ بِالصَّلَاةِ عَلَيَّ الْأَدْنَى قَالَ أَدْنَى مِنْ أَهْلِ بَيْتِي ثُمَّ
النِّسَاءُ ثُمَّ الصَّبِيَّانُ زُمْرًا قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَمَنْ يَدْخُلُ
قَبْرَكَ قَالَ الْأَدْنَى ثُمَّ الْأَدْنَى مِنْ أَهْلِ بَيْتِي مَعَ مَلَائِكَةٍ لَا

تَرَوْنَهُمْ قَوْمًا فَأَذُوا عَنِ النَّارِ إِلَىٰ مِنْ وَرَائِكُمْ۔

(اکتشف الغمہ فی معرفۃ الامم جلد اول ص ۱۷۱)

فی ذکر مدۃ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ

تہرہ نزع جدید

(۲)۔ امالی شیخ صدوق ص ۳۷۶ المجلس

الثانی والتسعون مطبوعہ قمہ بالفاظ مختلف

(۲)۔ جلال العیون جلد اول ص ۱۰۸ زندگانی

رسول خدا مطبوعہ تہران

ترجمہ۔ (مرضی موت کی سنگینی کے وقت جب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بارگاہ رسالت

میں حاضر ہوئے۔) تو انہوں نے پوچھا۔ یا رسول اللہ! آپ کے انتقال کا وقت

کب ہے؟ فرمایا۔ ابھی۔ ابو بکر صدیق نے کہا۔ اللہ اس پر مددگار ہوگا۔ پھر

پوچھا۔ کس طرف بازگشت ہے؟ فرمایا۔ سدرۃ المنتہیٰ، جنت الماویٰ اور فریق

اعلیٰ کی طرف اور عیش گوارا اور شراب حق تعالیٰ کے گھونٹوں کی طرف بازگشت

ہے۔ ابو بکر صدیق نے پھر پوچھا۔ آپ کو غسل کون دے گا؟ فرمایا میرے گھر

والوں میں سے جو زیادہ قریب ہو۔ پھر پوچھا۔ کن کپڑوں میں آپ کو کفن دیا

جائے؟ فرمایا۔ میرے انہی پہنے ہوئے کپڑوں میں یا مینی ریشمی چادر یا سفید

مصری کپڑوں میں۔ پوچھا۔ آپ کی نماز جنازہ کس طرح پڑھی جائے گی؟ تو اس

پر زمین مارے غم کے رز نے لگی۔ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مبر کرنے

کو فرمایا۔ اللہ تم کو معاف کرے۔ جب مجھے غسل دے دیا جائے۔ اور

کفن پہنا دیا جائے۔ تو مجھے میرے گھر میں ہی چار پائی پر رکھا رہنے دیں۔

اور چار پائی قبر کے کنارے پر پڑی ہو۔ پھر کچھ وقت کے لیے مجھے تنہا چھوڑ

دیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ میرا سب سے پہلے جنازہ پڑھے گا۔ پھر فرشتوں کو اجازت ملے گی۔ تو سب سے پہلے جبرائیل آئیں گے۔ ان کے بعد اسرافیل، پھر میکائیل اور ان کے بعد ملک الموت آئیں گے۔ اس کے بعد تمام فرشتے بہت سے شکروں میں آئیں گے۔ ان کے فارغ ہونے کے بعد تم ٹولی در ٹولی آنا۔ اور مجھ پر صلوٰۃ و سلام بھیجنا۔ لیکن مجھے رونے پینے سے تکلیف مت پہنچانا۔ اور میری نماز جنازہ سب سے پہلے وہ پڑھے جو قرابت میں مجھ سے زیادہ قریب ہو۔ پھر گھر کی عورتیں اور بچے نماز ادا کریں۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پھر پوچھا۔ آپ کو قبر میں کون اتارے گا؟ فرمایا میرا اہل بیت میں سے جو سب سے زیادہ نزدیک ہو۔ اور اس کے ساتھ فرشتے بھی ہوں گے۔ لیکن تم انہیں نہیں دیکھ سکو گے۔ اٹھو۔ اور میری یہ باتیں ان لوگوں تک پہنچا دو۔ جو تمہارے علاوہ ہیں۔ یعنی یہاں موجود نہیں۔

مذکورہ دو روایات سے دو باتیں ثابت ہوئیں

پہلی بات :-

ان دونوں روایات سے پہلی بات یہ معلوم ہوئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنا محرم راز اور گہرا دوست سمجھتے تھے۔ اور یہ تعلق آخری لمحات تک قائم رہا۔ اس خصوصی تعلق کی بنا پر آپ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اپنی بیماری کے آخری دنوں میں مخصوص وصیتیں فرمائیں۔ اور زندگی کے آخری ایام و لمحات میں آدمی کسی سطحی دوست کو اپنا محرم راز نہیں بنا سکتا۔ چہ جائیکہ دھوکہ باز (منافق) پر اعتماد کیا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری وقت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ لہ کا موجود رہنے۔

اور ان کے علاوہ بھی اہل بیت کے افراد موجود تھے۔ لیکن ان تمام کی موجودگی میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آپ کا وصیت فرمانا اس بات کی روشن دلیل ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم تھا کہ میرے بعد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی خلیفہ بنیں گے جیسا کہ ”صاحب مثنیٰ“ نے ”و اذا استقر التبیٰ الی بعض از واجہ حدیثا“ کے تحت لکھا ہے۔ ”میرے بعد ابو بکر صدیق خلیفہ ہوں گے اور ان کے بعد عمر فاروق خلیفہ منتخب ہوں گے“ آپ کا یہ فرمان بھی اللہ کی طرف سے تھا۔ اسی لیے آپ کو اس بات کا بخوبی علم تھا کہ میرے بعد میرے تمام امور میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہی متولی ہوں گے۔ اس بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا عباس اور حضرت علی دو دیگر حضرات اہل بیت کو چھوڑ کر وصیت کے لیے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا انتخاب فرمایا کیونکہ ان وصایا کا پورا فرمانا آپ کے جانشین کی ذمہ داری تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کا حجرہ عائشہ صدیقہ میں بننا بھی ان کے حکم سے ہی تھا۔ اور جیسے جیسے آپ نے وصیت فرمائی۔ اس کا طرح آپ نے اس کو عملی جامہ پہنایا۔ کسی ایک بھی وصیت میں رد و بدل نہ کیا۔ جن کتب شیعہ سے ہم نے مذکورہ روایات ذکر کی ہیں۔ وہ ان کی قابل قدر اور اہم کتب میں سے ہیں۔

لہذا ان روایات کو دیکھ کر کوئی منصف مزاج شیعہ یہ بات نہیں کہہ سکتا۔ کہ معاذ اللہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل بیت کے بدخواہ تھے۔ بلکہ ان روایات سے صدیق اکبر کا محبوب ترین اور مقبول ترین شخصیت ثابت ہونا اظہر من الشمس ہے۔ تو ایسے محرم راز، محبوب ترین، قابل اعتبار اور جاننا صدیق کا وقت جنازہ دشمنی کا روپ دھار کر جنازہ میں شرکت نہ کرنا، اسے عقل سلیم کیسے تسلیم کر سکتی ہے؟



دوسری بات:-

ان روایات سے یہ بھی واضح ہوا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ عام مسلمانوں کے جنازہ کی طرح نہ پڑھا گیا۔ کہ اس کی باقاعدہ جماعت ہو۔ بخیر کی کہی جائیں۔ ان میں میت کے لیے دعائے مغفرت ہو۔ اور جو ایک مرتبہ پڑھ لیا گیا۔ تو دوبارہ ضرورت نہیں۔ اور جو رہ گیا سورہ گیا۔

بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ دو صلوٰۃ و سلام، ابھی بنا تھا۔ اور وہ بھی دس دس کی ٹولی آتی رہی۔ اور فارغ ہوتی رہی۔ اور انسانوں کی حاضری سے قبل خود اللہ اور اس کے ملائکہ کا اس طرح آپ کی نماز جنازہ ادا فرمانا جیسا کہ ان روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی۔ اس موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو یہ وصیت فرمانا کہ غسل و کفن کے بعد میری میت کو چند لمحوں کے لیے تنہا چھوڑ دینا، کیا اس سے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بوقت غسل و کفن موجودگی ثابت نہیں ہوتی۔

پھر آپ کی وصیت کے مطابق پہلے اہل بیت کے مردوزن اور بچگان کو نماز جنازہ ادا کرنا تھا۔ اگر اس وقت جب اللہ تعالیٰ، اس کے ملائکہ اور حضور کی اہل بیت کے افراد نماز جنازہ ادا کر رہے تھے۔ صدیق اکبر و عمر فاروق رضی اللہ عنہما موجود نہ تھے۔ تو یہ عدم موجودگی خود وصیت کی تعمیل تھی۔

اس کے بعد جب دیگر حضرات کی باری آئی۔ تو بھی ٹولیوں کی شکل میں لوگ آئے۔ اور صلوٰۃ و سلام پیش کرتے رہے۔ جو سب سے پہلی ٹولی آئی۔ اس وقت بعد کی تمام ٹولیاں جنازہ رسول میں شریک نہ تھیں۔ جب دوسری ٹولی آئی۔ تو پہلی موجود نہ تھی۔ کیونکہ وہ حجرہ مقدسہ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسد شریف تھا۔ اس میں صرف دس آدمیوں کے بیک وقت سمانے کی گنجائش تھی۔ تو ہر دس کی ٹولی کے وقت بقیہ تمام حضرات آپ کی

نماز جنازہ میں شریک نہ تھے۔ بلکہ کچھ فارغ ہو چکے تھے۔ اور کچھ اپنی باری کے منتظر تھے۔ اسی وجہ سے دو دن اور دو رات لگاتار ٹولیاں اُتی رہیں۔ اور جب تمام انصار، مہاجرین اور مدینہ اور اسی کے گرد نواح کے تمام مرد و زن فارغ ہو چکے۔ تو آپ کو بمطابق وصیت سپرد خاک کیا گیا۔

ان حالات میں یہ کہنا کہ شیخین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ میں شریک نہ تھے۔ اسی وقت درست ہو سکتا ہے۔ جب یہ ثابت ہو جائے۔ کہ ان دونوں حضرات نے دو دن اور دو رات کے عرصہ میں نہایا کسی ٹولی میں شریک ہو کر بارگاہ رسالت میں ہر یہ صلوة و سلام پیش نہیں کیا۔ اور اتنے عرصہ میں متواتر غائب رہے۔ اگر کسی معتبر روایت میں ایسی صراحت ہو۔ تو دکھاؤ۔ ورنہ محض ایک مفروضہ اور وہ بھی من گھڑت کی بنا پر بارگاہ شیخین میں یہ گستاخی کرنا کہ ان حضرات نے چونکہ نماز جنازہ میں شرکت نہیں فرمائی۔ لہذا یہ خلافت کے حق دار کیوں کر ہو سکتے ہیں؟ بالکل باطل محض اور دروازہ عقل و دانش بات ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔



طعن دوم

ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما خلافت کے حصول کی مصروفیات کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین میں شریک نہ ہوئے

قول مقبول

عَنْ عُرْوَةَ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ لَمْ يَشْهَدَا دَفْنَ النَّبِيِّ وَكَانَا فِي الْأَنْصَارِ فَدُفِنَ قَبْلَ أَنْ يَرْجِعَا -

دکنز العمال کتاب الخلفاء

مع الارة من قسم الأفعال

جلد ۳ ص ۱۲۰

ترجمہ:

جناب ابوبکر و عمر دفن نبی کے وقت قبر مبارک پر حاضر نہ تھے۔ اور وہ دونوں تنیفہ نبی ساعدہ میں قبیلہ انصار میں تھے۔ اور خلافت

کی بٹائی کر رہے تھے۔ اور ان کی واپسی سے پہلے ہی رسول پاک کو
دفن کر دیا گیا۔

اور البدایہ والتہایہ میں اتنا لکھا ہے۔ کہ بیعت ابو بکر و دفن نبی سے پہلے ہوئی
تھی۔ اور سیرت نبویہ میں لکھا ہے۔ کہ ابو بکر کو عمر و دفن نبی سے پہلے ہی لے کر چلا
گیا تھا۔ اور ریاض النضرۃ میں لکھا ہے۔ کہ حضرت ابو بکر شام تک مسجد میں بیعت
لیتا رہا۔ اور دفن نبی سے غافل رہا۔

میرے محترم قارئین! ان عبارات سے تو صرف اتنا ظاہر ہوتا ہے۔ کہ ابو بکر
عمر لا ش نبی کو بغیر غسل و کفن اور جنازہ و دفن کے چھوڑ کر چلے گئے تھے۔ اور وہ بھی معلوم
ہے۔ بقول وہاں دوستوں کے روز وفات نبی آسمان سے ایک بلا اتری تھی۔
اور اس نے ابو بکر و عمر کو کہا تھا۔ تم جنازہ رسول کو چھوڑ دو۔ اور حاکم بناؤ۔ ورنہ میں
تمہیں کھا جاؤں گی۔ چونکہ نبی کریم تو پہلے وفات پا چکے تھے۔ اور ابو بکر و عمر اگر
اس آفت و بلا کا کھانا نہ مانتے تو وہ ان دونوں کو کھا جاتی۔ بس پھر مسلمانوں کے
پاس کیا رہ جاتا۔ اس مجبوری کی وجہ سے انہوں نے جنازہ رسول چھوڑا تھا۔

د قول مقبول فی اثبات وعدۃ بنت

الرسول ص ۵۵۰ مطبوعہ ماڈل

ٹاؤن لاہور

جواب اول:

طعن کی عبارت کی سند پر جرح

دکنز العمال، سے منقول حوالہ کی تلاش میں ہم نے بہت محنت اور
marfat.com

کاوش کی۔ کیونکہ کسی کتاب کے حوالہ کو نقل کرنے وقت اس کی جلد نمبر اور صفحہ لکھ دینا ہی کافی نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کی طباعت جدید و قدیم کا بھی تذکرہ ضروری ہوتا ہے۔ یہ اس لیے کہ ہر مرتبہ کتاب جب نئی چھپتی ہے۔ تو اس کے صفحات میں کمی بیشی ہو جاتی ہے۔ بہر حال مذکورہ صفحہ پر تو ہمیں عبارت نہ مل سکی۔ لیکن شکر ہے کہ مل گئی روایت طے کرنے کے بعد ہم نے اس کے مالہ اور ما علیہ کو دیکھا۔ کتاب مذکورہ میں اس کی سند منقود ہے۔ نخعی کے بقول (جو اس نے ماتم اور صحابہ میں ذکر کیا) کوئی روایت اس وقت تک قابل قبول نہیں ہو سکتی۔ جب تک اس کی سند اور وہ بھی صحیح مذکور نہ ہو۔ اور مزید یہ کہ وہ تعارض سے خالی ہو۔ لہذا سند مذکورہ ہونے کی بنا پر یہ روایت قابل استدلال و حجت نہیں۔ طعن کا جواب اتنا بھی کافی ہو سکتا تھا۔ لیکن ہم نے اس پر اکتفا نہ کیا۔ اس روایت کی سند میں دو مصنف ابن ابی شیبہ، میں ملی۔ اسی کی طرف کثیر العمال میں "وش" کی علامت موجود پائی۔ روایت کی سند سامنے آنے کے بعد اس کے رجال کو دیکھا۔ تو راوی ہشام میں کچھ جرح پائی۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

ہشام بن عروہ پر جرح

تہذیب التہذیب

قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ رَأَيْتُ مَالِكَ ابْنَ أَنَسٍ
فِي النَّوْمِ سَأَلْتُهُ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ فَقَالَ
إِمَّا مَا حَدَّثَ بِهِ وَهُوَ عِنْدَنَا فَهِيَ أَيْ كَأَنَّ
يُصَحِّحُهُ وَمَا حَدَّثَ بِهِ بَعْدَ مَا خَرَجَ مِنْ

عِنْدِنَا وَكَانَتْ يُوهِنُهُ..... وَقَالَ يَعْقُوبُ
 بِنُ شَيْبَةَ ثِقَةٌ ثَبَتَتْ لَمْ يُنْكَرْ عَلَيْهِ شَيْءٌ إِلَّا بَعْدَ
 مَا صَارَ إِلَى الْعِرَاقِ..... وَقَالَ ابْنُ خَرَّاشٍ كَانَ
 مَا لِكَ لَا يَرُضْنَا وَكَانَ هَشَامٌ صَدُوقًا تَدْخُلُ
 أَحْبَابَهُ فِي الصَّيْحِ بَلَّغَنِي أَنَّ مَا لِكَ أَنْقَرَعَلَيْهِ
 حَدِيثُهُ لِأَهْلِ الْعِرَاقِ قَدِمَ الْكُوفَةَ ثَلَاثَ
 مَرَّاتٍ قَدْ مَهَكَانَ يَقُولُ حَدِيثِي أَبِي قَالَ
 سَمِعْتُ عَائِشَةَ سَمِعَ مِنْهُ بِأَخِرِهِ وَكَيْعُ وَابْنُ
 جُمَيْرٍ..... وَقَالَ أَبُو الْحَسَنِ بْنُ الْقَطَّانِ تَغَيَّرَ
 قَبْلَ مَوْتِهِ وَلَمْ تَرَ لَكَ فِي ذَلِكَ سَلْفَاهُ.

رقبہ ذیب التہذیب جلد ۱۱

ص ۵۰، ۵۱ حرف الہاء مطبوعہ

بیروت طبع جدید

ترجمہ:

یحییٰ بن سعید کاہنا ہے۔ کہ میں نے امام مالک بن انس کو خواب
 میں دیکھا۔ اور ہشام بن عروہ کے متعلق پوچھا۔ تو انہوں نے کہا۔
 جو احادیث اس نے ہمارے پاس ہوتے ہوئے بیان کیں وہ
 گویا صحیح تھیں۔ اور جو احادیث ہم سے علیحدہ ہونے پر ذکر کیں۔ وہ
 کمزور تھیں۔ یعقوب بن شیبہ نے اسے ثقہ کہا۔ اور کسی چیز کا انکار
 نہ کیا۔ لیکن عراق چلے جانے کے بعد اس کے متعلق ان کی رائے
 تبدیل ہو گئی۔

ہو سکے۔ اس سے معلوم ہوا۔ کہ روایت مذکورہ از روئے نقل بھی مجروح ہے

جواب دوم:

کنز العمال کے حوالہ سے نجفی نے یہ ثابت کیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین مکمل ہونے تک بلکہ اس کے بعد تک ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما مسئلہ خلافت میں اُلجھے رہے۔ اور اس اُلجھن کی وجہ سے وہ دونوں نہ تو آپ کے جنازہ میں شریک ہوئے۔ اور نہ تدفین کے وقت موجود تھے، اور البدایہ والنہایہ کے حوالہ سے ثابت یہ کیا گیا۔ کہ مسئلہ خلافت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین سے پہلے ہی ختم ہو چکا تھا۔ لیکن فراغت کے باوجود یہ دونوں صاحب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ و دفن میں شریک نہ ہوئے۔ ان دونوں حوالہ جات کے ذریعہ ثابت کردہ امور میں ٹکراؤ موجود ہے اول الذکر حوالہ سے ثابت کردہ امر یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین کے بعد تک مسئلہ خلافت حل نہ ہوا تھا۔ اور مورخ الذکر کے مطابق جنازہ اور تدفین سے قبل یہ مسئلہ طے ہو چکا تھا۔ اب تعارض کی صورت میں کیا ہونا چاہیے لیکن نجفی کو اپنے ثابت کردہ امور میں محو ہونے کی وجہ سے اس طرف خیال ہی نہ گیا۔ چلو اسے چھوڑ بیٹھے۔ البدایہ والنہایہ میں مذکور مقام اور معاذ کو دیکھ لیا جائے۔ وہاں اس کی کیا نوعیت مذکور ہے۔

البدایة والنہایة:

قُلْتُ كَانَ هَذَا فِي بَقِيَّةِ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ فَلَمَّا
كَانَ الْعَدُوُّ صَبِيحَةَ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ اجْتَمَعَ النَّاسُ

فِي الْمَسْجِدِ فَتَمَّتِ الْبَيْعَةُ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ
وَالْأَنْصَارِ قَاطِبَةً وَكَانَ ذَلِكَ قَبْلَ تَجْهِيزِ رَسُولِ
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ..... وَهَذَا اسْنَادٌ
صَحِيحٌ مَحْفُوظٌ مِنْ حَدِيثِ أَبِي نَضْرَةَ الْمَنْدَرِيِّ
مَالِكِ بْنِ قَطَعَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدِ بْنِ مَالِكِ بْنِ
سَنَانَ الْخُدْرِيِّ وَفِيهِ فَايِدَةٌ جَدِيدَةٌ وَهِيَ
مُبَايَعَةُ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ-

(البداية والنهاية جلد ۵)

ص ۲۲۸، ۲۲۹، ۱/۲ اعتراف سعد

بن عبادۃ بصحت ما قاله

الصدیق الخ طبع قدیم ۱۰۰

ترجمہ:

میں کہتا ہوں۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کا
واقعہ بروز پیر ہوا۔ اسی دن پچھلے پیر سقیفہ بنی ساعدہ میں ابو
بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کا معاملہ طے ہوا۔ اور پھر دوسرے
دن بروز منگل تمام مہاجرین و انصار نے مکمل طور پر ان کی
بیعت کر لی۔ اور یہ تمام واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تہہیز سے
قبل ہو چکا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بیعت
عام کے بعد منبر نبوی پر بیٹھ کر حاضرین کو بغور دیکھا۔ تو حضرت
علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نظر نہ اُسے۔ ان کے بارے میں آپ
نے پوچھا۔ چنانچہ کچھ آدمی اٹھے۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

کو ساتھ لے کر مسجد میں آگئے۔ پھر حضرت علی المرتضیٰ نے بھی ابو بکر کی بیعت کر لی۔۔۔۔۔ اس حدیث کی سند بالکل صحیح ہے۔

”البدایۃ والنہایۃ“ کی درج بالا عبارت سے بخفی کے اس فریب کی نقلی کھل گئی۔ جو اس نے بڑے ظمطراق سے کہا تھا۔ کہ کنز العمال کی روایت کے مطابق مسئلہ خلافت کے ختم ہونے سے پہلے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین اور تدفین ہو چکی تھی۔ از روئے روایت اس کی کوئی معقول وجہ نظر نہیں آتی۔ حقیقت حال یہ ہے کہ جس دن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس دارِ فانی سے راہی بقاء ہوئے۔ وہ پیر کا دن تھا۔ اور اسی دن پچھلے پیر سقیفہ بنی ساعدہ میں مسئلہ خلافت پر کچھ اختلاف ہوا۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لیا۔ اور وہاں دونوں تشریف لے گئے۔ ان دونوں کی کاوشوں سے معاملہ یہ طے ہوا۔ کہ ابو بکر صدیق کو خلیفہ بنا کر ان کی بیعت کر لی جائے۔ چنانچہ اسی روز دن ٹھلے خاص لوگوں نے ان کی بیعت کر لی۔ یوں پیر کا دن گزر گیا۔ صبح بروز منگل تمام مہاجر و انصار مسجد نبوی میں جمع ہوئے۔ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت عامہ ہوئی۔ ادھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ابھی تدفین نہ ہوئی تھی۔ بلکہ غسل دینے کے بعد آپ کو حجرہ شریفہ میں رکھا گیا۔ اس کے بعد صحابہ کرام آپ کے حجرہ اقدس میں داخل ہوتے اور درود و سلام پیش کر کے باہر آجاتے۔ پھر دوسری ٹولی داخل ہوتی اور اسی طرح صلوٰۃ و سلام کے بعد وہ بھی باہر آجاتی۔ ان داخل ہونے والوں میں سب سے پہلے اندر جانے والے ابو بکر صدیق اور عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما تھے۔

منگل کا دن گزرنے پر رات کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین عمل

میں آئی۔ اس لیے یہ کہنا کہ ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما دونوں نہ تو آپ کی تجہیز میں شامل تھے۔ نہ جنازہ میں اور نہ ہی دفن کرتے وقت موجود تھے کوئی ذی عقل اس کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہو سکتا۔ البدایہ والنہایہ کی عبارت نے تو نجفی کی ماں مار ڈالی۔

جواب سوم:

کتب شیعہ میں بالوضاحت یہ مسئلہ موجود ہے۔ کہ نماز جنازہ پڑھانے کا حق سب سے پہلے بادشاہ وقت کو ہے۔ اس مسئلہ کے ثبوت کے لیے کتب شیعہ سے حوالہ جات ”سیدہ فاطمہ بنت رسول“ کی بحث میں ہم بیان کر چکے ہیں بطور خلاصہ تحریر ہے۔

فروع کافی

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ إِذَا
حَضَرَ الْإِمَامَ فَلَوْ أَحَقَّ النَّاسُ بِالصَّلَاةِ عَلَيْهَا
(جلد سوم ص ۲ مطبوعہ

قمران طبع جدید)

ترجمہ:

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جب امام موجود ہو۔
تو نماز جنازہ پڑھانے کا اُسے سب سے زیادہ حق ہے

‡

قرب الاسناد

قَالَ عَلِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ الْوَالِي أَحَقُّ بِالصَّلَاةِ
عَلَى الْجَنَازَةِ مِنْ وَلِيِّهَا۔

ص ۲۱۰ جلد دوم مطبوعہ تہران طبع جدید

ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ نماز جنازہ پڑھانے کا بادشاہ
ولی سے بھی زیادہ حق دار ہے۔

مقاتل الطالبین

عَنْ أَبِي الْحَازِمِ أَنَّ الْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ قَدَّمَ سَعِيدَ
بْنَ الْعَاصِ لِلصَّلَاةِ عَلَى الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ
وَقَالَ تَقَدَّمَ فَلَوْلَا أَنَّهُ اسْتَنَّا مَا قَدَّمْتُكَ۔

مقاتل الطالبین۔ ص ۷۶ مطبوعہ بیروت

ترجمہ:

بروایت ابی حازم ہے۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے اپنے
بھائی امام حسن کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے سعید بن العاص کو
مصطفیٰ پر کھڑے ہونے کو کہا۔ اور پھر کہا۔ اگر اس طرح اسلامی
طریقہ نہ ہوتا۔ تو میں تمہیں آگے نہ کرتا۔

قرب الاسناد

عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ لَمَّا تَوَفَّيْتُ
 أُمَّ كَلْثُومَ بِنْتَ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ
 خَرَجَ مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ وَمُوا أَمِيرًا يَوْمَ مَشَى
 عَلَى الْمَدِينَةِ فَقَالَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَلَيْهِ
 السَّلَامُ كَوَلَا السَّنَةَ مَا تَرَكَتُهُ يُصَلِّي
 عَلَيْهَا۔

(جلد دوم ص ۲۱۰)

ترجمہ:

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جب ام کلثوم بنت علی
 المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو مروان بن الحکم نماز جنازہ پڑھانے
 کے لیے نکلا۔ کیونکہ وہ ان دنوں مدینہ منورہ کا گورنر تھا۔ تو یہ دیکھ
 کر امام حسین نے فرمایا۔ اگر ایسا کرنا سنت نہ ہو تا تو میں مروان کو
 ام کلثوم کا جنازہ پڑھانے کی اجازت نہ دیتا۔
 شیعہ کتب کے حوالہ جات سے آپ نے دیکھا۔ کہ وقت کے بادشاہ
 امیر اور والی کو میت کی تجہیز و تکفین وغیرہ پر زیادہ اختیار ہوتا ہے۔ اس قانون
 کے پیش نظر جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہو چکے تھے۔ تو
 ان تمام باتوں کا آپ کو زیادہ حق تھا۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی
 نیابت اور خلافت آپ کی طرف منتقل ہو چکی تھی۔ ان کے ہوتے ہوئے یہ
 کیونکر ہو سکتا تھا۔ کہ ان کی مرضی اور حکم کے بغیر تجہیز و تدفین ہوتی۔ لہذا

مسلم ہوا۔ کہ یہ سب کچھ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق ہوا۔
 ”تقرب الاسناد“ کی روایت اگر نجی کے پیش نظر ہوئی۔ تو وہ یہ اعتراف
 طعن ابو بکر صدیق کی طرف ہرگز منسوب نہ کرتا۔ شیوہ لوگ مروان بن الحکم کو دوسرا
 یزید شمار کرتے ہیں لیکن امام حسین نے اپنی ہمشیرہ ام کلثوم کی نماز جنازہ کلمے
 امام بنایا۔ اور کہا۔ اگر ایسا کرنا سنت نہ ہوتا لایعنی امام وقت یا عالم و خلیفہ سے
 جنازہ کی نماز پڑھوانا اگر سنت نہ ہوتا تو اس کو آگے نہ کرتا۔ خدا سوچئے۔ امام عالی
 مقام نے والی اور امام سے نماز پڑھوانے کو ”سنت“ کہا۔ اس سے مراد کس
 کی سنت ہے۔ یا حضرت علی المرتضیٰ کی سنت۔ وہ اس طرح کہ انہوں نے
 سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ وقت کے خلیفہ حضرت ابو بکر صدیق سے
 پڑھوائی تھی۔ اور اگر سنت رسول مراد ہے۔ تو وہ یہ کہ حضور صلی علیہ وسلم کی نماز جنازہ
 جو صلوٰۃ و سلام تھی۔ ابو بکر صدیق کے حکم سے ہوئی۔ اس سے ثابت ہوا۔ کہ منگل
 کو بیعت عامہ ہو چکی تھی۔ اس کے بعد بدھ کی رات کو تجہیز و تکفین وغیرہ کے
 تمام امور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حکم کے مطابق ادا کیے گئے۔
 (فاعتبروا یا اولی الابصار)

بیان

از

پیر طریقت راہبر شریعت و اقیانوس حقیقت سیدی سندی

حضرت قبلہ سید محمد باقر علی شاہ صاحب

سجادہ نشین اُستانہ عالیہ حضرت کینیا نوالہ شریف، ضلع گوجرانوالہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ مبارک کو شیعہ لوگوں کا موردِ طعن بنا کر صحابہ کو مطلق کرنا بڑی ہی عجیب غریب بات ہے۔ چنانچہ وہ ان پڑھ شیعوں کو یہ دھوکہ دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ نہیں پڑھا تھا۔ حالانکہ یہ سراسر بہتان ہے۔ کتب اہل سنت میں تو آپ کے جنازہ مبارک کے متعلق تو کوئی یہ اختلاف نہیں کہ صحابہ نے پڑھا یا نہیں لیکن اگر کتب شیعہ کو مد نظر رکھ لیا جائے تو پھر بھی صحابہ کرام پر یہ لازم کسی طور پر ثابت نہیں کیا جاسکتا۔

چنانچہ شیعہ کتب میں یہ موجود ہے کہ ولی میت کی موجودگی میں حاکم وقت نماز جنازہ پڑھانے کا زیادہ حق دار ہے۔

‡

فروع کافی :

عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ إِذَا
حَضَرَ الْإِمَامُ الْجَنَازَةَ فَهُوَ حَقُّ النَّاسِ
بِالصَّلَاةِ عَلَيْهَا.

(فروع کافی کتاب الجنائز صفحہ نمبر ۱۷۷
مطبوعہ تہران جدید)

ترجمہ

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا۔ جب امام
(حاکم وقت) جنازہ پر حاضر ہو تو اس کی نماز پڑھانے کا حق سب سے
زیادہ اسی کو ہے۔

قرب الاسناد میں ہے :

الْوَالِيُّ أَحَقُّ بِالصَّلَاةِ عَلَى الْجَنَازَةِ مِنْ وَلِيِّهَا .

(قرب الاسناد جلد دوم۔ باب من
أحق بالصلاة على الميت
ص ۲۱۰۔ تہران جدید)

ترجمہ

حاکم وقت نماز جنازہ پڑھانے کا حق ولی میت سے بھی زیادہ رکھتا
ہے۔



مقال الطالین میں ہے:

عَنْ أَبِي حَازِمٍ أَنَّ الْحُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ قَدَّمَ سَعِيدَ
بْنَ الْعَاصِ لِلصَّلَاةِ عَلَى الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ
وَقَالَ فَلَوْ لَا أَنَّهَا سُنَّتُهُ لَمَا
قَدَّمْتُكَ.

(مقال الطالین ص ۷۷ ذکر حسین بن علی)

ترجمہ:

ابو حازم سے روایت ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے امام حسنؑ کا جنازہ پڑھانے
کے لیے دگور زمرینہ (سعید کو اگے کیا اور کہا اگر یہ سنت نہ ہوتی۔ تو میں
تمہیں اگے نہ کرتا۔

قرب الاسناد میں ہے:

لَمَّا تُوَفِّيَتْ أُمُّ كَلْثُومٍ بِنْتُ أَمِيرِ
الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ خَرَجَ مِرْوَانَ بْنُ
الْحَكَمِ وَهُوَ أَمِيرُ يَوْمَئِذٍ عَلَى الْمَدِينَةِ
فَقَالَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ لَوْلَا السُّنَّةُ
مَا تَرَكَتُهَا تُصَيِّبُ عَلَيَّهَا.

(قرب الاسناد جلد دوم ص ۲۱۰)

ترجمہ: جب ام کلثوم بنت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا مروان بن حکم

نے جو ان دنوں امیر مدینہ تھے۔ نماز جنازہ پڑھائی امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر یہ سنت نہ ہوتی تو اسے اگے نہ ہونے دیتا۔

الحاصل:

کتاب شیوخ کے مذکورہ حوالہ جات کے مطابق یہ اصول سامنے آیا کہ میت کے وارث کی موجودگی میں بھی وقت کا حاکم جنازہ پڑھانے کا حق دار زیادہ ہے۔ اس اصول کے مدنظر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ پر نظر ڈالتے ہیں۔ تو یہ کیفیت سامنے آتی ہے کہ آپ کا جنازہ محض آپ پر درود و سلام پڑھنا تھا۔ کچھ بھی ہو بہر حال وہ حضرت ابو بکر صدیق کی اجازت کے بغیر نہیں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ پیر کے دن نبی علیہ السلام کا وصال اور اس کے فوراً بعد حضرت ابو بکر خلیفہ بنے اور بدھ کو تدفین ہوئی اسی لیے اہل سنت کی معتبر کتاب البدایہ والنہایہ میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ کی پہلی صفت میں ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کھڑے تھے۔

اگر اس پر بھی تسلی نہ ہو تو شیوخ کتب سے کمری کمری عبارتیں چند ایک ہم آپ کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ جس سے معلوم ہو جائے گا۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ ہماری نماز جنازہ جیسی نہ تھی اور وہ کیا تھی یہ بھی سامنے آجائے گا۔

اصول کافی میں جو شیوخ فرقہ کی سب سے معتبر کتاب ہے۔ لکھا ہے کہ الامم باقرہ سے سوال کیا گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ کیسے تھی۔ فرمایا

کافی تَسَاعَسَدَهُ اَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عَلَيْهِ السَّلَامُ
وَكَفَنَهُ ثُمَّ ادْخَلَ عَلَيْهِ عَشْرَةَ فَنَدَارُوا
حَوْلَهُ ثُمَّ وَقَفَ اَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ فِي
وَسَطِهَا فَقَالَ اِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَيَّ

النَّبِيِّ الْخَيْرِ فَيَقُولُ الْقَوْمُ كَمَا يَقُولُ حَتَّى صَلَّى عَلَيْهِ أَهْلُ
الْمَدِينَةِ وَ أَهْلُ الْعَوَالِي.

(اصول کافی جلد اول ص ۴۵۔ کتاب الحجۃ
باب مولد انبی صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ:

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام کو غسل و کفن دے دیا تو دس
اومیوں کو حجرے میں (وہ حجرہ حضرت مائی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) داخل کیا خود ان
کے درمیان کھڑے ہو گئے اور ان اللہ وملائکتہ (آیت) پڑھی
لوگ بھی آپ کے ساتھ ساتھ ہی درود شریف پڑھتے جاتے۔ یہاں تک تمام اہل
مدینہ اور اس پاس والوں نے آپ کا جنازہ (یعنی درود شریف) پڑھا۔

اصول کافی:

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ لَمَّا قَبِضَ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَلَّتِ
الْمَلَائِكَةُ وَالْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ
فَنُوجًا فَنُوجًا.

(اصول کافی جلد اول ص ۴۵۔ کتاب الحجۃ
باب مولد انبی صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ:

امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا
وصال ہوا تمام فرشتوں تمام مہاجرین اور تمام انصار نے فوج در فوج

آپ کا جنازہ (یعنی درود شریف) پڑھا۔

شیخہ فرقہ کی معتبر کتاب احتجاج طبرسی میں ہے:

فَلَمَّا فَارَغَ مِنْ ذَلِكَ صَلَّى عَلَيَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ عَلَيْهِ مَنْ
بَايَعَ وَمَنْ لَمْ يُبَايِعْ.

(احتجاج طبرسی ص ۹۴ جلد اول)

ترجمہ:

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ غسل و کفن سے فارغ ہوئے تو آپ نے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھا۔ اور لوگ بھی آپ پر درود شریف
پڑھتے رہے اس میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کرنے
و اسے اور وقت کی کمی کے باعث بیعت نہ کرنے و اسے سبھی شامل
تھے۔

اس لیے میں آستانہ عالیہ حضرت کیدیا نوالہ شریف کے تمام متوسلین کو اعلان کرتا ہوں
کہ جس شخص کا ذہن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق صاف نہیں اور وہ ان کی ذات کو مورد
ظمن بناتا ہے اس کا ہمارے آستانہ عالیہ سے کوئی تعلق نہیں اور نہ ہی ایسے شخص کی
روز قیامت بخشش ہوگی۔

کیونکہ ان حضرات کے متعلق مولیٰ کریم جنت کا وعدہ فرما چکے ہیں۔

لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَنْ أَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ
وَقَاتَلَ ۖ أُولَٰئِكَ أَكْبَرُ دَرَجَةً ۖ مِنْ
الَّذِينَ أَنْفَقُوا مِنْ بَعْدِ مَا قَاتَلُوا وَكُلًّا

وَعَدَ اللَّهُ الْحُسَيْنَ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ
خَبِيرٌ

(سائیسویں پارے۔ الحدید۔ آیت ۹، ۱۰، رکوع سورہ میں)

ترجمہ:

"تم میں برابر نہیں وہ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے خزیح اور جہاد کیا اور

وہ مرتبہ میں ان سے بڑے ہیں کہ جنہوں نے فتح مکہ کے بعد خزیح

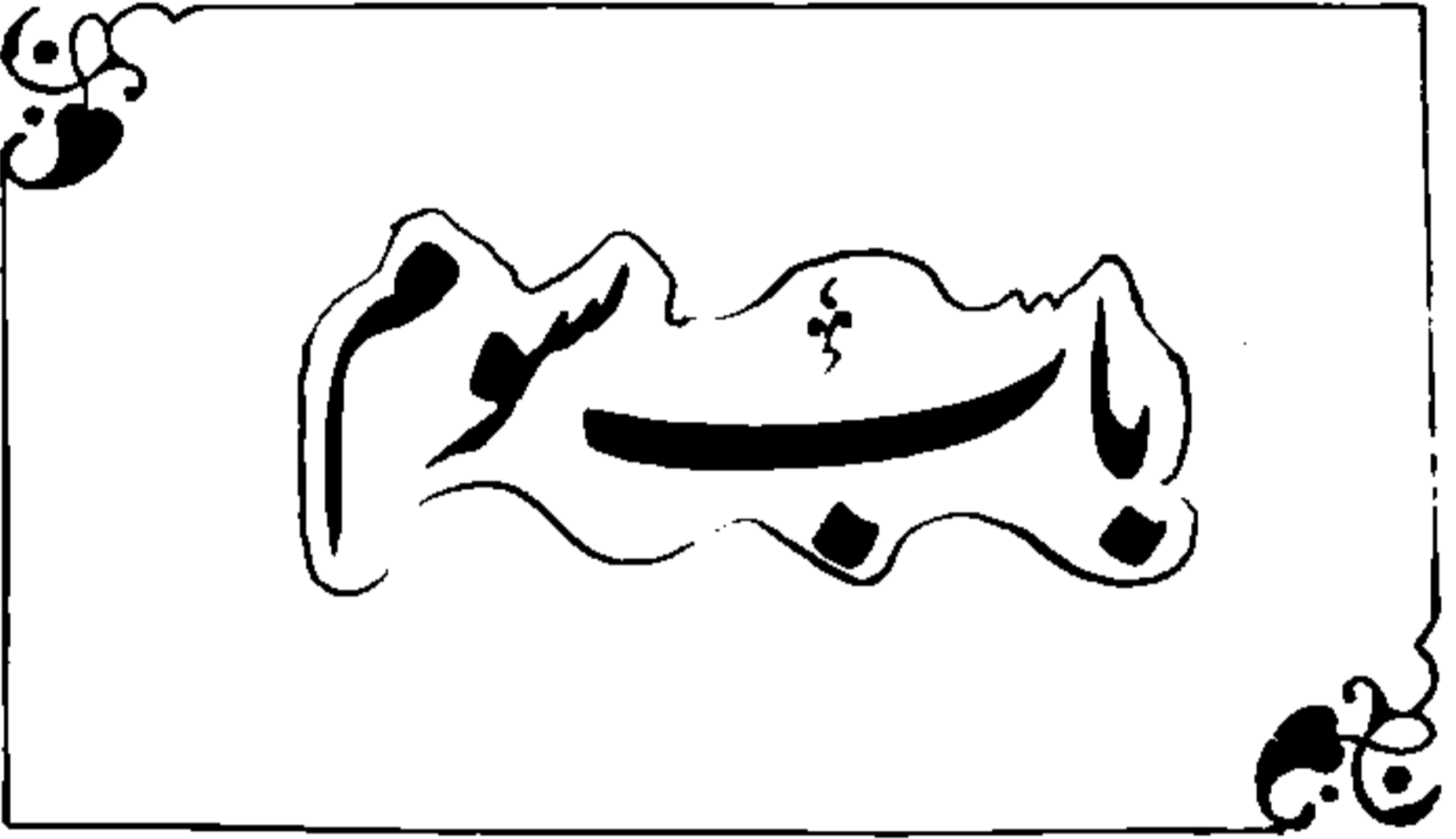
اور جہاد کیا اللہ تعالیٰ ان سب سے جنت کا وعدہ فرما چکے ہیں"

اس سے جو مختلف سمجھے وہ سچی پر نہیں۔ کہ وہ روایت ہے اور یہ آیت ہے۔ لہذا

روایتوں کو چھوڑ کر آیتوں پر عمل کرو۔ اللہ کی آیتیں سچی ہیں۔

سید محمد باقر علی شاہ سجادہ نشین

استاذ عالیہ حضرت کھلیا نوالہ شریف



باب سوہ:

مناقب اہل بیت

عقائد جعفریہ کی جسد چہارم..... کی ترتیب و تالیف کے وقت خیال آیا۔ اس حصہ میں اہل تشیع کے اس خیال کی تردید بھی ہو جائے۔ جو وہ یہ کہتے ہیں کہ حضرات اہل بیت کرام کے حقیقی محبوب اور نام لیوا ہم اہل تشیع ہی ہیں۔ اور اہل سنت و جماعت کا صرف دعویٰ ہی ہے۔ انہیں اہل بیت کرام سے کوئی محبت اور تعلق نہیں۔ اور اس کا ثبوت وہ کتابوں سے پیش کرتے ہیں۔ اس کی حقیقت کیا ہے؟ ہم نے تحفہ جعفریہ کے مختلف مقامات پر اس کے دلائل پیش کیے ہیں۔ جن سے یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ اہل تشیع کا محبت اہل بیت کا دعویٰ صرف ایک زبانی جملہ خروج ہے۔ اس کے سوا کچھ بھی نہیں۔ اس سلسلہ میں عقائد جعفریہ کی پہلی جلد قابل مطالبہ ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ اہل تشیع محبت اہل بیت کی بجائے اس کے بدخواہ اور دشمن ہیں۔ اسی طرح تحفہ جعفریہ کی دوسری، تیسری اور چوتھی جلد میں ہم اہل سنت پر کیے گئے اعتراضات کا مسکت جواب دیا گیا ہے۔ اب ہم مختصر طور پر یہ تحریر کر رہے ہیں۔ کہ ہماری کتب معتبرہ میں حضرات اہل بیت کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا ہے۔ کیا اس سے ان کی شان کی رفعت و عظمت بیان ہوئی ہے۔ اس کا فیصلہ ہم تدیک کلام پر ہی چھوڑ دیتے ہیں۔ مناقب اہل بیت میں سے سب سے پہلے سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب کا کتب معتبرہ سے تذکرہ مینئے۔



مناقبہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

فصل اول

آپ کی کنیت، جلیہ اور آپ کے اسم گرامی

کا بیان

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی دور جاہلیت اور دور اسلامی میں ”علی“ ہی تھا۔ تقریباً پانچ برس خلیفۃ المؤمنین بنے رہے۔ اور تریسٹھ برس کی عمر میں کوفہ کی جامع مسجد میں جام شہادت نوش فرمایا۔ آپ کئی کنیتیں رکھتے تھے۔ ہر ایک کنیت کی وجہ موجود ہے۔ ”ابوالحسن“ اس لیے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ ان کے فرزند کبیر تھے۔ ”ابوریحانین“ یعنی دو خوشبوؤں واسے بایں وجہ کے کہ حسنین کریمین دونوں ”ریحان“ تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے ”ابوتراب“ نکلا۔ تو اسے بھی کنیت بنا لیا۔ بلکہ سب سے زیادہ اسی کو استعمال فرمایا۔ اس کنیت کے بارے میں چند اقوال ہیں۔ بخاری شریف کا حوالہ ملاحظہ ہو۔

بخاری شریف:

ابوعازم کہتے ہیں کہ ایک شخص جناب سہل بن سعد کے پاس آیا۔ اور کہا کہ فلان آدمی حضرت علی المرتضیٰ امیر مدینہ کے بارے میں نازیبا الفاظ کہتا ہے۔ اور

وہ بھی برسِ منبر پوچھا۔ کیا کہتا ہے؟ بتلایا گیا۔ کہ آپ کو دو ابو تراب، کہتا ہے۔ یہ سن کر جناب سہل، ہنس دیے۔ اور فرمایا۔ یہ نام (کنیت) تو انہیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا تھا۔ اسی وجہ سے حضرت علی المر تفضی رضی اللہ عنہ کو یہ نام سب ناموں سے زیادہ محبوب تھا۔ ابو عازم کہتے ہیں۔ کہ پھر میں نے جناب سہل بن سعد سے اس واقعہ کی تفصیل پوچھی۔ فرمانے لگے۔ ہو ایوں کہ ایک دن حضرت علی المر تفضی رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے۔ واپس لوٹے۔ تو مسجد میں لیٹ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ سے پوچھا۔ فاطمہ! تمہارے چچا کے بیٹے کہاں ہیں؟ عرض کیا مسجد میں یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں حضرت علی المر تفضی کے پاس تشریف لائے۔ دیکھا کہ چادر ان کے جسم سے اتر گئی ہے۔ اور ان کی پشت پر مٹی لگی ہوئی ہے۔ آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پشت پر سے مٹی جھارتے جاتے تھے۔ اور فرماتے تھے۔ اے ابو تراب! اٹھو آپ نے دو مرتبہ یہ الفاظ ارشاد فرمائے۔

۱۔ بخاری شریف جلد ۱ ص ۲۲۵ پارہ چودہ منتخب

علی مطبوعہ آرام بنگلہ کراچی

۲۔ ریاض النضر جلد سوم ص ۱۰۵ مطبوعہ بیروت

لمع جدید

ریاض النضر

حضرت علی المر تفضی رضی اللہ عنہ کا طیبہ شریف۔ آپ میانہ قد، موٹی موٹی اور سیاہ آنکھیں، چودھویں رات کے چاند ایسا حسین چہرہ

اور دراز شکم تھے۔ سعید تسمی کا کہنا ہے۔ کہ بچپن میں ہم چند ساتھی بازار میں
 کپڑا بیچا کرتے تھے۔ اور اس دوران جب ہمیں کہیں حضرت علی المرتضیٰ نظر
 آتے۔ تو ہم انہیں ”نواک اشکر“ کے الفاظ کہا کرتے۔ ایک مرتبہ اپنے
 ہم سے پوچھا۔ جو لفظ تم مجھے دیکھ کر کہتے ہو۔ اس کا کیا مطلب ہے۔ ہم نے
 کہا۔ کہ بڑے پیٹ والا۔ فرمایا۔ ہاں پیٹ بڑا ہے۔ اس کے اوپر والے حصہ
 میں علم اور نیچے کھانا ہے۔ آپ کے کندھے چوڑے اور کندھوں پر چھوٹی سی
 ہڈی دکھائی دیتی۔ جیسے خونخوار درندے کی ہوتی ہیں۔ گوشت کی فراوانی
 کی وجہ سے کلائی اور بازو کا جوڑ معلوم نہ ہوتا تھا۔ مضبوط بازو، سخت ترین
 ہاتھ، بلند گردن جیسا پانڈی کی صراحی اور سر کے بال نہ ہونے کے برابر صرف
 پچھلی جانب تھوڑے سے بال تھے۔

ابو سعید کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے
 وقت سر کا مسح کرنے کے لیے عمامہ اتارتے دیکھا۔ آپ کے سر انور
 کی کیفیت یہ تھی۔ کہ جیسا کہ میری ہتھیلی ہے۔ کہیں کہیں بالوں کے خطوط
 نظر آتے تھے۔ قمیس ابن جوادہ کا کہنا ہے۔ کہ میں طلب علم میں مدینہ منورہ
 آیا۔ ایک شخص کو دیکھا۔ کہ اس کے سر کے بالوں کی دو فیڈھیاں سی ہیں۔
 اور دو چادریں اوڑھے ہوئے تھے۔ اور اپنا ایک ہاتھ حضرت عمر بن الخطاب
 کے کندھے پر رکھا ہوا تھا۔ میں نے کسی سے پوچھا۔ یہ کون ہے؟ جواب
 ملا۔ یہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔

دریاض النفرۃ جلد سوم ص ۷۰، ۱۱۱

الثالث فی صفتہ ، مطبوعہ بیروت

طبع جدید

marfat.com

Marfat.com

نوٹ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سر اور کے بارے میں روایتِ بالا میں جن دو ٹیڈھیوں کا ذکر آیا۔ اس سے مراد گندھی ہوئی اور جڑی ہوئی ٹیڈھیاں نہیں۔ بلکہ چند بالوں کا مجموعہ جو گوند سے بغیر لٹک رہا ہو۔ وہ مراد ہیں۔ اس لیے ”علی کے منگ“ اپنی گندھی ہوئی اور جڑی ہوئی ٹیڈھیوں کو ”سنتِ علی“ کہنے میں دھوکہ دیتے ہیں۔ بلکہ یہ کہہ کر وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ذات سے مذاق کرتے ہیں۔ اور ان کی تعلیمات کو غلط رنگ میں پیش کرتے ہیں۔



فصل دوم

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اسلام

قبول کرنے کے متعلق حوالہ جات

مجمع الزوائد

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بروز سوموار اعلانِ نبوت فرمایا۔ اور صرف ایک دن بعد یعنی منگل کے دن میں حلقہ بگوشِ اسلام ہو گیا۔

(مجمع الزوائد جلد نمبر ۹ ص ۱۰۲ مطبوعہ

بیروت طبع جدید)

(۲۔ ریاض النضرۃ جلد ۳ ص ۱۱۱ مطبوعہ

بیروت طبع جدید)

(۳ کنز العمال جلد ۱۳ ص ۱۲۸ مطبوعہ

بیروت طبع جدید)

نیز اسی کتاب میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت مذکور ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ کہ سبقت لے جانے والے تین اشخاص ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف سبقت کرنے والے جناب یوشع بن نون، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سبقت کرنے والے صاحبِ یسین جناب حبیب نجار کہ جن کا سورۃ یسین شریف کے دوسرے رکوع میں تذکرہ ہے۔ اور میری طرف سبقت کرنے والے علی المرتضیٰ ہیں۔

(۱- ریاض النضرۃ جلد ۲ ص ۱۱۰ ذکر

انہ اقول من اسلوا

(۲- صواعق محرقة ص ۱۲۵ مطبوعہ بیروت)

ریاض النضرۃ

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں۔ کہ حضرت خدیجہ الکبریٰ کے بعد اسلام لانے والے علی المرتضیٰ ہیں۔ اس حدیث کے متعلق حضرت عبد اللہ بن عمر کا کہنا ہے۔ کہ یہ صحیح الاسناد ہے۔ اس پر کسی نے جرح نہیں کی۔ لیکن یہ حدیث اُس حدیث کی معارض ہے۔ جس میں سب سے پہلے اسلام لانے والے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بتلائے گئے ہیں۔ ان دونوں میں تطبیق یہ ہوگی۔ کہ سب سے پہلے اسلام کو ظاہر کرنے والے صدیق اکبر ہیں۔ اسکی تائید حضرت مجاہد نے

جی کی ہے۔ ابن عباس ہی فرماتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی چار خوبیاں ایسی ہیں۔ جو دوسرے کسی کو بھی حاصل نہیں۔ اُن میں ایک یہ ہے۔ کہ عربی ٹحجی تمام لوگوں سے سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنے والے یہ ہیں۔

عیف کندی بیان کرتے ہیں۔ کہ میں تاجر تھا۔ اور حج کے دنوں میں حضرت عباس بن عبدالمطلب کے پاس مال خریدنے کے لیے حاضر ہوا۔ کیونکہ وہ بھی تاجر تھے۔ میں منے میں ان کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اور قسیمہ بیان کرتا ہوں۔ کہ ایک آدمی ہمارے قریبی خیمہ سے نکلا۔ اور نماز شروع کر دی۔ پھر اسی خیمہ سے ایک عورت نکلی اور اُس نے اُس مرد کے پیچھے نماز شروع کر دی۔ پھر اسی خیمہ سے ایک لڑکا نکلا۔ اُس نے پیچھے اگر نیت باندھ لی۔ عیف کندی کہتے ہیں۔ کہ میں نے ان اشخاص کے بارے میں حضرت عباس سے پوچھا تو انہوں نے بتلایا۔ کہ سب سے پہلے نکلنے والے محمد بن عبد اللہ میرے بھتیجے ہیں۔ عورت ان کی بیوی خدیجہ نامی ہے۔ اور لڑکا ان کے چچا ابو طالب کا بیٹا ”علی“ ہے۔ میں نے پوچھا۔ یہ کھڑے کیا کر رہے ہیں۔ تو ابن عباس نے کہا۔ نماز پڑھ رہے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے۔ کہ ”جناب محمد بن عبد اللہ“ اللہ تعالیٰ کے رسول و پیغمبر ہیں۔ اس وقت تک ان کی نبوت کو ماننے اور ان کی اتباع کرنے والے ہی دو فرد ہیں۔ یعنی ایک عورت جو ان کی بیوی ہے۔ اور دوسرے حضرت علی جو ان کے چچا زاد بھائی ہیں۔ اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کہتے ہیں کہ ایک دن اُسے

گا۔ کہ قبصر و کسری کے خزانے ان کے ہاتھ میں ہوں گے۔

۱۔ ریاض النضرۃ جلد ۱ ص ۱۱۰ تا ۱۱۲

مطبوعہ بیروت طبع جدید

۲۔ مجمع الزوائد جلد ۹ ص ۱۰۲ باب

اسلامہ رضی اللہ عنہ مطبوعہ بیروت۔

۳۔ کنز العمال جلد ۱۳ فضائل علی مطبوعہ

عربیہ طبع جدید



فصل سوم

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا سرکارِ
دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں مرتبہ و مقام

مجمع الزوائد حدیث نمبر (۱)

رباع ابن عارث کہتے ہیں۔ کہ مقامِ رجبہ میں ایک جماعت نے حضرت علی المرتضیٰ کی خدمت میں حاضر ہو کر ”السلام علیکم یا مولانا“ کے الفاظ سے حضرت علی المرتضیٰ کو سلام کیا۔ حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا۔ تم عرب ہو۔ میں تمہارا مولیٰ کیونکر ہو سکتا ہوں۔ اس جماعت نے کہا۔ کہ ہم نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس سے ”ختم غدیر“ کے موقعہ پر یہ الفاظ سنے تھے۔ من كنت مولاه فهذا مولاه۔ جس کا میں مولیٰ ہوں۔ یہ (علی المرتضیٰ) بھی اس کا مولیٰ ہے۔ جناب رباع کہتے ہیں۔ کہ جب یہ جماعت واپس چلی گئی۔ تو میں نے تحقیق کی خاطر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا۔ حضور! یہ لوگ کون تھے؟ فرمایا انصاری تھے۔ ان میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ یہ روایت

امام احمد اور طبرانی نے بھی نقل فرمائی ہے۔ ان میں آخری لفظیوں میں۔ فَعَلَيْهِمْ
مَوْلَاهُ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جملہ ارشاد فرمانے کے بعد دعا بھی فرمائی۔ جو
یہ ہے۔ اے اللہ! اُس سے تو بھی محبت کر جو حضرت علی المرتضیٰ سے محبت کرتا
ہے۔ اور اُس سے تو بھی دشمنی کر جو اُن سے دشمنی کرتا ہے۔

(مجمع الزوائد جلد ۵ جزء ۹ ص ۱۰۴)

حدیث ۲

عمر و ذی مراد زید بن ارقم دونوں بیان فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے ”دشم غدیر“ کے دن خطبہ ارشاد فرمایا۔ اور یہ الفاظ ارشاد فرمائے۔ جس کا میں
مولیٰ اُس کا علی بھی مولیٰ ہے۔ اُس کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی۔ اے اللہ!
جس نے علی سے محبت کی۔ تو بھی اس سے محبت کرنا اور جس نے اُن سے دشمنی
رکھی۔ تو بھی اُسے دشمن رکھنا۔ جس نے ان کی مدد کی۔ تو بھی اُس کی مدد
اعانت فرمانا۔

(۱)۔ مجمع الزوائد جلد پنجم ص ۱۰۴ باب قولہ

من حفت مولہ الخ مطبوعہ بیروت

(۲)۔ ریاض الفضا جلد سوم ص ۱۲۴، ۱۲۶

مطبوعہ بیروت طبع جدید

(۳)۔ کنز العمال جلد ۱۳ ص ۱۳۱ فضائل علی

المرتضیٰ۔ مطبوعہ حلب طبع جدید

(۴)۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۳ ص ۱۶ فضائل

علی۔ مطبوعہ کراچی۔ طبع جدید

ایک مغالطہ اور اس کا جواب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ”مولا“ فرمایا۔ بعض لوگ اس لفظ سے حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت بلا فصل ثابت کرتے ہیں۔ اُن کا استدلال یہ ہے کہ ”مولا“ کا معنی خلیفہ ہے۔ اس مغالطہ کا مکمل تفصیلی جواب ہم تحفہ جعفریہ جلد اول ص ۲۷ تا ۲۸ پر تحریر کر چکے ہیں۔ جس کا مختصر تذکرہ یوں ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اسی ارشاد میں لفظ ”مولا“ کی وضاحت اور تشریح فرمادی۔ وہ اس طرح کہ آپ نے فرمایا۔ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاةُ وَ عَادِ مَنْ عَادَاةً وَ اَنْصُرْ مَنْ نَصَرَا۔ اے اللہ! جو علی المرتضیٰ کو دوست رکھے تو بھی اس کو دوست رکھ اور جو اُن سے عداوت کرے تو بھی اُس سے عداوت رکھ۔ اور جو اُن کی مدد کرے تو بھی اس کی مدد فرما۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ ”مولا“ کی از خود وضاحت فرما کر اس احتمال کی بیخ کنی فرمادی۔ کہ مولا کا معنی اس مقام پر خلیفہ ہے۔ علاوہ ازیں مولا کا معنی خلیفہ بلا فصل کرنا قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کے بھی خلاف ہے۔ اگر یہی معنی مراد ہو تو فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلَاہُ وَ جِبْرِیْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ میں لفظ مولا کے معنی کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ اور جبریل علیہ السلام اور تمام مؤمنین بھی آپ کے خلیفہ بلا فصل قرار پائیں گے۔ اُدھر ایک حدیث پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ کہ آپ نے حضرت زید بن عارثہ کو فرمایا۔ اَنْتَ اَخْرَانَا وَ مَوْلَانَا

تو ہمارا بھائی اور مولا ہے۔ کیا حضرت زید بن عارضہ رضی اللہ عنہ بھی خلیفہ بلا فصل قرار پائیں گے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاد پاک میں ”مولا“ سے مراد دوست اور مددگار لیا ہے۔ اور انہی معنوں کے اعتبار سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان اور عظمت بیان ہوتی ہے۔ اس کے برخلاف لفظ مولا کا معنی خلیفہ بلا فصل لینا دراصل حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی توہین قرار پاتا ہے۔ اور اس اعتبار سے اللہ تعالیٰ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ ماننا پڑے گا۔
دفاعتہ وایا اولی الابصار)

حدیث ثانیہ:

مصنف ابن شیبہ

حضرت سعد بن ابی عبادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک شخص نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے حضرت علی المرتضیٰ کے بارے میں دریافت کیا۔ تو حضرت ابن عمر نے فرمایا۔ کہ تو اگر ان کا مرتبہ دیکھنا چاہتا ہے تو دیکھ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی المرتضیٰ کی منزل اکٹھی ہے۔ یعنی دونوں حضرات کے مکان تک دروازے مسجد نبوی کی طرف کھلتے ہیں۔ یہ سن کر سائل نے کہا۔ کہ میں تو حضرت علی المرتضیٰ سے بغض رکھتا ہوں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں فرمایا۔ جو شخص حضرت علی المرتضیٰ سے بغض رکھتا ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ بھی بغض رکھتا ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۲ ص ۵۸ فضائل

علی ابن ابی طالب مطبوعہ کراچی

حدیث ۱۵ کنز العمال

جناب ابو یحییٰ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ اَنَا عَبْدُ اللَّهِ وَ أَخُو رَسُولِهِ لَا يَقُولُهَا أَحَدٌ بَعْدِي إِلَّا كَذِبٌ۔ یعنی میں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول کا بھائی ہوں۔ یہ بات میرے بعد میرے سوا (اگر کوئی کہے گا۔ تو وہ جھوٹا ہے۔ اس کے بعد ایک آدمی نے اپنے آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھائی کہہ دیا۔ تو وہ مجھوں ہو گیا تھا۔

۱۔ کنز العمال جلد ۱۳ ص ۱۲۹ فضائل علی المرتضیٰ مطبوعہ حلب
۲۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ ص ۶۲ (کراچی)

حدیث ۱۶ کنز العمال

حضرت جابر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا۔ کہ جنت کے دروازے پر میں نے یہ کلمہ لکھا ہوا دیکھا۔ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ عَلِيُّ أَخُو رَسُولِ اللَّهِ

۱۔ کنز العمال جلد ۱۳ ص ۱۲۸ فضائل علی المرتضیٰ مطبوعہ حلب

(۲- مجمع الزوائد علیہ: نجوم جز ۹ ص ۱۱۱ با موافقہ)

نوٹ:

مذکورہ دونوں احادیث میں تھوڑی سی وضاحت ضروری ہے۔ وہ یہ کہ کنز العمال کی حدیث پیش کر کے شیعوں کو اپنے کلمہ کی تائید کرتے ہیں۔ شیعوں کا کلمہ یہ ہے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی ولی اللہ الخ۔ لیکن یہ صاف فریب ہے اور دھوکہ ہے۔ کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کے دروازے پر دو علی ولی اللہ خلیفہ رسول اللہ بلا فصل، کے الفاظ لکھے نہیں دیکھے۔ اور نہ ہی آپ نے ان کا تذکرہ فرمایا۔ بلکہ وہ الفاظ یہ ہیں دو علی اخوہ رسول اللہ، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی ہیں۔ آپ کا بھائی ہونا اور خلیفہ بلا فصل ہونا دو علیہ علیہ ہائیں ہیں۔ اسی طرح حضرت علی کا ”ولی عہد“ ہونے پر کسی کو اعتراض نہیں۔ لیکن ان الفاظ کو کلمہ کا جز اور حصہ قرار دینا اور وہ بھی کنز العمال کی عبارت سے کسی طرح بھی درست نہیں ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن عباس بھی آپ کے بھائی ہیں۔ لیکن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ میرے بعد جو یہ الفاظ کہے گا۔ وہ جھوٹا ہے۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ اس کا ایک جواب یہ ہے۔ کہ جو مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائیوں میں سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ہے۔ وہ کسی دوسرے کا نہیں۔ اگر کوئی اس مرتبہ کا دعویٰ کرے۔ تو وہ اس دعویٰ میں جھوٹا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے۔ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو موافقہ فرمائی تھی۔ وہ کسی دوسرے کو نصیب نہیں۔ قصہ یہ ہے۔ کہ حیب ہما جوین مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ

آئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے درمیان مؤاخاہ (بھائی چارہ) قائم فرمائی۔ مثلاً عبدالرحمن بن کوسد ابن مالک کا بھائی بنایا۔ حضرت فاروق اعظم اور ابوبکر صدیق کے درمیان اخوت قائم فرمائی۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنا بھائی فرمایا۔ حوالہ ملاحظہ ہو۔

البدایة والنہایة

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو آپس میں بھائی بھائی بنایا۔ تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ روتے ہوئے مافر ہوئے۔ اور عرض کی۔ حضور آپ نے تمام صحابہ کو ایک دوسرے کا بھائی مقرر فرما دیا۔ میں اکیلا رہ گیا ہوں۔ مجھے آپ نے کسی کا بھائی نہیں بنایا۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ اَنْتَ اَخِي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ تُوَدِّيَا اور آخرت میں میرا بھائی ہے۔

(۱۔ البدایة والنہایة جلد ۱ ص ۳۳۶ حدیث

مواخات۔ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

(۲۔ مجمع الزوائد جلد ۲۰ ج ۹ ص ۱۱۱ مطبوعہ

بیروت طبع جدید)

یہ تھی مواخات کہ جس پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ جو میرے بغیر اس مواخات کا دعویٰ کرے گا۔ وہ جھوٹا ہوگا۔ لہذا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اگر یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی تھے۔ لیکن ان کا مرتبہ وہ نہ تھا۔ جو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا تھا۔ اور ہجرت مدینہ کے وقت

جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ کو اپنا بھائی فرمایا۔
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو اس شرف سے نہیں نوازا گیا۔ اس سے
معلوم ہوا کہ کنز العمال کی روایت کا مفہوم یہی ہے۔ ورنہ مطلقاً اس بات
کو جھوٹ قرار نہیں دیا جاسکتا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی صرف
حضرت علی المرتضیٰ ہی تھے۔ اور نہ ہی شیعوں کا کلمہ علی ولی اللہ الخ۔ اس
روایت سے ثابت ہوتا ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

حدیث ۶۰ مجمع الزوائد؛

حضرت فارجد ابن سعد اپنے باپ سعد سے کرتے ہیں۔ کہ
سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
سے ارشاد فرمایا۔ کہ میرے اور تیرے بغیر جنبی حالت میں اور
کسی کے لیے مسجد میں سے گزرنا جائز نہیں ہے۔

۱۔ مجمع الزوائد جلد پنجم جزء ۹ ص ۱۱۵ مطبوعہ

بیروت طبع جدید

۲۔ ترمذی مترجم ص ۳۷۶ جلد دوم ابواب المناقب

مطبوعہ ربانی بکڈ پورہ علی

حدیث ۷۰ البدایۃ والنہایۃ؛

صحیح ابن عمیر کہتے ہیں۔ کہ میں اپنے والد کے ہمراہ سیدہ عائشہ صدیقہ
رضی اللہ عنہما کے پاس آیا۔ میں نے مائی صاحبہ سے حضرت علی المرتضیٰ

کے بارے میں پوچھا۔ مائی صاحبہ نے فرمایا۔ کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ کے سوا کسی دوسرے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب نہیں دیکھا۔ اور نہ ہی حضرت فاطمہ الزہرا کے سوا کسی عورت کو آپ کے نزدیک زیادہ محبوب پایا۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ ص ۲۵۵ باب حدیث
آخر فی فضل علی۔ مطبوعہ بیروت)

حدیث البدایۃ والنہایۃ

حضرت ام عطیہ فرماتی ہیں۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر کے ساتھ حضرت علی المرتضیٰ کو بھیجا۔ لشکر روانہ ہونے کے بعد میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ آپ ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگ رہے تھے۔ اے اللہ! مجھے اس وقت تک موت نہ دینا جب تک میں علی المرتضیٰ کو نہ دیکھ لوں۔

(البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ ص ۳۵۷ مطبوعہ

بیروت طبع جدید)

(۱)۔ ترمذی مترجم۔ جلد دوم ص ۳۷۱/البواب

البواب المناقب)

❖

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کی بات کی رعایت

حدیث عامم جمع الزوائد

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم غصہ کی حالت میں ہوئے تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سوا کسی دوسرے کو آپ کے ساتھ گفتگو کرنے کی جسارت نہ ہوتی تھی۔

۱۔ مجمع الزوائد جلد ۵ جزو ۱ ص ۱۱۶

باب مراعات مطبوعہ بیروت
طبع جدید

۲۔ صواعق محرقة صفحہ ۱۲۳

فی فضائل الخ مطبوعہ بیروت طبع جدید

حدیث عامم صنف ابن ابی شیبہ

جبلہ کہتے ہیں کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بنفسِ نفیس کسی جنگ میں نہ جاتے تو آپ اپنے ہتھیار حضرت علی المرتضیٰ یا حضرا سامۃ رضی اللہ عنہما کو عطا فرمادیتے تھے۔

مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ ص ۷۵ باب

فضائل علی مطبوعہ کراچی

حدیث ۱۱ مجمع الزوائد

حضرت علی المرتضیٰ روایت فرماتے ہیں۔ کہ میں ایک مرتبہ بیماری کی حالت میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی جگہ کھڑا فرمایا۔ اور خود نماز میں مصروف ہو گئے۔ آپ نے اپنی چادر شریف کا ایک پلو مجھ پر ڈال دیا۔ پھر فرمایا۔ اے ابن ابی طالب! تو صحت مند ہو گیا ہے۔ اب تمہیں بیماری کی فکر نہیں کرنی چاہیے۔ اور توجو بھی سوال اللہ تعالیٰ سے کرے گا۔ میں بھی اس سوال کو اللہ تعالیٰ سے کروں گا اور میرا سوال اللہ تعالیٰ کبھی رد نہیں فرماتا۔ صرف یہ کہ مجھے اُس نے بتایا ہے۔ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

مجمع الزوائد جلد ۵ ص ۱۱۰ جز ۹ مطبوعہ

بیروت طبع جدید

حدیث ۱۲ کنز العمال

عبداللہ بن عمارت کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے عرض کی۔ کہ آپ مجھے اپنے بہترین مرتبہ کے بارے میں کچھ بتلائیں۔ جو آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ سے حاصل ہوا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا۔ کہ میں ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں سو رہا تھا۔ اور آپ نماز ادا فرما رہے تھے۔ نماز سے فراغت پر آپ نے مجھے فرمایا۔ اے علی!

تو جو بھی اللہ تعالیٰ سے سوال کرے گا۔ میں بھی تیرے لیے اللہ تعالیٰ سے وہی سوال کروں۔ اور جس شہر سے میں اللہ کی پناہ طلب کروں گا۔ تیرے لیے بھی اللہ سے اس شہر کی پناہ مانگوں گا۔
 دکنز العمال جلد ۱۲ ص ۱۵۱ مطبوعہ عربیہ طبع جدید

حدیث ۱۱۱ مجمع الزوائد

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ حضور سرور کائنات نے ایک جنگ میں شرکت کا ارادہ فرمایا۔ آپ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا۔ کہ ہماری غیر حاضری میں سے مدینہ منورہ کی خلافت تمہارے سپرد کر رہے ہیں۔ ساتھ ہی عرض کی۔ حضور! میں آپ کے بعد یہاں رہنا پسند نہیں کرتا۔ بلکہ میں بھی آپ کے ساتھ جہاد میں شرکت کو بہتر سمجھتا ہوں۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے (علی) ایسی حکم دیا۔ اس سے قبل کہ میں کچھ اس بارے میں عرض کرتا۔ میں آپ کا حکم سن کر رو پڑا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ علی! تمہیں کیوں رونا آیا ہے۔ عرض کی حضور چند باتوں کے پیش نظر رو رہا ہوں۔ فرمایا بتلاؤ وہ کیا ہیں؟ عرض کی پہلی بات یہ ہے کہ آپ کے ساتھ نہ جانے پر قریش کہیں گے۔ دیکھو۔ علی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ جا کر ان کو کفتا ذلیل کیا ہے۔ دوسری بات یہ کہ میں بھی اللہ کی راہ میں جہاد کرنا چاہتا ہوں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ غازی لوگ کسی ایسی زمین کو طے نہیں کرتے کہ جس سے

کفار علیوں۔ اور نہ ہی غازی لوگ دشمنوں سے کوئی تکلیف پائیں گے لیکن اس کے صلہ میں اللہ تعالیٰ ان کے لیے عمل صالح لکھے گا۔ اللہ تعالیٰ انہی کیوں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔ لہذا میرا ارادہ بھی ہے کہ اس اجر خداوندی کو حاصل کروں۔ تیسری بات یہ کہ میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل کو حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ ان تینوں باتوں کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ کو کئی جواب دیا۔ پہلی بات کہ قریش تمہیں پیچھے رہ جانے کی وجہ سے مجھے ذلیل کرنے کا طعنہ دیں گے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہی قریش ہیں۔ جنہوں نے مجھے کتاب بادوگر اور کاہن کہا۔ لیکن تمہارے لیے ایک خصوصیت ہے۔ یعنی تم نے ایسے الفاظ کہنے کی بجائے ایمان قبول کیا، دوسری بات کے متعلق جواب یہ ہے کہ میں واقعی اجر حاصل کرنا چاہتا ہوں لیکن کیا تم اس پر خوش نہیں۔ کہ جو منزلت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ان کے بھائی ہارون کو حاصل تھی۔ وہی میرے ساتھ تمہیں ہو۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ رہی تیسری بات یعنی اللہ کے فضل کا حصول تو اس کے لیے یہ دو ڈھیر نفل کے تمہیں دے رہا ہوں۔ جو میں سے ہمارے پاس آئے ہیں۔ ان کو نہ سچو۔ اور نفع حاصل کرو اس طرح تم اور تمہاری بیوی فاطمہ رضی اللہ عنہما اللہ کے فضل کے حاصل کرنے والے ہو جاؤ۔

(مجمع الزوائد جلد ۵ جزء ۱)

ص ۱۱۰ فی فضائل علی۔ مطبوعہ بیروت

حدیث ۱۲۱۱ ترمذی شریف

حضرت عبداللہ بن عمرو بن ہند جملی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ میری یہ حالت تھی کہ جب بھی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مانگتا۔ تو آپ میرا سوال کبھی رد نہ فرماتے۔ اور اگر خاموش رہتا۔ (کچھ نہ مانگتا) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے ابتدا فرماتے۔ (یعنی بغیر مانگنے مجھے سب سے پہلے عطا فرماتے۔) یہ حدیث حسن ہے۔

ترمذی شریف مترجم جلد دوم ص ۲۷۵
مطبوعہ کٹرہ شیخ پانڈل لال کنواں دہلی طبع بدیم

حدیث ۱۲۱۲ صواعق محرقہ

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے علی المرتضیٰ کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت پہنچائی۔

(صواعق محرقہ ص ۱۲۲ / الباب التاسع)

حدیث ۱۲۱۳ صواعق محرقہ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس نے حضرت علی المرتضیٰ سے محبت کی۔ اس نے مجھ سے محبت کی۔ اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی۔ اور

جس نے علی المرتضیٰ سے بغض رکھا۔ اور مجھ سے بغض رکھنے والے
نے دراصل اللہ تعالیٰ سے بغض رکھا۔

(صواعق محرقة ص ۱۲۲/باب التاسع)

حدیث کا ریاض النضرہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ کہ نظر بندی کے دوران
ان کا ایک مجلس سے گزر ہوا۔ اس مجلس والے حضرت علی المرتضیٰ کو
بڑا بھلا کہہ رہے تھے۔ جناب ابن عباس نے اپنے ساتھی
سے پوچھا۔ جو ان کا ہاتھ تھامے ہوا تھا۔ تم نے ان مجلس والوں
کی گفت گوئی ہے؟ اس نے کہا۔ ہاں۔ یہ لوگ حضرت علی المرتضیٰ
کو بڑا بھلا کہہ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا مجھے ان کے پاس واپس لے
چلو۔ واپس آنے پر آپ نے ان مجلس والوں سے پوچھا۔ تم میں سے
وہ کون تھا جو اللہ تعالیٰ کو گالی دے رہا تھا؟ بوسے سبحان اللہ!
اللہ کو گالی دینے والا تو مشرک ہو جاتا ہے۔ پھر آپ نے دریافت
فرمایا۔ اچھا تو اللہ کے رسول کو کون گالیاں دے رہا تھا۔ انہوں
نے پھر کہا۔ سبحان اللہ! اللہ کے رسول کو گالیاں دینے والا تو
کافر ہو جاتا ہے۔ تیسری مرتبہ اپنے پوچھا۔ کہ تم میں سے علی المرتضیٰ
کو کون گالیاں دے رہا تھا۔ تو انہوں نے کہا۔ ہاں یہ ہوا ہے
اس پر آپ نے فرمایا۔ کہ میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں۔ کہ
میں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ فرمایا کہ جس
نے علی المرتضیٰ کو گالی دی۔ اس نے مجھے گالی دی۔ اور جس نے

اللہ تعالیٰ کو گالی دے۔ اللہ تعالیٰ اُسے اوندھے مُنہ کر دے گا۔ یہ کہہ کر حضرت عبد اللہ بن عباس وہاں سے لوٹے۔ اور پھر اپنے ساتھی سے پرچھلا اب بھی مجلسِ واسے کچھ کہہ رہے تھے۔ وہ کہنے لگا۔ نہیں اب خاموش ہیں۔ پھر اپنے پرچھلا تم نے اُن کے چہروں کو دیکھا۔ کیسے تھے۔ اس نے کہا۔ انہوں نے آپ کو سُرخ آنکھوں سے دیکھا۔ ایسے جیسا کوئی قصاب جانور کو دیکھتا ہے۔ عبد اللہ بن عباس نے فرمایا۔ تم پر میرے ماں باپ قرآن۔ کوئی شعر کہو۔ اس نے یہ شعر کہا۔

اسیے ابروؤں کو کاٹ لے تھے اور گردنِ انکی کھجی ہوئی تھیں
یوں دیکھتے تھے جیسے ذلیل آدمی کسی غالب اور عزت والے کو دیکھتا ہے

الریاض النضرہ جلد سوم ص ۱۲۲ مطبوعہ
بیروت طبع جدید

نوٹ:

اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو برا بھلا کہنے والوں کے لیے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول پیش کیا۔ اور ثابت کیا۔ کہ ایسے لوگ برا مل اللہ اور اس کے رسول کو برا بھلا کہتے ہیں۔ جن کا انجام ذلت کے سوا کچھ نہیں۔ اسی ذلت کا نمونہ وہ لوگ تھے۔ جنہیں ابن عباس سے ایسا پایا۔ کہ ان کی آنکھیں مارے ذلت کے سُرخ تھیں اس سے فارجیوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ اس سلسلہ میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں توہینِ امین کلمات کہے ہیں۔ لہذا یہ حدیث امیر معاویہ پر بھی حجت

ہوئی۔ اس معاملہ تحقیق یہ ہے۔ کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ کے باہمی اختلافات کے ضمن میں ایک دوسرے کو بُرا بھلا کہنے کے سبب واقعات بے اصل ہیں۔ پوری تفصیل تحفہ جعفریہ کی جلد میں ملاحظہ فرمائیے۔

حدیث ۱۸ ریاض النضرۃ

عروہ ابن زبیر کہتے ہیں۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں ایک شخص نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے متعلق ادھر ادھر کی باتیں کیں۔ اس پر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اُسے کہا۔ کیا تو اس قبر والے کو جانتا ہے۔ یہ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب ہیں۔ اور وہ علی بن ابی طالب بن عبد المطلب ہیں۔ یعنی یہ دونوں بھائی ہیں۔ اس لیے جب بھی تو علی المرتضیٰ کا نام لے۔ تو بڑے ادب و احترام سے۔ ورنہ ان کی تنقیص و راصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص شمار ہوگی۔

(ریاض النضرۃ جلد سوم ص ۱۴۳)

ذکر اختصاصہ ان من اذیہ (۵۱-)

تنبیہ

ہم اہل سنت کا عقیدہ وہی ہے۔ جو علامہ طبری نے ذکر کیا۔ یعنی یہ کہ جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کے بارے میں گستاخیاں کرتے ہیں۔ وہ دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گستاخ ہیں۔ اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہنچانے والا قرآن کے فیصلے کے مطابق لعنتی ہے۔ اور

مردود بارگاہ الہی ہے۔

حدیث ۱۹

ترمذی شریف

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف کے واقعہ کے دن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بلوایا ان کی سرگوشی کی۔ لوگوں نے کہا۔ کہ چپیرے بھائی سے سرگوشی لمبی ہو گئی ہے۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان سے سرگوشی کی ہے۔ یہ حدیث غریبہ ہے اللہ کے سرگوشی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے ان سے سرگوشی کی ہے۔ (ترمذی شریف مترجم جلد ۲ ص ۳۷۶ مطبوعہ دہلی)

حدیث ۲۰

ریاض النضرۃ

عشقی بن جنادة رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ کہ اتنے میں آپ کے پاس کچھ مال آیا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ کہ تم میں سے کوئی ہے کہ جس کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دینے کا وعدہ فرمایا ہو۔ یہ سن کر حاضرین میں سے ایک شخص (حضرت جابر رضی اللہ عنہ) کھڑے ہوئے اور کہا۔ کہ مجھ سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ دینے کے

تین ہبک دینے کا وعدہ فرمایا تھا۔ صدیق اکبر نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بلوا بھیجا۔ جب علی المرتضیٰ تشریف لائے۔ تو ابو بکر صدیق نے ان سے کہا۔ کہ اے ابوالحسن! جابر بن عبد اللہ کہتا ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے تین ہبک کھجور دینے کا وعدہ کیا تھا۔ اس پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے تین ہبک بھر کر انہیں کھجوریں دے دیں۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ کھجوریں گنو۔ جب انہوں نے گئیں۔ تو ہر ایک ہبک میں ساٹھ ساٹھ کھجوریں تھیں۔ یہ دیکھ کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غار ثور میں مجھ سے فرمایا تھا۔ جبکہ ہم وہاں سے نکل کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہونے والے تھے۔ فرمایا تھا۔ اے ابو بکر! میرا اور علی المرتضیٰ کا کف (ہبک) گنتی میں برابر ہیں۔

(۱۔ ریاض النضرۃ جلد ۳ ص ۱۲۰)

ذکر اختصاصہ۔)

(۲۔ مجمع الزوائد جلد پنجم جزو ۱)

ص ۱۱۳ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

نوٹ:

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا۔ کہ جس طرح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے روحانی نسبت تھی۔ اسی طرح بظاہر جسمانی نسبت بھی تھی۔ یعنی دونوں حضرات کے کف برابر تھے۔ اور ان میں برابر اشیاء آتی تھیں۔

حدیث عذریاض النضرۃ

مطلب بن عبداللہ روایت کرتے ہیں۔ کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں وفد ثقیف حاضر ہوا۔ تو اپنے انہیں فرمایا کہ تم مسلمان ہو جاؤ ورنہ میں تم پر ایک ایسا آدمی مقرر کر دوں گا۔ جو مجھ سے اور میری مثل ہوگا۔ اور وہ تمہاری گردن میں سر سے جڈا کرے گا۔ تمہاری اولاد کو قیدی بنا لے گا۔ اور تمہارا مال و متاع قبضہ میں لے لیگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ گفتگو سن کر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ مجھے اگرچہ کبھی امیر بننے کی تمنا نہ ہوئی۔ لیکن ان الفاظ کو سن کر میں نے بھی خواہش کی۔ کہ مجھے اس فریضہ کی ادائیگی کے لیے مقرر کیا جائے۔ اور میں تیار ہو گیا۔ لیکن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بجائے میرے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور ان کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ یہ ہے وہ شخص جس کی میں نے تم سے بات کی تھی۔ زید بن نضیع بھی روایت کرتے ہیں۔ کہ بنو ربیعہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم باز آ جاؤ۔ ورنہ ایک ایسے آدمی کو بھیجوں گا۔ جو میری مثل ہوگا۔ اور وہ میرے احکام تم پر جاری کرے گا۔ جو مقابلہ پر اتریں گے۔ ان کو قتل کرے گا۔ اور ان کے بچوں کو قیدی بنا کر ان کے ساز و سامان پر قبضہ کرے گا۔ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ میری گردن میں تھا۔ اور وہ میرے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے محسوس کیا۔ کہ ان کا ہاتھ ٹھنڈا ہو رہا ہے۔ انہوں نے مجھ

سے پوچھا۔ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شخص کا تذکرہ فرمایا بتلاؤ وہ کون ہے؟ میں نے جواب دیا۔ کہ آپ کی مُراد اسے عمر تم نہیں ہو۔ بلکہ جو تہی سینے والا ہے۔ یعنی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ کی مراد ہیں۔

دریاض النضرۃ جلد ۲ ص ۱۱۹
ذکر اختصاصاً

حدیث ۲۲ قرمذی شریف

حضرت ربیع بن خراش رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خود مقامِ رحبہ میں ہمیں حدیث سنائی فرمایا۔ کہ حدیبیہ میں مشرکین مکہ میں سے کئی آدمی ہمارے پاس آئے۔ ان میں ہبیل بن عمرو رضی اللہ عنہ اور روسائے مشرکین بھی تھے۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔ حضور! آپ کے پاس ہمارے بہت سے غلام اور رشتہ دار ہمارے مال اور ہماری جائیداد بھاگ کر آئے ہیں۔ اور یہاں آکر انہوں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ چونکہ انہیں اسلام کی کوئی سمجھ نہیں اس لیے آپ وہ ہمیں واپس کر دیں۔ ہم انہیں اچھی طرح اسلامی تعلیمات سکھائیں گے۔ یہ سن کر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسے قریش! باز آ جاؤ۔ ورنہ اللہ تعالیٰ ایک ایسے شخص کو تم پر مقرر کر دے گا۔ جو دین کی خاطر تمہاری گردنیں اڑا کر رکھ دے گا۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ایمان کی آزمائش فرما چکا ہے۔ (جن کی واپسی کا تم کہہ رہے ہو) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے

موجود لوگوں اور ابو بکر و عمر فاروق نے بھی پوچھا۔ حضور! وہ کون شخص ہے جس کے متعلق آپ فرما رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ وہ جو تیاں سینے والا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنی نعلین شریف سینے کے لیے دی تھیں۔ یہ حدیث ذکر کر کے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ جس نے جان بوجھ کر میری طرف سے کوئی جھوٹی بات لوگوں کو سنائی۔ اُسے دوزخ میں اپنا ٹھکانا بنا لینا چاہیے۔ یعنی میں نے تمہارے سامنے کوئی من گھڑت بات نہیں کی ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔

ترمذی شریف مترجم جلد ۲ ص ۳۶۱

مطبوعہ کٹرہ شیخ داہلی

نوٹ:

اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب اکرم کے ذریعہ بہت بلند و بالا مقام عطا فرمایا تھا اور عین مکن ہے۔ کہ یہ سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعلین شریف سینے کی بدولت میرا یا ہو۔

حدیث ۲۳ مصنف ابن ابی شیبہ

ابن عمیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں، میری والدہ اور میری خالہ ہم سب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر ہوئے۔

میری والدہ اور خالہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضرت علی المرتضیٰ کا مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک کیا تھا۔ مائی صاحبہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا۔ تم نے مجھ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا۔ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خون مبارک کو اپنے ہاتھوں پر لیا۔ اور پھر اسے ہاتھوں پر ہی مل لیا۔ یہ وہ عزت ہے جو کسی دوسرے کو حاصل نہیں ہوئی۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال شریف ہوا۔ تو لوگ آپ کے دفن کرنے کے بارے میں اپنی اپنی رائے کا اظہار کرنے لگے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک میں کے اس ٹکڑے سے بڑھ کر کوئی دوسرا ٹکڑا محبوب نہیں جس پر اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا ہے۔ لہذا ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہیں دفن کیا۔ جس جگہ آپ کا وصال شریف ہوا تھا۔

(۱) مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ ص ۷۱

کتاب الفضائل

(۲) مجمع الزوائد جلد ۵ جزو ۹ ص ۱۱۲

باب منہ فی منزلہ الخ

حدیث علی اکثر اعمال

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے علم و ابن دینار راوی ہیں انہوں نے فرمایا۔ کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک باغ میں تھا۔

اُس باغ میں بٹھنا ہوا ایک پرندہ آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت دعا فرمائی۔ اے اللہ! میرے پاس تو اُس آدمی کو بھیج دے۔ جو تجھے بہت زیادہ محبوب ہو۔ اس کے بعد حضرت علی المرتضیٰ تشریف لائے۔ جناب انس بن مالک کہتے ہیں۔ کہ میں نے علی المرتضیٰ سے عرض کیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی کام میں مصروف ہیں۔ یہ سن علی المرتضیٰ واپس ہو گئے۔ کچھ دیر گزرنے کے بعد پھر تشریف لائے۔ اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ جناب انس کہتے ہیں۔ کہ میں نے انہیں دوبارہ واپس لوٹایا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے انس! آنے والے کے لیے نعمت ہے۔ مختصر یہ کہ حضرت علی المرتضیٰ اندر تشریف لائے۔ اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ہر آدمی کو اپنی ہی قوم سے زیادہ محبت ہوتی ہے۔

(۱) کنز العمال جلد ۱۳ ص ۱۶۷ مطبوعہ

طب - طبع جدید

(۲) البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۳۵۲

فی فضائل علی - مطبوعہ بیروت طبع جدید

(۳) مجمع الزوائد جلد ۵ جز ۱ ص ۱۲۵

مطبوعہ بیروت طبع جدید

نوٹ:

روایت مذکورہ محولہ تینوں کتب میں ملتے جلتے الفاظ سے مذکور ہوئی۔

مجمع الزوائد میں قدرے اس کی تفصیل ہے۔ کنز العمال سے مذکورہ روایت میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا تین مرتبہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اندر جانے کی اجازت نہ دینا کسی دشمنی یا حسد و بغض کی بنا پر نہ تھا۔ بلکہ اس کی وجہ وہی تھی۔ جو اس کتاب میں روایت کے آخر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ سے معلوم ہو رہی ہے۔ وہ یہ کہ ہر شخص کو اپنی قوم سے محبت ہوتی ہے۔ اور یہ محبت کوئی قابلِ ملامت اور موجب نفرت بات نہیں ہے۔ مجمع الزوائد میں تصریح ہے۔

قَالَ أَحَبُّتُ أَنْ تُدْرِكَ الدَّعْوَةَ رَجُلًا مِنْ قَوْمِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُلَامُ الرَّجُلُ عَلَى حُبِّ قَوْمِهِ (جلد پنجم صفحہ ۱۲۵)

حضرت انس بن مالک نے کہا۔ میں نے یہ خواہش کی تھی۔ کہ آپ کی دعوت میری قوم کے کسی شخص کو ملے۔ اس پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کسی شخص کی اپنی قوم سے محبت قابلِ ملامت امر نہیں ہوتا۔ لہذا معلوم ہوا۔ کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا اجازت نہ دینا کسی دشمنی یا حسد و بغض کی بنا پر نہ تھا۔ بلکہ اس تمنا اور خواہش کی بنا پر تھا۔ کہ میری قوم کے کسی مرد کو یہ دعوت حاصل ہو جائے۔ اور ان کی یہ تمنا خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بقول قابلِ ملامت نہیں تھی۔

حدیث ۲۵ ترمذی شریف

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ حسنین کو ببین رضی اللہ عنہما کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ ”جس نے مجھ سے اور ان دونوں صاحبزادوں اور ان کے والدین سے محبت رکھی۔ وہ کل قیامت کو میرے ساتھ اسی درجہ میں ہوگا۔ جس میں میں ہوں گا۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

(ترندی تشریف مترجم جلد دوم
ص ۳۷۷ مطبوعہ کثرہ شیخ چاند لال
طبع جدید)

حدیث نمبر ۲۴، ۲۷، ۲۸، ۲۹، الویاض النضرة

زید بن ابی اوفی فرماتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے علی! جنت میں تم میرے محل
میں ہو گے۔ اور تمہارے ساتھ میری بیٹی بھی ہوگی۔ تم میرے
بھائی اور ساتھی ہو۔ پھر آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔
إِخْوَانًا عَلٰی سُوْرٍ مُّتَقَبِلِيْنَ۔ (الحجرات آیت نمبر ۱۷)
جنتی بھائی بھائی ہوں گے۔ اور ایک دوسرے کے سامنے
تخت پر بیٹھے ہوں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ان کے صاحبزادے جناب عبد اللہ
رضی اللہ عنہ راوی کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس
سے یہ الفاظ سنے: "اے علی! قیامت میں تیرا ہاتھ میرے ہاتھ
میں ہوگا۔ اور جہاں میں جاؤں گا وہیں تم بھی جاؤ گے۔"

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ سرکار
دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لائے۔ میں سو رہا
تھا۔ میرے بیٹے حسن اور حسین نے پانی مانگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
گھر میں موجود تھوڑا دودھ دینے والی ایک بکری کے پاس تشریف
لے گئے۔ اس کا دودھ دوہا۔ اتنے میں جناب حسن رضی اللہ عنہ

آپ کے پاس پہنچ گئے۔ آپ نے انہیں ایک طرف کر دیا۔ سیدہ خاتون جنت یہ دیکھ رہی تھیں۔ عرض کی! ابا جان! میرے دونوں فرزندوں میں سے آپ کو حسن زیادہ محبوب تھے۔ آپ نے آج اس کو پیچھے ہٹا دیا ہے۔ فرمایا۔ بات دراصل یہ ہے۔ کہ دودھ پہلے حسین نے مانگا تھا۔ اس لیے اس کا حق مقدم تھا۔ اور سنو! کل قیامت کو میں، تم، تمہارے دونوں فرزند اور ان کے والد جو سو رہے ہیں۔ ایک ہی جگہ میں ہوں گے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بعد اپنے اصحاب کے ایک محاذ پر گئے ہوئے تھے۔ چند صحابہ کے علاوہ میں اور موجود صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے۔ اتنے میں حضرت علی المرتضیٰ بڑے غصہ میں حاضر ہوئے۔ حضرت علی المرتضیٰ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر فرمایا۔ جس نے علی کو ناراض کیا ہے اس نے مجھے ناراض کیا ہے۔ جب وہ اُکڑ بیٹھ گئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا۔ علی! کیا ہوا؟ عرض کی۔ چچا زاد بھائیوں نے ستایا ہے آپ نے فرمایا۔ کیا تم اس امر پر راضی نہیں ہو۔ کہ تم اور حسن و حسین جنت میں میرے ساتھ رہو۔ ہماری اولاد ہمارے پیچھے اور ہماری بیویاں اولاد کے پیچھے اور بقیہ پیروکار ہمارے ارد گرد دائیں بائیں طرف!؟

(یہی روایت امام احمد نے مناقب میں اور ابوسعید نے شرف النبوت میں ذکر کی ہے۔ دریاغی النغرة جلد ۲ ص ۱۸۲، ۱۸۳ مطبوعہ بیروت ۱۹۷۱ء)

حدیث ۳۱ قرمذی شریف

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ راوی ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسین کریمین کے ہاتھ پکڑتے ہوئے فرمایا۔ جس نے مجھ سے ان دونوں سے اور ان کے والدین سے محبت رکھی۔ وہ قیامت کو میرے ساتھ میرے درجہ میں ہوگا۔ (یہ حدیث غریب ہے)

ترمذی مترجم جلد ۲ ص ۳۷۷

مطبوعہ کٹرہ شیخ چاند لال دہلی۔ ۱

حدیث ۳۲ کنز العمال

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا۔ اے علی! تمہیں قیامت میں ایک اونٹنی پر سوار کر کے لایا جائے گا۔ اور حالت یہ ہوگی۔ کہ گھٹنا میرا تیرے گھٹنے کے ساتھ اور میری ران تیری ران کے ساتھ ملی ہوئی ہوگی۔ یہاں تک کہ ہم جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

کنز العمال جلد ۱۳ ص ۱۳۱ فضائل

علی المرتضیٰ مطبوعہ حلب

حدیث ۳۳ کنز العمال

شریح بن مرقہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ اے علی! تمہیں خوشی ہو۔ تمہاری زندگی میری زندگی

اور تمہاری موت میری موت کے ساتھ ہے۔

(کنز العمال جلد ۳ ص ۱۴۴ مطبوعہ

طب طبع جدید)

حدیث ۳۳ کنز العمال

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے متعلق یہ الفاظ ارشاد فرمائے۔ اے علی! تو میرا بھائی، میرا ساتھی اور جنت میں میرا رفیق ہے۔

(کنز العمال جلد ۳ ص ۱۵۰ فضائل

علی مطبوعہ بیروت طبع جدید۔)

حدیث ۳۴ ریاض التضرۃ

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اپنے والد گرامی کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھا۔ اچانک حضرت علی المرتضیٰ تشریف لائے۔ اور سلام کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیا۔ اور گلے سے لگا کر انہی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ پھر اپنی داہنی طرف بٹھا دیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔ حضور! آپ کو اس سے محبت ہے؟ آپ نے

فرمایا۔ چچا! مجھ سے زیادہ اس سے اللہ تعالیٰ کو پیار و محبت ہے
کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی اولاد اس نبی کی پشت میں رکھی۔
اور میری اولاد میرے پشت کی بجائے اس کی پشت میں رکھی
ہے۔

دریاض النضرۃ جلد ۱۳ ص ۱۲۶
مطبوعہ بیروت طبع جدید۔



فصل چہارم

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے

علم مبارک کے بیان میں

علم و حکمت کے دس حصوں میں

ساڑھے نو حصے آپ کو عطا ہوئے

حدیث ۱۰: - اسدا الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو علم و حکمت کے دس حصوں میں سے نو حصے دیئے گئے۔ خدا کی قسم! حضرت علی اس باقی ماندہ حصہ میں بھی اور لوگوں کے ساتھ شریک تھے۔ جو ان سب کو مشترک طور پر

عطا ہوا تھا۔

- (۱۔ کنز العمال جلد ۱۱ ص ۱۴۶)
- (۲۔ اسد الغابہ جلد ۱ ص ۲۲ باب
العين واللام مطبوعہ بیروت)
- (۳۔ البدایہ والنہایہ جلد ۱ ص ۲۶۰
مطبوعہ بیروت جدید)
- (۴۔ اسد الغابہ جلد ۱ ص ۱۶۰ مطبوعہ
بیروت طبع جدید)

حدیث :- اسد الغابہ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے جناب مجاہد روایت کرتے ہیں۔ کہ ابن عباس نے فرمایا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ میں علم کا شہر ہوں۔ اور علی المرتضیٰ اس کے دروازہ ہیں۔ لہذا جسے علم حاصل کرنا ہو۔ اسے اس دروازہ سے آنا چاہیے۔

- (۱۔ اسد الغابہ جلد ۱ ص ۲۲ باب
العين واللام مطبوعہ بیروت)
- (۲۔ ریاض النفرۃ جلد سوم ص ۱۵۹ باب
ذکر اختصامہ مطبوعہ بیروت)
- (۳۔ البدایہ والنہایہ جلد ۱ ص ۲۵۹ فی نقائل
امیر المؤمنین مطبوعہ بیروت جدید)
- (۴۔ کنز العمال جلد ۱ ص ۱۶۰ مطبوعہ طبع جدید)

علم میں حضرت علی المرتضیٰ اپنے سے پہلے حضرات
سے کم نہ تھے۔ اور ان کے بعد والا کوئی آپ کے
درجہ تک نہ پہنچ سکا۔

حدیث ۱۔ مصنف ابن ابی شیبہ

جناب عاصم ابن حمزہ کہتے ہیں۔ کہ سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے
امیر المؤمنین کی شہادت کے دن فرمایا۔ اے اہل کوفہ! یا اے اہل
عراق! آج تمہارے درمیان ایک ایسا شخص رات کو شہید ہوا ہے
کہ نہ تو اس سے پہلے والوں نے علم کے اعتبار سے اس پر سبقت کی۔
اور نہ پچھلے اس تک رسائی پاسکیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب
بھی حضرت علی المرتضیٰ کو کسی فوج میں بھیجتے۔ تو جبریل ان کی دائیں
جانب اور میکائیل بائیں جانب ہوتے تھے۔ اور جنگ سے اس
وقت تک واپس نہ لوٹتے۔ جب تک اللہ تعالیٰ فتح نہ عطا
فرمادیتا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد نمبر ۱۲
ص ۶۸ مطبوعہ کراچی طبع جدید)

۴

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنی

موت سے باخبر تھے

حدیث - کنز العمال

فضالہ ابن ابی فضالہ کہتے ہیں۔ کہ میں اپنے والد کے ساتھ مقام بمنبع سے واپسی پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا۔ آپ اُس وقت سخت بیمار تھے۔ اور قریب المرگ معلوم ہوتے تھے۔ میرے والد نمران سے پوچھا۔ آپ کو یہاں کس نے ٹھہرایا ہوا ہے۔ اگر آپ کا یہیں وصال ہو گیا۔ تو آپ کی تجہیز و تکفین قبیلہ جہنیہ کے بدوی لوگ ہی کریں گے۔ لہذا اٹھئے اور مدینہ منورہ تشریف لے چلئے۔ وہاں آپ کے ساتھی اور رشتہ دار ہیں۔ وہ نماز جنازہ بھی پڑھیں گے۔ اور اچھی طرح کفن و دفن بھی کریں گے! اس حدیث کے راوی فضالہ "مدری" ہیں۔ ان کی باتیں سن کر حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا۔ کہ میں اس بیماری میں ہرگز نہیں مروں گا۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا تھا۔ علی! تم مرنے سے پہلے ضرور غلیفہ بنو گے۔ اور تمہاری داڑھی سر کی کھوپڑی کے خون سے رنگی جائے گی۔ یہ بیان کرتے ہوئے حضرت علی المرتضیٰ نے اپنی داڑھی کی طرف اشارہ کیا۔

(کنز العمال جلد ۱۳ ص ۱۸۷ مطبوعہ عربیہ مطبعہ)

نوٹ :

چونکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ اقدس سے نکلے ہوئے کلمات کے مطابق اپنی خلافت اور پھر شہادت کا یقین تھا۔ اور ابھی تک ان میں سے کوئی بھی نہ ہوئی تھی۔ اس لیے اس یقین پر آپ نے اپنی موت کا اُس وقت انکار کر دیا۔ کیونکہ وہ اپنی موت کی علامات جانتے تھے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے

پانی کی طرح علم پیا

الریاض النضرۃ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی۔ حضور! مجھے کوئی نصیحت فرمائیے۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا تو کہو۔ کہ میرا رب اللہ ہے۔ اور پھر اس پر ڈٹ جاؤ۔ میں نے کہا۔ رَبِّیَ اللهُ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللهِ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَ اِلَیْهِ اُنِیْبُ۔ میرے یہ کلمات سن کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ علی! تمہیں علم مبارک ہو۔ تم نے علم پانی کی طرح پیا ہے۔ یہ روایت ابن بختری اور رازی نے بھی ذکر کی ہے۔

(الریاض النضرۃ جلد ۱ ص ۱۹۹ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

الریاض النضرۃ

ابوزہر نے حضرت عبداللہ بن مسعود کا یہ قول نقل کیا ہے۔ روئے زمین پر تین عالم ہیں۔ ایک شام میں، دوسرا حجاز میں اور تیسرا عراق میں۔ شام والا ابو درود، حجاز والا علی اور عراق والا یہ فقیر ہے۔ (یعنی خود حضرت عبداللہ بن مسعود) اور شامی و عراقی دونوں عالم حجازی عالم کے محتاج ہیں۔ اور حجازی ان کا محتاج نہیں ہے۔ اسے خضرمی نے روایت کیا ہے۔

الریاض النضرۃ جلد ۳ ص ۱۹۹
مطبوعہ بیروت

الریاض النضرۃ

سعید بن عمر بن سعید کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا۔ کہ مجھے حضرت ابو بکر اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے بارے میں کچھ بتلائیں۔ فرمایا۔ ابو بکر صدیق تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پرانے اور پہلے ساتھی تھے۔ اب لوگ حضرت علی المرتضیٰ کی طرف مائل ہیں۔ عبداللہ کہتے ہیں۔ اسے بھتیجے، حضرت علی المرتضیٰ کے پاس لڑھے کی داڑھی تھی۔ آپ ان صفات کے حامل تھے۔ عمدہ نسب، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قریبی رشتہ، آپ کی دامادی کا شرف، اسلام میں اولیت، علم قرآن، تقاہت اتباع سنت جنگ جوئی اور سخاوت، ان کے پاس کاٹ وینے

والی وارثی تھی۔

اس روایت کو مخلص ذہبی نے ذکر کیا۔
دریاض النظرۃ جلد ۷ ص ۲۰۰ مطبوعہ بیروت
طبع جدید

نوٹ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی فقاہت اور علم قرآن وغیرہ صفات کی وجہ سے ہی حضرات خلفائے راشدین نے ان کو اپنا مشیر بنائے رکھا۔ اور روایات اس پر شاہد ہیں۔ کہ حضرات خلفائے راشدین نے ہر مشکل مقام میں ان سے مشورہ لیا۔ اور اس پر عمل بھی کیا۔

حضرت علی المرتضیٰ کے دل میں بے پناہ قوت

اور مضبوطی دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء کا

نتیجہ تھا۔

کنز العمال

حضرت علی المرتضیٰ کہتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ کچھ عینی لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور انہوں نے عرض کی۔ کہ ہمیں کوئی ایک ایسا آدمی عنایت فرمائیں۔ جو ہمیں دین سکھائے اور آپس کی

باتیں بتلائے۔ اور قرآن کریم کے مطابق ہمارے درمیان فیصلہ کرے۔ آپ نے حضرت علی المرتضیٰ کو فرمایا۔ جاؤ۔ اور اہل یمن کو اسلام سکھلاؤ۔ میری سنتیں بتلاؤ اور کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کرو۔ یہ سن کر حضرت علی المرتضیٰ نے عرض کی۔ حضور! یعنی مجیب لوگ ہیں۔ میرے پاس ایسے مقدمات لائیں گے۔ جن کے بارے میں مجھے کوئی علم ہی نہ ہوگا۔ تو میں کیا کروں گا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ کے سینہ پر ہاتھ مارا۔ اور فرمایا۔ جاؤ اللہ تعالیٰ تمہارے دل کو ہدایت دے گا۔ تمہاری زبان کو مضبوط رکھے گا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ اس کے بعد کوئی سے بھی دو آدمی اپنا فیصلہ مجھ سے کروانے نہیں آئے۔ کہ جن کے فیصلہ میں مجھے شک گزرا ہو۔

دکنز العمال جلد ۱۳ ص ۱۱۳ باب فضائل

علی۔ مطبوعہ عربیہ حلب

حضرت علی کرم اللہ وجہہ تمام آیات کا

نشانِ نزول جانتے تھے

صواعقِ محرقہ

ابن سعد نے نقل کیا کہ حضرت علی المرتضیٰ فرماتے ہیں۔ قرآن کریم کی جو بھی آیت اُتری۔ میں اس کے بارے میں یہ جانتا ہوں۔

کہ کن لوگوں کے بارے میں، کہاں اور کس پر نازل ہوئی ہے۔
میرے رب نے مجھے سمجھنے والا اول اور بولنے والی زبان عطاء
فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے بارے میں جو چاہو مجھ سے
پوچھو۔ قرآن کریم کی ہر آیت کے متعلق یہ بھی جانتا ہوں۔ کہ وہ دن
کو نازل ہوئی یا رات کو، ہموار زمین پر نازل ہوئی یا پہاڑ پر۔

(۱۔ صواعق محرقة ص ۱۲۷ فصل رابع -)

(۲۔ کنز العمال جلد ۱۳ ص ۱۲۷، ۱۲۸)

فی فضائل مطبوعہ حلب)

حضرت علی المرتضیٰ کا عام اعلان تھا

کہ جو چاہو پوچھو۔

کنز العمال

جناب سعید بن مسیب فرماتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ
کے سوا کوئی دوسرا شخص ایسا نہیں دیکھا سنا۔ جس نے اعلان یہ
یہ کہا ہو۔ ”مجھ سے جو چاہو سوال کرو“

(کنز العمال جلد ۱۳ ص ۱۳ مطبوعہ حلب)

❖

مشکل ترین ایک سوال کافی البدریہ

جواب

ریاض النضوة

محمد بن زبیر راوی ہیں۔ کہ میں ایک مرتبہ دمشق کی جامع مسجد میں داخل ہوا۔ دیکھا کہ ایک بہت ضعیف العمر آدمی بیٹھا ہوا ہے میں نے اس بوڑھے سے پوچھا۔ آپ نے کسی صحابی کی زیارت فرمائی ہے۔ کہنے لگے ہاں میں نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی زیارت کی ہے۔ میں نے کہا، آپ نے کسی جگہ میں شرکت کی ہے۔ انہوں نے جواب دیا۔ ہاں جنگ یرموک میں

شریک ہوا تھا۔ میں نے پھر پوچھا۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی کوئی بات سناؤ۔ پھر وہ بات سنانے لگے۔ کہ ہم چند آدمی جنتا تیبہ کی معیت میں حج کے لیے گئے۔ راستہ میں ہم نے کبوتروں کے انڈے توڑ کر کھالیے۔ یہ ہم نے حالت احرام میں کیا۔ حج سے فراغت پر ہم نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی حاضری دی۔ اور واقعہ بیان کیا۔ اپنے واقعہ سن کر پیٹھ پھیر لی۔ اور ہمیں حکم دیا۔ کہ میرے ساتھ آ جاؤ۔ چنانچہ ہم ان کی معیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حجروں کے قریب پہنچ کر ایک حجرہ پر دستک دی۔ اندر سے کسی عورت نے جواب دیا۔ جناب فاروق اعظم نے

اس سے پوچھا۔ کیا آپ کے ہاں علی المرتضیٰ ہیں؟ جواب ملا
 نہیں۔ پوچھا میں آپ لوگوں کی کیا خدمت کر سکتی ہوں۔ حضرت
 فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پھر وہاں سے ہمیں ساتھ لے کر ایک جگہ
 تشریف لائے۔ دیکھا کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ زمین درست
 کر رہے ہیں۔ دیکھ کر فرمایا۔ امیر المؤمنین! کیوں تکلیف کی۔ مجھے
 بتوایا ہوتا۔ فاروق اعظم نے فرمایا۔ ہم آپ کے پاس چل کر آنے
 کے زیادہ حقدار ہیں۔ ایک مسئلہ کی خاطر حاضر ہوئے ہیں۔ ان
 ساتھیوں نے احرام کی حالت میں کبوتر کے انڈے توڑ کر کھالیے
 ہیں۔ اس کا کیا حکم ہے؟ فرمایا۔ نوخیز اونٹنیاں لی جائیں۔ ان کی
 تعداد انڈوں کے برابر ہو۔ انہیں اونٹوں سے لگوایا جائے۔ پھر ان
 کے ہاں جو بچے پیدا ہوں۔ انہیں ذبح کر دیا جائے۔ فاروق اعظم
 نے پوچھا۔ اونٹ کے بچے ناکارہ بھی تو ہو سکتے ہیں۔ فرمایا۔ انڈے
 بھی تو ناکارہ ہو سکتے ہیں۔ فاروق اعظم اور ہم وہاں سے واپس ہوئے
 واپسی پر اپنے یہ کلمات فرمائے۔ ”اے اللہ! مجھ پر ہر شکل اس وقت
 ڈالنا جب علی المرتضیٰ میرے پاس موجود ہوں۔“

الریاض النضرۃ جلد ۱۱

ص ۱۶۱

ۛ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور ایک

بیچیدہ مسئلہ کا حل

الریاض النضرۃ

حش بن معتمر سے روایت ہے۔ کہ دو شخصوں نے ایک عورت کے پاس سو دینار بطور امانت رکھے۔ اور اُسے کہا۔ کہ جب تک ہم دونوں اکٹھے لینے نہ آئیں۔ اس وقت تک ہم میں سے کسی ایک کو تر۔ نے یہ رقم نہیں دینی ہوگی۔ چنانچہ وہ چلے گئے۔ ایک سال مکمل گزرنے پر ان میں سے ایک آیا۔ اور اکر کہنے لگا۔ چونکہ میرا ساتھی مر گیا ہے۔ اس لیے اُس کا انا نامکن ہے۔ لہذا ہماری رقم مجھے واپس کر دو۔ عورت نے مال مٹول کیا۔ لیکن اس شخص نے اُس کے گھروالوں کو تنگ کر دیا۔ مسلسل تقاضا کرتا رہا۔ بالآخر اہل خانہ نے عورت کو مطلوبہ رقم دینے پر مجبور کر دیا۔ عورت نے وہ ساری رقم اس کے حوالہ کر دی۔ بھٹیک ایک سال بعد دوسرا شخص آیا۔ اور رقم کا مطالبہ کرنے لگا۔ عورت نے کہا۔ ایک سال پہلے تمہارا ساتھی آیا تھا۔ اور اُس نے تمہارے بارے میں کہا تھا۔ کہ وہ مر گیا ہے۔ اس طرح وہ رقم لے گیا ہے۔ مختصر یہ کہ وہ عورت اور مرد دونوں فاروق اعظم کے پاس مقدمہ لائے۔ آپ نے چاہا کہ ان کے درمیان فیصلہ کر دیں۔ بلکہ ایک روایت کے مطابق

آپ نے یہ کہہ بھی دیا۔ کہ عورت کو مال دینا ہی پڑے گا۔ عورت نے عرض کیا۔ کہ ہمیں حضرت علی المرتضیٰ کے پاس بھیج دیں۔ چنانچہ آپ نے ان کے پاس انہیں بھیج دیا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے واقعہ سنا۔ اور جان گئے۔ کہ یہ دونوں شخص بے چاری عورت کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔ آپ نے اس شخص کو فرمایا۔ کیا رقم کی واپسی کے بارے میں تم نے یہ پابندی نہیں لگائی تھی۔ کہ جب تک ہم دونوں اکٹھے نہ آئیں۔ کسی کو مت دینا۔ اس نے کہا۔ جی یہ پابندی لگائی تھی۔ آپ نے فرمایا۔ تمہاری امانت ہمارے پاس محفوظ ہے جاؤ۔ اپنے ساتھی کو لے آؤ۔ اور اپنی رقم بے جاؤ۔

الریاض النضرۃ جلد سوم ص ۱۶۵

ذکر اختصا ص ۱۲ مطبوعہ بیروت

طبع جدید

حضرت علی المرتضیٰ کی فقاہت کی ایک

ناور جھلک

الریاض النضرۃ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مین کا قاضی بنا کر وہاں بھیجا۔ وہاں میرے سامنے ایک مقدمہ پیش ہوا۔ مقدمہ یہ تھا۔ کہ لوگوں نے شیر کو پھوٹنے کے لیے ایک گڑھا کھودا تھا۔ لیکن ہوا یہ کہ اس میں بکے بعد دیگرے چار آدمی

گر کر مر گئے۔ وہ اس طرح کہ پہلے ایک گرا۔ اُس نے دوسرے کا ہاتھ پکڑا دوسرا بھی گر گیا۔ دوسرے نے تیسرے کا دامن پکڑا وہ بھی گر گیا۔ اسی طرح چوتھا بھی۔ شیران پر جھپٹ پڑا۔ اور چاروں کو زخمی کر دیا۔ زخموں کی تاب نہ لا کر چاروں مر گئے۔ ان کے ورثاء میں بھگڑا اٹھ کھڑا ہوا۔ جو لڑائی کی شکل اختیار کرنے لگا۔ حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا۔ میں تمہارے درمیان فیصلہ کرتا ہوں! اگر تسلیم کر لو۔ تو وہی درست فیصلہ ہے۔ جن قبائل نے گھڑا کھودا تھا۔ اُن سے تم دیت اس طرح لو۔ $\frac{1}{4}$ ، $\frac{1}{4}$ ، $\frac{1}{4}$ اور ایک مکمل دیت۔ پہلے گرنے والے شخص کے ورثاء کو $\frac{1}{4}$ دیت دو۔ کیونکہ اس نے بعد میں گرنے والے کو گرایا۔ اور دوسرے کے ورثاء کو $\frac{1}{4}$ اس لیے کہ اُس نے اوپر والے دونوں کو گرایا۔ اور تیسرے کے ورثاء کو نصف اس لیے کہ اُس نے صرف ایک کو گرایا۔ اور آخری کی پوری دیت اس لیے کہ اس نے کسی کو نہیں گرایا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ فیصلہ ان لوگوں نے تسلیم نہ کیا۔ پھر وہاں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں حاضر ہوئے آپ اس وقت مقام ابراہیم کے قریب تھے۔ آپ سے فیصلہ کروانا چاہتے تھے۔ کہ ان میں سے ہی ایک بول پڑا۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ نے ہمارے درمیان فیصلہ کر دیا تھا۔ آپ نے اُس فیصلہ کی تفصیل سنی۔ اور فرمایا۔ جو علی المرتضیٰ نے تمہارے درمیان فیصلہ کیا ہے۔ وہ درست اور برحق ہے۔

(ریاض النضرۃ جلد ۱ ص ۱۷۹ ذکر بعض وقعیہ)

مطبوعہ بیروت طبع جدید

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حساب

کے بھی امام تھے

الریاض النضوة

رفیق ابن حبیش روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک واقعہ میں دو شخص دوران سفر کٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ ان میں سے ایک کی پانچ اور دوسرے کی تین روٹیاں تھیں۔ دونوں نے اکٹھی کر لیں۔ اور کھانے میں مصروف ہو گئے۔ اتنے میں ایک اور آدمی کھانے میں شریک ہو گیا۔ ان تینوں نے اٹھ روٹیاں کھالیں۔ فراغت پر تیسرے آدمی نے ان دونوں کو اٹھ دوں ہم دیئے۔ اور کہا کہ آپس میں تقسیم کرو۔ یہ میں ان چند لقموں کا معاوضہ ادا کر رہا ہوں۔ جو میں نے کھائے ہیں۔ دونوں ساتھی آپس میں جھگڑا کرنے لگے۔ پانچ روٹیوں والا پانچ درہم مانگتا تھا۔ اور تین دوسرے کو لینے کے لیے کہتا تھا۔ لیکن تین روٹیوں والا نصف نصف لینے پر تڑا ہوا تھا۔ دونوں بالآخر مقدمہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس لے آئے۔ آپ نے واقعہ سننے کے بعد تین روٹیوں والے کو فرمایا۔ کہ جو تمہارا ساتھی دیتا ہے۔ لے لو۔ اُس نے کہا۔ میں تو عدل و انصاف کا فیصلہ چاہتا ہوں۔ اپنے فرمایا۔ اگر یہ بات ہے۔ تو پھر میں ایک درہم اور تمہارے ساتھی کو سات درہم ملتے ہیں۔ اُس نے پوچھا

امیر المؤمنین! یہ کیسے؟ آپ نے فرمایا۔ دیکھو اٹھ روٹیاں تھیں۔ تین کھانے والے۔ لہذا ہر ایک روٹی کو تین آدمیوں نے کھایا۔ اس لیے اس کے تین حصے کرنے پڑیں گے۔ اس طرح اٹھ روٹیوں کے پوبیس حصے ہوئے ان پوبیس حصوں میں سے ہر ایک نے اٹھ حصے کھائے ہیں۔ لہذا تم نے اپنے ۹ حصوں میں سے اٹھ خود کھالیے اور پندرہ حصوں والے نے اٹھ کھائے اور سات رہ گئے۔ اور تمہارا ایک حصہ اور اس کے سات حصے وہ تیسرا شخص کھا گیا۔ اب تمہیں اٹھ درہم میرا سے ایک ملے گا۔ اور تمہارے ساتھی کو سات ملیں گے۔ یہ سن کر وہ کہنے لگا۔ کہ اب میں راضی ہوں۔

۱۔ الرياض التفرقة جلد سوم ص ۱۶۸

ذکر بعض اقصیۃ۔ مطبوعہ بیروت طبع جدیداً

۲۔ مواہق محرقہ ص ۱۲۹، الفصل الرابع

مطبوعہ مصر۔

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علی المرتضیٰ

کو علم نبوت کا خزانہ سمجھتے تھے۔

الرياض التفرقة

ابو عازم کہتے ہیں۔ کہ ایک شخص نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ایک مسئلہ پوچھا۔ انہوں نے کہا۔ جاؤ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھو۔

سے یہ مسئلہ پوچھو۔ کیونکہ وہ زیادہ علم والے ہیں۔ سائل نے کہا۔
 امیر المؤمنین؟ میں اُن سے آپ کو زیادہ علم والا سمجھتا ہوں۔ یہ سن
 کر حضرت معاویہ بوسے۔ دیکھو تم نے بہت بُری بات کہی ہے
 تم ایسے شخص کے بارے میں ناپسندیدگی کا اظہار کر رہے ہو۔ جسے
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علم کی کثرت عطا فرمائی ہے۔ اور اُن کے
 بارے میں یہ بھی فرمایا۔ کہ علی تم میرے نزدیک وہ مرتبہ رکھتے ہو۔
 جو حضرت موسیٰ کے نزدیک حضرت ہارون کا تھا۔ مگر میرے بعد
 کوئی نبی نہیں۔ اسی طرح حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ بھی
 مشکل مسائل حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا
 کرتے تھے۔

دریاض النضرۃ جلد سوم ص ۱۶۲ مطبوعہ

بیروت طبع جدیداً

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

جناب علی المرتضیٰ کو دین کا بہت

بڑا عالم سمجھتی تھیں

الریاض النضرۃ

کسی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے موزوں پر مہ

کے بارے میں پوچھا۔ آپ نے فرمایا۔ جاؤ اور یہ مسئلہ جا کر حضرت
 علی المرتضیٰ سے دریافت کرو۔ یہ روایت امام مسلم نے ذکر کی ہے
 (الریاض النضرۃ جلد سوم ص ۱۶۲)
 مطبوعہ بیروت

الریاض النضرۃ

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے لوگوں کو
 عاشوراء کا روزہ رکھتے ہوئے پایا۔ ان سے دریافت فرمایا۔
 تمہیں یہ روزہ رکھنے کا کس نے کہا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا حضرت
 علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا۔ علی المرتضیٰ
 واقعی سنت پیغمبر کے سب سے بڑے عالم ہیں۔ یہ روایت
 ابو عمر نے بیان کی ہے۔

(الریاض النضرۃ جلد سوم ص ۱۵۹)
 مطبوعہ بیروت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیلہ شریف کے سب سے زیادہ

حافظ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تھے۔

الریاض النضرۃ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ کچھ
 یہودی حضرت ابو بکر صدیق کے پاس آئے اور ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے اوصاف اور جسمانی خدو خال پوچھے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بولے
یہودیوں میں اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار میں اس طرح
متصل رہا ہوں۔ جس طرح دو انگلیاں جڑی ہوتی ہیں۔ اور حرار پہاڑ
پر میں اور حضور ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر چڑھے۔
اس کے باوجود تمہارا سوال میرے لیے مشکل ہے۔ اس کا جواب
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہی دے سکتے ہیں۔ چنانچہ یہودی
حضرت علی المرتضیٰ کے پاس آئے۔ اور سوال کیا۔ کہ ہمیں اپنے
چچا زاد بھائی کے اوصاف کے بارے میں کچھ بتلاؤ۔ حضرت علی
المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و صورت
کے متعلق فرمایا۔ آپ زیادہ لمبے قد کے نہ تھے۔ اور نہ ہی بہت پست
قد۔ بلکہ میانہ قد تھا۔ آپ کے چہرہ انور کی رنگت سُرخ مائل سفید تھی۔
بال گھنگھریلے تھے جو کانوں کی ٹوٹک لمبے تھے۔ پیشانی کشادہ،
بڑی اور سیاہ آنکھیں، سینہ مبارک پر بالوں کی لکیر، ناک پتلی اونچی
وسیدھی، دانت چمکیلے، گردن گویا چاندی کی صراحی، ہاتھ اور قدم
مضبوط، اور چلتے وقت یوں آگے کی طرف تھوڑا سا جھکاؤ ہوتا
جیسا کوئی شخص ڈھلوان سے اتر رہا ہو۔ کسی کی طرف مڑ کر دیکھتے تو
پورا گھوم کر دیکھتے، کھڑے ہوتے تو لوگوں سے لمبے دکھائی دیتے
بیٹھے ہوتے تو سب سے اونچے نظر آتے، کلام فرماتے تو لوگ
خاموش ہو جاتے، وعظ فرماتے تو لوگ رو پڑتے۔ آپ سب سے
زیادہ ہیربان، تمیم پر شفقت فرمانے والے، بیواؤں کے خیر خواہ،
سب سے زیادہ بہادر اور سخی اور خوش اخلاق تھے۔ چوغازیبن

فرمایا کرتے۔ جو کی روٹی اکثر خوراک ہوتی، دودھ بطور سالن استعمال فرماتے۔ کھجور کی چھال کا بھرا ہوا بستر اور ام غیلان کی چار پائی تھی۔ آپ کے عمامہ شریف کے دو شعلے تھے۔ ایک کو سحاب اور دوسرے کو عقاب کہتے ہیں۔ تنوار کا نام ذوالفقار، جھنڈے کا نام عزار، اونٹنی کا نام غضباء، شجر کا دلال، گدھا کا یفور، گھوڑا کا مر یخز، بکری کا برکت، عصا کا مشوق اور جھنڈا کا حمد تھا۔ اونٹوں کو اپنے ہاتھ سے باندھتے اور انہیں چارہ ڈالتے، اپنے کپڑوں اور جوتوں کو خود سی لیا کرتے تھے۔

الریاض النضرۃ جلد ۳ ص ۱۶۲

مطبوعہ بیروت طبع جدید

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ علماء کا ملین

میں سے سمجھتے تھے

الریاض النضرۃ

ایک مرتبہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ طواف کعبہ میں مصروف تھے۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آپ کے آگے آگے تھے۔ ایک شخص نے دوران طواف جناب فاروق اعظم کو کہا۔

کہ علی المرتضیٰ سے میرا حق دلوادیں؟ پوچھا کیا ہوا؟ اس نے کہا کہ انہوں نے میری آنکھ زخمی کر دی ہے۔ یہ سن کر فاروق اعظم نے طوائف روک دیا۔ اور حضرت علی المرتضیٰ کے طوائف کے مکمل ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ علی المرتضیٰ تشریف لائے۔ فاروق اعظم نے اس شخص کے بارے میں پوچھا۔ تو جناب علی المرتضیٰ کہنے لگے۔ یہ طوائف کے دوران مسلمان عورتوں کو گھورتا تھا۔ جناب فاروق اعظم نے فرمایا۔ اے علی! تم نے بہت اچھا کیا ہے۔ اس کے بعد اس شخص کی طرف متوجہ ہو کر فاروق اعظم نے فرمایا۔ تم پر اللہ کا غضب اتر رہا ہے۔ تمہارا کوئی حق نہیں بنتا۔ یہ شخص جس نے تمہاری آنکھ زخمی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے جوہر ہیں۔ اور اس کے ولی ہیں۔

(الریاض المنيرة جلد سوم ص ۱۶۵ مطبوعہ

بیروت مطبع جدید)

فصل پنجم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت علی المرتضیٰ کا اپنی
جان نثار کر دینا

الریاض النضرة

(اختصار کے ساتھ) ابن اسحاق کی روایت کے مطابق جب قریش نے محسوس کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیوا دن بدن بڑھتے جا رہے ہیں۔ اور مکہ کے اطراف و اکناف میں بھی ان کے ہم درد پیدا ہو رہے ہیں۔ تو انہوں نے دارالندوة میں ایک سربراہی مجلس منعقد کی۔ اس مجلس میں ایک بوڑھے کی شکل میں شیخ نجدی بھی شامل ہو گیا۔ ان کی اس مسئلہ پر گفتگو ہوئی۔ بالآخر ابو جہل کی رائے پر شیخ نجدی اور دیگر حاضرین نے ہاں کی۔ وہ یہ کہ ہر قبیلہ کا ایک نوجوان منتخب کر کے ان سے یکبارگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر رات کے سوتے میں حملہ کروایا جائے۔ یہ فیصلہ کر کے اس پر

عمل کرنے کے لیے وہ سربراہ اپنے اپنے قبیلہ میں چلے گئے۔ اور
 جبرئیل امین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری حقیقت حال سے باخبر
 کر دیا۔ اور کہا۔ کہ آج کی رات آپ اپنے بستر پر نہ سوئیں۔ رات
 کا کچھ حصہ گزرا۔ آپ کو حملہ آوروں کا پتہ چلا۔ تو آپ نے حضرت علی المرتضیٰ
 کو اپنے بستر پر آرام کرنے کا حکم دیا۔ خود باہر تشریف لائے۔ اور
 ایک مٹھی بھر بیت لی۔ اور دروازے پر کھڑے حملہ آوروں کی
 طرف پھینک دی۔ وہ اندھے ہو گئے۔ اور بخیر و عافیت سورہ
 یسین کی تلاوت کرتے ہوئے ان کے درمیان سے نکل گئے۔ اور جہاں
 جانا چاہتے تھے۔ اور تشریف لے گئے۔ بعد میں کفار کے
 قریب سے ایک شخص نے گزرتے ہوئے کہا۔ جن کی انتظار
 میں ہو۔ وہ خدا کی قسم تمہارے سر پر مٹی ڈال کر یہاں سے چلے
 گئے ہیں۔ انہوں نے اپنے سروں پر ہاتھ مارا۔ تو واقعی مٹی پڑی
 تھی۔ پھر اندر جھانک کر دیکھا۔ تو چادر میں پٹا کوئی سویا ہوا نظر آیا۔
 تو کہنے لگے۔ ہمارا شکر تو یہیں ہے۔ صبح ہونے کے بعد جب
 حضرت علی المرتضیٰ چادر اتار کر اٹھے۔ تو یہ دیکھ کر حملہ آور حیران
 ہوئے۔ اور کہنے لگے۔ واقعی وہ شخص سچ کہہ گیا ہے۔ اس کے
 بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہجرت کا حکم دے دیا۔ سو آپ بعد
 اصحاب مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔

دارالریاض النافذة جلد سوم ص ۱۷۶
 مطبوعہ سیرت طبع جدید

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل

سردی اور گرمی آپ پر اثر انداز نہیں ہوتی تھی؛

مجمع الزوائد؛

عبدالرحمن ابن ابی یحییٰ کہتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سخت گرمی میں ہمارے پاس تشریف لائے۔ اور آپ نے اس وقت سردیوں والے کپڑے زیب تن کیے ہوئے تھے۔ اور ایک دفعہ سخت سردی میں تشریف لائے۔ اور اس دفعہ کپڑے گرمیوں والے پہن رکھے تھے۔ آپ نے دعا مانگی۔ پھر اپنی پیشانی سے پسینہ صاف فرمایا۔ اور گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔ میں نے اپنے والد سے کہا۔ کہ کیا ماجرا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سردیوں میں گرمی والے کپڑے اور گرمیوں میں سردیوں والے کپڑے زیب تن فرماتے ہیں۔ ان کے والد ابو یحییٰ کہتے ہیں۔ کہ میں نے ذرا تحقیق کی خاطر اپنے بیٹے عبدالرحمن کو ساتھ لیا اور حضرت علی المرتضیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے۔ مختصر یہ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ ایک مرتبہ میری آنکھیں دکھی ہوئی تھیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر اپنا

لعاب و ہن ڈالا۔ پھر مجھے فرمایا آنکھیں کھولو۔ میں نے کھولیں اس وقت سے آج تک پھر کبھی وہ شکایت نہیں ہوئی۔ اور ایک مرتبہ آپ نے میرے حق میں یہ دعا فرمائی تھی۔ اے اللہ! اس سے سردی اور گرمی دور فرما دے۔ لہذا اس کے بعد آج تک مجھے گرمی اور سردی کا احساس تک نہیں ہوتا۔

(۱۔ مجمع الزوائد جلد ۲، پنجم جزو ۱ ص ۱۲۲)

مطبوعہ بیروت طبع جدید)

(۲۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد نمبر ۱۲)

ص ۶۲ مطبوعہ کراچی)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سید العرب ہیں۔

کنز العمال:

مسند سید الحسن میں مذکور ہے۔ کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ”سید العرب“ کو میرے پاس بلا لاؤ۔ سننے والے نے عرض کیا۔ حضور! سید العرب آپ خود نہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر اسے فرمایا۔ میں ”اولاد آدم کا سید“ ہوں۔ اور سید العرب“ علی ہیں۔ جب حضرت علی المرتضیٰ آگئے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو فرمایا۔ اے جماعت انصار! کہائیں تمہیں ایک ایسی چیز بتاؤں۔ کہ اگر تم اس کے ساتھ مضبوطی سے قائم رہے۔ تو گمراہ نہ ہو گے۔ یہ کہہ کر خود ہی فرمایا۔ وہ حضرت علی المرتضیٰ ہیں۔ ان

کے ساتھ محبت رکھو میری محبت کی وجہ سے اور ان کی عزت کرو
میری عزت کی وجہ سے۔ یہ حکم جبریل امین نے دیا ہے۔ جو میں نے
تمہیں ابھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہا ہے۔

(کنز العمال جلد ۱۳ ص ۱۴۳ مطبوعہ)

کنز العمال

شریحہ ابن مرہ کا کہنا ہے۔ کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے
خود یہ الفاظ سنے۔ ”اے علی! تمہیں مبارک ہو۔ تیری زندگی اور
موت میرے ساتھ ہوگی۔“

(کنز العمال جلد ۱۳ ص ۱۴۲
مطبوعہ طلب)

حضرت علی المرتضیٰ کی ہر دعا اور تمنا کی مقبولیت

کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سفارش کی

کنز العمال:

عبداللہ بن الحارث روایت کرتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت
المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ آپ مجھے یہ تمنا کیجئے۔ کہ آپ کی
کوئی بات اللہ تعالیٰ کے حضور سب سے زیادہ محبوب ہے۔ حضرت
علی نے فرمایا۔ وہ یہ ہے کہ میں ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کے پاس تھا۔ اور آپ نماز میں مصروف تھے۔ فراغت پر آپ نے فرمایا۔ اے علی! تو اللہ سے کوئی بھی بھلائی مانگے گا۔ تو میں اس کے بارے میں اللہ سے سوال کروں گا۔ اور تو کسی چیز سے پناہ طلب کرے گا۔ تو میں بھی اس کی پناہ کے بارے میں تیری اللہ کے حضور سفارش کروں گا۔

(کنز العمال جلد ۱۱ ص ۱۵۱ مطبوعہ

عربیہ طلب)

نوٹ:

اس روایت سے معلوم ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کوئی دعا رد نہیں کی جاتی۔ کیونکہ اس کے قبول کرنے کی سفارش حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے کرنے والے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان کہ کل جہنم اس شخص

کے ہاتھ میں دوں گا جس کے ہاتھوں فتح مقدر

ہو چکی ہے

بخاری شریف:

حضرت اہل ایمان سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

marfat.com

Marfat.com

نے فرمایا۔ کل میں جھنڈا اس آدمی کو عطا کروں گا۔ جس کے ہاتھوں فتح مقدر ہو چکی ہے۔ لوگ رات بھر سوچتے رہے۔ کہ دیکھو۔ صبح کس خوش نصیب کو جھنڈا ملتا ہے۔ صبح ہوتے ہی سب لوگ حاضر ہوئے۔ اور ہر ایک کی دلی تمنا تھی۔ کہ جھنڈا اُسے ملے۔ آپ نے فرمایا۔ علی بن ابی طالب کہاں ہے؟ حاضرین نے عرض کیا۔ حضور! ان کی آنکھیں دکھن ہی ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اے میں میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ نے حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے ان کی آنکھوں پر لعاب دہن لگایا۔ اور دعا کی۔ حضرت علی المرتضیٰ کی دکھتی آنکھیں فوراً تندرست ہو گئیں گویا کبھی ان میں تکلیف ہوئی ہی نہیں۔ اس کے بعد اپنے انہیں جھنڈا عطا فرمایا۔ حضرت علی المرتضیٰ نے عرض کیا۔ کہ میں ان سے اس وقت تک لڑوں گا۔ کہ وہ مسلمان ہو جائیں۔ اپنے فرمایا۔ جاؤ اور انہیں اسلام کی تبلیغ کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کے حقوق جو ان پر ہیں۔ وہ یاد دلاؤ۔ ہو سکتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعہ کسی کو ہدایت عطا فرماوے۔ اور یہ دولت تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے کہیں بہتر ہے۔

(بخاری شریف جلد اول ص ۵۲۵)

فضائل علی۔ مطبوعہ کراچی)

‡

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اللہ اور
اس کے رسول کو اپنا محبوب سمجھتے تھے

الریاض النضرۃ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں۔ کہ غزوہ خیبر کے دن حضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ میں آج جھنڈا اس شخص کو عطا کروں گا۔
جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہو۔ فتح اسی کے ہاتھوں
ہوگی۔ جناب فاروق اعظم کہتے ہیں۔ کہ اس سعادت کو حاصل کرنے
کے لیے میں نے سینہ تانا۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری
بجائے علی المرتضیٰ کو بلوا کر جھنڈا نہیں دے دیا۔ اور فرمایا۔ جاؤ
مڑ کر نہ دیکھنا۔ چنانچہ علی المرتضیٰ چلے گئے۔ تھوڑا دور جا کر ٹھہر گئے
لیکن مڑ کر نہ دیکھا۔ وہیں ادم مرند کیسے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
سے پوچھا۔ یا رسول اللہ! میں ان لوگوں سے کس مطالبہ پر لڑائی
کروں۔ فرمایا۔ اس پر کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔
اور محمد اللہ کے سچے رسول ہیں۔ اگر وہ یہ مان لیں۔ تو ان کے مال و
خون محفوظ ہو گئے۔ ان کے حقوق ضائع نہ ہوں گے۔ ان کے اعمال
کا معاملہ اللہ کے سپرد۔ اور اگر یہ نہ مانیں تو پھر ان سے جہاد کرو
یہ روایت مسلم اور ابوعاتم نے مختلف الفاظ سے ذکر کی ہے۔

الریاض النضرۃ جلد ۲ ص ۱۴۴ ذکر اختصارہ ما عطا نہ الراہ

marfat.com

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور اس کے

رسول کریم کے محبوب تھے

الریاض المنصۃ

سلمہ بن اکوع روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ انھوں
کی خرابی کے باعث غزوہ خیبر میں نہ جاسکے۔ لیکن افسوس تھا کہ
میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے کیوں رہ گیا۔ یہ سوچ کر خیبر کی
طرف چل دیئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آئے۔ فتح کی رات
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ صبح جہنم میں اس شخص کو دوں گا
جو اللہ اور اس کے رسول کا محبوب ہے۔ اس کے ہاتھ فتح ہوگی
اتنے میں علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ آگئے۔ حالانکہ ہمیں ان کے آنے کی کوئی امید
نہ تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جہنم عطا فرمایا۔ اور پھر خیبر فتح
ہو گیا۔

(الریاض المنصۃ جلد ۳ ص ۱۴۸ ذکر اختصاصہ باعطاء الراہیہ)

نوٹ:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اللہ اور اس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم
سب سے زیادہ محبوب تھے۔ اور اللہ اور اس کے پیغمبر کو حضرت علی المرتضیٰ
محبوب تھے۔ گویا دونوں طرف سے محبت تھی۔ یہ سعادت و فضیلت تمام

سادتوں کا بیخ اور اصل ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے

ڈوبا سورج واپس کیا گیا

صوائق محرقہ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی روشن کرامات میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کی نماز عصر کی خاطر سورج واپس لوٹا یا گیا۔ واقعہ یوں ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کی گود میں حضور سرور کائنات آرام فرماتے۔ وحی کا نزول ہو رہا تھا۔ اور نزول وحی کافی دیر تک جاری رہا۔ حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔ اور حضرت علی المرتضیٰ نے نماز عصر چھوڑا اور یہیں فرمائی تھی۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اختتام وحی پر یہ دعا مانگی۔ اے اللہ! علی تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا۔ لہذا اس پر سورج لوٹا دیا جائے۔ اس دعا کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے سورج لوٹا دیا۔ اور حضرت علی المرتضیٰ نے نماز عصر ادا کر لی۔ سورج واپس ہونے والی روایت امام طحاوی نے بھی ذکر کی ہے قاضی عیاض نے الشفاء میں اسے ذکر کیا ہے۔ اور اسے صحیح کہا ہے۔ اور شیخ الاسلام ابو زر عہ نے اس حدیث کو حسن فرمایا۔ اسی طرح کے اور حضرات کے اقوال بھی ملتے ہیں۔ ابو زر عہ نے ان لوگوں کی تردید کی۔ جو اس حدیث کو موضوع قرار دیتے ہیں۔ لکھا۔

کہ جن لوگوں کا یہ زعم ہے۔ کہ جب سورج غروب ہو گیا۔ تو نماز بہر حال قضا ہو گئی۔ لہذا اس کے لوٹانے کا کیا فائدہ؟ اس زعم کو باطل کہا۔ اور فرمایا۔ کہ جس طرح سورج کا لوٹانا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خصوصیت ہے۔ اسی طرح غروب آفتاب کے بعد نماز عصر کی ادائیگی بھی ان کی خصوصیت ہے۔ علاوہ ازیں غروب آفتاب کے بعد وقت کے لوٹنے کے بارے میں جو تردد نظر آتا ہے۔ اسے میں نے ”شرف العباب“ کے کتاب الصلوٰۃ کی بحث میں ابتدائی سطور میں اسی واقعہ کے ضمن میں لکھا ہے۔ اسی موضوع پر ہمارے مشائخ عراق میں سے ایک نے یہ عجیب و غریب حکایت بیان فرمائی۔ وہ یہ کہ میں ابو منصور المظفر بن اردشیر القباوی کی مجلس وعظ میں حاضر ہوا۔ مجلس وعظ عصر تک جاری رہی انہوں نے خوبصورت الفاظ میں اہل بیت کے فضائل بیان کیئے اتنے میں بادل کا ایک ٹکڑا آیا۔ اور سورج کو ڈھانپ دیا۔ یہاں تک کہ لوگوں کو گمان گزرا کہ سورج غروب ہو گیا ہے۔ یہی ابو منصور منبر پر کھڑے ہوئے۔ اور سورج کی طرف اشارہ کر کے خطاب کر کے کہا۔ کہ اے سورج! اس وقت تک غروب نہ ہونا تب تک میں آل رسول کی پوری مدح بیان نہ کر پاؤں۔ لگام تھام لے اگر تو بھی ان کی ثناء کا ارادہ رکھتا ہے۔ کیا تجھے یاد نہیں رہا۔ کہ تو ان کی خاطر ایک مرتبہ ٹھہر گیا تھا۔ اگر تیرا ٹھہرنا مولیٰ کے لیے تھا۔ تو اب ان کے غلاموں اور کارندوں کے لیے بھی تیرا ٹھہراؤ ہونا چاہیے۔ یہ الفاظ کہے۔ اور بادل ہٹ گئے۔ اور سورج نکل آیا۔

صواعق محرقة ص ۲۸ | فصل رابع
فی نبذ من کوا مائتہ مطبوعہ قاہرہ
طبع جدید

نوٹ:

ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے "شمس" کے بارے میں جو وضاحت فرمائی اس سے ثابت ہوا۔ کہ یہ معجزہ رونما ہوا تھا۔ اور ہونا بھی چاہیے تھا۔ اس لیے کہ سابقہ امتوں کے پیغمبروں سے سورج کے ٹھہرنے اور لوٹنے کے واقعات جب موجود ہیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہ جو تمام انبیاء کرام کے معجزات کے جامع اور ان سے زائد سے متصف تھے۔ آپ کے لیے ایسا واقعہ سرزد ہونا ضروری تھا۔ تاکہ فضیلت کئی حاصل ہو جائے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو حضور نے

اپنی اہل بیت میں داخل فرمایا

مصنف ابن ابی شیبہ

صفیہ بنت ابی شیبہ کہتی ہیں۔ کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک واقعہ بیان فرمایا۔ وہ یہ کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بوقت صبح کالے بالوں سے بنا ہوا کبیل شریف اوڑھے باہر تشریف لائے۔ امام حسن آئے۔ آپ نے انہیں کبیل میں لے لیا۔ پھر امام حسین آئے۔ آپ نے انہیں بھی کبیل میں لے لیا۔

پھر سیدہ فاطمہ حاضر ہوئیں۔ اُن کو بھی کبیل میں لے لیا۔ آخر میں حضرت
 علی المرتضیٰؑ اُٹے۔ انہیں بھی کبیل میں لے لیا۔ اس کے بعد یہ آیت
 تلاوت فرمائی۔ اِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ
 اَهْلَ الْبَيْتِ الْحَقِّ۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے اہل بیت
 کے بارے میں یہ ارادہ فرماتا ہے۔ کہ تم سے ہر قسم کی گندگی
 دُور کر دے۔ اور خوب پاک کر دے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد نمبر ۱۲)

ص ۷۲ فضائل، مطبوعہ کراچی۔)

نوٹ:

مذکورہ حدیث کئی طریقوں سے وارد ہوئی ہے۔ اور صحیح ہے۔ اس
 سے بعض لوگ یہ منظر دیتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل بیت یہی چار حضرات
 ہیں۔ لیکن یہ باطل ہے۔ اس کی پوری تفصیل تحفہ جعفریہ میں ہم نے ذکر کر دی ہے
 مختصر یہ کہ سورہ احزاب میں کی یہ ایک آیت ہے۔ یہ سورہ اول تا آخر اس
 آیت تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے بارے میں مختلف
 واقعات و اوصاف بیان کر رہی ہے۔ اس لیے جن کو اہل بیت کہا گیا۔ وہ
 درحقیقت ازواج مطہرات تھیں۔ لیکن پاکیزگی اور طہارت میں شامل کرنے کے
 لیے حسین کریمین اور سیدہ فاطمہ و علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 نے اہل بیت میں شامل فرمایا۔



حضرت علی المرتضیٰ کے چہرہ کو دیکھنا بھی

عبادت ہے

مجمع الزوائد

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ علی کے چہرہ کو دیکھنا بھی عبادت ہے۔ اسی لیے طلحہ بن محمد کہتے ہیں کہ میں نے عمران بن حصین کو دیکھا۔ وہ حضرت علی المرتضیٰ کی طرف بڑے غور سے دیکھا کرتے تھے جب ان سے اس کی وجہ پوچھی گئی۔ تو بتلایا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔ "علی کے چہرہ کو دیکھنا عبادت ہے۔"

مجمع الزوائد جلد ۹، نجم جزرہ ۹، باب النظر الیہ الخ
ص ۱۱۹، بیروت، طبع جدید

الریاض النضرۃ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے والد گرامی حضرت صدیق اکبر سے روایت کرتے ہوئے فرماتی ہیں کہ میں نے بارہا اپنے والد کو حضرت علی المرتضیٰ کے چہرہ کو غور دیکھتے ہوئے پایا۔ میں نے

ایک دفعہ عرض کی۔ آپ کا چہرہ علی المرتضیٰ کو بغور دیکھنا کس وجہ سے ہے؟ تو انہوں نے فرمایا۔ کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے۔ ”علی کے چہرہ کو دیکھنا عبادت ہے“

(الریاض النضرۃ جلد سوم ص ۱۹۶ مطبوعہ
بیروت طبع جدید)

نوٹ

کچھ عقل کے دشمن اور حضرات صحابہ کرام کے بدخواہ یہ کہتے اور لکھتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ابو بکر صدیق اور ان کی صاحبزادی کو حسد و بغض تھا۔ اور ایک دوسرے کو پسند نہیں کرتے تھے۔ روایت مذکورہ اس خیال کی پر زور تردید کرتی ہے۔ اگر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو حضرت علی المرتضیٰ سے بغض و حسد ہوتا۔ تو وہ یہ روایت و واقعہ قطعاً ذکر نہ کریں۔ اور اسی طرح جناب صدیق اکبر بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ذکر نہ فرماتے۔ اور نہ ہی بار بار چہرہ علی المرتضیٰ پر نظر ڈالتے حضرات صحابہ کرام باہم ”رحماء بینہم“ کی تصویر تھے۔ لہذا ابو بکر صدیق اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما کے بارے میں ایسے خیالات رکھنا اور پھیلانا ازلی بد بختی ہے۔



سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی شیرِ خدا

سے عقیدت

الریاض النضرۃ

حضرت سیدہ معاذہ غفاریہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں۔ کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت پیار و انس تھا۔ میں جنگوں میں بھی آپ کے ساتھ جاتی۔ زخمیوں اور بیماروں کی نگہداشت کرتی۔ ایک دن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درِ دولت پر حاضر ہوئی۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا موجود تھیں۔ اور حضرت علی المرتضیٰ اس وقت اسی گھر سے باہر تشریف لے گئے تھے میں نے سنا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ سے فرما رہے تھے۔ عائشہ! یہ شخص (علی المرتضیٰ) مجھے تمام انسانوں سے زیادہ محبوب ہے۔ اس کا حق جانو۔ اور اس سے اچھا معاملہ رکھو۔ اس کے بعد جنگ ختم ہونے پر میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان کے گھر آئی۔ اور پوچھا۔ اے ام المؤمنین! آج آپ کا دل ان ارشادات کے بارے میں کیا کہتا ہے۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں شخص (علی المرتضیٰ) کے بارے میں جنگ کی کیفیت میں تم سے فرمائے تھے؟ فرمایا۔ اے سفار یہ! میرا

دل اس شخص کے بارے میں کیسے بُرا ہو سکتا ہے۔ جو جب بھی ہمارے
گھر آیا۔ تو میرے والد ابو بکر کی نظروں اس کے چہرہ پر جمی رہتی تھیں
میں نے اس بارے میں ایک مرتبہ اپنے والد گرامی سے پوچھا۔
انہوں نے جواب دیا۔ بیٹی! میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
زبان اقدس سے سنا ہے۔ کہ اس شخص (علی المرتضیٰ) کے چہرہ
کو دیکھنا عبادت ہے۔ اسے جندی نے بھی روایت کیا ہے۔
الریاض النضرہ جلد سوم ص ۱۹۷ مطبوعہ

بیروت طبع جدید

الریاض النضرہ:

حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ
بیان کرتے ہیں۔ کہ آپ نے حضرت علی المرتضیٰ کو حضرت عمران
بن حصین کی عبادت کا فرمایا۔ کیونکہ وہ مرعش تھے۔ جب حضرت علی
المرتضیٰ ان کے ہاں تشریف لے گئے۔ تو اس وقت وہاں حضرت
ابو ہریرہ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہما موجود تھے۔ عمران بن حصین
نے ٹکٹھی لگا کر حضرت علی المرتضیٰ کو دیکھنا شروع کر دیا۔ اور فرمایا
کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ کہ حضرت
علی المرتضیٰ کے چہرہ کو دیکھنا بھی عبادت ہے۔ یہ سن کر حضرت
ابو ہریرہ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہما دونوں نے کہا۔ کہ ہم نے بھی
سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے یہ ارشاد
سنا ہے۔ اسے ابو الفرات نے روایت کیا ہے

الریاض التفرہ جلد ۳ ص ۱۹۷
مطبوعہ بیروت طبع جدید

نوٹ

احادیث مذکورہ سے ہم اہل سنت کے بارے میں جو اہل تشیع کہتے پھرتے ہیں۔ کہ انہیں اہل بیت سے کوئی محبت نہیں ہے۔ اس کا واضح رد ہوا جاتا ہے۔ ہمارے ہاں تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا چہرہ دیکھنا بھی عبادت میں شامل ہے۔ اور دوسری بات یہ کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ (جو غلیفہ بلا فصل ہیں) اور ان کی صاحبزادی ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو حضرت علی المرتضیٰ سے کس قدر سلوک تھا۔ یہ بھی ان احادیث سے واضح ہوا اور اس طرح ان حضرات کے مابین عداوت و بغض و حسد کے فرضی واقعات کی قلعی بھی کھل جاتی ہے۔ جو اہل تشیع نے اختراع کر رکھے ہیں۔ یہی اہل سنت کا عقیدہ ہے۔ اور اسی کو شیخ صدوق نے بھی لکھا ہے۔

جامع الاخبار

مَنْ مَاتَ عَلَى حُبِّ آلِ مُحَمَّدٍ فَقَدْ مَاتَ عَلَى السُّنَّةِ
وَالْجَمَاعَةِ۔

(جامع الاخبار ص ۸۹ فصل ۱۳۱)

ترجمہ:

یعنی جو شخص آل رسول کی محبت لیے دنیا سے رخصت ہوا۔ وہ

اہل سنت و جماعت مرا۔

اور جامع الاخبار ص ۸۷ پر لکھا ہے۔ کہ جو اہل سنت ہو کر مرا۔ اس پر نہ قیامت کی سختی اور نہ عذاب قبر ہوگا۔

لہذا معلوم ہوا۔ کہ اہل بیت حضرات کے حقیقی اور صحیح محب اہل سنت و جماعت ہیں۔ جو کسی صورت میں ان کی شان کی تنقیص نہیں کرتے۔ اور دوسرے دینا و ٹی محب، یہاں تک عقیدہ رکھتے ہیں۔ کہ بوقت ضرورت علی المرتضیٰ کو برا بھلا کہنا جائز ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ کی شان میں ضرار صدائی کا

امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی فرمائش پر جامع بیان

الریاض النضرۃ:

مروی ہے۔ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ضرار صدائی سے کہا۔ کہ تم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان میں کچھ کہو۔ ضرار نے عرض کیا۔ امیر المؤمنین! مجھے معاف رکھا جائے۔ لیکن امیر معاویہ نے مجبور کیا۔ اور کہا تمہیں تعریف کرنا ہی پڑے گی۔ اس پر اس نے یوں تعریف بیان کی۔

خدا کی قسم! علی کا مقام بہت بلند اور تقویٰ انتہائی مضبوط ہے۔ ان کی بات فیصلہ کن اور حکم عدل پر مبنی ہوتا۔ ہر قسم کا علم آپ کی زبان سے جاری ہوتا۔ ہر قسم کی حکمت زبان سے ظاہر ہوتی۔ دنیا اور اس کی زیب و زینت سے انہیں نفرت تھی۔ رات کی تاریکی سے اُنس تھا۔ اُنسو بکثرت اور نظر و فکر کافی عرصہ تک جاری رہتی۔

لباس مختصر، کھانا خشک آپ کی پسند تھی۔ امیر ہوتے ہوئے بھی عام آدمی کی سی بود و باش ہوتی۔ کوئی سوال کرتا تو اس کا جواب دیتے اور خیر دریافت فرماتے۔ ہم لوگ ان کے قریب ہونے کے باوجود ان کے رعب کی وجہ سے گفت گونہ کر سکتے۔ آپ دین والوں کی تعظیم کرتے مساکین کو اپنے پاس بٹھاتے۔ کوئی طاقت ور آپ سے ناحق فیصلہ نہ کروا سکتا اور کوئی کمزور اپنے حق سے محروم نہ رہتا۔ میں نے بارہا دیکھا کہ رات جب خوب سیاہ ہو گئی۔ اور ستارے چمکنے لگتے۔ تو اس وقت آپ سانپ کے ڈسے ہوئے انسان کی طرح پریشان حالت میں اپنی وارھی ہاتھ میں پکڑے غمزہ اور روتے ہوئے کہہ رہے ہوتے تھے۔ اے دنیا! مجھے چھوڑ دے۔ اور دھوکہ دینا ہے۔ تو کسی اور کو دے۔ میرے پیچھے اس لیے آتی ہے۔ کہ مجھ سے تجھے محبت ہے۔ جاؤ اور ہو جائیں نے تجھے تین طلاقیں دیں۔ اب رجوع نہیں کروں گا۔ پھر اپنے نفس سے مخاطب ہو کر فرماتے۔ تیری عمر تھوڑی اور احساس کم ہے۔ افسوس سامان تھوڑا اور سفر لمبا ہے۔ اور راستہ خطرات سے بھرا پڑا ہے۔ جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ کے بارے میں یہ تعریفی کلمات سنے۔ تو پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ اور کہا۔ خدا کی قسم! علی المرتضیٰ واقعی ایسے ہی تھے۔ پھر پوچھا۔ اے ضرار! حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت پر تجھے کیسا غم و صدمہ ہے۔ کہنے لگا۔ یوں جیسا کسی عورت کا اکڑتا بیٹا اس کی گود میں ذبح کر دیا جائے۔

دریاض النضرہ جلد سوم ص ۱۸۷ / الفصل التاسع فی ذکر نبذ من فضائلہ

نوٹ: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین جو عداوت و بغض کے قصہ جات اہل تشیع پیش کرتے ہیں یہ یا کوئی اور شخص ان دونوں حضرات کے مابین مخالفت سمجھتا ہے۔ یہ روایت اس کے لیے مسکت جواب ہے۔ اہل سنت کی کتابوں کی طرح یہی واقعہ ”مروج الذهب“ میں بھی مذکور ہے۔

قیامت کے دن جھنڈا حضرت علی

المرتضیٰ کے ہاتھ میں ہوگا

کنز العمال

لوگوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! قیامت کے دن آپ کا جھنڈا کون اٹھائے گا۔ فرمایا۔ کون ہے۔ اچھا شخص جو اس کو اٹھائے گا۔ مگر وہی کہ جس نے دنیا میں اس کو اٹھایا تھا۔ یعنی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔

کنز العمال جلد ۱۳ ص ۱۶۶ مطبوعہ

طلب

حضرت علی المرتضیٰ کے لیے جنت

کے بانغات

کنز العمال: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے

ہیں۔ کہ ایک مرتبہ میں اور حضرت علی المرتضیٰ مدینہ منورہ کے ایک باغ میں گئے۔ ہم ایک باغ کے قریب سے گزرے۔ تو آپ نے فرمایا۔ یا رسول اللہ! یہ کیسا اچھا باغ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جنت میں تیرا باغ اس سے بھی زیادہ اچھا ہے۔ اسی طرح ہم یکے بعد دیگرے سات باغات کے پاس سے گزرے۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہر باغ کو دیکھ کر اس کی تعریف فرماتے اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم یہی فرماتے کہ جنت میں تیرا باغ اس سے کہیں بہتر ہے۔

(کنز العمال جلد ۱۳ ص ۱۶۶ مطبوعہ حلب)

فصل ششم

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا زہد و تقویٰ۔

اسد الغابۃ

حضرت علی المرتضیٰ کا فرمان ہے۔ اَلدُّنْيَا جِنْفَةٌ فَاِنْ
 اَرَادَ مِنْهَا شَيْئًا فَلْيَصْبِرْ عَلٰى مُخَالَطَةِ الْكَلَابِ.
 یعنی دنیا مردار ہے۔ لہذا جس شخص نے اس کی کسی شئی کا ارادہ
 کیا۔ تو وہ اپنے آپ کو کتوں کے ساتھ ملا ہوا سمجھے۔

(اسد الغابہ جلد ۱ ص ۲۳)

نوٹ

دنیا کی حیثیت اور اس سے بے رغبتی کی اعلیٰ مثال بیان فرمائی۔ مردار اور
 پھر اس سے محبت اور اس کے حصول کی کوشش ٹھیک ہے کہتے ہی کو ہوتی
 ہے۔ انسان تو مردے کو کھانا اور اس کے حصول کو پسند نہیں کرتا۔ اس سے
 حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی دنیا سے بے رغبتی اور اس کی ناپائیداری
 بالکل واضح طور پر سامنے آجاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سی جنگوں میں شرکت

اور پھر وہاں سے مالِ غنیمت کے ملنے کے باوجود کبھی اس کو سنبھال کر نہ رکھا۔ لوگوں نے پوچھا۔ کہ آپ فقیر و مسکین کیوں ہیں۔ آپ نے ان سے فرمایا۔
 رَضِينَا قِسْمَةَ الْجَبَّارِ فِينَا۔ لَنَا عِلْمٌ وَ لِلْجُهَّالِ مَالٌ۔
 اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر ہر خوش ہیں۔ اس نے ہمیں علم عطا فرمایا۔ اور جاہلوں کو مال و دولت عطا کیا۔

اسد الغایۃ

حضرت عمار بن یاسر کہتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ میں نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ کہ آپ حضرت علی المرتضیٰ سے فرما رہے تھے اے علی! اللہ تعالیٰ نے تجھے ایسی اخلاقی زینت عطا فرمائی ہے۔ جو دوسرے عام آدمیوں میں نہیں ہے۔ وہ یہ کہ تمہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی محبوب بات یعنی زہد عطا فرمایا۔ اس زہد کی برکت سے تمہاری یہ حالت ہوگی۔ کہ دنیا کی کوئی چیز تم حاصل نہ کرو گے۔ اور نہ ہی دنیا کو تم سے کچھ ملے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے تجھے مساکین سے پیار کرنا عطا فرمایا ہے۔ اسی وجہ سے وہ لوگ تمہارے امام ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔ اور تم ان کی اتباع پر راضی ہو گے۔ اس لیے خوشخبری اس شخص کے لیے جو تم سے محبت رکھتا ہو۔ اور تمہارے متعلق سچ کہتا ہو۔ اور تنباہی و بربادی اس کے لیے جو تم سے عنف اور بغض رکھتا ہے۔ اور تم پر جھوٹ باندھتا ہے۔ جو لوگ تم سے محبت رکھتے ہیں۔ وہی سچ کہتے ہیں۔ اور وہ تمہارے گھر کے پڑوسی ہوں گے اور تمہارے محل میں تمہارے رفیق ہوں گے۔ اور وہ کہنے والے ہوں گے۔

تم پر غصہ کیا۔ اور جھوٹ باندھا۔ انہیں اللہ تعالیٰ قیامت میں جھوٹوں کے گروہ میں کھڑا کرے گا۔

(اسد الغابۃ جلد ۱ ص ۲۳)

نوٹ:

حدیث بالا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے دنیا سے کنارہ کش ہونے کی صراحت کرتی ہے۔ یہی وجہ تھی۔ کہ انہیں غریب دین سے محبت تھی۔

لاکھوں کا سامان غریبوں میں تقسیم کرو یا

اسد الغابۃ:

محمد ابن کعب کرزی کا کہنا ہے۔ کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ "میں نے اپنے آپ کو دیکھا۔ بھوک کی وجہ سے میں اپنے پیٹ پر پتھر باندھا۔ اور میرا صدقہ آج کے دن چار ہزار دینار کو پہنچا ہوا ہے لیکن حجاج اور اسود نے شریک سے روایت کی کہ چالیس ہزار دینار تھا۔ اور اس چالیس ہزار دینار مراد زکوٰۃ نہیں ہے۔"

حجاج نے شریک سے یہ روایت ذکر کی ہے۔ کہ چالیس ہزار دینار مذکورہ سے مراد زکوٰۃ نہیں ہے۔ بلکہ وہ مال مراد ہے۔ جو آپ نے وقف کر رکھا تھا۔ اور اس موقوفہ مال کی اگر آمدنی پر زکوٰۃ دی جاتی تو وہ چالیس ہزار دینار ہوتی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کبھی بھی مال جمع نہ کیا۔ اس کی دلیل وہ روایت بنتی ہے۔ جو ہم نے امام حسن رضی اللہ عنہ کے کلام سے ذکر کی ہے۔ امام حسن نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے وصال کے وقت

کہا تھا۔ کہ آپ نے چھ سو درہم کے علاوہ کوئی ترکہ نہیں چھوڑا۔
ان چھ سو درہموں کا امام حسن نے ایک غلام خرید لیا تھا۔

(اسد الغابہ جلد چہارم ص ۲۲)

حضرت علی المرتضیٰ نے دینیوی زیبائش

کا کبھی بھی خیال نہیں فرمایا

اسد الغابہ

پکڑے فروخت کرنے والا "ابوالنوار" نامی شخص بیان کرتا ہے
کہ ایک دفعہ حضرت علی المرتضیٰ میرے ہاں تشریف لائے اور
آپ کے ہمراہ ایک غلام بھی تھا۔ آپ نے مجھ سے دو عددیں
خرید فرمائیں۔ غلام کو فرمایا۔ ان دونوں میں سے جو تمہیں پسند ہے
وہ لے لو۔ اس نے تمہیں ارشاد کرتے ہوئے ایک خودی۔ اور
دوسری حضرت علی المرتضیٰ نے پکڑ لی۔ حضرت علی المرتضیٰ نے
اپنے حصہ میں آنے والی قمیص جب پہنی تو اس کی آستین لمبی تھی۔
آپ نے زائد مقدار کاٹ دی۔ اور اس کو کاٹنے کے بعد آگے
سے اس کی سلائی نہ کی۔ آپ نے ویسے ہی اسے استعمال فرمایا۔

(اسد الغابہ جلد ۴ ص ۲۲)

الریاض النضرۃ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضور سرور کائنات

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اسے شخص! جب لوگ آخرت کے بارے میں رغبت کم کر دیں گے۔ تو تیرا اس وقت کیا حال ہوگا؟ دنیا کی طرف اُن کی رغبت بڑھ جائے گی، ماں میراث گناہ کے ساتھ کھائیں گے، اور مال دنیا کو شدید محبت کے طور پر پسند کریں گے۔ اللہ تعالیٰ کے دین کو سازش بنائیں گے اور حکومت کا میدان بڑھ جائے گا۔ یہ سن کر میں (علی المرتضیٰ) نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں اُس وقت اُن لوگوں کو اور ان کی پسند کو چھوڑ دوں گا۔ اس کی بجائے میں اللہ، اُس کے رسول اور دار آخرت کو پسند رکھوں گا۔ دنیا کی مصیبتوں اور بلاؤں پر صبر کروں گا۔ یہ میرا طریقہ اس وقت تک جاری رہے گا۔ کہ میں آپ سے مل جاؤں یا اللہ تعالیٰ میرے پاس آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے علی! تو نے سچ کہا اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ کہ اے اللہ! اس کے ساتھ ہی کر دے جو اس نے چاہا ہے۔

الریاض النضرۃ۔ جلد سوم ص ۱۱۱ مطبوعہ
بیروت۔ طبع جدید

الریاض النضرۃ

علی بن ابی ربیعہ کہتے ہیں۔ کہ تیاح نامی شخص حضرت علی المرتضیٰ کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا۔ امیر المؤمنین! بیت المال تو سونے اور چاندی سے بھر گیا ہے۔ یہ سن کر حضرت علی المرتضیٰ اشد اکبر کہتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔ آپ اس وقت

بیٹھے ہوئے تھے۔ سیدھے بیت المال تشریف لائے اور لوگوں میں
 منادی کروادی۔ اور بیت المال کا تمام خزانہ ان میں تقسیم کر دیا۔
 پھر فرمانے لگے۔ اے سونے چاندی! تم کسی اور کو دھوکہ دو۔ اس کے
 بعد فسوس افسوس کہتے رہے۔ حتیٰ کہ بیت المال میں ایک درہم
 بھی باقی نہ رہا۔ اور وہ جگہ جہاں سونے چاندی کٹھیر لگے ہوئے تھے۔
 اُس پر پانی کا پھڑکاؤ کیا۔ اور اسی جگہ دو گانا ادا فرمایا۔

الریاض النضرۃ جلد سوم ص ۲۱۱
 مطبوعہ بیروت طبع جدید

الریاض النضرۃ

حضرت حسن ابن جرموز اپنے والد سے بیان کرتے ہیں کہ حضرت
 علی المرتضیٰ کو کوفہ کی جامع مسجد میں دیکھا۔ آپ دو چادروں میں
 بطوس تھے۔ ایک بطور تہبند اور دوسری اوڑھے ہوئے تھے۔
 تہبند نصت پنڈلی تک تھا۔ بازاروں میں گھومتے۔ وڑھ ہاتھ میں
 ہوتا۔ اور یہ حکم دیتے۔ لوگو! اللہ کا خوف، سچی بارت، اچھی بیع
 اور پورا کیل و وزن برتو۔

الریاض النضرۃ جلد سوم ص ۲۱۱
 مطبوعہ بیروت طبع جدید

نوٹ:

مذکورہ احادیث سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی دنیوی مال و متاع

سے بے رغبتی کس قدر واضح ہوتی ہے۔ اس قدر مال و متاع کی محبت کی بجائے آپ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والے تھے۔ گویا آپ فرشتہ سیرت انسان تھے۔ لاکھوں کی دولت پل بھر میں غریبوں میں تقسیم کر دی۔ اور شکرانہ کے نفل ادا کیے۔ ایسے غنی اور حجت جاہ و مال سے خالی شخص کے بارے میں۔

”باغ فدک“ کے جھگڑے اور اس کے حصول کے لیے ادھر ادھر کی لالچنی باتیں کرنا اور کہنا زیب نہیں دیتیں۔ اور اسی طرح خاتونِ جنت جو ان کی طرح دنیا سے بے رغبت تھیں۔ ان کے متعلق اس مسئلہ پر تکرار اور جھگڑا وغیرہ نامناسب اور قطعاً روا نہیں۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

فصل ہفتم

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے
مخالفین پر اللہ کی پھٹکار

صواعق محرقہ

آپ کی کرامات میں سے ایک یہ ہے۔ کہ ایک دفعہ ایک حدیث بیان کی۔ حدیث سن کر ایک شخص نے کہا۔ کہ میں اس حدیث کی تکذیب کرتا ہوں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ میں تجھ پر بددعا کرتا ہوں۔ اگر تو جھوٹا ہے۔ تو اس نے کہا۔ ٹھیک ہے ضرور کیجئے۔ لہذا آپ نے اس کے لیے بددعا کی۔ اور وہ ناپسند ہو گیا۔

(صواعق محرقہ ص ۱۲۹ فصل رابع مطبوعہ

بیروت طبع جدید)

البدایۃ والنہایۃ

عثمان ابن صہیب کا کہنا ہے۔ کہ میرے والد روایت کرتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ مجھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ کہ پہلے لوگوں میں سے سب سے زیادہ شقی اور بد بخت کون تھا؟ میں نے عرض کیا۔ کہ وہ شخص کہ جس نے حضرت صالح علیہ السلام کی اذنی کی کوئیں کاٹی تھیں۔ آپ نے فرمایا۔ تو نے سچ کہا۔ پھر پوچھا کہ پچھلے لوگوں میں سے سب سے زیادہ بد بخت اور شقی کون ہوگا؟ میں نے عرض کیا۔ حضور مجھے اس بارے میں کوئی علم نہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ کہ وہ شخص جو تمہارے سر پر وار کرے گا۔ جس سے تمہارا سر اور دماغی خون سے رنگین ہو جائے گی۔

البدایۃ والنہایۃ جلد ۴ ص ۳۲۴
ذکر فصل امیر المؤمنین حضرت علی
مطبوعہ بیروت جدید

بخاری شریف

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ایک شخص حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ہاں آیا۔ اور ان سے حضرت عثمان غنی کے متعلق پوچھا۔ حضرت ابن عمر نے جناب عثمان رضی اللہ عنہ کی خوبیاں اور نیکیاں بیان کیں۔ پھر اس شخص سے کہا۔ شاید تمہیں یہ باتیں بڑی لگتی ہیں۔ اس نے کہا ہاں۔ اس پر آپ نے

اُسے کہا۔ ”اللہ تجھے ذلیل کرے“ پھر اسی شخص نے حضرت ابن عمر سے حضرت علی المرتضیٰ کے بارے میں پوچھا۔ حضرت ابن عمر نے ان کی خوبیاں اور اچھائیاں بیان کیں۔ اور کہا۔ کہ حضرت علی وہ ہیں جن کا گھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں کے درمیان ہے پھر پوچھا۔ شاید تجھے یہ باتیں بھی بڑی لگی ہوں گی۔ اس نے کہا ہاں۔ آپ نے پھر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تجھے رسوا و ذلیل کرے۔ تو مجھے تکلیف دینے میں جو کر سکتا ہے کرے۔

(بخاری شریف مترجم جلد دوم
ص ۲۳۲ مناقب علی۔ نور محمد صحیح
المطابع کراچی)

مصنف ابن ابی شیبہ

ابو ہارون بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ میں اور ابن مردودوں بیٹھے تھے۔ کہ اچانک تانف بن اریق آیا۔ اور آتے ہی اُس نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے سر کی طرف کھڑے ہو کر یہ کہنا شروع کر دیا۔ اللہ کی قسم! میں علی المرتضیٰ سے بغض رکھتا ہوں۔ حضرت ابن عمر نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔ اور کہا۔ اللہ تعالیٰ تیرے ساتھ بغض رکھے۔ تو ایسے شخص سے بغض رکھنا ہے۔ بنی کی ایک سی دنیا و ما فیہا سے بہتر ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ ص ۸۲)

فصل ہشتم

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کی روحانی قوت اور غلبہ خداوندی

الریاض النضرۃ

ممدوح بن زید رضی اللہ عنہ وہابی سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ سے فرمایا۔ اے علی! کیا تم جانتے نہیں کہ قیامت کے دن سب سے پہلے مجھے بلایا جائے گا میں عرش کے زیر سایہ اس کی دائیں طرف کھڑا ہو جاؤں گا۔ مجھے سنبر صبی پوشاک پہنائی جائے گی۔ اس کے بعد دوسرے انبیائے کرام کو ایک ایک کر کے بلایا جائے گا۔ وہ عرش کی دائیں جانب آئے سائے دو قطاروں کو کھڑے ہو جائیں گے۔ انہیں بھی جنت کی سنبر پوشاکیں پہنائی جائیں گی۔ اے علی! تمہیں معلوم ہونا چاہیے۔ کہ سب سے پہلے میری امت کا حساب و کتاب ہوگا۔ اور تمہیں مبارک ہو۔ کہ حساب تمہارا

کے لیے میری قرابت کی وجہ سے، تمہیں سب سے پہلے آواز دی جائے گی۔ میرا جھنڈا تمہارے سپرد کر دیا جائے گا۔ جس کا نام ”لو اول محمد“ ہے تم اسے اٹھائے ہوئے انبیائے کرام کی دونوں صفوں کے درمیان پھرو گے۔ تمام مخلوق بعد حضرت آدم علیہ السلام قیامت کے دن میرے جھنڈے کے نیچے آجائیں گے۔ اس جھنڈے کی لمبائی ایک ہزار سال کی مسافت کے برابر ہوگی۔ اس کا ڈنڈا سرخ یا قوت کا ہوگا۔ سفید چاندی کا بنا ہوا دستہ اور سبز موتی کی نوک ہوگی۔ اس کے ساتھ ٹور کی تین لڑیاں بھی ہوں گی۔ ایک لڑی مشرق دوسری مغرب اور تیسری دنیا کے وسط میں ہوگی۔ جھنڈے پر تین سطریں لکھی ہوئی ہوں گی۔ پہلی میں بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ دوسری میں الحمد للہ رب العالمین اور تیسری میں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ تحریر ہوگا۔ ہر سطر کی لمبائی اور چوڑائی ایک ہزار سال کی مسافت کے برابر ہوگی۔ اے علی! تم یہ جھنڈا اسے کرلو گے۔ حسنین کو ہمیں تمہارے دائیں بائیں ہوں گے۔ اور تم میرے اور ابراہیم علیہ السلام کے سامنے عرش کے سایہ میں کھڑے ہو جاؤ گے۔ پھر تمہیں جنتی لباس پہنایا جائے گا۔ پھر عرش کے نیچے سے ایک آواز آئے گی۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! سب سے افضل باپ آپ کا باپ ہے۔ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام۔ اور سب سے افضل بھائی بھی آپ کا بھائی ہے۔ یعنی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ۔ اے علی! تمہیں مبارک ہو۔ میرے ساتھ تمہیں جنت کا لباس پہنایا جائے گا۔ میرے ساتھ تمہیں بلایا جائے گا۔ اور میرے ساتھ ہی تمہیں

سلام کہا جائے گا۔

(الریاض النضرۃ جلد ۱۳ ص ۱۶۱)

کنز العمال

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خیبر کے دن اس کا دروازہ اکھاڑ پھینکا۔ جس کی وجہ سے مسلمان اس قلعہ میں داخل ہو گئے۔ اور قلعہ فتح ہو گیا۔ اس دروازے کو حضرت علی المرتضیٰ ایک لاطھی کی طرح کفار پر استعمال کرتے تھے، جب بعد میں اس کا تجربہ کیا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ وہ پالیس آدمیوں کے اٹھانے سے اٹھتا تھا۔

دکنز العمال جلد ۱۳ ص ۱۳۶ مطبوعہ

طب۔ طبع جدید

خوف

پالیس آدمیوں کے ل کر اٹھانے سے جو دروازہ اٹھتا تھا۔ اسے تنہا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا۔ اٹھالینا اور پھر اسے لاطھی کے طور پر کفار کے فلاح استعمال کرنا کوئی آپ کی جسمانی طاقت نہ تھی۔ بلکہ یہ قوت روحانیہ کا کوشمہ تھا۔ معلوم ہوا۔ کہ آپ کی قوت روحانیہ بھی بے مثل تھی۔

الریاض النضرۃ

حضرت علی المرتضیٰ بیان کرتے ہیں۔ کہ مقام حدیبیہ میں ہم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔ مشرکین کے کئی ایک نمائندے
 حاضر خدمت ہوئے۔ اور سوال کیا۔ کہ حضور! ہمارے بھائیوں، بیٹوں
 اور دوستوں میں سے کچھ افراد آپ کے پاس آگئے ہیں۔ وہ ہمیں
 واپس کر دیجئے۔ اگر وہ کچھ سوچو بوجھ کے مالک ہوئے۔ تو ہم بھی ان
 سے دین سیکھیں گے۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا۔ اے قریش! باز آ جاؤ
 ورنہ میں تم پر ایک ایسا شخص مقرر کروں گا۔ جو دین کی خاطر تمہاری
 گردنیں تلوار سے اڑا کر رکھ دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان پر اس
 کے دل کا امتحان لے لیا ہے۔ لوگوں نے دریافت کیا۔ یا رسول اللہ!
 وہ کون ہے۔؟ یہی سوال حضرت ابو بکر اور عمر فاروق نے بھی کیا ہے
 فرمایا۔ وہ ہے جو یہ جوتی سینے والا ہے۔

حضرت علی المر تفضی فرماتے ہیں۔ کہ دراصل حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
 مجھے اپنی جوتی درست کرنے کے لیے عطا فرمائی تھی۔ اس کے
 بعد حضرت علی المر تفضی نے عازین کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ کہ حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ جس نے جھوٹی بات میری طرف
 منسوب کی۔ اس نے اپنی جگہ جہنم میں بنالی۔ (گویا میں نے جو کچھ کہا
 وہ درست کہا۔) اتر فدی نے اسے حدیث حسن قرار دیا ہے۔

(الریاض النضرہ جلد سوم ص ۱۵۶)
 مطبوعہ بیروت طبع جدید ذکر اختتام
 یوم الحدیبیہ)

فصل نہم

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کی افضلیت کے بارے میں

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ وہ شخصیت ہیں۔ کہ جن کے اوصاف و فضائل ایک ایسا سمندر ہے جس کا کنارہ نہیں یہی وجہ ہے۔ کہ ان بے پایاں اوصاف کی بنا پر کچھ ناواقف یہاں تک کہہ دیتے ہیں۔ کہ حضرت علقائے ثلاثہ سے بھی حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ افضل ہیں۔ اور پھر اسی کی بنا پر ان کے خلیفہ بلا فصل ہونے کی دُم لگائی جاتی ہے۔ اس کتاب میں ہم علقائے راشدین میں سے صرف حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل اور وہ بھی کتب اہل سنت سے لکھیں گے۔ کیونکہ ہم اہل سنت پر یہ طعنہ بھی دیا جاتا ہے۔ کہ ان کو حضرت علی المرتضیٰ اور ان کی آل سے کوئی عقیدت نہیں۔ لیکن بقیہ علقائے ثلاثہ کا تذکرہ ہم یہاں ذکر نہیں کریں گے۔ کیونکہ ان کے فضائل و کمالات اور پھر ان پر کیے گئے اعتراضات کا جواب ہم کتب اہل تشیع سے پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ اور بعض وہ عبارات کہ جن کے ذریعہ اہل سنت کو بڑا نام کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ ان کی وضاحت اور حقیقتِ حال بیان ہو چکی ہے۔ فضائلِ اصحاب ثلاثہ ہم نے اہل سنت کی کتابوں سے پیش اس لیے نہیں کیے۔ کہ واقعی لوگ جب انہیں اور

ان کی تعریف میں لکھی گئی کتب اہل سنت کو ہی نہیں لیتے۔ تو پھر ان کتب سے ان حضرات کی فضیلت ذکر کرنا بے معنی تھا۔ ورنہ یہ موضوع اس قدر طویل ہے۔ کہ ایک ایک خلیفہ راشد پر کئی کئی مستقل کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ اور اب بھی تحریر ہو سکتی ہیں۔ سر دست چونکہ اہل سنت پر یہ اعتراض کیا جاتا تھا۔ کہ ان کی کتابوں میں علی اور اولاد علی کے فضائل مذکور نہیں۔ اس لیے ہم نے اس اعتراض کو ختم کرنے کے لیے اپنی کتب سے ان حضرات کے بارے میں مختصر طور پر فضائل ذکر کیے ہیں۔

اس کے علاوہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے ضمن میں خود حضرت علی المرتضیٰ کی زبان اقدس سے کئی ایک حقائق سامنے لانے کی کوشش کی جائے گی۔ تاکہ صحفہ جعفریہ جلد اول کے قارئین کے ذہن میں اصحاب ثلاثہ کے خلیفہ برحق ہونے کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی تحقیق سے سامنے آجائے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خلیفہ بلا فصل نہیں بلکہ چوتھے راشد خلیفہ ہیں۔ اور یہی حق ہے۔

اہل سنت کا عقیدہ ہے۔ کہ تمام انبیائے کرام کے بعد بقیہ تمام انسانوں میں سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل ترین شخصیت میں اور ان کے بعد دوسرا درجہ حضرت فاروق اعظم تیسرا درجہ حضرت عثمان اور چوتھا درجہ حضرت علی المرتضیٰ کا ہے۔ اگرچہ حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت عثمان غنی کے مابین فضیلت کا کچھ اختلاف موجود ہے۔

لیکن جمہور اہل سنت کا یہی مسلک ہے۔ کہ فضیلت کی ترتیب وہی ہے جو خلافت کی ترتیب ہے۔ اسی مقصد کے ثبوت پر چند تاہیدی اور توشیحی اقوال درج ہیں۔

الریاض النضرۃ

وَقَدْ أَجْمَعَ أَهْلُ السُّنَّةِ مِنَ السَّلَفِ وَالْخَلْفِ
 مِنْ أَهْلِ الْفِقْهِ وَالْأَثَرِ أَنَّ عِدَّةً أَفْضَلَ مِنَ السَّائِرِ
 بَعْدَ عُثْمَانَ هَذَا إِمَّا لَمْ يُخْتَلَفْ فِيهِ وَ إِمَّا
 اخْتَلَفُوا فِي عِلِّيٍّ وَعُثْمَانَ وَ اخْتَلَفَ أَيْضًا بَعْضُ
 السَّلَفِ فِي عِلِّيٍّ وَ أَبِي بَكْرٍ قَالَ أَبُو قَاسِمٍ عَبْدُ الرَّحْمَنِ
 ابْنُ الْحَبَابِ السَّعْدِيُّ فِي كِتَابِهِ الْمَسْنُونِ بِالْحِجَةِ
 لَسَفَ هَذِهِ الْمَلَّةِ فِي تَسْمِيَّتِهَا الصَّدِيقِ بِمُخْلِيفَةَ
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ هُمْ فِي ذَلِكَ
 أَبُو عَمْرٍو غَلَطًا ظَاهِرًا لِمَنْ قَامَ لَهُ يَعْنِي ذَكَرَ
 الْخِلَافِ فِي فَضْلِ عِلِّيٍّ عَلَى أَبِي بَكْرٍ وَ ذَلِكَ أَنَّهُ قَدْ
 ذَكَرَ فِي كِتَابِهِ تَعْرِيفًا لَا تَصْرِيحًا أَنَّهُ كَانَ مِنْ
 جُمَّلَةٍ مَنْ يَعْتَقِدُ ذَلِكَ أَبُو سَعِيدٍ وَ أَبُو سَعِيدٍ مَقْنُ
 رَوَى عَنْ عِلِّيٍّ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ خَيْرُ الْأُمَّةِ بَعْدَ رَسُولِ
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَيْفَ يَعْتَقِدُ فِي
 عِلِّيٍّ أَنَّهُ خَيْرٌ مِنْ أَبِي بَكْرٍ.

الریاض النضرۃ جلد سوم ص ۱۸۰ مولفہ

محب الطبری۔

ترجمہ:

اہل سنت کے سلف و خلف یعنی فقہاء اور محدثین کرام کا اس بات پر
 اتفاق ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

کے بعد سب سے افضل ہیں۔ یہ وہ اجماعی مسئلہ ہے۔ جس میں کسی کا اختلاف نہیں۔ ہاں حضرت علی اور عثمان رضی اللہ عنہما کے بارے میں اختلاف ہے۔ اور بعض سلف کا حضرت علی اور ابو بکر صدیق کی افضلیت میں بھی اختلاف منقول ہے۔ ابو قاسم عبدالرحمن بن الجباب السعدی نے اپنی تصنیف "الحجة لسلف هذه الملة في تسميتهم الصديق بخليفة رسول الله صلى الله عليه وسلم" میں یہ بات کہی۔ اس میں ابو عمرو کو وہم پڑا۔ اور ظاہری غلطی بھی لگی۔ یعنی حضرت علی المر تفضی رضی اللہ عنہ کے افضل ہونے میں۔ اور وہ (غلطی) یہ ہے۔ کہ اس نے اپنی کتاب میں اشارتاً یہ بات ذکر کی ہے۔ اس کی صراحت نہیں فرمائی۔ اور لکھا۔ کہ اسی عقیدہ کا ایک شخص ابو سعید بھی ہے۔ اور اسی ابو سعید نے حضرت علی المر تفضی سے یہ روایت بھی کی ہے۔ کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ اس امت کے بہترین شخص ہیں۔ اور آپ کی بہتری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب پر ہے۔ تو یہ شخص کیونکر یہ عقیدہ رکھ سکتا ہے۔ کہ حضرت علی المر تفضی رضی اللہ عنہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں۔

الریاض النضرۃ

وَعَنْ أَبِي جَعْفَرٍ النَّفِيِّ وَقَدْ سُئِلَ عَنْ تَفْضِيلِ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ خَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُثْمَانُ ثُمَّ عَلِيٌّ قِيلَ لَهُ فَإِنَّ أَحْمَدَ بْنَ

حَبْلٌ وَيَعْتُوبُ بْنُ كَعْبٍ يَقِفَانِ عَلَى عُثْمَانَ فَقَالَ
 أَخْطَأَمَعَا أَدْرَكْتُ النَّاسَ مِنْ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ
 عَلَى هَذَا أَخْرَجَهُ خَيْثَمَةُ بْنُ سَكَيْمَانَ -

(الرياض النضرة جلد سوم ص ۱۸۱)

ترجمہ:

ابو جعفر النضلی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی باہم فضیلت کا
 سوال ہوا۔ تو فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل ابو بکر
 صدیق ہیں۔ پھر عمر فاروق پھر عثمان غنی اور پھر حضرت علی المرتضیٰ ہیں۔
 ان سے کہا گیا۔ کہ امام احمد بن حنبل اور یعقوب بن کعب فضیلت صحابہ کے
 متعلق حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عثمان کو افضل کہنے
 میں رک جایا کرتے تھے۔ تو نضلی نے جواب دیا۔ وہ دونوں غلطی پر
 ہیں۔ میں نے اہل سنت و جماعت حضرات کو اسی عقیدہ پر پایا۔
 یعنی فضیلت باعتبار خلافت پر اس روایت کو خیشمہ بن سکیمان نے
 روایت کیا۔

الرياض المضرة

وَعَنْ أَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ وَقَدْ سُئِلَ عَنْ تَفْضِيلِ
 أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ خَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُثْمَانُ ثُمَّ عَلِيُّ بْنُ
 أَبِي طَالِبٍ فِي الْخِلَافَةِ وَيَذْهَبُ إِلَى حَدِيثِ سَيْفَةَ

تَكُونُ خِلَافَةً رَحْمَةً ثَلَاثِينَ سَنَةً۔

(الریاض النضرۃ جلد سوم ص ۱۸۱)

ترجمہ:

امام احمد بن حنبل سے صحابہ کرام کی فضیلت باہمی کے بارے میں پوچھا گیا۔ آپ نے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام لوگوں سے افضل ابو بکر صدیق پھر عمر فاروق پھر عثمان غنی اور پھر علی المرتضیٰ ہیں۔ اور احمد بن حنبل حدیث ستیفہ کا حوالہ فرماتے کہ خلافتِ رحمت کا عرصہ تیس سال کا ہوگا۔

فصل دہم

شیخین کے بارے میں علی اور ان کی

اولاد کا فیصلہ

الریاض النضرۃ

عَنِ الْحَسَنِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ كَيْفَ سَبَقَ الْمُهَاجِرُونَ وَالْأَنْصَارُ إِلَى بَيْعَةِ أَبِي بَكْرٍ وَأَنْتَ أَسْبَقُ مِنْهُ سَابِقَةً وَأَوْرَى مِنْهُ مَنَقِبَةً؟ قَالَ فَقَالَ عَلِيُّ وَيْلَكَ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ سَبَقَنِي إِلَى آرْبَعٍ كَمْ أُوْتِهِنَّ وَلَمْ أَعْتَفْنِ مِنْهُنَّ بِشَيْءٍ سَبَقَنِي إِلَى إِفْتَاءِ الْإِسْلَامِ، وَقَدِمَ الْهَجْرَةَ وَ مَصَاحِبَةَ فِي الْغَارِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ

بِالشَّعْبِ يَظْهَرُ الْإِسْلَامَ وَأُخْفِيَهُ وَتَسْحَقُرُنِي
 قَرِيشٌ وَلَسْتُ وَفِيهِ وَاللَّهِ لَوْ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ زَالَ
 عَنْ مَزِينَتِهِ مَا بَلَغَ الدِّينَ الْعَبْدِيُّنِ يَعْنِي الْجَانِبِيْنَ
 وَلَكِنَّ النَّاسَ كُرْعَةً كُرْعَةً طَائُوتَ وَيْلَكَ
 إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ ذَمَّ النَّاسَ وَمَدَحَ أَبَا بَكْرٍ فَقَالَ
 (إِلَّا تَنْصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ) الْآيَةَ كُلَّهَا فَرَحِمَهُ
 اللَّهُ عَلَى أَبِي بَكْرٍ وَأَبْلَغَ اللَّهُ رُوحَهُ مِنِّي السَّلَامَ.

(الرياض النضرة جلد ۱ ص ۸۹)

ترجمہ:

امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ ایک شخص حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہا۔ اے امیر المومنین! ہاجرین اور انصار نے حضرت ابو بکر صدیق کی بیعت میں جلدی کیوں کی حالانکہ آپ ابو بکر سے بہت اگے ہیں۔ اور آپ کی عظمت و منقبت بھی ان سے زیادہ ہے؟ یہ سن کر حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا۔ تجھ پر افسوس! ابو بکر صدیق چار باتوں میں مجھ سے بہت اگے ہیں۔ ایک یہ کہ انہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد اس کا علی الاعلان اظہار کیا۔ دوسرا یہ کہ ہجرت کرنے میں وہ مجھ پر سبقت لے گئے۔ تیسرا یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار ثور میں ہم نشینی کا شرف پایا۔ اور چوتھی یہ کہ انہوں نے نماز پڑھی اور میں اس وقت شعب ابی طالب میں تھا۔ وہ اسلام کو ظاہر کرنے والے اور میں چھپانے والا ہوں۔ قریش نے ان کی پذیرائی

قَالَ إِنَّ كُنْتَ قُرَشِيًّا فَأَحْسِبُكَ مِنْ عَائِدَةٍ قَالَ
نَعَمْ قَالَ نَوْلَا أَنْ الْمُؤْمِنَ عَائِدٌ لِلَّهِ لَقَتَلْتُكَ وَ
يُحْكُ أَنْ أَبَا بَكْرٍ سَبَقَنِي لِأَرْبَعِ لَمْ أُوتِيَنَّ وَكَمْ
أَعْتَصَ مِنْهُمْ سَبَقَنِي إِلَى الْإِمَامَةِ أَوْ تَقَدَّمَ الْإِمَامَةَ
وَتَقَدَّمَ الْهَجْرَةَ وَالْإِلَى الْغَارِ وَإِفْشَاءِ الْإِسْلَامِ -

(الرياض المنصورة جلد اول ص ۹۰)

مطبوعہ بیروت طبع جدید

ترجمہ:

عبدالرحمن بن ابی زناد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک
شخص آیا۔ اور جب مجمع ادھر ادھر ہو گیا۔ تو وہ حضرت علی المرتضیٰ کے
پاس آکھڑا ہوا۔ اور کہنے لگا۔ اے امیر المؤمنین! ان ہاجرین و انصار کو کیا
ہو گیا کہ سب ابو بکر کی بیعت کر بیٹھے حالانکہ آپ ابو بکر سے زیادہ مفاتح
خوبیوں کے مالک ہیں۔ اسلام میں آپ کی اولیت ہے۔ آپ نے سن
کر فرمایا۔ اگر تم قریشی ہو۔ تو تمہیں کسی پناہ کی ضرورت نہیں۔ مومن ایسے
بھی اللہ تعالیٰ کی پناہ میں ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر مومن اللہ کی پناہ میں نہ
ہوتا تو میں تمہیں قتل کر دیتا۔ افسوس ہے تجھ پر۔۔۔ ابو بکر صدیق
بھی اللہ تعالیٰ کی پناہ میں ہوتا ہے۔ افسوس ہے تجھ پر! ابو بکر صدیق
چار باتوں میں مجھ سے سبقت لے گیا۔ جن میں سے میرے اندر
کوئی ایک بھی نہیں۔ امامت، ہجرت، غار اور اسلام کو اعلان
پھیلانے میں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو شیخین پر فضیلت دینے

والے کو مفتی کی حد لگانے کی وعید

صواعق محرقہ

فِي الْبُخَارِيِّ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ خَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ النَّبِيِّ
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ وَرَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا
 ثُمَّ رَجُلٌ آخِرٌ فَقَالَ أَنبِيُّ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَنَفِيَّةِ ثُمَّ
 أَنْتَ فَقَالَ إِنَّمَا أَنَا رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ وَصَحَّحَ الْأَذْهَبِيُّ
 وَغَيْرُهُ طُرُقًا أُخْرَى عَنْ عَلِيٍّ بِذَلِكَ وَفِي بَعْضِهَا
 الْأَوَّلُ بَلَّغْنِي أَنَّ رِجَالًا يُفَضِّلُونِي عَلَيْهِمَا مَنْ
 وَجَدْتُهُ فَضَّلَنِي عَلَيْهِمَا فَهُوَ مُفْتَرٍ عَلَيْهِمَا عَلَى
 الْمُفْتَرِي -

(صواعق محرقہ ص ۷۰ الباب الثالث

مطبوعہ قادیان ۱۵)

ترجمہ:

بخاری شریف میں حضرت علی سے ہی روایت ہے۔ کہ فرمایا حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بقیہ تمام انسانوں سے ابو بکر افضل ہیں۔ پھر عمر فاروق
 پھر ایک اور مرد۔ یہ سن کر حضرت علی کے بیٹے محمد بن الحنفیہ نے کہا۔ پھر آپ

کا وجہ ہے۔ جو اباً حضرت علی نے فرمایا میں ایک عام مسلمانوں کا فرد ہوں۔ ذہبی وغیرہ نے اس روایت کی دیگر طریقوں سے تصحیح کی ہے ان میں یوں بھی مذکور ہے۔ کہ حضرت علی نے فرمایا۔ کچھ لوگ مجھے ابو بکر اور عمر فاروق پر فضیلت دیتے ہیں۔ لہذا جب تمہیں ایسا کوئی شخص ملے۔ تو سمجھو کہ وہ مفتری (جھوٹا) ہے۔ اور جھوٹے کی سزا اس پر ہونی چاہیے

کسی کے سینہ میں میری محبت اور یحییٰ

سے بغض جمع نہیں ہو سکتے (حضرت علی المرتضیٰ)

صواعق محرقہ

وَ أَخْرَجَ أَبُو بَكْرٍ الْأَجْرِي عَنْ ابْنِ حَجَّيْفَةَ سَمِعْتُ
عَلِيًّا عَلَى مِنْبَرِ الْكُوفَةِ يَقُولُ إِنَّ خَيْرَ هَذِهِ الْأُمَّةِ
بَعْدَ نَبِيِّهَا أَبُو بَكْرٍ ثُمَّ خَيْرٌ مِنْهُ عُمَرُ وَ أَخْرَجَ
الْحَافِظُ أَبُو ذَرِّ الْهَرَوِيُّ مِنْ طَرِيقٍ مَتَنَوَعَةٍ وَالذَّادُ
قَطِينِي وَغَيْرُهُمَا عَنْهُ دَخَلْتُ عَلَى عَلِيٍّ فِي بَيْتِهِ
فَقُلْتُ يَا خَيْرَ النَّاسِ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَقَالَ مَهَلًا يَا أَبَا حَجَّيْفَةَ إِلَّا أَخِيرَكَ بِخَيْرِ
النَّاسِ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ
وَعُمَرُ وَبَيْتِكَ يَا أَبَا حَجَّيْفَةَ لَا يَجْتَمِعُ حَيْثِي وَبُغْضُ
ابْنِ بَكْرٍ وَعُمَرُ فِي قَلْبِ مُؤْمِنٍ وَآخِبَارٍ؛ يَكُونُ نِيهَا

خَيْرَ الْأُمَمِ عِنْدَهُ فِي رِوَايَتِهِ ابْنُ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِيَّةِ
 وَجَاءَ عَنْهُ مِنْ طُرُقٍ كَثِيرَةٍ بِحَيْثُ يَجُزِمُ مَنْ
 تَتَبِعَهَا يَصُدُّ وَرِ هَذَا الْقَوْلِ مِنْ عَلِيٍّ وَالتَّوَابُ فِضْنَةٌ
 وَنَحْوُهُمْ لَمَّا لَمْ يَكُنْ يُمَكِّنُهُمْ اِنْكَارُ صُدُورِ
 هَذَا الْقَوْلِ مِنْهُ لِظُهُورِهِ عَنْهُ بِحَيْثُ لَا يُنْكِرُهُ
 إِلَّا جَاهِلٌ بِالْأَشَارِ أَوْ مُبَاهِتٌ قَالُوا اِنَّمَا قَالَ
 عَلِيُّ ذَلِكَ تَقِيَّةً وَمَرَّاتٌ ذَلِكَ كَذِبٌ وَافْتِرَاءٌ
 وَسَيِّئٌ أَيْضًا وَآحْسَنُ مَا يُقَالُ فِي هَذَا الْمَحَلِّ
 أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ -

رسوائی محرقہ ص ۶۱ / الباب الثالث
 فی الفصل اول - مطبوعہ قاہرہ طبع جدید

ترجمہ:

ابو جحیفہ سے ابو بکر اجری بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ
 کو کوفہ کی جامع مسجد کے منبر پر یہ کہتے ہوئے سنا۔ کہ اُس امت میں
 سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہترین شخص ابو بکر ہیں۔ پھر اُن کے
 بعد عمر فاروق۔ حافظ ابو ذر ہروی نے بہت سے مختلف طریقوں سے
 اور دارقطنی وغیرہ نے بھی بیان کیا۔ کہ ابو جحیفہ کہتے ہیں۔ کہ میں حضرت علی
 المرتضیٰ کے گھر میں گیا۔ اور پوچھا۔ اے وہ شخص جو رسول اللہ صلی اللہ
 علیہ وسلم کے بعد تمام لوگوں سے افضل ہے۔ (یعنی ان الفاظ سے
 انہوں نے حضرت علی کو مخاطب کیا۔) یہ سن کر حضرت علی نے فرمایا۔
 اے ابو جحیفہ، رک جاؤ۔ کیا میں تمہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے

بعد سب سے بہتر شخص کے بارے میں نہ بتلاؤں۔ وہ ابو بکر و عمر ہیں
 اسے ابو جحیفہ! میری محبت اور ابو بکر و عمر سے بغض کسی مومن کے دل
 میں اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ اسی قسم کی روایات حضرت علی کے بیٹے
 محمد بن الحنفیہ سے بھی مروی ہیں کئی اور طریقوں سے یہ بھی آیا ہے۔ کہ
 اس لیے جو شخص اس قول کی تحقیق کے درپے ہو گا وہ ضرور اسے حضرت
 علی سے ثابت پائے گا۔ اور انفضی وغیرہ جب اس وضاحت
 کے ہوتے ہوئے ان اقوال سے انکار نہ کر سکا۔ کیونکہ انکار کرنے
 والا یا تو زرا جاہل کہلائے گا یا منجوط الخواس۔ اس لیے انہوں نے یہ
 کہنا شروع کر دیا۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ نے یہ باتیں بطور تفتیہ کہیں۔ یہ
 گور چکا ہے۔ کہ حضرت علی کے متعلق تفتیہ کا الزام لگانا، جھوٹ اور فرار
 ہے۔ عنقریب مزید آرہا ہے۔ اس مقام پر سب اچھا یہی قول ہے۔
 الا لعنة الله على الكاذبين۔

نوٹ

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مختلف طریقوں سے یہ بات ثابت ہے
 کہ آپ امت میں سب سے افضل ابو بکر صدیق اور پھر عمر بن الخطاب کو سمجھتے بھی تھے
 اور اسی کا اعلان بھی کرتے تھے۔ اور یہ بھی واضح فرما دیا۔ کہ جس شخص کے دل میں
 حضراتِ شہین سے بغض ہو۔ اس دل میں میری محبت ہرگز نہیں رہ سکتی۔ لہذا۔ شہین
 کے حضور تبرا بازی کرنے والا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فتویٰ کے مطابق
 ”مومن“ نہیں ہے۔ حضرت علی ایسے بے ایمان سے پناہ مانگتے ہیں۔ اور اس سے
 بیزاری کا اظہار فرماتے ہیں۔ اسی ضمن میں ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو۔

صواعق محرقہ

وَأَخْرَجَ أَبُو ذَرٍّ الْهَرَوِيُّ وَالذَّارِقُطِيُّ مِنْ طَرُقِ
 أَنَّ بَعْضَهُمْ مَرَّ بِبَنَفِرٍ كَسَبُونُ الشَّيْخَيْنِ فَأَخْبَرَ
 عَلَيْهِمَا وَقَالَ لَوْلَا أَنْتَهُمَا يَرُونَ أَنَّكَ تَضْمِرُ مَا عَلَّمْنَا
 مَا اجْتَرَأُوا عَلَيَّ ذَلِكَ فَقَالَ عَلِيُّ أَعُوذُ بِاللَّهِ
 رَحِمَهُمَا اللَّهُ ثُمَّ نَهَضَ فَأَخَذَ بِيَدِ ذَلِكَ الْمُخْبِرِ
 وَأَدْخَلَهُ الْمَسْجِدَ فَصَعِدَ الْمِنْبَرَ ثُمَّ قَبِضَ عَلَى
 لِحْيَتِهِ وَهِيَ بَيْضَاءُ فَبَلَّتْ دُمُوعُهُ تَحْتَا دُرِّ
 عَلَى لِحْيَتِهِ وَجَعَلَ يَنْظُرُ الْبُقَاعَ حَتَّى رَجَعَتْ
 النَّاسُ ثُمَّ خَطَبَ خُطْبَةً بَلِيغَةً مِنْ جَمَلَتِهَا مَا
 بَالُ اقْتَوَامٍ يَذْكُرُونَ أَخَوِي رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوَزِيرِيهِ وَصَاحِبِيهِ وَسَيِّدِي
 قُرَيْشٍ وَأَبَوِي الْمُسْلِمِينَ وَأَنَا بَرِيٌّ مِقَابِدُ كُرُونِ
 وَعَلَيْهِ مَعَاقِبُ صَحْبَاءِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ بِالْجِدِّ وَالْوَفَاءِ وَالْجِدِّ فِي أَمْرِ اللَّهِ
 يَا مُرَّانَ وَيَنْهَيَانَ وَيَقْضِيَانَ وَيَعَاقِبَانَ لَا يَرَى
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَرَاهِيَةً رَأْيًا
 وَلَا يُحِبُّ كَحُبِّيهِمَا حُبًّا لَمَّا يَرَى مِنْ عَزْمِيهِمَا
 فِي أَمْرِ اللَّهِ فَقَبِضَ وَهُوَ رَاضٍ وَالْمُسْلِمُونَ
 رَاضُونَ

دعواتی محرقہ ص ۶۳ / الباب الثالث
فی الفصل اول - مطبوعہ قاہرہ - طبع جدید

ترجمہ:

ابو ذر ہر وہی اور دارقطنی نے متعدد طریقوں سے ذکر کیا ہے۔ کہ ایک
آدمی کا ایک ایسی جماعت سے گزر رہا ہوا۔ جو حضرات شیخین کو گالی بگ رہی
تھی۔ اس نے یہ بات اکر حضرت علی المرتضیٰ کو بتلائی۔ اور کہنے لگا۔
کہ اگر آپ کے بارے میں وہ یہ خیال نہ کرتے۔ کہ آپ بھی شیخین کے
بارے میں دل کے اندر ایسے ہی خیالات رکھتے ہیں۔ تو وہ کبھی بھی
اعلانہ ایسی باتیں نہ کرتے۔ حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا۔ میں اللہ تعالیٰ
کی پناہ مانگتا ہوں۔ ان دونوں پر اللہ کی رحمت ہو۔ یہ کہا اور اٹھے۔
پھر اس خبر دینے والا کا ہاتھ پکڑا اور مسجد میں لے آئے۔ منبر پر چڑھے
پھر اپنی سفید واڑھی کو پکڑا۔ آپ کے گرتے ہوئے آنسوؤں سے وہ
تر ہو چلی تھی۔ اور آپ لوگوں کو دیکھنے لگے۔ یہاں تک کہ بہت سے
آدمی مسجد میں جمع ہو گئے۔ پھر آپ نے ایک بیخ خطبہ ارشاد فرمایا
جس کے الفاظ میں سے یہ بھی تھا۔ اس قوم کا کیا حال ہے۔ جو
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں بھائیوں، وزیروں ساتھیوں اور
قریش کے سرداروں اور مسلمانوں کے روحانی باپوں کے بارے
میں ادھر ادھر کی مارتے ہیں۔ جو کچھ وہ بکتے ہیں میں اس سے
بیزار ہوں۔ اور اس پر انہیں سزا ہے۔ ان دونوں نے حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کی صحبت پائی۔ اور اس کو پورے علوم اور فلسفے بنا کر
اسی طرح اللہ تعالیٰ کے احکام کے معاملہ میں بھی وہ دونوں اتھک

مغنی تھے۔ نبی کا حکم کرنے والے، برائی سے روکنے والے، حق کے مطابق فیصلہ کرنے والے اور غلط کاموں پر سزا دینے والے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ان جیسی کسی کی رائے نہ تھی۔ اور نہ ہی ان جیسی کسی دوسرے سے آپ کو محبت تھی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے احکام میں ان کا جزم و یقین قابل ذکر تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے پرودہ فرما گئے۔ اور وہ ان دونوں سے راضی تھے۔ اور مسلمان بھی ان سے خوش ہیں۔

شیخین کی فضیلت کو نہ سمجھنے والا جاہل ہے۔

(امام باقر کا قول)

صواعق محرقہ

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ أَبِي قَرِيبٍ قَالَ مَنْ لَمْ يَعْرِفْ فَضْلَ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ فَقَدْ جَاهَلَ قَالَ بَعْضُ الْأَيْمَةِ أَهْلُ الْبَيْتِ صَادِقٌ وَاللَّهُ إِذَا مَا نَشَأَ مِنَ الشَّيْخَةِ وَالرَّافِضَةِ وَغَيْرِهِمَا مَا نَشَأَ مِنَ الْبَدْعِ وَالْجَهَالَاتِ جَهْلُهُمْ بِالسُّنَّةِ۔

(صواعق محرقہ ص ۵۶ / الباب الثانی)

ترجمہ:

حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جو شخص حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کا فضل نہیں پہنچاتا۔ وہ جاہل ہے۔ بعض ائمہ اہل بیت

نے کہا۔ یہ سچ ہے۔ خدا کی قسم! شیعہ اور افضیوں وغیرہما سے بدعت اور جہالت کی بہت سی باتیں دراصل ان کی سنت سے جاہل ہونے کی وجہ سے ہیں۔

ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما خلفائے راشدین میں سے تھے

(امام جعفر صادق)

صواعق محرقہ

وَفِي التَّطَيُّورِيَّاتِ لِسَنَدِهِ إِلَى جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ
 أَبِيهِ قَالَ رَجُلٌ عَلِيٌّ ابْنُ أَبِي طَالِبٍ كَسَمْعَكَ لِقَوْلِ
 فِي الْخُطْبَةِ اللَّهُمَّ اصْدَحْنَا بِمَا اصْدَحْتَ بِهِ الْخُلَفَاءَ
 الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ فَمَنْ هُمْ فَأَعْرَفَ فَرَقَتْ
 عَيْنَاهُ فَقَالَ هُمْ حَيْبَابُ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرُ إِمَامَا
 الْهُدَى وَشَيْخَا الْإِسْلَامِ وَرَجُلَا قُرَيْشِ الْمُقْتَدَى
 بِهِمَا بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ
 اقْتَدَى بِهِمَا عَصِمَ وَمَنْ تَبِعَ اثَارَهُمَا هَدَى إِلَى
 الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيمِ وَمَنْ تَمَسَكَ بِهِمَا فَلَهُ مِنَ
 حِزْبِ اللَّهِ

(صواعق محرقہ ص ۵۶۵ باب الثانی - مطبوعہ قاہرہ)

ترجمہ :

امام جعفر بن محمد اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک شخص نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ کہ ہم دوران خطبہ آپ کے یہ کلمات سنتے ہیں۔ "وہے اللہ! ہماری اسی طرح بہتری فرما جس طرح تو نے خلفاء راشدین کی بہتری فرمائی تھی۔ آپ فرمائیے وہ کون لوگ ہیں؟ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ میرے حبیب ابو بکر و عمر ہیں۔ ہدایت کے امام، اسلام کے برگزیدہ، قریشی مرد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امت کے مقتدا اور پیشوا ہیں۔ جس نے بھی ان کی اقتداء کی وہ اللہ کے عذاب سے بچ گیا۔ اور جس نے بھی ان کے آثار کو اپنایا۔ اسے مراہق ستقیم مل گیا۔ اور جس نے ان سے تمسک کیا۔ وہ اللہ کے گروہ سے ہوا۔

آخری زمانہ میں کچھ لوگ ہمارے محب اور شیخہ

کہلانے کے باوجود دین کو برا جانیں گے۔

وہ بدترین لوگ ہوں گے۔ (حضرت علی المرتضیٰ)

کنز العمال

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَثِيرٍ قَالَ قَالَ لِي عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ

أَفْضَلُ هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ
لَوْ شِئْتُ أَنْ أَسْمِيَ لَكُمْ الثَّالِثَ لَسَمَّيْتُهُ وَقَالَ
لَا يُفْضِلُنِي أَحَدٌ عَلَى أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرُ إِلَّا جَلَدْتُه
جَلْدًا وَجِيعًا وَسَيَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ
يَنْتَحِلُونَ مَحَبَّتَنَا وَالتَّشْيِعَ فَيُنَاهِمُ شَرَارُ
عِبَادِ اللَّهِ الَّذِينَ يَشْتَمُونَ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ فَتَالَ
وَلَقَدْ جَاءَ سَائِلٌ فَسَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَأَعْطَاهُ وَأَعْطَاهُ أَبُو بَكْرٍ وَأَعْطَاهُ عُمَرُ
وَأَعْطَاهُ عُثْمَانُ فَطَلَبَ الرَّجُلُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَدْعُوهُ فِيمَا أَعْطَوْهُ
بِالْبِرْكَاتِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
كَيْفَ لَا يُبَارِكُ لَكَ وَلَمْ يُعْطِكَ إِلَّا نَبِيًّا وَأَوْصِدِيْقًا
أَوْ شَهِيدًا.

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفَجِئْتُهُ عَلَى فَجِئْتُهُ إِذْ طَلَعَ أَبُو
بَكْرٍ وَعُمَرُ مِنْ مَوْخِرِ الْمَسْجِدِ فَنَظَرَ إِلَيْهِمَا
نَظْرًا شَدِيدًا وَصَوَّبَ فَانْتَفَتَ إِلَيَّ فَقَالَ وَالَّذِي
نَفْسِي بِيَدِهِ إِنَّهُمَا السَّيِّدَا كَهَوْلِ أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ
الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ إِلَّا النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ
وَأَنْعَمَا لَا تَعْلَمُهُمَا بِذَلِكَ.

(کنز العمال جلد ۱۰ ص ۱۰۰-۹)

ترجمہ :

عبداللہ بن کثیر کہتے ہیں۔ کہ مجھے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا۔ اس امت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ تمام سے افضل شخص ابو بکر و عمر ہیں۔ اور اگر تو تیسرے شخص کا نام پوچھنا چاہے۔ تو میں تبتلا سکتا ہوں۔ اور پھر فرمایا دیکھو۔ کوئی شخص مجھے ابو بکر و عمر سے افضل کہنے کی جرأت نہ کرے۔ ورنہ میں اسے سخت ترین کوڑے لگاؤں گا۔ بہت جلد ایک وقت آنے والا ہے۔ کہ کچھ لوگ ہماری محبت اور ہمارے شیعہ ہونے کا راگ الاہیں گے۔ حالانکہ وہ شریہ ترین انسان ہوں گے۔ کیونکہ یہ وہ لوگ ہوں گے۔ جو ابو بکر و عمر کو بُرا بھلا کہیں گے۔ حضرت علی مزید فرماتے ہیں۔ کہ ایک سوالی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ مانگا۔ اٹھنے عطا فرمایا۔ پھر اسی نے ابو بکر و عثمان سے مانگا۔ انہوں نے بھی دیا۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست

کی۔ دعا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ اس میں برکت کیونکہ نہ ہوگی۔ کیونکہ یہ عطیہ دینے والے ایک نبی دوسرے صدیق اور شہید ہیں حضرت علی المرتضیٰ سے ہی روایت ہے۔ کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس طرح بیٹھا ہوا تھا۔ کہ آپ کی ران میری ران پر تھی۔ اچانک ابو بکر و عمر مسجد کے ایک کونہ سے نکلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کی طرف نظر بھر کر دیکھا۔ پھر سر انور جھکا لیا۔ اور بعد میں میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ مجھے اس ذات کی قسم کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ یہ دونوں جنتی عمر رسیدہ لوگوں کے

سرور ایں۔ ماسوائے انبیاء اور مرسلین کے۔ تمام لگے پھیلوں سے بہتر
 ہیں۔ اور جو اللہ تعالیٰ نے انہیں انعامات عطا کیے۔ وہ انہیں نہ
 بتلانا۔

... شیخین ہدایت کے امام ہیں۔ ان کی پیروی میں ہدایت،

(حضرت علی المرتضیٰ)

کنز العمال

عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ قَالَ قَالَ فَتَى مِنْ بَنِي هَاشِمٍ
 لِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ حِينَ انْصَرَفَ مِنْ صِفِّينَ
 سَمِعْتُكَ تَخْطُبُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الْجُمُعَةِ
 تَقُولُ اللَّهُمَّ اصْلِحْنَا بِمَا اصْلَحْتَ بِهِ الْخُلَفَاءَ
 الرَّاشِدِينَ فَمَنْ هُمْ فَأَعِزُّو رَقَّتْ عَيْنَاهُ ثُمَّ
 قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ إِمَامَا الْهُدَى وَشَيْخَنَا
 الْإِسْلَامِ وَالْمُهْتَدَى بِهِمَا بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اتَّبَعَهُمَا هُدِيَ إِلَى صِرَاطٍ
 مُسْتَقِيمٍ وَمَنْ اقْتَدَى بِهِمَا يُرْشَدُ وَمَنْ تَمَسَّكَ
 بِهِمَا فَهُوَ حِزْبُ اللَّهِ وَحِزْبُ اللَّهِ هُمُ الْمُنْجُونَ.

(کنز العمال جلد ۳ ص ۱۱)

ترجمہ:

علی بن حسین کہتے ہیں۔ کہ بنی ہاشم کے ایک لوجوان نے حضرت علی المرتضیٰ سے جگ صغین سے واپسی پر پوچھا۔ میں نے آپ کو خطبہ میں یہ کہتے سنا۔ اے اللہ! ہماری اسی طرح اصلاح فرما جس طرح تو نے خلفاء راشدین کی اصلاح فرمائی۔ میں پوچھتا ہوں۔ وہ کون لوگ ہیں؟ یہ سن کر حضرت علی کی آنکھوں میں اُسو اُڑ اُسے۔ پھر فرمایا۔ وہ ابو بکر و عمر ہیں۔ ہدایت کے امام، اسلام کے بزرگ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں کے مقتدا اور پیشوا۔ جس نے ان کی اتباع کی اسے صراطِ مستقیم مل گیا۔ جس نے ان کی اقتدار کی وہ رشد و ہدایت پا گیا اور جس نے ان سے تمسک کیا۔ وہ اللہ کا گروہ ہوا۔ اور اللہ کی جماعت ہی کو کامیابی ہے۔

”شخصین“ اُمت میں افضل ترین ہیں۔

(حضرت علی المرتضیٰ)

کنز العمال

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ خَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ وَخَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ أَبِي بَكْرٍ عُمَرُ عَنْ أَبِي الْبَخْتَرِيِّ قَالَ خَطَبَ عَلِيٌّ فَقَالَ أَلَا إِنَّ خَيْرَ هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فَقَالَ رَجُلٌ وَأَنْتَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ فَقَالَ نَحْنُ أَهْلُ الْبَيْتِ

لَا يُوَازِيُنَا أَحَدٌ

دکنز العمال جلد ۱۷ ص ۱۸۷

ترجمہ:

حضرت علی فرماتے ہیں۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں بہترین شخص ابو بکر ہیں۔ اور ان کے بعد عمر فاروق ہیں۔ ابو بکر سے روایت ہے۔ کہ حضرت علی نے خطبہ دیا۔ اور فرمایا۔ آگاہ رہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس امت میں سب سے افضل ابو بکر و عمر ہیں۔ ایک شخص نے دریافت کیا۔ اور آپ اسے امیر المؤمنین؟ فرمایا۔ ہم اہل بیت ہیں۔ ہمارے مرتبہ میں کوئی پھوٹ نہیں ڈال سکتا۔

شخصین سے محبت علامت ایمان اور ان سے دشمنی
بدبختی کا نشان ہے۔ (حضرت علی المرتضیٰ)

کنز العمال

عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهَبٍ أَنَّ سُوَيْدَ بْنَ غَفَلَةَ دَخَلَ عَلِيَّ
عَلِيٍّ فِي إِمَارَتِهِ فَقَالَ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ إِنِّي
سَرَرْتُ بِتَفْرِيدِ كُرُونَ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ بِغَيْرِ الَّذِي
مَعَالَهُ أَهْلٌ فَتَهَضُّ إِلَى الْمَشْرِيقِ فَقَالَ وَالَّذِي
فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ لَا يُحِبُّهُمَا إِلَّا مُؤْمِنٌ

marfat.com

فَاضِلٌ وَلَا يَبْغِضُهُمَا وَلَا يُخَالِفُهُمَا إِلَّا شَفِيقٌ
 مَارِقٌ فَحُبُّهُمَا قُرْبَةٌ وَبُغْضُهُمَا مُرُوقٌ مَا بَالَ
 أَقْوَامٌ يَذْكُرُونَ أَخَوِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ وَوَزِيرِيهِ وَصَاحِبِيهِ وَمَيْتَدِي قُرَيْشٍ
 وَأَبَوِي الْمُسْلِمِينَ فَإِنَّا بَرِيٌّ مِمَّنْ يَذْكُرُهُمَا يَسُودُ
 وَعَلَيْهِ مُعَاقِبٌ -

(کنز العمال جلد ۱۸ ص ۸)

ترجمہ:

سید بن غفلہ حضرت علی المرتضیٰ کے دور خلافت میں ان کے ہاں گیا
 اور کہا۔ اے امیر المؤمنین! میں کچھ لوگوں کو ابو بکر و عمر کے بارے
 میں ایسی باتیں کرتا پاتا ہوں۔ جو ان میں نہیں تھیں۔ یہ سن کر حضرت
 علی المرتضیٰ منبر پر تشریف لائے۔ اور کہا۔ اس ذات کی قسم جو
 نے واثق پھاڑا اور دوع کو پیدا کیا۔ ان دونوں (ابو بکر و عمر) سے
 محبت کرنے والا موت مومن اور صاحب فضل ہی ہو سکتا ہے۔
 اور ان دونوں سے بغض و مخالفت کرنے والا۔ اسوائے بد بخت
 اور گمراہ کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اس قوم کا کیا حال جو حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم کے دو بھائیوں، دنیوں، ساتھیوں، قریش کے سرداروں
 اور مسلمانوں کے باپوں کے ہاں میں نازیبا کلمات کہتی ہے
 جو لوگ بھی ان دونوں کے ہاں میں بُرے الفاظ کہتے ہیں (علی)
 ان سے بیزار ہوں۔ اور وہ میرا کئے مستحق ہیں۔

شیخین کے بدخواہ کی توبہ قبول نہیں۔ وہ دونوں عنتی
بوترحوں کے سردار ہیں۔ (حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ)

کنز العمال

عَنْ عَلِيٍّ قَالَ مَا أَرَى رَجُلًا يَسُبُّ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ
تَتَيَسَّرُ لَهُ تَوْبَةٌ أَبَدًا.
عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنْ عَلِيٍّ
ابْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ بَيْنَمَا أَنَا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ طَعَّ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فَقَالَ
يَا عَلِيُّ هَذَا سَيِّدَ الْكُهُولِ أَهْلِ الْجَنَّةِ مَا خَلَا
النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ مِمَّنْ مَضَى فِي سَالِفِ
الدَّهْرِ وَعَايِرِهِ يَا عَلِيُّ لَا تُخَيِّرْهُمَا بِمَقَالَتِي
هَذِهِ مَا عَاشَا قَالَ عَلِيُّ فَلَمَّا مَا تَأَخَّرْتُ النَّاسَ
بِذَلِكَ.

کنز العمال جلد نمبر ۱۳ ص نمبر ۱۸

ترجمہ:

حضرت علی المرتضیٰ کہتے ہیں۔ کہ میں نہیں سمجھتا۔ کہ اس شخص کی توبہ
کبھی قبول ہو۔ جو ابوبکر و عمر کو گالی دیتا ہو۔
حضرت علی ہی فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی بارگاہ میں تھا۔ اچانک ابو بکر و عمر اُگئے۔ حضور نے مجھے فرمایا۔ اے علی! یہ دونوں جنتی بوڑھوں کے ماسوا، انبیاء و مرسلین سترار میں ان تمام لوگوں میں سے جو اولین و آخرین ہوئے۔ اے علی! میری یہ بات ان دونوں کو ان کی زندگی میں نہ بتلانا۔ حضرت علی فرماتے ہیں۔ جب ان دونوں کا انتقال ہو گیا۔ تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات لوگوں کو سنا دی۔

شیخین مجھ سے پہلے جنت میں جائیں گے۔

(حضرت علی المرتضیٰ)

کنز العمال

عَنْ عَبْدِ خَيْرٍ قَالَ قُلْتُ لِعَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ مَنْ أَوْلُ النَّاسِ دُخُولًا الْجَنَّةَ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ قُلْتُ يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ يَدْخُلَانِهَا قَبْلَكَ قَالَ آخِي وَالَّذِي فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ إِنَّمَا لِيَا كِلَانٍ مِنْ ثَمَارِهَا وَيُرْوِيَانِ مِنْ مَائِهَا وَيَتَّكَانُ فِرَاشَهَا وَأَنَا مَوْقُوفٌ مَخْمُومٌ مَهْمُومٌ بِالْحِسَابِ۔

(کنز العمال جلد ۱۳ ص ۱۹)

ترجمہ: عبد خیر راوی ہے کہ میں نے حضرت علی المرتضیٰ سے پوچھا۔ سب سے

پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جنت میں کون داخل ہوگا۔ آپ نے فرمایا۔ ابو بکر و عمر۔ میں نے کہا۔ اے امیر المؤمنین! آپ سے بھی پہلے؟ فرمانے لگے۔ اس خدا کی قسم! جس نے دانہ کو پھاڑا اور روح کو پیدا کیا۔ وہ دونوں جنت کے پھل کھا رہے ہوں گے، اس کے پانی سے سیراب ہو رہے ہوں گے۔ اور اس میں تکیہ لگا کر آرام کر رہے ہوں گے۔ اور میں حساب و کتاب کے بارے میں غم زوہ اور پریشان کھڑا ہوں گا۔

فاروق اعظم کے وصال پر حضرت علی نے فرمایا۔ میں ان کا

نامہ اعمال لے کر خدا کی بارگاہ میں حاضر ہوتا پسند کرتا ہوں

کنز العمال

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ وَضَعَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ عَلِيَّ سَرِيرَهُ فَتَكَفَّنَهُ النَّاسُ يَدْعُونَ وَيَصَلُّونَ قَبْلَ أَنْ يُرْفَعَ فَيَاذًا جَاءَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَتَرَحَّمَهُ عَلِيٌّ عُمَرَوَ وَقَالَ مَا خَلَفْتُ أَحَدًا أَحَبُّهُ أَنْ أَلْقَى اللَّهَ بِمِثْلِ عَمَلِهِ مِنْكَ وَأَيْمَنُ اللَّهِ إِنْ كُنْتُ لَأُظَنُّ لِيَجْعَلَكَ اللَّهُ مَعَ صَاحِبَيْكَ وَذَلِكَ إِنِّي كُنْتُ أَكْثَرَ أَسْمَعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ذَهَبْتُ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَدَخَلْتُ أَنَا

وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ وَخَرَجْتُ أَنَا وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ
فَإِنْ كُنْتُمْ لَا ظَنًّا لِيَجْعَلَنَّكَ اللَّهُ مَعَهُمَا.

(کنز العمال جلد ۱۳ ص ۶۰۶)

ترجمہ:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت عمر بن الخطاب کو جنازہ پر رکھا گیا۔ لوگوں نے آپ کو کفن پہنایا۔ اور اٹھانے سے قبل ان کے لیے دعا اور رحمت کی طلب کر رہے تھے۔ اچانک حضرت علی المرتضیٰ تشریف لائے۔ انہوں نے بھی حضرت عمر کے حق میں اللہ تعالیٰ سے رحم کی دعا مانگی۔ اور پھر فرمایا۔ کہ اس شخص کے عمل کے بغیر اب پیچھے اور کوئی نہیں رہا۔ کہ جس کے اعمال کو لے کر میں اللہ کے پاس جانا پسند کروں۔ خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے دونوں ساتھیوں (حضور صلی اللہ علیہ وسلم و ابو بکر) سے ضرور ملا دے گا۔ کیونکہ میں اکثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کرتا تھا۔ آپ فرماتے تھے۔ میں، ابو بکر اور عمر گئے۔ میں ابو بکر اور عمر آئے، میں اور ابو بکر اور عمر نکلے۔ اس لیے میرا یہ یقین کامل ہے۔ کہ جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں اور ابو بکر کو اپنے تقریباً تمام کاموں میں ساتھ رکھا۔ اب بھی تم ان کے ساتھ جا لو گے۔

❖

ابوالدرداء صحابی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

شیخین سے آگے چلنے سے منع فرمایا

کنز العمال

عَنْ أَبِي الدَّرْدَاءِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ قَلِقَ فِيهِ إِلَى أذُنِي وَرَأَيْتُ وَأَنَا أَمْشِي بَيْنَ يَدَيْ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ فَدَعَانِي تَالِي يَأْبَا الدَّرْدَاءِ أَتَمْشِي بَيْنَ يَدَيْ مَنْ هُوَ بِرَمْنِكَ؟ فَقُلْتُ وَمَنْ هُوَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ وَبَكْرٍ وَعُمَرَ مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَلَا غَرَبَتْ عَلَيَّ أَحَدٍ بَعْدَ النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ خَيْرٌ مِنِّي أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ.

کنز العمال جلد ۱۳ ص ۱۲

مطبوعہ حلب

ترجمہ:

ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے اپنے کالوں سے یہ الفاظ سنے۔ آپ مجھے دیکھ رہے تھے۔ اور میں ابو بکر و عمر کے آگے آگے چلنا چاہتا تھا۔ فرمایا۔ اے ابوالدرداء

کیا تو ان کے اگے اگے چل رہا ہے۔ جو تم سے بہتر ہیں؟ میں نے عرض کیا۔ حضور! وہ کون ہیں۔ فرمایا۔ وہ ابو بکر و عمر ہیں۔ انبیاء اور مرسلین کے علاوہ آج تک کسی اور پر یہ سورج نہ طلوع ہوا اور نہ غروب ہوا۔ جو ان دونوں سے بہتر ہو۔

نوٹ: فضیلت شیخین کے بارے میں ہم نے کتب اہل سنت سے تقریباً وہی حوالہ جات پیش کئے ہیں۔ جن کی روایت یا حضرت علی المرتضیٰ سے ہے۔ یا اہل بیت کے کسی فرد سے اگر اس پابندی کا خیال نہ رکھا جاتا۔ تو اس قدر حوالہ جات موجود ہیں۔ کہ کئی ایک جلدیں تیار ہو جاتیں۔ لیکن ہم نے یہ طریقہ اس لیے اختیار کیا۔ کہ کسی مخالف رافضی کو یہ دھوکہ دینے کی نہ سوجھے۔ کہ دیکھو۔ تمہارے سنی بھی حضرت علی المرتضیٰ کو افضل مانتے ہیں۔ تو پھر ان کی خلافت بلا فصل اور افضلیت مطلقہ کا انکار کیوں کرتے ہیں؟ اس کے ساتھ ساتھ حضرات شیخین کے بارے میں کچھ دیگر صحابہ کرام کے اقوال بھی پیش کیے ہیں۔ ان تمام حوالہ جات کے ذکر کرنے کا مقصد وجدید یہ ہے۔ کہ شیعوں کو جو یہ کہتے پھرتے ہیں۔ کہ سنیوں کو حضرت علی اور ان کی اہل بیت سے محبت و عقیدت نہیں۔ اس کا رد ہو جائے اور ثابت ہو جائے کہ ہم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اور ان کی آل پاک سے محبت و عقیدت رکھتے ہیں۔ بے شمار فضائل و مناقب ہماری کتب میں مذکور ہیں۔ باقی خلفائے کے فضائل ہم نے اپنی کتب کی بجائے شیعوں کے کتب سے تحفہ جعفریہ جلد اول میں درج کیے ہیں تاکہ ان کا یہ بہانہ بھی ختم ہو جائے۔ کہ نہ ہم تمہاری کتابوں کو مانیں۔ اور نہ اصحاب ثلاثہ کے ان میں درج شدہ فضائل تسلیم کریں۔ امید ہے۔ کہ حقیقت کا متلاشی ہماری ان گزارشات سے اپنے مقصد تک پہنچنے میں کامیاب ہو جائے گا و باللہ التوفیق

فصل یازدہم

امام حسن رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب

ان کی اولاد سے ایک ایسا آدمی آئے گا

①

جو دنیا میں عدل ہی عدل قائم کر دے گا

کنز العمال

ابو اسحاق کہتے ہیں۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے چہرہ حسن کو دیکھ کر فرمایا۔ میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ جیسا کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام سردار رکھا ہے۔ اس کی پشت سے ایسا آدمی پیدا ہو گا۔ جو صورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ اور آپ کا ہم نام ہو گا۔ اگر چہ بقیہ اوصاف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل نہ ہو گا۔ وہ زمین کو عدل سے بھر دے گا۔

کنز العمال جلد ۱۳ ص ۶۴۷ رفی
فصل مفصلاً الحسن مطبوعہ حلب

۲ ان کا لعاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مقدس پر گرتا رہا

کنز العمال

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امام حسن کو اپنے کندھے پر اٹھایا ہوا تھا۔ اور میں دیکھ رہا تھا۔ کہ ان کا لعاب دہن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مقدس پر گرتا رہا تھا۔
(کنز العمال جلد ۳۱ ص ۶۵ مطبوعہ حلب)

۳ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی زبان کو چمتے تھے

کنز العمال

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو امام حسن کی زبان چومتے دیکھا۔ گویا آپ کھجور چوس رہے ہوں۔
(کنز العمال جلد ۳۱ ص ۶۵ مطبوعہ حلب)

۴ ایک صحابی نے آپ کی ناف پر بوسہ دیا

کنز العمال:

عمر ابن اسحاق کہتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جناب

امام حسن کو ملے۔ اور کہا۔ کہ آپ اپنی قمیص اٹھائیے۔ تاکہ میں بھی اس جگہ کا بوسہ لوں۔ جس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم بوسہ لیا کرتے تھے۔ امام نے اپنے پیٹ سے کپڑا ہٹایا۔ تو ابو ہریرہ نے ان کی ناف کا بوسہ لیا۔

(کنز العمال جلد ۱۳ ص ۶۵ مطبوعہ حلب)

⑤ امام حسن سے پیار رکھنے والے کو اللہ پیارا سمجھتا ہے۔

کنز العمال

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم امام حسن کو پکڑ کر اپنے سینہ کے ساتھ لگاتے۔ اور پھر یہ الفاظ فرماتے: "اے اللہ! یہ میرا بیٹا ہے۔ میں اس سے پیار کرتا ہوں۔ لہذا تو بھی اس سے پیار کر جو حسن سے پیار کرتا ہے۔"

(کنز العمال جلد ۱۳ ص ۶۵۲ مطبوعہ حلب)

④ ان کی پیاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لعابِ دہن سے بجھائی۔

کنز العمال :

ابو جعفر روایت کرتے ہیں۔ کہ امام حسن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ انہیں پیاس محسوس ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے پانی تلاش کیا۔ لیکن نہ مل سکا۔ اس پر آپ نے اپنی زبان مبارک
حسن کے منہ میں دی۔ وہ چوستے رہے۔ حتیٰ کہ اُن کی پیاس بجھ گئی
اور وہ سیراب ہو گئے۔

(کنز العمال جلد ۱۳ ص ۶۵۳ مطبوعہ حلب)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا۔ یہ مجھ

_____ سے ہے۔ _____

④

کنز العمال

جناب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مقدم سے کہا۔ تمہیں معلوم ہے
کہ امام حسن کا انتقال ہو چکا ہے۔ مقدم نے سن کر انا للہ وانا
الیہ راجعون پڑھا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مقدم سے پوچھا
کیا تم ان کے وصال کو مصیبت سمجھتے ہو؟ وہ بولے کیوں نہیں۔
میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ کہ امام حسن اُن کی گود میں تھے
اور آپ فرماتے تھے۔ حسن مجھ سے ہے۔

(کنز العمال جلد نمبر ۱۳ ص ۶۵۳)

(مطبوعہ حلب)

ۛ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے کی سواری

انہیں میسر ہوئی

۸

کنز العمال

حضرت ابن عباس کہتے ہیں۔ کہ ایک مرتبہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اس وقت امام حسن آپ کی گردن پر سوار تھے۔ ایک آدمی نے دیکھا۔ تو کہنے لگا۔ کتنی اچھی سواری نصیب ہوئی ہے تجھے۔ اے بچے! یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر سواری بہترین ہے۔ تو سوار بھی کچھ کم نہیں ہے۔

دعواتی معرقہ ص ۱۳۷ / الفصل الثانی

مطبوعہ قاہرہ۔ طبع جدید

۲۰ مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱۲

ص ۱۰۲ کتاب الفضائل مطبوعہ کراچی

۳۰۔ کنز العمال جلد نمبر ۱۳ ص ۴۵۰

مطبوعہ حلب

ان کی شکل و صورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ تھی

⑨

بخاری شریف

عقبہ بن حارث بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے دیکھا۔ کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے امام حسن کو اٹھایا ہوا تھا۔ اور فرما رہے تھے۔ میرا باپ تم پر قربان! تم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہو۔ علی کے مشابہ نہیں یہ سن کر حضرت علی المرتضیٰ مسکرا دیئے۔

۱۔ بخاری شریف جلد اول ص ۵۳۰

مناقب حسن و حسین مطبوعہ کراچی

۲۔ کنز العمال جلد نمبر ۱۳ ص ۶۴۶

مطبوعہ حلب

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ذریعہ

دو گروہوں کی صلح کی بشارت دی

⑩

بخاری شریف:

ابو بکر کہتے ہیں۔ کہ میں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو برسبر منبر یہ کہتے سنا۔ اس وقت امام حسن آپ کے ایک پہلو میں تشریف

فرماتے۔ اور آپ کبھی حاضرین کی طرف اور کبھی امام حسنؑ کی طرف دیکھتے۔
 پھر فرمایا: میرا بیٹا سردار ہے۔ اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ
 مسلمانوں کے دو گروہوں میں صلح کرائے گا۔

۱۔ بخاری شریف جلد ۱ ص ۵۳۰

مناقب حسنین مطبوعہ کراچی

۲۔ مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۱ ص ۹۷

کتاب الفضائل مطبوعہ کراچی

۳۔ کنز العمال جلد ۱ ص ۶۵۳

مطبوعہ عربیہ حلب

۴

فصل دوازدهم

فوائد الامم



حضرت عمر بن الخطاب کے نزدیک احترام

سین رضی اللہ عنہ

کثر الاعمال

ہم کہتے ہیں کہ یہاں فرہستہ کی مدد سے کہ جو فاروق عظیم نے پتھر پر
 فرہستہ توڑنے سے ان کے قریب جا کر جو یہ ہے وہ اس کے منہ
 سے تڑپنے اور پنے والے کے منہ پیدہ منہ سے۔ عمر بن خطاب
 نے ان کو اور میرے والد کا تو وہی منہ نہیں ہے یہ ہمارے منہ سے
 مجھے مزید چنے پس بھائی یہ جب تڑپے۔ تبھی اپنے ساتھ
 گھر سے اسے اور پوچھنے بہت تھکتا تھا اس سے صحابی
 کے ہاتھ سے اس کی اس سے جی تھکتا ہے۔ چہ وہ ان خطاب
 سے بچے فریاد تم سے ہاں کیوں نہیں تشریف آتے۔

اور کچھ فرمائش کیوں نہیں کرتے؟

امام حسین مزید فرماتے ہیں۔ کہ اس کے بعد ایک دن میں عمر بن الخطاب کے گھر گیا۔ عمر بن الخطاب اس وقت امیر معاویہ سے گفتگو میں مصروف تھے ان کے بیٹے عبدالقادر بن عمرو اسے پرکھنے آئے تھے۔ مجھے انہوں نے اندر جانے کی اجازت نہ دی۔ لہذا میں واپس آ گیا اس کے بعد پھر مجھے عمر بن الخطاب ملے۔ اور کہا۔ اے بیٹے! میں نے تمہیں اپنے ہاں آیا نہیں دیکھا؟

میں نے کہا۔ میں حاضر ہوا تھا۔ لیکن آپ کے بیٹے نے مجھے اندر جانے کی اجازت نہ دی تھی۔ کیونکہ آپ اس وقت امیر معاویہ سے گفتگو میں مصروف تھے۔ اس لیے میں واپس آ گیا۔ یہ سن کر عمر بن الخطاب کو بہت دکھ ہوا۔ اور فرماتے لگے۔ کہ عبدالقادر بن عمرو سے زیادہ تمہارا حق ہے۔ کہ کسی کو اجازت دو۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمارے سروں پر بال اگائے ہیں۔ لیکن تمہارا۔۔۔ مقام و مرتبہ بالوں سے بھی بلند ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے میرے سر پر ہاتھ رکھا۔

(دکن العمال جلد ۱۳ ص ۶۵۴)

ان کی شہادت کا منظر دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم روئے

مجمع الزوائد

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی۔ کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم امام حسین کے پاس وحی کے نزول کے وقت تشریف لائے۔ آپ

اس وقت منہ مسموم تھے۔ حسین پشت پیغمبر پر بیٹھ گئے۔ جبرئیل نے پوچھا۔
 یا رسول اللہ! آپ کو اس سے پیار ہے؟ فرمایا۔ میں اس سے پیار کیوں
 نہ کروں۔ جبرئیل نے پھر عرض کیا۔ کامت اس کو شہید کر دے گی۔
 یہ کہتے ہوئے جبرئیل نے ہاتھ لمبا کرتے ہوئے سفید مٹی بکرائی۔
 اور عرض کیا۔ یہ اس مقام کی مٹی ہے۔ جہاں اس کو شہید کیا جائے گا
 اور اس جگہ کا نام طفت ہے۔ جبرئیل چلے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
 امام حسین کو پکڑ کر سینے سے لگایا۔ اور رونے لگے۔ پھر اپنے حضرت
 عائشہ کو فرمایا۔ اے عائشہ! جبرئیل نے حسین کے شہید ہونے کی بشارت
 دی ہے اور اس مقام کی مٹی لاکروں کی ہے۔ جہاں انہیں میری امت
 شہید کر دے گی۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے
 باہر عمر فاروق، ابو بکر صدیق، علیؓ، زین العابدین، عمار، اسیر، ابو ذر
 غفاری اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم موجود تھے حضور ان کے
 سامنے رونے لگے۔ سب نے پوچھا۔ حضور! آپ کو کس چیز نے
 رکھ لیا ہے۔ فرمایا۔ جبرئیل آئے تھے۔ اور کہہ گئے ہیں۔ کہ حسین کو
 میری امت مقام طفت میں شہید کر دے گی۔ اور اس مقام کی مٹی
 مجھے دے گئے ہیں۔

د. مجمع الزوائد جلد پنجم ص ۱۸۸ جز ۹

مطبوعہ بیروت

نوٹ:

حدیث مذکور سے معلوم ہوا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو امام حسین رضی اللہ عنہ

سے گہری محبت تھی۔ اسی وجہ سے ان کی شہادت کی خبر سن کر آپ رو دیئے۔ اس لیے جو لوگ امام حسین کو باغی قرار دے کر ان کے قتل کو درست قرار دیتے ہیں۔ وہ ایذائے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتکب ہیں۔ رشید ابن رشید کے مصنف محمد بن بٹ فارجی نے یہی استدلال ذکر کیا۔ کہ امام حسین کو نانا کے دین کی توار سے قتل کیا گیا۔ ایسے ہی لوگوں کے لیے ارشاد باری ہے۔ ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ الخ یقیناً ان لوگوں کے لیے جو اللہ اور اس کے رسول کا دل دکھاتے ہیں۔ دروناک عذاب مقر ہے۔

ان کا شکم پیغمبر پر بول کرنا اور حضور کا، نہیں
وہاں سے ہٹانے سے منع کر دینا

مجمع الزوائد

زینب بنت جحش کہتی ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں آرام فرماتے تھے۔ حسین آپ کے فریب ہی گھوم پھرتے تھے۔ جب سیدہ زینب بنت جحش ان سے کچھ غافل ہوئیں۔ تو یہ جلدی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیٹ مبارک پر جا چڑھے۔ اور بول کرنا شروع کر دیا۔ پھر جب حسین پیشاب کر چکے۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کا لٹا منگوا کر بول کی جگہ بہا دیا۔ اور فرمایا بیٹے کے پیشاب کو ہلکا دھویا جائے۔ اور کچی کے پیشاب کو زیادہ دھویا جائے۔ حضرت زینب کہتی ہیں۔ کہ پھر حضور نماز کے لیے اٹھے۔ اور حسین کو بغل میں لے لیا۔ جب سجدہ میں جاتے۔ تو انہیں زمین پر چھوڑ

دیتے۔ اور جب اٹھتے تو ان کو دوبارہ اٹھا لیتے۔ فراغت پر آپ نے ہاتھ اٹھا کر دعائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا۔ کہ آپ کو آج وہ کام کرتے دیکھا جو آپ نے اس سے قبل کبھی نہیں کیا؟ تو آپ نے فرمایا۔ کہ جبرئیل نے میرے پاس آ کر مجھے یہ خبر دی ہے۔ کہ میرا یہ بیٹا شہید کر دیا جائے گا۔ اور میرے کہنے پر جبرئیل نے مقام شہادت کی سرخ مٹی مجھے لاکر دی۔

(مجمع الزوائد جلد ۵ جزء ۹ ص ۱۸۸ باب مناقب حسین)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں سے فرما رکھا

تھا۔ کہ، ہمیں رونے سے مت دیا کرو۔

مجمع الزوائد

ابو امامہ باہلی روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات کو یہ فرمایا تھا۔ کہ حسین کو رونے نہ دیا کرو حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر جلوہ فرما تھے۔ نزول وحی شروع ہوا۔ اور آپ نے ام سلمہ سے فرمایا۔ کسی کو اندر مت آنے دینا۔ اس پر نائی صاحبہ نے نگرانی شروع کر دی۔ اتنے میں امام حسین آئے۔ اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اندر بیٹھے دیکھ لیا۔ اب وہ اندر جانا چاہتے تھے۔ لیکن میں نے انہیں پکڑ کر اپنی گود میں بٹھالیا۔ وہ رونے لگے۔ میں نے انہیں بہانے کی بڑی کوشش کی۔ لیکن وہ چپ نہ ہوئے۔ جب ان کے رونے کی آواز بلند ہوئی۔ تو میں نے انہیں گود سے نکلنے دیا۔ حسین سیدھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلے گئے۔ جا کر آپ کی گود میں بیٹھ گئے

جبرئیل نے کہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی امت آپ کے اس بیٹے کو شہید کر دے گی۔ حضور نے پوچھا۔ ان کے قاتل مجھ پر ایمان رکھتے ہوں گے۔ جبرئیل نے کہا۔ ہاں۔ پھر جبرئیل نے امام حسین کی شہادت گاہ کی مٹی حضور کی خدمت میں پیش کی۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم حسین کو بغل میں لیے پریشان ہو کر باہر تشریف لائے۔ ام سلمہ کہتی ہیں مجھے خیال آیا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شاید اس وجہ سے ناراض دکھائی دیتے ہیں۔ کہ میں نے امام حسین کو ان کی طرف کیوں آنے دیا۔ ام سلمہ عرض کرتی ہیں۔ حضور! میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ آپ نے ہی تو فرمایا تھا۔ کہ میرے اس بیٹے کو رو لایا نہ کرو۔ اور آپ ہی کا یہ بھی حکم تھا۔ کہ میرے پاس کسی کو اندر نہ آنے دینا۔ اچانک امام حسین آگئے۔ میں نے انہیں اندر آنے سے منع نہیں کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلمہ کو ان کی باتوں کا کوئی جواب نہ دیا۔ پھر حضور صحابہ کرام کے پاس تشریف لائے۔ اور فرمایا۔ میرے اس بیٹے

کو میری امت قتل کرے گی۔ اس خبر کے وقت محفل میں ابو بکر اور عمر بھی موجود تھے۔ اور لوگوں کی بہ نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم کلام ہونے کی انہیں ہی ہمت تھی۔ اس لیے ان دونوں نے پوچھا۔ حضور! جو لوگ امام حسین کو شہید کریں گے وہ مومن ہوں گے؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں وہ ایمان دار ہوں گے۔ پھر آپ نے اس مقام کی مٹی دکھلائی۔ جہاں ان کی شہادت ہونا تھی۔

(مجمع الزوائد جلد ۵ جز ۱ ص ۸۹ باب فضائل حسین)

مطبوعہ بیروت طبع جدید

نوٹ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امام حسین سے محبت، ان کی آسائش و آرام کا خیال اور اپنے پیٹ پر پیشاب کرنے سے منع نہ کرنا یہ وہ باتیں ہیں۔ جو ان احادیث سے واضح طور پر ثابت ہیں۔ ازواج مطہرات کو ان کے رولانے سے منع فرما دیا۔ ایک طرف یزید اور ابن زیاد کا امام حسین کو شہید کر دینا، اہل بیت کو قیدی بنا لینا اور امام حسین کے دندان مبارک پر چھڑی مار کر ازراہ مذاق طعنہ کرنا ان لوگوں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کب خوش ہو سکتے ہیں۔ اور یہ لوگ متقی اور پرہیزگار بلکہ وہ علیہ السلام، کے کب لائق ہو سکتے ہیں۔ حسین کو مبین کو معمولی تکلیف دینے والے کو حضور فرمائیں۔ میں اس سے بیزار ہوں۔ اور آپ کو شہید کر دینے والے کو لوگ "علیہ السلام"، کہہ رہے ہیں؟ (فاعتبر وایا اولی الابصار)

۵۔ گرون سے ٹخنوں تک ان کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم

سے مشابہت تھی

کنز العمال

حضرت علی المرتضیٰ فرماتے ہیں۔ جس آدمی کو یہ خواہش ہو۔ کہ وہ ایسے شخص کو دیکھے۔ جو گرون سے لے کر ٹخنوں تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس کے سب سے زیادہ مشابہ ہو۔ تو وہ حسین کو دیکھے۔

(کنز العمال جلد ۱۳ ص ۶۵۹ باب فضل

حسین۔ مطبوعہ عربیہ طلب)

نوٹ

اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا جسم شریف ”حسین ترین“ تھا کیونکہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سا حسین ترین جسم کسی دوسرے کو عطا نہ ہوا۔ اور جو آپ کے جسم اطہر کے بہت زیادہ مشابہ ہو۔ اس کا حسن و جمال بھی اسی قدر فزوں ہوگا۔

۴ حضور کا ارشاد گرامی کہ حسین مجھ سے اور
میں حسین سے ہوں

مصنف ابن ابی شیبہ

علی مامری کہتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں ایک دعوت پر جا رہا تھا۔ راستہ میں ”حسین“ بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے نظر آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ پھیلائے، انہیں پکڑنے کے لیے آگے بڑھے۔ امام حسین خوشی کے مارے ادھر ادھر دوڑنے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بہانے ان کو ہنسانا چاہا۔ وہ ہنس پڑا اور اس بہانے آپ نے انہیں پکڑ لیا۔ آپ نے ایک ہاتھ ان کی ٹھوڑی کے نیچے اور دوسرا گدی پر رکھا۔ اور ان کے سر کو اٹھایا اور اپنا منہ مبارک ان کے منہ پر رکھ کر بوسہ لیا۔ اور فرمانے لگے۔ میں حسین سے ہوں۔ اور حسین مجھ سے ہے۔ اور فرمایا۔ جو حسین سے

محبت کرے۔ اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرے۔

(۱) - مصنف ابن ابی شیبہ

جلد ۱۲ ص ۱۰۲ کتاب الفضائل

مطبوعہ کراچی

(۲) - کنز العمال جلد ۱۳

ص ۶۶۲ مطبوعہ عربیہ حلب

طبع جدید

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

✽

فصل سیزدہم

امام حسن حسین رضی اللہ عنہما کے مشہور فضائل

۱۔ دوران نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت انور

پر سوار ہونا

مجمع الزوائد

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ کہ ایک دفع

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرما رہے تھے۔ جب سجدہ میں تشریف لے گئے۔ تو حسن و حسین دونوں آپ کی پشت انور پر سوار ہو گئے۔

صحابہ کرام نے ان کو اتارنے کا ارادہ کیا تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے ان کو منع کر دیا۔ نماز مکمل فرمانے کے بعد آپ نے دونوں کو اپنی گود میں لے لیا۔ اور فرمایا۔ میں کو مجھ سے پیار ہے اسے ان دونوں سے بھی پیار کرنا چاہیے۔ بلکہ آپ نے یہ بھی فرمایا۔ اے اللہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں۔ تو بھی ان دونوں سے محبت کر جس نے ان دونوں سے محبت کی اس نے گویا مجھ سے پیار کیا۔

مجمع الزوائد جلد نمبر ۵ جزء ۹ باب

ما اشترک فیہ الحسن و

الحسین۔ مطبوعہ بیروت طبع جدید

ۛ

۲- ان دونوں کی مخالفت کرنے والا جہنمی ہے۔

مجمع الزوائد

حضرت سلمان فارسی کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو حسن و حسین سے محبت کرے گا میں اس سے محبت کروں گا۔ اور جس سے میں محبت کروں اس سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے۔ اور جس سے اللہ پیار کرے اُسے وہ جنت نعیم میں داخل فرماتا ہے اور جو شخص حسن و حسین سے غصہ ہوتا ہے۔ اس پر میں غضبناک ہوتا ہوں۔ اور میرے غضب سے اللہ تعالیٰ غضبناک ہوتا ہے اور جس پر اللہ کا غضب ہو۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے جہنمی ہو جاتا ہے

(مجمع الزوائد جلد ۵ جزء ۹ ص ۱۸۱)

(مطبوعہ بیروت)

حالت نماز میں اپنی پشت انور سے حضور

صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں گرنے نہ دیا۔

مجمع الزوائد

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز عشاء ادا کر رہے تھے۔ کہ حسین آپ کی پشت انور پر

دوران سجدہ چڑھ گئے۔ جب آپ سجدہ سے اُٹھے۔ تو آرام سے ان دونوں کو پکڑ کر نیچے اتارا۔ جب آپ پھر سجدہ ریز ہوئے۔ تو یہ دونوں پھر پشت انور پر سوار ہو گئے۔ آپ نے پھر پیچھے سے بالکل آرام کے ساتھ پکڑ کر انہیں زمین پر بٹھا دیا۔ اسی طرح آپ نے عشاء کی چار رکعت ادا کیں۔ پھر آپ نے ان دونوں کو پکڑ کر اپنی رانوں پر بٹھا لیا۔ ابو ہریرہ کہتے ہیں۔ میں اٹھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل قریب آ گیا۔ اور عرض کیا۔ حضور! اگر ارشاد ہو تو ان دونوں صاحبزادوں کو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس چھوڑاؤں۔ بہر حال میں انہیں لے کر چل پڑا۔ تو ایسی روشنی ہوئی۔ کہ اس کی وجہ سے وہ دونوں چلتے ہوئے اپنی والدہ ماجدہ کے پاس تشریف لے آئے۔

(مجمع الزوائد جلد ۵ جزو ۱ ص ۱۸۱)
مطبوعہ بیروت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں کو پشت انور پر سوار کر کے سواری کی طرح چلتے

مجمع الزوائد

حضرت حذیفہ بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ اس وقت دونوں گھٹنوں

اور دونوں بازوؤں سے اونٹ کی سی شکل میں چل رہے تھے آپ کی پشت انور پر حضرات حسنین کریمین سوار تھے۔ جابر کہتے ہیں میں نے صاحبزادوں سے کہا۔ تمہارے اونٹ بہت ہی بہترین ہیں۔ اور اس کی دونوں کچاوسے کی اطراف بھی بہترین ہیں۔

(مجمع الزوائد جلد ۵ جز ۹ ص ۱۲۸)

نوٹ

مذکورہ احادیث میں حضرات حسنین کریمین کی ناز برداری اور ان سے محبت مصطفیٰ کی ایسی جھلک نظر آتی ہے۔ جو بالکل واضح ہے۔ ان کی خاطر سجدے لمبے کیے گئے۔ ان کی خاطر دوران سجدہ اتارنے کی ممانعت کر دی گئی۔ ان کی محبت کو اللہ اور اس کے رسول کی محبت بنا کر جنتی ہونے کی اس پر سند دی گئی۔ اور ان سے ناراضگی دراصل اللہ اور اس کے رسول کی ناراضگی ہونے کی وجہ سے جہنمی ہونے کی علامت ہوئی۔ ان کی خاطر اللہ کے محبوب نے اونٹ کی سی شکل میں ان کو خوش کیا۔ لہذا ایسی ہی محبت ہم مسلمانوں کو ان سے روا رکھنی چاہیے۔ اور ان کی مخالفت اور ناراضگی سے ہر ممکن طور پر بچنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل سنت کو یہ دولت و نعمت عطا فرمائی۔



ان کے جنتیوں کے سردار کی خبر پا کر حضور
صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے

مجمع الزوائد

حضرت خدیفہ بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دن ہم نے سرکارِ دو عالم
صلی اللہ علیہ وسلم کو خلافتِ توقعِ خوش و خرم پایا۔ ہم نے عرض کی۔
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آج آپ بہت خوش دکھائی دے
رہے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا آج میں خوش کیوں نہ ہوں۔
کیونکہ ابھی جبریل علیہ السلام آئے تھے۔ اور مجھے یہ بشارت دے
گئے ہیں۔ کہ حسن و حسین رضی اللہ عنہما نوجوانانِ جنت کے سردار ہیں۔
اور ان کے والدان دونوں سے افضل ہیں۔

دجمع الزوائد جلد ۵ جز ۹ ص ۱۸۳

مطبوعہ بیروت طبع جدید

ان کی تھوڑی سی گم شدگی پر حضور صلی اللہ
علیہ وسلم پریشان ہو گئے

مجمع الزوائد

سلمان فارسی بیان فرماتے ہیں۔ کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

پاس بیٹھے تھے۔ اتنے میں ام امین آئیں۔ اور حضور سے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! حسین گم ہو گئے ہیں۔ اس وقت سورج کافی اوپر اچکا تھا۔ آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا۔ اٹھو اور میرے بیٹوں کو تلاش کرو۔ یہ سنتے ہی تمام صحابہ کرام ادھر ادھر ان کی تلاش میں نکل پڑے۔ سلمان فارسی کہتے ہیں۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی تلاش میں نکلا۔ ہم پھرتے پھرتے ایک پہاڑ کے دامن میں پہنچے تو دیکھا۔ کہ دونوں بھائی ایک دوسرے کو کھائی میں لیے سو رہے ہیں۔ ان کے قریب ایک سانپ کھڑا تھا۔ جس کے منہ سے آگ کے سے شعلے نکل رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سانپ کی طرف جلدی سے بڑھے۔ لیکن وہ وہاں سے بھاگ نکلا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم حسین کریمین کے پاس تشریف لائے۔ اور ان دونوں کو الگ الگ کر دیا۔ دونوں کے چہرے سے مٹی صاف فرمائی۔ اور فرمایا۔ تم دونوں پر میرے ماں باپ قربان! تم اللہ تعالیٰ کے حضور کس قدر باعزت ہو۔ یہ کہہ کر آپ نے ایک کو اپنے دائیں کندھے اور دوسرے کو بائیں کندھے پر اٹھایا اور چل پڑے۔ یہ دیکھ کر سلمان فارسی کہتے ہیں میں حسین کریمین سے عرض کیا۔ صاحبزادو! تمہیں مبارک ہو تمہاری سواری بہترین سواری ہے۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے۔ سواری بھی بہترین ہیں۔ اور ان دونوں کا باپ ان سے بھی بہترین ہے۔

(مجمع الزوائد جلد ۵ ص ۱۸۲)

مطبوعہ بیروت

قابل غور

حسین کریمین کے پاس سانپ کھڑا تھا۔ جس کے منہ سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔ یہ کیوں؟ یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ یا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کے لیے اسے بھیجا تھا۔ یا وہ نہ جانے کب سے ان کے دیدار کا مشتاق تھا۔ کاب موقعہ ہاتھ آیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جس شخص کو حسین کریمین کا اشتیاق نہیں۔ وہ سانپ سے بھی بدتر ہے۔

۷۔۔۔ یہ دونوں جنت کے زیور ہیں۔

مجمع الزوائد

عقبہ بن عامر کہتے ہیں۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حسین رضی اللہ عنہما عرش معلیٰ کی زینت ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ متعلق نہیں۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جنتی جب جنت میں چلے جائیں گے۔ تو جنت عرض کرنے گی۔ اے اللہ! تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا۔ کہ میں تجھے دو رکنوں کے ساتھ مزین کروں گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا حسن حسین کے ذریعہ میں نے تجھے مزین نہیں کر دیا۔

(مجمع الزوائد جلد پنجم جلد ۹ ص ۱۸۲)

۸- دونوں صاحبزادے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف اوصاف کے وارث تھے

مجمع الزوائد

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ میں اپنے دونوں بیٹوں حسن و حسین کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیمار پرسی کے لیے حاضر ہوئی۔ یہ بیماری وہی تھی۔ جس میں آپ کا انتقال ہوا۔ میں نے عرض کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم! یہ دونوں آپ کے بیٹے ہیں۔ انہیں اپنی کسی چیز کا وارث بنا دیکھئے۔ فرمایا۔ میرے رعب اور نثراری کا وارث حسن ہے۔ اور میری جبرائت و سخاوت کا وارث حسین ہے۔

(مجمع الزوائد جلد ۵)

جزء نمبر ۹ صفحہ نمبر ۱۸۵

مطبوعہ بیروت طبع جدید

ۛ

ان کی نسبی بڑائی خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

۱۰

بیان فرمائی

مجمع الزوائد

ابن عباس کہتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز عصر اور افرار ہے تھے۔ جب چوتھی رکعت پر پہنچے تو حسین کو یمن تشریف لائے۔ اور سجدے کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت انور پر چڑھ گئے سلام پھرنے کے بعد آپ نے ان دونوں کو گود میں لیا۔ پھر ان کو دائیں اور حسین کو بائیں کندھے پر بٹھالیا۔ اور فرمایا۔ لوگو! میں تمہیں ایسے آدمی کے متعلق نہ بتاؤں جو داد سے، دادی، چچا، چچی، خالو، فالہ اور باپ کے اعتبار سے تمام لوگوں سے بہتر ہے وہ ہیں حسین و حسین۔ ان کے نانا رسول خدا ہیں۔ ان کی نانی خدیجہ بنت خویلد ہیں۔ والدہ حضرت فاطمہ والدہ حضرت علی اور چچا حضرت ابن ابی طالب ان کے خالو قاسم ابن رسول خدا، ان کی فالہ زینب، رقیہ اور ام کلثوم ہیں۔ ان کے دادا جنتی، والد جنتی اور ان کی والدہ جنتی ہیں۔ ان کے چچا، چھوٹی جنتی ہیں۔ ان کی خالائیں جنتی ہیں۔ وہ دونوں خود جنتی ہیں۔ اور جو ان دونوں سے محبت رکھتا ہے۔ وہ بھی جنتی ہے۔

(مجمع الزوائد جلد پنجم جزء ۹ ص ۱۸۴)

marfat.com

حسنین کریمین کا فیض تا قیامت جاری ہے

۹

در الثمین

شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں۔ حسنین کریمین کو میں نے خواب میں دیکھا۔ کہ وہ میرے گھر تشریف فرما ہیں۔ امام حسن کے ہاتھ میں قلم ہے۔ کہ اس کی نوک ٹوٹی ہوئی ہے۔ آپ نے ہاتھ بڑھا کر مجھے وہ قلم عنایت فرمانا چاہا۔ اور فرمایا۔ کہ یہ میرے نانا جان کا قلم ہے۔ اچانک آپ نے ہاتھ روک لیا۔ اور اپنے برادر حسین کو فرمایا۔ یہ قلم لو۔ اور اسے درست کر دو۔ درستگی پر مجھے عطا فرما دیا۔ پھر ایک چادر دیکھی۔ اور فرمایا۔ کہ یہ چادر میرے نانا جان کی ہے۔ اس کے بعد وہ مجھے اوڑھادی۔ پس اس خواب کے بعد میرا سینہ کھل گیا۔ اور علوم شریعت میں کامل ہو گیا۔

(در الثمین تصنیف شاہ ولی اللہ دہلوی)

(ص ۲۸ حدیث ۳)

نوٹ

واقعہ مذکورہ سے معلوم ہوا۔ کہ حسنین کریمین کی برکت اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تبرکات کی وجہ سے شاہ ولی اللہ صاحب کی تصانیف میں جامعیت آئی۔ اور یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ بزرگان دین بعد از انتقال اپنے نام لہواؤں کے کام آتے ہیں۔ اور ان کی خواب میں عطا کردہ اشیاء بھی باعث نفع و برکت ہوتی ہیں۔

فصل چہارم

فضائل سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا

۱۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا۔ جنتی عورتوں کی سردار ہیں
مسلم شریف

ابو کمال بخاری ابو عوانہ فراس اور عامر و مسروق و سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہم
بیان کرتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھیں۔ پھر حضرت فاطمہ شریفہ لائیں۔ ان کی
چال سرکار و دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی تھی۔ آپ نے دیکھتے ہی
انہیں مرجبا کہا۔ اور بیٹی کہہ کر انہیں اپنی دائیں جانب یا بائیں
طرف بٹھا لیا۔ ان کے کان میں چیخے سے کچھ فرمایا۔
وہ خوب روئیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا
یہ حال دیکھا تو دوبارہ ان کے کان میں کچھ فرمایا۔ تو
آپ رضی اللہ عنہا ہنس پڑیں۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں۔ کہ میں نے
فاطمہ الزہراء سے پوچھا۔

ایک مرتبہ تم رو پڑیں۔ آخر کیا بات تھی۔ کہنے لگیں۔ میں حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کی راز کی باتیں ظاہر نہیں کروں گی۔ جب سرور کائنات صلی اللہ
علیہ وسلم کا وصال شریف ہوا۔ تو میں نے سیدہ فاطمہ سے اس حق کی

قسم دے کر پوچھا۔ جو ان پر میرا تھا۔ آج وہ باتیں بتلا دو۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں بتلائی تھیں۔ اب سیدہ نے فرمایا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جبریل امین ہر سال ایک یا دو مرتبہ قرآن کریم کا میرے ساتھ دور کیا کرتے تھے۔ اس سال انہوں نے دو مرتبہ دور کیا ہے۔ جس سے مجھے معلوم ہوتا ہے۔ کہ میرا وقت قریب ان پہنچا ہے۔ لہذا فاطمہ! تم اللہ کا خوف رکھنا۔ اور صبر کرنا۔ میں تیرا اچھا پیش خیمہ ہوں گا۔ آپ کے یہ الفاظ سن کر مجھے رونا آ گیا۔ جیسا کہ تم نے دیکھا بھی تھا۔ پھر اپنے دو بارہ سرگوشی کرتے ہوئے مجھے فرمایا تھا۔ اے فاطمہ! تو اس بات پر راضی نہیں۔ کہ مومنوں کی عورتوں یا اس امت کی عورتوں کی جنت میں سردار ہو۔ یہ سن کر میں ہنس پڑی تھی۔ اور یہ بھی تم نے دیکھا تھا۔

(مسلم شریف جلد دوم ص ۲۹۰ فقائل فاطمہ مطہرہ دہلی)

جاتوں جنت کو اپنی موت کا پہلے سے

علم تھا

ترمذی شریف

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ میں نے فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مادات خصائل، حسن خلق، وقار، طور طریقہ اور روش زندگی میں کوئی دوسرا آپ کا مشابہ نہ پایا۔ مزید فرماتی ہیں۔ کہ سیدہ کی آمد پر حضور کھڑے ہو جاتے

اور بوسہ دے کر انہیں اپنے پاس بٹھالیتے۔ اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے جاتے تو وہ بھی اپنی جگہ سے اٹھ جاتیں۔ اور اپنے والد گرامی کا پیار لے کر انہیں اپنی جگہ پر بٹھاتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب بیمار ہوئے۔ تو سیدہ تشریف لائیں۔ اور سر جھکا کر آپ کا بوسہ لیا۔ پھر سر اٹھایا اور رو پڑیں۔ پھر سر جھکا کر بوسہ لیا۔ اور سر اٹھا کر ہنس دیں۔ میں نے دل میں خیال کیا۔ کہ میں تو فاطمہ کو سب عورتوں سے زیادہ عقلمند اور سمجدار جانتی تھی۔ لیکن آج معلوم ہوا۔ کہ وہ بھی عام عورتوں کی طرح ہی ہیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا۔ تو میں نے سیدہ فاطمہ سے پوچھا۔ وہ اپنے ہنسنے اور رونے کا واقعہ بتلائیں۔ فرمانے لگیں۔ میں نے اس وقت اس راز کو فاش کرنا مناسب نہ سمجھا۔ دروازے کی وقت بتا دیتی۔ بات یہ تھی۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی مرتبہ مجھ سے فرمایا۔ کہ میرا وصال اسی بیماری میں ہو جائے گا۔ یہ سن کر میں رو پڑی۔ پھر دوسری مرتبہ آپ نے فرمایا۔ کہ میرے اہل خانہ سے تم سب سے پہلے مجھے ملو گی۔ میں یہ سن کر ہنس پڑی

ترمذی شریف جلد دوم ص ۲۲۷

باب ماجاء فی فضل فاطمہ

مطبوعہ اردو بازار دہلی



گھر کی تمام عورتوں سے حضور کو خاتونِ جنت
زیادہ محبوب تھیں۔

-۴

ترمذی شریف

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو عورتوں میں سب سے زیادہ محبوب حضرت فاطمہ الزہرا تھیں۔ اور مردوں میں سے حضرت علی المرتضیٰ تھے۔ ابراہیم کہتے ہیں۔ کہ اس سے مراد حضور کے اہل بیت کے افراد ہیں۔ (یعنی آپ کو اپنے اہل بیت کے مردوں میں سے علی اور عورتوں میں سے سیدہ فاطمہ محبوب ترین تھیں) یہ حدیث حسنِ غریب ہے

(ترمذی شریف جلد دوم ص ۲۲۷
مطبوعہ امین کینی اردو بازار دہلی۔)

خاتونِ جنت کے میدانِ محشر سے گزرتے
وقت اہل محشر نگاہیں جھکائیں گے۔

-۴

صواعقِ محرقہ

ابو ایوب رادی ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن ایک منادی کرنے والا عرش کے نیچے سے یہ منادی کرے گا۔

اسے اہل محشر اپنے سر جھکا لو۔ اور اپنی آنکھیں بند کر لو۔ یہاں تک کہ فاطمہ بنت رسول پلصراط سے گزر جائے۔ اس وقت سیدہ فاطمہ ستر ہزار غنٹی حوروں کی معیت میں پلصراط سے بجلی کی طرح گزر جائے گی۔

دصواعق محرقة ص ۱۹۰ / فصل الثالث
مطبوعہ بیروت طبع جدید

عزت حضرت علی المرتضیٰ کی لیکن محبت

سیدہ سے حضور کو زیادہ تھی

-۵

مجمع الزوائد

ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمہ اور علی المرتضیٰ کے گھر تشریف لائے۔ اس وقت یہ دونوں ہنس رہے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھتے ہی دونوں خاموش ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وجہ پوچھی۔ جلدی سے سیدہ فاطمہ بول پڑیں۔ حضور! بات یہ تھی کہ حضرت علی فرماتے تھے کہ حضور کو میں زیادہ محبوب ہوں۔ اور میں کہتی تھی کہ نہیں بلکہ میں زیادہ محبوب ہوں۔ یہ سن کر آپ نے تبسم فرمایا۔ اور فرمایا۔ اسے بیٹی! محبوب تو تو زیادہ ہے۔ لیکن عزت زیادہ میرے نزدیک علی کی ہے۔
(مجمع الزوائد جلد پنجم جزرہ ۹ ص ۲۰۲ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

سیدہ خاتون جنت بہت سے اوصاف

۴- میں حضور کی مثل تھیں

مسلم شریف

ابو بکر ابن ابی شیبہ، عبد اللہ بن نمیر، زکریا ابن نمیر بواسطہ اپنے والد زکریا۔ فراس، عامر، مسروق حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ازواج مطہرات تشریف فرما تھیں اتنے میں سیدہ فاطمہ تشریف لائیں۔ ان کی چال بالکل حضور کے مشابہ تھی۔ آپ نے خوش آمدید فرما کر اپنی دائیں جانب بٹھایا۔ پھر دوسرے سرگوشی فرمائی۔ ایک مرتبہ سیدہ رو پڑیں۔ دوسری مرتبہ ہنس پڑیں۔ الخ (یہ روایت فضیلت ۱۲ بحوالہ ترمذی شریف سے ملتی جلتی ہے۔ اس لیے بقیہ مضمون وہی ہونے کی وجہ سے ترک کیا جا رہا ہے۔)

(مسلم شریف جلد دوم ص ۲۹۱)
مطبوعہ رشیدیہ دہلی

نوٹ:

ان دونوں ایک ہی مضمون کی احادیث کی روایت چونکہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ہے۔ اس لیے معلوم ہوتا ہے۔ کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کو خاتون جنت سے گہری عقیدت اور محبت تھی۔ ان کے درمیان حسد و بغض

کے قصہ جات محض خرافات و اہیات ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیدہ کے حق

میں مخصوص دُعا

-۷-

مجمع الزوائد

عمران بن حصین کہتے ہیں۔ کہ میں حضور کی خدمت میں حاضر تھا۔ کہ سیدہ خاتونِ جنت تشریف لائیں۔ اور آپ کے سامنے کھڑی ہو گئیں آپ نے اُگے بڑھنے کا فرمایا۔ تو کچھ اُگے بڑھیں۔ پھر فرمایا۔ اور اُگے آجاؤ۔ تو وہ مزید اُگے ہو گئیں۔ حتیٰ کہ بالکل آپ کے قریب آ گئیں۔ راوی کہتے ہیں۔ کہ میں نے سیدہ کے چہرہ پر زردی دیکھی۔ اور خون بالکل چہرہ پر نہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کی پانچواں انگلیاں ان کے دونوں کندھوں کے درمیان رکھ کر یہ دعا فرمائی۔

اے اللہ! بھوکوں کو سیر کرنے والے، حاجتوں کے پورا کرنے والے، کمزوروں کو اٹھانے والے فاطمہ کی بھوک دور کر دے۔ میں نے دیکھا۔ کہ سیدہ کے چہرے کی زردی ختم ہو گئی۔ اور خون بالکل چہرہ نظر آنے لگا۔ میں نے بعد میں سیدہ سے پوچھا۔ تو فرمانے لگیں۔ اس واقعہ کے بعد آج تک مجھے بھوک نہیں لگی۔

دجمع الزوائد جلد پنجم جز ۹ ص ۲۰۳

ۛ

نوٹ

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا عمران بن حصین کے سامنے آنا یہ اس وقت کا واقعہ ہے۔ جب آیات پر وہ ابھی نہیں نازل ہوئی تھیں۔ لہذا اس روایت کو موجب طعن یا اعتراض نہیں بنایا جاسکتا۔



فصل پانزدہم

فضائل سیدامام زین العابدین

رضی اللہ عنہ

تعارف امام موصوف

صواعق محرقہ

امام زین العابدین رضی اللہ عنہ اپنے باپ دادا کے زہد، تقویٰ اور علم میں خلیفہ ہیں۔ جب وضو فرماتے۔ تو زرد رنگ ہو جاتا۔ وجہ پوچھی گئی تو فرمایا۔ تمہیں معلوم نہیں کہ میں کس کے سامنے کھڑا ہونے والا ہوں۔

(صواعق محرقہ ص ۲۰۰ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

شواہد النبوة

حضرت علی بن حسین (زین العابدین) آپ چوتھے امام ہیں۔ آپ کی کنیت ابو محمد، ابو الحسن اور ابو بکر ہے۔ اور سجاد لقب ہے۔ اور زین العابدین مشہور لقب ہے۔ ہجرت کے ۳۳ ویں سال

مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ بعض روایات کے مطابق آپ کا سن
پیدائش ۳۶ یا ۳۸ ہجری مذکور ہے۔ والدہ کا نام شہر بانو ہے۔ آپ
کی بہت سی کرامات ہیں۔ اور بہت سے خرق عادت کام
سرزد ہوئے۔

(شواہد النبوة تصنیف علامہ عبدالرحمن
جاتی ص ۳۰۹ تذکرہ علی ابن حسین)

۲۔۔۔۔۔ ان کی چند کرامات

اول: صواعق محرقہ

ابن حمدون نے زہری سے روایت کی ہے۔ عبدالملک بن عمران
خلیفہ نے کسی شکایت کی بنا پر امام زین العابدین کو مدینہ منورہ سے
گرفتار کروایا۔ اور سخت نگرانی میں رکھا۔ جب انہیں گرفتار کے
سے جا رہے تھے۔ تو امام زہری اُسے۔ اور ان کے قریب آ
کر روتے ہوئے کہنے لگے۔ کاشش! میں آپ کی جگہ ہوتا۔
آپ کو چھوڑ کر مجھے گرفتار کر لیا جاتا۔ امام نے فرمایا۔ تم کیا سوچتے
ہو۔ کہ یہ قید و بند کی زنجیریں مجھے تکلیف دیتی ہیں۔ ہرگز نہیں۔ میں
اگر چاہتا تو یہ زنجیریں مجھے نہ پہنائی جاسکتیں۔ میں نے یہ اس
لیے قبول کی ہیں۔ کہ ان کے ذریعہ مجھے اللہ تعالیٰ کا عذاب یاد آ
رہا ہے۔ اس کے بعد آپ نے اپنے ہاتھ اور پاؤں زنجیر سے
نکال کر فرمایا۔ میں ان گرفتار کرنے والوں کے ساتھ دو دن سے

زیادہ عرصہ نہیں رہوں گا۔ خدا کی قسم! ان گرفتار کرنے والوں کو ابھی دو دن بھی نہ گزرے تھے۔ کہ بوقت صبح انہوں نے امام زین العابدین کو گم پایا۔ بہت تلاش کیا گیا۔ لیکن آپ نہ مل سکے۔ امام زہری کہتے ہیں۔ کہ میں خلیفہ عبد الملک کے پاس گیا۔ تو اس نے امام زین العابدین کے بارے میں مجھ سے پوچھا۔ میں نے کہا۔ کہ جس دن آپ کے کارندوں نے انہیں گم پایا۔ وہ سیدھے میرے پاس آئے۔ اور فرمانے لگے۔ تیرا اور میرا اب کیا ہوگا۔ میں نے عرض کیا۔ آپ میرے پاس قیام فرمائیں۔ فرمایا۔ مجھے یہ پسند نہیں۔ اور یہ کہہ کر چل دیئے۔ لیکن بعد امیر اول ان کی وجہ سے خوف زدہ ہو گیا۔ عبد الملک خلیفہ نے جب امام موصوف کی یہ کرامت سنی۔ تو اپنے گورنر حجاج بن یوسف کو حکم دیا۔ کہ بنی عبد المطلب کے خون سے ہاتھ اٹھالیا جائے۔ اور یہ بھی لکھا۔ کہ امام زین العابدین کو کہتا۔ کہ اس واقعہ کی کسی کو اطلاع نہ دی جائے۔ امام موصوف نے نور بصیرت سے خلیفہ کے اس خط کو جان لیا۔ اسی وقت ایک خط عبد الملک کی طرف تحریر فرمایا۔ لکھا کہ تم نے جو بنی عبد المطلب کے بارے میں فیصلہ کیا ہے۔ میں اس کا ممنون ہوں۔ جب یہ خط! عبد الملک کے پاس پہنچا۔ تو اس نے تاریخ تحریر کو پڑھا تو معلوم ہوا کہ اس نے جو خط حجاج بن یوسف کو اس مضمون کا خط لکھا تھا۔ امام موصوف کا خط بھی اسی تاریخ کا لکھا ہوا تھا اور امام موصوف کے قاصد اور عبد الملک کے قاصد کی روانگی بھی ایک تاریخ کی تھی۔

یہ دیکھ کر عبد الملک کو معلوم ہو گیا۔ کہ امام زین العابدین صاحب کشف و کرامات ہیں۔ لہذا اپنے غلام کے ہاتھ بہت سے درہم اور کپڑے امام موصوف کی خدمت میں اس نے ارسال کیے۔ اور کہا۔ کہ اپنی دعاؤں میں مجھے یاد رکھا کیجئے۔

(۱۔ صواعق محرقة ص ۲۰۰ تذکرہ زین العابدین

مطبوعہ قاہرہ جدید)

(۲۔ شواہد النبوة ص ۳۰۹ تذکرہ علی

بن حسین مطبوعہ مکتبہ نبویہ گنج بخش

روڈ لاہور)

سوم: شواہد النبوة

ایک دن آپ کی اوتھنی راستہ میں کچھ مست روی اور کاہلی پر اتر آئی۔ آپ نے اُسے بٹھا کر خطاب کرتے ہوئے فرمایا یہ دیکھو میرا عصا اور تازیا نہ۔ اگر تم نے اپنی شست روی اور کاہلی کی روش ترک نہ کی۔ تو ان سے تمہاری مرمت کی جائے گی۔ یہ سن کر اوتھنی نے تیز رفتاری اپنی۔ اور پہلی روش ترک کر دی۔

(شواہد النبوة ص ۳۱۳ تذکرہ علی

بن حسین مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور)

سوم: شواہد النبوة

آپ ایک دن اپنے چند ساتھیوں کے ہمراہ ایک صحرا میں

تشریف فرما تھے۔ کہ اتنے میں ایک ہرئی آگئی۔ اور آپ کے سامنے
کھڑے ہو کر زمین پر کھڑ مار کر زور سے چیخنے لگی۔ حاضرین نے پوچھا۔
اے رسول اللہ کے فرزند! یہ کیا کہتی ہے؟ فرمایا۔ اس کی فریاد یہ ہے
کہ فلاں قریشی اس کے بچے کو اٹھا کر لے آیا۔ چونکہ اٹھانے سے پہلے
اُس نے اپنی ماں کا دودھ نہ پیا تھا۔

۔ اس لیے بھوکا تھا۔ اور یہ اس کی ماں کہہ رہی ہے۔ کہ وہ بچہ
واپس لایا جائے۔ تاکہ میں اس کو دودھ پلاؤں۔ جب دودھ پی لے
تو یہ قریشی اُسے بے جا سکتا ہے۔ حاضرین کے دل میں اس بات
کا کچھ شک گزرا۔ امام نے اس قریشی کو بلایا۔ اور واقعہ پوچھا۔ اُس
نے من و عن بیان کر دیا۔ قریشی نے وہ بچہ حاضر کیا۔ ہرئی نے دودھ
پلایا۔ امام نے اُس قریشی سے درخواست کی۔ کہ اس بچے کو آزاد
کر دو۔ لہذا اس نے بچہ چھوڑ دیا۔ دونوں ماں بیٹا چوکھڑیاں بھرتے
ہوئے دور نکل گئے۔ جاتے ہوئے ہرئی نے پھر شور مچایا۔ حاضرین
کے پوچھنے پر آپ نے فرمایا۔ وہ جزاک اللہ خیراً کہتی ہوئی
چلی گئی۔

(شواہد النبوة ص ۳۱۳ مکتبہ نبویہ لاہور)

چہارم: شواہد النبوة

جس رات آپ کا انتقال ہونا تھا۔ اُس رات اپنے بیٹے جناب
محمد باقر سے فرمایا۔ بیٹا! پانی لاؤ۔ میں وضو کرنا چاہتا ہوں۔ وہ
پانی لائے۔ آپ نے فرمایا۔ دوسرا پانی لاؤ۔ کیونکہ اس پانی میں

کوئی مردہ چیز تھی۔ جناب امام باقر نے دیا جلا کر غور سے دیکھا۔ کیونکہ اندھیرا تھا۔ تو آپ کو اس پانی میں مرا ہوا ایک چوہا نظر آیا۔ آپ نے دوسرے پاک پانی سے وضو فرمایا۔ اور پھر بیٹے کو ارشاد فرمایا۔ بیٹا! اب میرا کوچ کا وقت ہے۔ اس کے بعد چند وصیتیں کیں۔

(شواہد النبوة ص ۳۱۴)

ششم: شواہد النبوة

آپ کی ایک اونٹنی تھی۔ جب آپ اس پر مکہ معظمہ تشریف لے جاتے۔ تو اپنا تازیانہ اس کے پالان کے اگے لٹکاویتے۔ اس وجہ سے سارا راستہ اسے مارنے کی ضرورت نہ پڑتی۔ حتیٰ کہ واپسی پر اسی طرح ہوتا جب امام زین العابدین وصال فرما گئے۔ تو یہی اونٹنی آپ کی قبر پر آ کر اپنا سینہ قبر سے لگا کر آہ و زاری کرتی۔ امام باقر نے اگر دیکھا۔ تو فرمایا۔ اے اونٹنی! اٹھ اللہ تعالیٰ تجھے برکت عطا فرمائے۔ لیکن وہ نہ اٹھی۔ آپ نے فرمایا۔ اسے اپنے حال پر چھوڑ دو۔ وہ جا رہی ہے اس کے تین دن بعد وہ بھی چل بسی۔

ششم: صواعق محرقہ

ابونعیم اور سلفی بیان کرتے ہیں کہ شام بن عبدالملک نے اپنے باپ یا بھائی ولید کی زندگی میں حج کیا۔ دوران حج بھیڑ کی وجہ سے وہ حجر اسود تک نہ پہنچ سکا۔ لہذا اس کے لیے آب زمزم کی ایک جانب منبر رکھ دیا گیا۔ وہ اس پر بیٹھ کر حجر اسود کو دیکھتا رہا۔ اس کے ارد گرد

شامی جاسوسوں کی ایک جماعت بھی تھی۔ اسی دوران امام زین العابدین کعبہ میں تشریف لائے۔ جب آپ حجر اسود کے پاس پہنچے۔ تو مجمع ادھر ادھر منتشر ہو گیا۔ اور امام نے تسلی سے اس کا استلام کیا۔ یہ دیکھ کر شامیوں نے اپنے خلیفہ سے عرض کیا۔ یہ کون ہے؟ ہشام نے اس وجہ سے کہہیں لوگ امام کے شیدائی نہ ہو جائیں۔ کہہ دیا۔ میں نہیں جانتا کون ہے۔ اتفاقاً فرزدق شاعر وہاں موجود تھا بولائیں اس کو جانتا ہوں۔ فرزدق نے امام زین العابدین کا ان اشعار کے ذریعہ تعارف کرایا۔

هَذَا الَّذِي تَعْرِفُ الْبَطْحَاءُ وَطَائِفَهُ
وَالْبَيْتُ يَدْرِي قَدَهُ وَالْحِجْلُ وَالْحَرَامُ

هَذَا ابْنُ خَيْرِ عِيَادِ اللَّهِ كَلِمِهِمْ
هَذَا التُّقَى التُّقَى الظَّاهِرُ الْعَلَمُ

ترجمہ:

یہ وہ شخص ہے جسے سرزمین بطحاء جانتی ہے۔ اور اسے خانہ کعبہ اور حل و حرم سب پہچانتے ہیں۔
یہ اس شخصیت کا فرزند ہے۔ جو تمام اللہ کے بندوں سے بہتر ہے
یہ نہایت متقی، پاکیزہ، ظاہر اور عالم ہے۔

(۳)

إِذَا رَأَيْتَهُ قُرَيْشٌ قَالَ قَائِلُهَا
إِلَى مَكَّارِمٍ هَذَا يَنْتَهِي الْكُرَامُ

بَيْنَمِي إِلَى ذُرْوَةِ الْعِزِّ الَّتِي قَصُرَتْ
عَنْ نَيْلِهَا عَرَبُ الْإِسْلَامِ وَالْعَجَمُ
(صواعق محرقة ص ۲۰۰ فصل ۲)

-۲

ترجمہ:

جب اسے قریش نے دیکھا۔ تو ایک کہنے والا بول اٹھا۔ یہ وہ
شخص ہے۔ کہ جس پر اچھے اخلاق اپنی انتہا کو پہنچ گئے۔ عزت کی اس
بلندی تک اسے رسائی ہو گئی جس کے حصول سے عرب و عجم کے
مسلمان قاصر رہے۔

ہفتم: نور الابصار

ان کے صاحبزادے جناب زید نے ان سے خروج کا مشورہ
لیا۔ تو آپ نے اُسے منع کر دیا۔ اور فرمایا۔ مجھے ڈر ہے کہ تم خروج
میں کہیں قتل نہ کر دیئے جاؤ۔ سولی پر نہ چڑھا دیئے جاؤ۔ کیا تمہیں معلوم
ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد سے ماسوائے سفیانی کے
جو بھی خروج کرے گا۔ وہ قتل ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ جیسا
آپ نے فرمایا تھا۔

نور الابصار ص ۹ تصنیف شیخ مومن

بن حسن مومن کلبنجی

✦

۳ - امام زین العابدین کے اخلاقِ حسنہ

نورالابصار

دارالاصدات میں مذکور ہے۔ کہ ایک مرتبہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ مسجد سے باہر تشریف لائے۔ تو ایک شخص نے آپؑ نازیبا الفاظ کہے۔ اس پر آپ کے بھائی اور غلام نے جوابی کارروائی کا ارادہ کیا۔ آپ نے انہیں منع فرمایا اور خود اس بدزبان کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا۔ دیکھو ہمارے حالات تم سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو بلا دھڑک بتا دو۔ ہم تمہاری مدد کرنے کو تیار ہیں۔ یہ سن کر وہ سخت شرمندہ ہوا۔ اور امام موصوف نے اسے پانچ ہزار درہم اور ایک کبیل عنایت فرمایا۔ اس نے کہا میں گواہی دیتا ہوں۔ کہ آپ واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں۔ اسی طرح ایک اور شخص نے آپ سے گستاخانہ کلام کیا۔ آپ نے اسے فرمایا۔ دیکھو۔ تمہارے اور ہمارے درمیان جہنم کی گھاٹی ہے۔ اگر میں اس سے گزر گیا تو تمہارے ان گستاخانہ کلمات کی مجھے پرواہ نہیں۔ اور اگر نہ گزر سکا۔ تو میں ان کلمات سے بڑھ کر سخت کلمات کا مستحق ہوں۔

(نورالابصار ص ۱۰)

فصل شش و ہم

فضائل امام محمد باقر رضی اللہ عنہ

۱۔۔۔۔۔ تعارف

شواہد النبوة

ان کی کنیت ابو جعفر اور لقب باقر ہے۔ اس لقب کی وجہ یہ ہے کہ آپ مختلف علوم میں یدِ طولیٰ اور مہارتِ کاملہ کے مالک تھے۔ ان کی تشریح و تفسیر پر مکمل دسترس تھی۔ آپ کی والدہ فاطمہ نامی ہیں جو حسن بن علی کی بیٹی تھیں۔ آپ کی ولادت مدینہ منورہ میں بروز جمعہ صفر کی تیرہ تاریخ ۵۷ھ ہجری میں ہوئی۔ یعنی امام عالی مقام امام حسین کی شہادت سے تین سال پہلے ۱۱ھ ہجری میں ستاون برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔ جنت البقیع میں اپنے والد محترم کے پہلو میں مدفون ہیں۔ خود بیان فرماتے ہیں۔ کہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوا۔ جب ان کی بصارت ختم ہو چکی تھی میں نے انہیں سلام عرض کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دے کر پوچھا۔ تم کون ہو؟ میں نے اپنا تعارف کرایا کہ میں محمد بن علی بن حسین ہوں۔ یہ سن کر انہوں نے میرے ہاتھوں کا بوسہ لیا۔ اور میرے پاؤں چومنے کا ارادہ کیا۔ لیکن میں ذرا پیچھے ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ انہوں نے فرمایا بیٹا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں سلام بھیجا ہے۔ میں نے

کہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت، برکت اور صلوة و سلام ہوں۔ میں نے اُن سے پوچھا۔ اے جابر! حضور کے سلام دینے کا واقعہ کس طرح ہوا تھا۔ فرمانے لگے۔ ایک دن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں تھا۔ آپ نے فرمایا۔ اے جابر! شانہ تمہاری ملاقات میرے ایک فرزند سے ہو۔ جسے محمد بن علی بن حسین کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے انوارِ حکمت عطا فرمائے گا۔ تم اسے میرا سلام کہہ دینا۔

رشواہد النبوة ص ۱۷۳ تذکرہ محمد بن
علی بن حسین

صو آق محرقہ

ابن مریخی جناب جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ میں نے محمد باقر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سلام پہنچایا۔ اس وقت وہ کم سن تھے۔ اس سلام کا واقعہ مجھ سے پوچھا گیا۔ تو میں نے کہا۔ کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اور حسین آپ کی گود میں تھے۔ آپ ان سے خوشی طبعی فرما رہے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ اے جابر! حسین کے ہاں ایک بیٹا ہوگا۔ جس کا نام علی ہوگا۔ قیامت کے دن منادی کہنے والا آواز دے گا۔ کہ ”سید العابدین“ کھڑا ہو جائے یہ سن کر علی بن حسین کھڑے ہوں گے۔ پھر حضور نے ارشاد فرمایا کہ علی بن حسین کے ہاں بھی ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ اے جابر! جب تمہاری اس سے ملاقات ہو۔ تو میرا سلام کہہ دینا۔

صواعق محرقة ص ۱۰۲ تذکرہ ابو جعفر محمد باقر
مطبوعہ قاہرہ طبع جدید

۲۔۔۔۔۔ ان کی کرامات

اول: شواہد النبوة

راوی بیان کرتا ہے۔ کہ ہم امام محمد باقر کے ہمراہ ہشام بن عبد الملک کے پاس سے گزے۔ وہ اس وقت اپنے ایک مکان کی بنیاد رکھ رہا تھا۔ امام نے یہ دیکھ کر فرمایا۔ خدا کی قسم! یہ مکان خراب و خستہ ہو جائے گا۔ لوگ اس کی مٹی تک نہیں چھوڑیں گے۔ اور اس کی بنیادوں میں رکھا گیا پتھر کھنڈرات میں تبدیل ہو جائے گا۔ راوی کہتا ہے۔ مجھے آپ کی ان باتوں پر بڑا تعجب ہوا۔ کہ وقت کے خلیفہ کا گھر کون تباہ کر سکتا ہے۔ بہر حال جب ہشام نے انتقال کیا تو اس کے بیٹے ولید بن ہشام کے حکم سے اس کو مسمار کر دیا گیا۔ اور اس کی مٹی اس قدر کھودی گئی۔ کہ مکان کی بنیاد کے پتھر نظر آنے لگے۔ یہ واقعہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

شواہد النبوة اول تا یازدہم حوالہ جات

ص ۳۱۸ تا ۳۲۶

دوم: شواہد النبوة

بیان کیا جاتا ہے۔ کہ واقعہ کے راوی نے امام باقر سے ملاقات کی۔ اجازت طلب کی۔ لوگوں نے مجھے کہا۔ جلدی نہ کرو۔ کیونکہ اس وقت امام کے پاس تمہارے ہی بھائی بیٹھے ہوئے ہیں۔ تھوڑی

دیر بعد بارہ آدمی باہر نکلے۔ ان میں سے ہر ایک نے تنگ قبائیں، اٹھلے
میں دستاں اور موزے چڑھائے ہوئے تھے۔ میں نے پوچھا یہ
کون ہیں؟ ان کے بارے میں مجھے کوئی علم نہیں؟ امام نے فرمایا۔ یہ
تمہارے بھائی جنات تھے۔ میں نے عرض کیا۔ حضور! آپ انہیں دیکھ
لیتے ہیں۔ فرمایا۔ ہاں۔ جس طرح تم حلال و حرام کے بارے پوچھتے
ہو۔ وہ بھی اس بارے میں سوال کرنے آتے ہیں۔

سوم: شواہد النبوة

امام موصوف کے فرزند جناب امام جعفر صادق بیان کرتے ہیں۔ کہ
ایک مرتبہ میرے والد گرامی نے مجھے فرمایا۔ دیکھو۔ میری عمر کے صرف
پانچ سال باقی ہیں۔ جب ان کا انتقال ہوا۔ تو ہم نے سینے اور سال
شمار کیے۔ بالکل اتنے ہی نکلے۔ جتنے آپ نے مجھ سے فرمائے تھے۔

چہارم: شواہد النبوة

راوی بیان کرتا ہے۔ کہ میں امام محمد باقر کے ہمراہ مدینہ منورہ کی ایک
درمیانی وادی میں سفر کر رہا تھا۔ آپ ایک خچر پر سوار تھے۔ اور میں
گدھے پر سوار تھا۔ میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ پہاڑی سے ایک شخص
اتر کر ان کے نزدیک آیا۔ اور آپ کی خچر کی ہگبانی کرتا رہا۔ اور
ایک بھیڑیا اپنے پنجوں کو خچر کے زین کے ساتھ لگا کر ان سے گفتگو
کرتا رہا۔ آپ سنتے رہے۔ بالآخر کافی دیر بعد آپ نے بھیڑیے
سے فرمایا۔ اب چلے جاؤ۔ تمہارا جو مقصد تھا۔ میں نے پورا کر

دیا ہے۔ وہ چلا گیا۔ پھر آپ نے مجھ سے پوچھا۔ تم جانتے ہو کہ بھیڑیا کیا کہتا ہے۔ میں نے عرض کیا، نہیں۔ بلکہ اللہ، اس کا رسول اور اس کے رسول کا بیٹا زیادہ جانتے والے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ کہ میری جنت دیوی، اس وقت بچہ بچی جننے کی کیفیت میں مبتلا ہے دعا کیجیے۔ کہ اللہ تعالیٰ اس کی مشکل حل فرمادے۔ اور میری نسل میں سے کسی کو بھی آپ کے ارادت مندوں پر تسلط نہ کرے۔ چنانچہ میں نے یہ دعا کر دی۔

پنجم: شواہد النبوة

بزرگانِ سلف میں سے ایک فرماتے ہیں۔ کہ مکہ مکرمہ میں رہائش کے دوران مجھے شوق ہوا۔ کہ میں امام محمد باقر کی زیارت کروں۔ لہذا میں ان کی زیارت کے لیے بالخصوص مدینہ منورہ حاضر ہوا۔ جس رات میں مدینہ شریف پہنچا۔ اس رات سخت بارش ہوئی۔ جس کے باعث سردی میں شدت آگئی تھی۔ اُدھی رات کے بعد میں آپ کے درِ دولت پر پہنچا۔ میں اسی سوچ میں تھا۔ کہ اب آپ کا دروازہ کھٹکھٹاؤں۔ یا صبح تک صبر کروں۔ کہ آپ خود باہر تشریف لے آئیں۔ اچانک آپ کی آواز سنائی دی۔ آپ نے اپنی لونڈی سے فرمایا۔ اٹھو اور فلاں ہمان کے لیے دروازہ کھول دو۔ کیونکہ آج رات اُسے سخت سردی نے ستایا ہے۔ دروازہ کھلا۔ اور میں اندر چلا گیا۔

ۛ

ششم: شواہد النبوة

ایک شخص بیان کرتا ہے۔ کہ میں آپ کے در دولت پر حاضر ہوا لیکن آپ نے میرے سوا تمام لوگوں کو ملاقات کی اجازت عطا فرمادی میں غمگین اور پریشان ہو کر گھر آ گیا۔ ساری رات مجھے نیند نہ آئی۔ میں نے سوچا کہ واپس مکہ شریف چلا جاؤں۔ لیکن معاملہ یہ تھا۔ کہ اگر میں مرجیہ، قدریہ یا زیدیہ اور حروریہ میں سے کسی ایک جماعت کے ساتھ جاؤں تو وہ اپنی بولیاں بولیں گے۔ اور ان کی باتیں تخریب و فساد سے خالی نہیں۔ اسی ذہنی کشمکش کے دوران اذان فجر ہو گئی۔ اچانک کسی نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے پوچھا۔ کون ہو؟ جواب آیا۔ میں محمد بن علی بن حسین کا قاصد ہوں۔ جب میں باہر آیا۔ تو قاصد نے کہا۔ تمہیں امام محمد باقر یاد فرما رہے ہیں۔ میں کپڑے پہن کر حاضر ہوا۔ آپ سے ملاقات ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا۔ تہ مرجیہ، نہ قدریہ، نہ زیدیہ، نہ حروریہ کسی کے ساتھ نہ رہو۔ بلکہ تم ہمارے ساتھ رہو۔

ہفتم: شواہد النبوة

راوی بیان کرتا ہے۔ کہ میں نے امام محمد باقر سے پوچھا۔ کہ اللہ تعالیٰ پر بندے کا کیا حق ہے؟ انہوں نے اپنا چہرہ مجھ سے پھیر لیا میں نے تین مرتبہ ہی سوال کیا۔ تیسری مرتبہ فرمانے لگے۔ میرا خدا پر یہ حق ہے۔ کہ وہ کھجوروں کے اس جھنڈ کو کہے کہ اس کی طرف اڑ تو وہ چلا آئے۔ آپ نے جو نہی اس جھنڈ کی طرف اشارہ کیا۔

تو میں کیا دیکھتا ہوں۔ کہ وہ حرکت کرنے لگا۔ اور آپ کی طرف آنے کا ارادہ کیا۔ لیکن امام نے اشارہ کر کے اُسے اپنی جگہ پر قائم رہنے کا حکم دیا۔ کیونکہ آپ نے اُسے اس طرح آنے کا نہیں کہا تھا۔

ہشتم: شواہد النبوة

ایک راوی کا بیان ہے۔ کہ میں امام محمد باقر کے ساتھ مسجد نبوی میں بیٹھا ہوا تھا۔ یہ ان دنوں کا قصہ ہے۔ جب امام زین العابدین انتقال کر چکے تھے۔ اچانک داؤد بن سلیمان اور منصور دو واقفی آگئے۔ داؤد تو امام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ لیکن دو واقفی کہیں اور جا بیٹھا۔ آپ نے دو واقفی کے اپنے پاس نہ آنے کی وجہ پوچھی۔ دو واقفی نے اس کی طرف سے معذرت کی۔ فرمایا۔ کچھ دنوں کے بعد دو واقفی حاکم وقت بن جائے گا۔ اور مشرق و مغرب پر اس کی حکومت ہوگی۔ اس کی عمر بھی طویل ہوگی۔ اور اس قدر خزانے جمع کرے گا۔ کہ اس سے پہلے اس کی مثال نہ ملتی ہوگی۔ داؤد نے اٹھ کر دو واقفی کو سب کچھ جاسنایا۔ پھر دو واقفی خود آیا۔ اور عرض کرنے لگا۔ میرے نہ آنے کی وجہ آپ کا جلال و اکرام تھا۔ پھر پوچھا۔ داؤد نے میرے ساتھ آپ کی طرف سے کچھ باتیں کی ہیں۔ فرمایا۔ وہ سچ کہتا ہے۔ پوچھا۔ آپ کی سلطنت کا زمانہ پہلے ہو گا یا ہماری سلطنت کا؟ فرمایا۔ تمہاری سلطنت کا زمانہ پہلے ہے۔ اس نے پھر پوچھا۔ کیا ہماری سلطنت کا زمانہ طویل ہو گا یا بنو امیہ کا؟ فرمایا۔ تمہارا۔ لیکن تمہاری سلطنت بچوں کے ہاتھ میں رہے گی۔ وہ اس سے گیند کی

طرح کھلتے رہیں گے۔ میں نے ایسے ہی اپنے والد گرامی سے سنا تھا
چنانچہ جب دورانِ فتنی برسرِ اقتدار آیا۔ تو اُسے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی
باتوں پر بہت تعجب ہوا۔ دیکھو کہ وہ حرف بحرف سچی ہوئیں۔

ہم: شواہد النبوة

ایک راوی کہتا ہے۔ کہ ہم پچاس آدمی امام باقر کی خدمت میں تھے
اتنے میں ایک آدمی اور آگیا۔ جو کھجوروں کا کاروبار کرتا تھا۔ اس
نے امام موصوف سے پوچھا۔ کہ ایک کوئی آپ کے بارے میں کہتا ہے
کہ آپ کے پاس ایک فرشتہ ہے۔ جو دشمن و دوست کا فرق
آپ کو بتاتا ہے۔ امام نے اس سے پوچھا۔ تم کیا کام کرتے ہو؟
کہنے لگا۔ کبھی کبھی جو بیچ لیتا ہوں۔ فرمایا غلط کہتے ہو۔ تم کھجوروں
کا کام کرتے ہو۔ اس نے آپ سے پوچھا۔ آپ کو کیسے پتہ چلا
ہے۔ فرمانے لگے۔ مجھے فرشتہ اطلاع کر دیتا ہے۔ اور یہ بتا
دیتا ہے۔ کہ تمہارا کون دشمن ہے۔ اور کون دوست؟ دیکھو۔ تم
فلاں بیماری میں انتقال کرو گے۔ راوی کہتا ہے۔ میں جب کو فہ
واپس گیا۔ اور اس شخص کے بارے میں پوچھا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ
اسی بیماری میں وہ فوت ہو گیا۔ جو امام موصوف نے بتائی تھی۔

وہم: شواہد النبوة

ایک شخص کا بیان ہے۔ کہ ایک دفعہ امام باقر گھوڑے پر سوار
کہیں جا رہے تھے۔ میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ گھوڑی دوڑ رہی تھی۔

تھے۔ کہ دو آدمی نظر آئے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ دونوں چور ہیں انہیں پکڑ لو۔ اور مضبوطی سے باندھ دو۔ آپ کے غلاموں نے ایسے ہی کیا۔ پھر آپ نے اپنے ایک قابل اعتماد آدمی سے فرمایا۔ اس پہاڑ میں ایک غار ہے۔ وہاں جاؤ اور جو اس میں ملے لے آؤ۔ وہ گیا۔ وہاں اُسے سامان سے بھرے ہوئے دو صندوق ملے۔ واپسی پر اس نے تیسرا صندوق اپنی طرف سے سامان کا بھر لیا۔ جب وہ آدمی صندوق لے کر آیا تو اپنے فرمایا۔ ان صندوقوں کے مالکوں میں سے ایک یہاں موجود ہے۔ اور دوسرا موجود نہیں ہے۔ جب ہم مدینہ منورہ پہنچے۔ تو وہاں ایک شخص نے دوسرے پر استحقاق کا دعویٰ کر رکھا تھا۔ اور مدینہ کا گورنر اُسے ڈانٹ ڈپٹ رہا تھا۔ امام نے فرمایا۔ انہیں سزائش نہ کرو۔ اپنے دونوں صندوق ان کے مالکوں کے سپرد کر دیئے۔ اور فرمایا۔ کہ چوروں کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں۔ آپ کے حکم کی تعمیل پر ان کے ہاتھ کاٹ گئے۔ ان میں سے ایک نے کہا۔ اللہ کا شکر ہے۔ کہ میرا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند کی موجودگی میں کاٹا گیا۔ اور ان کے دستِ حق پرست پر ہی میری توبہ قبول ہوئی۔ آپ نے فرمایا۔ اچھا تو پھر سچی توبہ کا عہد کرو۔ ایک سال بعد تمہارا اس دنیا سے کوچ ہو جائے گا۔ اس نے توبہ کی۔ اور ایک سال زندہ رہا۔ اس کے انتقال کے تین دن بعد اس صندوق کا ایک اور مالک آیا۔ آپ نے فرمایا۔ اس میں ایک ہزار دینار تو تمہارا ہے۔ لیکن دوسرا ہزار کسی اور کا ہے۔ اور کپڑوں کا معاملہ بھی کچھ ایسا ہی ہے۔ وہ کہنے لگا۔ اگر آپ کو یہ سب کچھ معلوم ہے۔ تو اس کا نام بھی بتلا دیجئے۔ فرمایا۔ اس کا نام محمد بن عبدالرحمن

ہے۔ جو بہت نیک اور صالح شخص ہے۔ اور صدقہ و خیرات کرنے والا ہے۔ اور پابندی سے نماز ادا کرنے والا ہے۔ اب دروازے پر تمہارا انتظار کر رہا ہے۔ جس شخص سے امام موصوف باتیں کر رہے تھے۔ وہ نصرانی تھا۔ یہ باتیں سننے کے بعد اس نے کہا۔ بے شک اللہ ہی واحد لا شریک ہے۔ اس کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں ہے اور محمد رسول اللہ ہیں۔ اس کے بندے میں یعنی وہ اس تصدیق و اقرار کے ساتھ حلقہ بیگوش اسلام ہو گیا۔

یا زہم

ایک دن مدینہ منورہ میں امام صاحب کا چند آدمیوں کے ساتھ قیام تھا۔ دورانِ نشست آپ نے کچھ دیر سر جھکانے کے بعد پھر اٹھایا۔ اور فرمانے لگے۔ کہ لوگو! ایک وقت آنے والا ہے۔ کہ ایک شخص چار ہزار کا لشکر لے کر تمہارا قتل عام کرے گا۔ پھر تمہارے مقابلوں کو بھی قتل کرے گا۔ تمہارے لیے مصیبتیں کھڑی کرے گا۔ جنہیں تم دور نہ کر سکو گے۔ سنو! یہ واقعہ اگلے سال ہوگا۔ لہذا اس سے بچاؤ کی کوشش کرو۔ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں۔ سچ کہہ رہا ہوں۔ اور چند کو چھوڑ سبھی کہنے لگے۔ کہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ بنو ہاشم کو یقین تھا۔ کہ آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں۔ درست ہوگا۔ چنانچہ اگلے سال امام محمد باقر بنو ہاشم کے ساتھ مدینہ منورہ سے باہر تشریف لے گئے پھر نافع الارزق مدینہ میں آیا۔ اور اس نے وہی کچھ کیا۔ جو امام ایک سال پہلے بتلا چکے تھے۔ اس واقعہ کے بعد اہل مدینہ نے

یہ لے کر لیا۔ کہ اب امام محمد باقر جو کچھ فرمائیں گے۔ ہم اس سے ہرگز انکار کریں گے۔ کیونکہ آپ اہل بیت نبوت ہیں۔ اور جو فرماتے ہیں حق و سچ ہوتا ہے۔

(شواہد النبوة ص ۳۱۸ تا ۳۲۶
مکتبہ نبویہ گنج بخش روڈ لاہور۔)

دوازدہم:

تو دلابصار

ابو بصیر کا کہنا ہے۔ کہ میں نے ایک دن امام باقر سے عرض کیا۔ حضور! کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث ہیں؟ فرمایا۔ ہاں۔ میں نے پھر عرض کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو تمام انبیائے کرام کے وارث تھے۔ امام موصوف نے فرمایا۔ میں ان تمام کے علوم کا وارث ہوں۔ میں نے پھر عرض کیا۔ کیا آپ مردوں کو زندہ، بہروں اور کورڈھوں کو شفا دینے، لوگوں کے گھروں میں ذخیرہ شدہ اشیاء کی خبر دینے اور ان کے ہاں کھانے پینے کی دیگر اشیاء بتلانے پر قادر ہیں؟ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ سب کچھ کر سکتا ہوں۔ پھر فرمایا۔ اسے ابو بصیر! ذرا قریب آؤ۔ ابو بصیر آنکھوں سے معذور تھا۔ اس نے کہا۔ کہ میں جب امام صاحب کے قریب ہوا۔ تو انہوں نے میرے چہرہ پر جو نہی ہاتھ پھیرا۔ مجھے زمین و آسمان کی تمام

اشیاء نظر آنے لگیں۔ پھر مجھ سے پوچھا۔ کیا چاہتے ہو۔ کہ اسی طرح تم دیکھتے رہی رہو۔ لیکن تمہارا معاملہ اللہ کے سپرد ہوگا۔ اور اگر پہلی حالت چاہتے ہو۔ تو اللہ تعالیٰ تجھے جنت عطا کرے گا۔ میں نے کہا، مجھے تو جنت چاہیے۔ آپ نے پھر اپنا ہاتھ میرے چہرہ پر پھیرا۔ اور میری وہی پہلی کیفیت لوٹ آئی۔

دور الابصار ص ۲۲ تذکرہ امام محمد باقر
تصنیف شیخ مومن بن حسن

سیزدہم

جناب امام جعفر صادق روایت کرتے ہیں۔ کہ میرے والد نے ایک مجلس میں تشریف فرما ہوتے ہوئے اچانک اپنا سر مبارک جھکایا۔ اور کچھ دیر بعد ابراٹھایا۔ اگے پوری وہی کرامت مذکور ہے۔ جو یازدہم نمبر میں درج ہو چکی ہے۔ لیکن وہ شواہد النبوت سے تھی۔ اور یہ نور الابصار ص ۲۳ پر سے نقل ہے۔

آپ کی وفات حسرت آیات

۳

نور الابصار

آپ کا ۱۱ھ میں انتقال ہوا۔ بوقت وصال آپ کی عمر شریف ۶۳؎ یا بقول بعض اٹھاون برس تھی۔ آپ نے وصیت

فرما رکھی تھی۔ کہ مجھے اس قمیص کا کفن پہنایا جائے۔ جو پہن کر میں نماز ادا کرتا تھا۔ ”دار الاصداف“ نامی کتاب میں مذکور ہے۔ کہ ان کو بھی ان کے والد گرامی کی طرح زہر دیا گیا تھا۔ آپ جنت البقیع میں ”قبة العباس“ میں مدفون ہوئے۔ ”الفصول المهمة“ میں بروایت امام جعفر صادق یوں ہی مذکور ہے۔ نیز فرماتے ہیں۔ کہ میں (جعفر صادق) بوقت وصال ان کے قریب ہی تھا۔ آپ نے غسل، کفن و دفن کے بارے میں مجھے وصیت فرمائی۔ میں نے عرض کیا۔ ابا جان! جب سے آپ بیمار ہوئے۔ میں آج آپ کے پہلے کی یہ نسبت تندرست دیکھ رہا ہوں۔ اور موت کے کوئی آثار مجھے نظر نہیں آتے۔ فرمایا۔ اے لخت جگر! کیا تمہیں علی بن حسین کی آوازیں سنائی نہیں دے رہیں؟ وہ دیوار کے پیچھے سے مجھے بلا رہے ہیں۔ اور فرمادہ ہے میں۔ کہ ”محمد“ جلدی کرو۔

فصل مقدم

فضائل امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ

۱۔ آپ کا تعارف

شواہد النبوة

حضرت امام جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہم

آپ چھٹے امام ہیں۔ کنیت ابو عبد اللہ اور لقبول بعض ابواسماعیل تھی۔

مشہور ترین لقب ”صاحب الزین“ ہے۔ والدہ ام فروہ بنت قاسم

بن محمد بن ابی بکر صدیق، میں۔ آپ کی نانی حضرت اسماء بنت عبد الرحمن بن ابی بکر صدیق ہیں۔ اسی درہرے نسب سے تعلق کی بنا پر امام جعفر کا قول ہے۔ کہ مجھے ابو بکر صدیق نے دو بار جنم دیا۔ مدینہ منورہ میں سلسلہ ۸۳ء ربيع الاول کے آخری عشرہ میں بروز سوموار پیدا ہوئے۔ اور سوموار کے دن سلسلہ ۱۲۸ء دو نصف رجب المرجب کو انتقال فرمایا۔ قبر انور جنت البقیع میں ہے۔ اسی جنت البقیع میں آپ کے والد امام محمد باقر، ان کے والد امام زین العابدین اور امام حسن رضی اللہ عنہ کی قبریں بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کی قبور سے ہر فتنہ و شر کو دور رکھے۔ اور ان کی تکریم و تعظیم میں اضافہ ہو۔ علامہ جامی رحمۃ اللہ علیہ یہ دعاء اپنے دور میں موجود ان قبور کے متعلق کر رہے ہیں لیکن چند سالوں سے وہی فتنہ اور شر ان کی قبور پر آن چڑھا۔ اور آج ان عظیم حضرات کے مقابر کا نشان تک ظالموں نے نہ چھوڑا۔

اور پھر اس پر طرہ یہ کہ ان حضرات اور دیگر مدفونین جنت البقیع کے مقابر کو ہموار کرنے پر نازاں اور فرماں ہیں۔ کہ ہم نے ”صبح اسلام“ زندہ کیا (لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم)۔ آپ اہل بیت کے عظیم فرستے۔ ان میں سے ”اعلمتہ ان کے قلوب پر اترنے والے علوم و فیوض کا احاطہ و ادراک ناممکن ہے۔

رشواہد النبوة صفحہ نمبر ۳۲۶ مکتبہ

نبویہ لاہور۔

ۛ

آپ کی چند کرامات

آپ کی کرامات چونکہ اس قدر بجزرت ہیں۔ کہ صرف انہی کو اگر ذکر کیا جائے تو اچھی قاصی ضخیم کتاب مرتب ہو سکتی ہے۔ اس لیے ہم نے ان تمام کے ذکر کرنے سے احتراز اس بنا پر کیا۔ کہ ہمارا مقصد یہ ہے۔ کہ ہم اہل سنت پر جو یہ الزام دھرا جاتا ہے۔ کہ یہ لوگ اہل بیت کے محب نہیں ہیں۔ اس الزام کی تردید آپ کی کرامات کے ذکر کرنے سے کی جائے۔ جو ہماری کتب میں شرح و بسط کے ساتھ موجود ہیں۔

اول:

شواہد النبوة

”صفة الصفوة“ میں ابن جرزی نے باسناد لیت بن سعد سے باسناد خود روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں حج کے دنوں میں مکہ معظمہ میں نماز عصر ادا کر رہا تھا۔ نراعت کے بعد کوہ ابوقیس کی چوٹی پر چڑھ گیا وہاں مجھے ایک شخص بیٹھا ہوا دکھائی دیا۔ قریب گیا۔ تو وہ یارب یارب کہہ کر دعا مانگ رہا ہے۔ دعا مانگتے مانگتے اس کا سانس

ٹوٹ گیا۔ پھر یا حیتی یا حیتی پڑھنا شروع کیا۔ حتیٰ کہ پھر سانس ٹوٹ گیا۔ پھر یا رحیمو پھر یا ارحم الرحمن پڑھا۔ ہر مرتبہ اس کا سانس اکھڑ جاتا۔ سات مرتبہ اسی طرح کرنے کے بعد یہ الفاظ کہے۔

اللھم ان اشھتہنی من ہذا العیب اللھم وان بودی
 قد اخلقتا۔ ابھی یہ دعائیہ کلمات ختم نہ ہوئے تھے۔ کہیں نے
 وہاں انگوروں کا ایک گچھا اور دو نئی چادریں پڑی دیکھیں
 اس موسم میں انگور کہیں بھی دستیاب نہ تھے۔ اس شخص نے انگور
 کھانے شروع کیے۔ تو میں نے بھی شرکت کی درخواست کی پوچھا
 تم کیوں شرکت کرنا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا وجہ یہ ہے
 کہ آپ نے دعا فرمائی تھی۔ اور میں نے بھی آمین کہا تھی۔ فرمایا
 اؤ۔ اور کھاؤ۔ لیکن کوئی رانا باقی نہ بچے۔ میں نے ان کا جو ذائقہ
 پایا۔ وہ بے مثل تھا۔ میں نے خوب سیر ہو کر وہ کھائے۔ لیکن
 حیران کن بات یہ کہ ان میں سے ایک رانا بھی کم نہ ہوا۔ وہ شخص
 پھر مجھے کہنے لگا۔ اور کھاؤ۔ میں نے عرض کیا۔ اب حاجت نہیں
 رہی۔ فرمایا۔ اچھا تو پھر ادھر ادھر ہو جاؤ۔ کیونکہ میں ان چادریں
 کو چھپانا چاہتا ہوں۔ میں ایک طرف ہو گیا۔ تو اس نے چادریں
 میں سے ایک کا تہ بند بنا لیا۔ اور دوسری کو اوپر اڑھ لیا۔ اور
 پرانی چادریں کو ہاتھ میں پکڑ کر چل دیا۔ میں بھی ان کے پیچھے
 پیچھے چل پڑا۔ جب صفامروہ پر پہنچے تو اسے ایک اور شخص
 ملا۔ اس نے

عرض کیا۔ اسے رسول اللہ کے فرزند! میرا جسم ڈھانپئے۔ اللہ تعالیٰ تمہارا تن ڈھانپے گا۔ اس نے وہ دونوں چادریں اس مانگنے والے کو دے دیں۔ میں پھر اس سائل کے پیچھے ہو لیا۔ اس سے میں نے دریافت کیا۔ بھائی ذرا مجھے یہ تو بتلاؤ۔ کہ جس نے تمہیں یہ چادریں عطا کیں۔ وہ کون ہے؟ وہ بولا۔ وہ جعفر بن محمد ہیں۔ بعد ازاں میں نے اُن سے حدیث سننے کی بہت خواہش کی۔ لیکن وہ نہ مل سکے۔

(شواہد النبوة ص ۳۳۱ مطبوعہ مکتبہ

نبویہ لاہور۔)

روم: صواعق محرقہ

امام جعفر صادق کے چچا زاد بھائی عبد اللہ لمحض جو بنی ہاشم کے سردار اور محمد نفس زکیہ اور ابراہیم کے والد ہیں۔ بنی ہاشم نے ان کی بیعت کا ارادہ کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ کہ بنی امیہ کی حکومت کمزور ہو چکی تھی۔ بنی ہاشم نے ایک اجتماع کیا۔ اور اس میں یہ طے پایا کہ امام جعفر صادق کو بلایا جائے۔ لہذا جب انہیں دعوت دی گئی۔ تو انہوں نے انکار کر دیا۔ بنی ہاشم اس سے یہ سمجھے۔ کہ امام جعفر کو نفس زکیہ اور ابراہیم سے حسد ہے۔ جب اس کا مسلم امام جعفر کو ہوا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ مجھے کسی سے کوئی حسد نہیں لیکن میں یہ کہتا ہوں۔ کہ حکومت نہ ان دونوں میں سے کسی کو اور نہ ہی مجھے مل سکتی ہے۔ بلکہ اس شخص کو ملے گی۔ جو پیلے رنگ

کی قبا و پہننے والا ہے۔ (یعنی منصور عباسی) امام جعفر کی یہ بات منصور عباسی کے دل میں سما گئی۔ حتیٰ کہ وہ بادشاہ بن گیا۔ اسی امر کی خبر امام جعفر کے والد جناب امام باقر بھی پہلے ہی سے دے چکے تھے لہذا امام جعفر نے منصور سے کہا۔ کہ تم شرق و غرب پر حکومت کرو گے اور تمہاری حکومت دیر تک چلی گی۔ منصور دو انقی نے پوچھا۔ اے جعفر! آپ کی حکومت پہلے ہو گی۔ یا ہماری؟ فرمایا۔ پہلے تمہاری حکومت ہو گی۔ پھر اس نے پوچھا۔ کیا میری اولاد میں سے بھی کوئی بادشاہ بنے گا۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں بنے گا۔ پھر دو انقی نے پوچھا۔ بنی امیہ اور ہماری حکومت میں سے کس کا زمانہ طویل ہو گا؟ فرمایا۔ تمہاری حکومت زیادہ دیر تک چلے گی۔ لیکن تمہاری مملکت کے ساتھ بچے گیند کی طرح کھیلیں گے۔ امام جعفر نے یہ سب کچھ بتا کر فرمایا۔ یہ باتیں مجھے میرے والد نے بتلائی تھیں پھر جب منصور بادشاہ بن گیا۔ تو امام جعفر کی ان باتوں پر بہت تعجب کیا کرتا تھا۔

(صواعق محرقة ص ۲۰۲) مطبوعہ قاہرہ

(طبع جدید)

سوم، شواہد النبوة

ایک اور راوی بیان کرتا ہے۔ کہ میرے ایک دوست کو منصور نے جیل میں ڈال دیا۔ دوران حج میری ملاقات

امام جعفر سے ہوئی۔ میدانِ عرفات میں اپنے مجھ سے پوچھا۔ تمہارا دوست کا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا۔ وہ تو ابھی تک منصور کی قید میں پڑا ہوا ہے۔ اپنے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ پھر فرمایا خدا کی قسم! تمہارا دوست بری ہو گیا ہے۔ راوی کا بیان ہے۔ کہ میں واپس گھر آیا۔ اور دوست سے ملاقات ہوئی۔ اس کی رہائی کے متعلق پوچھا۔ کہنے لگا۔ مجھے یومِ عرفہ کو بعد از نماز عصر رہا کیا گیا تھا۔

(شواہد النبوة ص ۳۲۲ مطبوعہ لاہور)

چہارم: شواہد النبوة

ایک شخص بیان کرتا ہے۔ کہ میں نے مکہ مکرمہ سے ایک چادر خریدی۔ اور پختہ ارادہ کیا۔ کہ کسی کو یہ نہ دوں گا۔ بلکہ اسے اپنے کفن کے لیے رکھ چھوڑوں گا۔ میں جب عرفات سے واپس مزدلفہ آیا۔ تو چادر کہیں گم ہو گئی۔ مجھے بہت صدمہ ہوا۔ جب علی ابی صبح مزدلفہ سے منیٰ آیا۔ تو مسجد خیف میں بیٹھ گیا۔ اچانک ایک شخص جو امام جعفر کے ساتھ تھا۔ میرے پاس آیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ امام موصوت تجھے بتا رہے ہیں۔ میں جلدی سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا۔ کیا تم گم شدہ چادر حاصل کرنا چاہتے ہو جو تمہارے کفن کے کام آئے؟ میں نے عرض کیا۔ حضور! دیکھئے۔ لیکن وہ تو گم ہو گئی ہے۔ آپ نے اپنے ایک غلام کو آواز دی۔ اور وہ وہی چادر لیے حاضر ہوا۔ جو میں گم کر

بیٹھا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ لے جاؤ۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔
(شواہد النبوة ص ۳۳۳ مطبوعہ لاہور)

پنجم: شواہد النبوة

راوی بیان کرتا ہے۔ کہ میں ایک مرتبہ امام جعفر کی معیت میں مکہ شریف میں جا رہا تھا، ہمیں ایک عورت نظر آئی۔ اس کے پاس سے ہم گزے۔ اور اس کے پاس ایک مردہ گائے پڑی تھی۔ وہ عورت اپنے بچوں سمیت رونے میں مشغول تھی۔ امام نے یہ دیکھ کر اس عورت سے فرمایا۔ کیا تم چاہتی ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری یہ مردہ گائے زندہ کرے؟ وہ بولی۔ آپ مذاق کیوں کر رہے ہیں۔ میں تو پہلے ہی بہت دکھی ہوں۔ آپ نے فرمایا؟ میں مذاق نہیں کر رہا۔ اس کے بعد آپ نے دعا کی۔ اور گائے کے سر اور اور پاؤں کو چھوا۔ اور اسے آواز دی۔ گائے فوراً زندہ ہو گئی۔ بعد میں آپ لوگوں میں اس طرح گھل مل گئے۔ کہ وہ عورت آپ کو نہ پاسکی۔

(شواہد النبوة ص ۳۳۳ مطبوعہ

لاہور۔)

ششم:

نور الابصار:

روایت ہے۔ کہ داؤد بن علی نے امام جعفر کے آزاد کردہ غلام معنی بن حسین کو قتل کر دیا۔ اور اس کا تمام مال اپنے قبضہ میں لے لیا۔ جب امام جعفر کو اس کا پتہ چلا۔ تو آپ گھر تشریف لائے اور وہ ساری رات صبح تک قیام فرمایا۔ سحری کے وقت آپ کی کسی نے خفیہ گفتگو سنی۔ جو یہ تھی۔ ”اے مضبوط قوت والے! اے عزت و غلبہ کے مالک کہ جس کی مخلوق دلیل ہے! اس مصیبت سے تو ہی ہمارے لیے کافی ہے۔ اُن ظالموں سے تو ہی انتقام لے، آپ کا یہ الفاظ ادا کرنا تھا۔ کہ ادھر شور اٹھا۔ کہ داؤد بن علی اچانک انتقال کر گیا ہے۔“

(نور الابصار ص ۳۱)

ہفتم:

نور الابصار:

امام جعفر صادق کو جب حکم بن عباسی کلبی کا یہ پیغام پہنچا۔ وہ ہم نے تمہارے زید کو کھجور کے تنے پر پھانسی دے دی ہے۔ میں نے کسی ہمدی کو کھجور کے درخت پر پھانسی ہوتے نہیں دیکھا آپ نے یہ سن کر دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے۔ اور یہ کہا ”اے اللہ اکتوں میں سے کوئی کتا اس پر مسلط کر دے،“ پھر

ہوایوں۔ کہ بنی امیہ نے اسے کو فہ بھیجا۔ اور دوران سفر ایک شیر نے اسے چیر پھاڑ دیا۔ جب آپ کو یہ خبر ملی۔ تو فوراً سجدہ میں گر گئے۔ اور کہنے لگے۔ سب تعزیریں اللہ ہی کو زیبا کہ جس نے ہمارا وعدہ پورا کر دیا۔

(نور الابصار ص ۳۱)

۳۔ آپ کی وفات

نور الابصار

”ابن الصباغ“ کے بقول امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ۱۴۸ھ شوال کے ہینہ میں فوت ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر شریف ۷۸ سال تھی۔ یہ بھی کہا گیا ہے۔ کہ آپ کو منصور کے دور حکومت میں زہر سے شہید کیا گیا تھا۔ بعد از وفات جنت البقیع میں اپنے اباؤ اجداد کے ساتھ مدفون ہوئے۔ آپ کا قبہ انور بہت عظمت و کرامت والا ہے۔

(نور الابصار ص ۳۲)

ۛ

فصل ہشتم

فضائل امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ

۱۔ تعارف

شواہد النبوة

ساتویں امام ہیں۔ کنیت کاظم ہے۔ اسی لقب کی وجہ سے آپ پر بار بار تھے۔ اور ان لوگوں کو معاف کرتے رہے۔ جو آپ پر زیادتیوں کا ارتکاب کرتے رہے۔ آپ کی والدہ ام ولد حمیدہ بربر تھیں۔ آپ کی ولادت مقام ابواہ، پر ہوئی۔ یہ جگہ مکہ اور مدینہ کے درمیان پڑتی ہے۔ صفر کی نورانی گزرنے پر بروز اتوار مطابق ۱۲۸ھ آپ کا تولد ہوا۔ پہلی مرتبہ ہمدی بن منصور کے حکم سے آپ کو بغداد لاکر قید کر دیا گیا۔ ہمدی نے ایک رات حضرت علی المرتضیٰ کو خواب میں دیکھا۔ اپنے اسے فرمایا

فهل عسیتم ان تفسد وافی الارض وتقطعوا الخ
 ریح کا کہنا ہے۔ کہ ابھی رات کا کچھ حصہ باقی تھا۔ کہ ہمدی نے مجھے اپنے ہاں بجا بھیجا۔ وہ اس وقت اسی آیت کو خوش الحانی سے پڑھ رہا تھا۔ مجھے کہا۔ کہ جاؤ اور ابھی جا کر موسیٰ بن جعفر کو میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ میں انہیں لے آیا۔ ہمدی نے

ان سے معاف کیا۔ پھر اپنے پاس بٹھا کر خواب سنایا۔ اور پھر کہا۔
 کیا آپ یہ نہیں کر سکتے کہ میرے اور میرے بچوں کے خلاف بغاوت
 توک کر دیں؟ آپ نے فرمایا۔ خدا کی قسم! میرا تو ایسا کوئی ارادہ ہی
 نہیں۔ اور نہ ہی ایسی بات مجھے زیب دیتی ہے۔ ہمدی نے
 کہا۔ آپ صبح فرماتے ہیں۔ پھر ہمدی نے ریح سے کہا۔ نہیں
 وہ ہزار درہم اور سامان سفر سے دو۔ تاکہ آپ مدینہ منورہ تشریف
 لے جائیں۔ خلیفہ نے دوسری بار آپ کو مدینہ سے بلا کر پھر قید کر دیا
 آپ جمعہ المبارک ۲۵ رجب المرجب مطابق ۱۸۶ھ ہارون الرشید
 کی قید میں فوت ہوئے۔ اور بغداد میں ہی آپ کی قبر ہے
 (شواہد النبوة ص ۳۳۶)

۲۔ آپ کی علمی وسعت

صواعق محرقہ

آپ اہل عراق میں ”عند اللہ قضاے حاجات کا دروازہ، مشہور
 تھے۔ اپنے دور کے لوگوں میں سب سے زیادہ عبادت گزار
 عالم اور سخی تھے۔ ایک مرتبہ ہارون الرشید نے ان سے پوچھا
 تم اپنے آپ کو آل رسول کہلاتے ہو۔ حالانکہ تم ارلا حضرت
 علی المر قظے کی ہو۔ آپ نے جو ایہ آیت پڑھی۔
 ومن ذریتہ داؤد و سلیمان و عیسیٰ و ایوب۔

یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے واؤد، سلیمان، عیسیٰ اور ایوب ہو گزرے ہیں۔ حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تو کوئی والد تھا نہیں تھا۔ دوسری آیت آپ نے یہ پڑھی۔ تعالوا ندع انبیاؤنا و ابناءکموا الحج۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقت مباہلہ حضرت علی، حسن اور حسین کے علاوہ کسی اور کو نہیں بلایا تھا۔ (اور انہیں ہی آپ نے اپنے بیٹے کہا۔)

صواعق محرقہ ص ۲۰۳ تذکرہ موسیٰ

کاظم

آپ کی کرامات

۳۔ اول:

شواہد النبوة

کتب معتبرہ میں جناب شقیق بلخی سے روایت موجود ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ میں دوران حج سفر کرتے کرتے سر زمین قادسیہ جا لکلا۔ ہاں مجھے ایک خوبصورت اور بلند قامت شخص نظر آیا۔ جس نے اونٹنی کپڑے زیب تن کیے ہوئے تھے۔ اور کندھے پر ایک شملہ ڈالا ہوا تھا۔ اور پاؤں میں نعلین تھے۔ بھیرے سے نکل کر وہ اکیلا بیٹھ گیا۔ میں نے خیال کیا۔ کہ یہ نوجوان کوئی صوفی معلوم ہوتا ہے۔ اور اس خیال یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ کسی پر بوجھ نہ بنے۔ لہذا میں نے اسے ادھ کیا کہ

اُسے کچھ تنبیہ کی جائے تاکہ وہ ایسا کرنے سے باز آجائے۔ جب میں اس کے نزدیک گیا۔ تو وہ بولا۔ اے شقیق! اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم الخ۔ آیت پڑھی اور چلتا بنا۔ میں سوچ میں پڑ گیا۔ کہ اس کو میرا نام اور میرا مقصد معلوم تھا۔ کوئی نیک آدمی معلوم ہوتا ہے۔ لہذا مجھے اس سے معافی مانگنی چاہیے۔ میں اس کے پیچھے تیزی سے چلا۔ لیکن اُسے نہ پایا سکا۔ جب دوسری منزل پر ہم پہنچے۔ تو میں نے اسی نوجوان کو نماز میں مشغول دیکھا۔ جسم پر کپکپی اور آنکھوں میں آنسو تھے۔ میں نے پھر معافی مانگنے کا ارادہ کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد میں اس کی طرف چل دیا۔ اس نے دیکھ کر کہا۔ اے شقیق! انی لغفار لمن تاب وامن وعمل صالحا ثم اھتدٰی۔ یہ آیت پڑھی۔ اور چل دیا۔ میں نے خیال کیا۔ کہ یہ نوجوان کوئی ابدال ہے۔ جس نے دوبارہ میرے دل کی بات جان لی۔ اسی طرح جب ایک اور مقام پر پہنچے۔ تو میں نے اسی نوجوان کو ایک کنوئین میں کھڑا پایا۔ ہاتھ میں چرمی ڈول تھا اور اس سے پانی نکالنا چاہا۔ لیکن ڈول کنوئین میں گر گیا۔ اُس نے آسمان کی طرف سر اٹھایا۔ اور یہ کلمات کہے۔ انت ربی ازظلمات الماء وقوتی اذا اردت الطعام اللھم سیدی الی غیریک فلا تقدم۔ ان الفاظ کے ساتھ میں نے خدا کی قسم دیکھا کہ پانی اوپر آگیا۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر ڈول اٹھایا۔ اس سے وضو کیا۔ اور چار رکعت نماز ادا کی۔ پھر ریت کے ربک ٹیلر پر گیا۔ اور تھوڑی سی مٹی ہاتھ میں لے کر اس ڈول میں ڈال دی۔ اُسے خوب ہلایا

اور پھر اُسے پی گیا۔ میں یہ دیکھ کر اُس کے قریب گیا۔ اور سلام کیا۔ اس نے سلام کا جواب دیا۔ میں نے عرض کیا۔ کہ مجھے کچھ کھانا کھلائیے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت کچھ دے رکھا ہے۔ وہ نوجوان بولا۔ اے شقیق! ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی ظاہری و باطنی نعمتیں مجھے ملتی رہتی ہیں۔ لہذا تو اللہ تعالیٰ کے بارے میں اچھا اور نیک گمان رکھ۔ پھر مجھے وہی ڈول دیا۔ میں نے اس سے پانی پیا۔ اس میں ستو اور شکر ملے ہوئے تھے۔ وہ اس قدر لذیذ تھے۔ کہ میں نے زندگی بھر ایسی میٹھی کوئی چیز نہ کھائی اور نہ پی۔ میں اس سے ایسا سیراب ہوا۔ کہ چند دن تک مجھے کھانے پینے کی ضرورت ہی محسوس نہ ہوئی۔ اس کے بعد وہ نوجوان مجھے نظر نہ آیا۔

جب ہم مکہ معظمہ پہنچے۔ تو میں نے اُسے نماز تہجد پڑھتے دیکھا خشوع و خضوع سے اور آنکھوں سے آنسو بہا کر نماز ادا کر رہا تھا رات گئے تک یہی سلسلہ رہا۔ صبح ہوئی۔ نماز فجر ادا کرنے کے بعد طوافِ کعبہ کیا۔ فراغت پر جب کعبہ سے باہر گیا۔ تو میں بھی اس کے پیچھے پیچھے ہولیا۔ میں نے دیکھا۔ کہ اس کے پاس بہت سے غلام اور خادم ہیں۔ اور اس کے ارد گرد لوگوں کا جمگٹا ہے۔ تمام حاضرین کی زبان پر یہ الفاظ تھے۔ السلام علیک یا ابن رسول اللہ۔ میں نے دریافت کیا۔ کہ یہ نوجوان کون ہے۔ تو مجھے بتلایا گیا۔ کہ ان کا نام موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین ابن علی ابن ابی طالب ہے۔ یہ سن کر میرے منہ سے برجستہ نکلا۔ کہ اس سید زادے سے اس قسم

کے واقعات کوئی تعجب کی بات نہیں۔

(شواہد النبوة ص ۳۳۷ تذکرہ موسیٰ

بن جعفر۔ مکتبہ نبویہ لاہور)

دوم:

صواعق محرقہ

ہارون الرشید نے خواب میں حضرت علی المرتضیٰ کو دیکھا۔
 کہ ان کے ہاتھ میں برقعھی تھی۔ اور فرمایا۔ اے ہارون! اگر تو
 نے موسیٰ کاظم کو رہانہ کیا۔ تو میں اس برقعھی سے تجھے ذبح کر
 دوں گا۔ وہ سہما ہوا خواب اٹھا۔ اسی وقت پوپیس افسر کو پیغام
 دیا۔ کہ موسیٰ کاظم کو رہا کر دیا جائے۔ اور ساتھ ہی تین ہزار درہم
 ان کے لیے روانہ کیے۔ اور یہ بھی کہا۔ کہ موسیٰ کاظم کو یہاں رہنے
 یا کسی اور جگہ جہاں وہ چاہیں جانے کا اختیار ہے۔ امام موصوف
 مدینہ تشریف لے آئے۔ اور پھر ہارون الرشید نے آپ کو
 خواب کا واقعہ سنایا۔ آپ نے اس سے عجیب تر واقعہ سنایا۔
 کہ میں نے دوران خواب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔
 انہوں نے مجھے چند کلمات سکھائے۔ کہنے لگے۔ میں نے ابھی وہ
 کلمات پورے ادا نہیں کیے تھے۔ کہ میری رہائی ہو گئی۔

(صواعق محرقہ ص ۲۰۴ تذکرہ موسیٰ کاظم

مطبوعہ قاہرہ طبع جدید)

سوم :

توسرے ابصار

احمد بن محمد جناب ابو قتادہ اور یہ حضرت جناب ابو خالد زبانی سے
 ناقل کہ جناب امام موسیٰ کاظم مقام زبانیہ میں ہمارے ہاں تشریف لائے
 آپ کے ہمراہ ہمدی کے اصحاب کی ایک جماعت تھی۔ وہ انہیں
 عراق لے جانے کے لیے آئے تھے۔ میں حاضر خدمت ہوا۔ تو آپ
 نے چند ضروری اشیاء خریدنے کا حکم دیا۔ میں تعمیل حکم کرتے ہوئے
 مطلوبہ اشیاء بازار سے لے آیا۔ آپ کے پاس رکھ دیں۔ جب
 اپنے مجھے کچھ پریشان سا دیکھا۔ تو فرمانے لگے۔ کیا وجہ ہے؟ میں
 نے عرض کیا۔ حضور! آپ باغیوں کی طرف جا رہے ہیں۔ مجھے آپ
 کے بارے میں پریشانی ہے۔ فرمایا۔ اسے ابو خالد! میری وجہ سے
 تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ اور سنو! فلاں مہینہ
 کی فلاں تاریخ کو شام کے وقت میرا انتظار کرنا۔ میں انشاء اللہ تمہیں
 لوں گا۔ ابو خالد کا کہنا ہے۔ کہ میں اس وقت کا شدید انتظار کرتا رہا
 آخر وہ مقرر دن آیا۔ غروب آفتاب کا وقت ہوا۔ تو میں اس مقام
 کی طرف جان نکلا۔ لیکن وہاں مجھے کوئی شخص نظر نہ آیا۔ رات کا کچھ حصہ
 گزرا۔ تو میں نے عراق کی جانب سے لوگوں کی ایک جماعت
 آتے دیکھی۔ میں ان کی طرف جب گیا۔ تو آپ سب آگے خچر پر
 سوار تشریف لاد رہے تھے۔ میں نے آگے بڑھ کر سلام کیا۔ اور آپ

کی تشریف آوری پر بہت خوش ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ ابو خالد! کیا تم شک میں پڑ گئے تھے۔؟ میں نے عرض کیا۔ خدا کی تعریف اور اس کا شکر ہے۔ کہ جس نے آپ کو ان مشرکوں سے نجات عطا فرمائی۔ پھر فرمایا۔ اے ابو خالد! انہوں نے میری طرف لوٹنا تھا۔ جس سے میں نجات نہیں حاصل کر سکتا۔

(نور الابصار ص ۴۳ مصنف شیخ مومن بن حسن بن شبلنجی)

چہارم:

نور الابصار

یعنی ملائقی راوی ہیں۔ کہ میں ایک سال مکہ مکرمہ گیا۔ وہاں کچھ دن مقیم رہا۔ پھر مدینہ منورہ کی ماضی کا خیال آیا۔ اور ارادہ کیا۔ کہ ایک سال وہاں قیام کروں گا۔ اس طرح ثواب کافی حاصل ہو جائے گا۔ میں مدینہ منورہ پہنچا۔ اور حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کے مکان کے قریب طرف مصلیٰ میں اقامت اختیار کی۔ حضرت موسیٰ کاظم کی خدمت میں آمد و رفت رکھی۔ ایک رات ان کے پاس تھا۔ اور بارش ہو رہی تھی۔ آپ نے مجھے فرمایا۔ بیٹے! اٹھو اور اپنے گھر چلے جاؤ۔ کیونکہ تمہارا مکان تمہارے سامان پر گر گیا ہے۔ میں گھر آیا۔ اور دیکھا ہی پایا۔ کچھ مزدور بگائے۔ اور ان سے سامان بٹے کے نیچے سے نکلوا یا۔ لیکن سامان میں

سے وضو کی چھاگل نہ ملی۔ جب میں دوسرے دن موسیٰ کاظم کے ہاں حاضر ہوا۔ تو پوچھنے لگے۔ سامان میں سے کوئی چیز تو نہیں گئی۔ جو نہ ملی ہو۔ اگر ہو تو ہم دعا کر دیتے ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ وضو کی چھاگل نہیں ملی۔ آپ نے یسُن کر کچھ لمحے کے لیے اپنا سر انور جھکایا۔ اور فرمایا۔ وہ تم مکان گرنے سے قبل ہی کسی کے پاس بھول گئے تھے۔ جاؤ۔ اور مالک مکان کی باندی سے پوچھو۔ کہ میں چھاگل بیت الخلاء میں بھول گیا تھا۔ مجھے واپس کر دو۔ لونڈی یسُن کر چھاگل لے آئی۔ اور مجھے واپس کر دی۔

(نور الابصار ص ۴۴ تصنیف شیخ

مومن بن حسن مومن)

۴۔ آپ کی شب و روز کی عبادت

تاریخ بغداد:

عمار ابن ابان سے روایت ہے۔ کہ جب موسیٰ کاظم سندھی کے ہاں گرفتار کیے گئے۔ تو سندھی کی ہمیشہ رہنے اپنے بھائی کو کہا۔ موسیٰ کاظم کو میرے سپرد کر دو۔ وہ دیندار تھا۔ سندھی نے اس کی بات مانی۔ اور موسیٰ کاظم کو اس کے سپرد کر دیا۔ یہی بی بی بیان کرتی ہے۔ کہ جب موسیٰ کاظم نماز عشاء پڑھتے تو پھر اشد تعالے کی حمد و تسبیح و تہلیل میں مصروف ہو جاتے جب رات ڈھل جاتی۔ تو آپ نوافل شروع فرماتے۔ صبح

تک نفل ادا کرتے رہتے۔ پھر تھوڑا سا ذکر کرتے۔ حتیٰ کہ جب سوچ
 طلوع ہوتا۔ تو کچھ دیر وہیں بیٹھے رہتے۔ صلوٰت چاشت ادا کرتے
 پھر سونے کی تیاری فرماتے۔ مسواک کرتے کھانا کھاتے اور آرام
 کرنے کے لیے سو جاتے۔ زوال تک آرام فرماتے۔ پھر اٹھتے وضو
 فرماتے قبلہ رخ ہو کر اذکار ذکر فرماتے۔ تسبیح و تہلیل اور نماز پڑھتے۔ پھر
 دوسری نماز تک یہی سلسلہ جاری رہتا۔ مغرب کے بعد نوافل
 ادا فرما کر پھر عشاء کا عمل اسی طرح جیسا کہ گزر چکا شروع فرماتے۔ آپ
 کا یہ روزانہ معمول تھا۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۱ ص ۳۱ تذکرہ موسیٰ

بن جعفر)

۵۔ آپ کی سخاوت

تاریخ بغداد:

محمد بن عبدالقادر بصری کا کہنا ہے۔ کہ قرض کی خاطر میں مدینہ آیا۔ اس
 اُس نے جانے سے میں تھک گیا۔ میں نے دل میں سوچا۔ کہ اگر موسیٰ
 کاظم کے پاس قرض مانگنے چلا جاتا۔ تو اس تکلیف سے چھوٹ
 جاتا۔ میں اس سوچ پر عمل کرتے ہوئے اُن کے پاس اُحد
 پہاڑ کے قریب واقع موضع نغمہ پہنچا۔ آپ میری طرف آئے
 آپ کے ساتھ ایک غلام بھی تھا۔ اس کے پاس گوشت تھا۔
 امام موسیٰ کاظم کے ہاں اس وقت کوئی بھان نہ تھا۔ ہند میں

نے ان کے ساتھ کھانا کھایا۔ پھر انہوں نے مجھ سے میری حاجت کے بارے میں پوچھا۔ میں نے انہیں سارا واقعہ سنا دیا۔ آپ اٹھے۔ مکان میں تشریف لے گئے۔ جلدی ہی واپس آئے۔ اور غلام سے فرمانے لگے۔ تم ذرا چلے جاؤ۔ غلام کے جانے کے بعد آپ نے اپنا ہاتھ میری طرف لمبا کیا۔ اور ایک تھیلی پھینکی۔ جس میں تین سو دینار تھے۔ پھر اٹھے۔ اور نشت پھیر کر تشریف لے گئے۔ میں بھی اٹھا۔ اپنی سواری پر سوار ہوا۔ اور اپنے گھر واپس چل پڑا۔

تاریخ بغداد جلد ۱۳ ص ۲۸ تذکرہ موسیٰ

بن جعفر

فصل نوہم

فضائل علی بن موسیٰ بن جعفر رضی اللہ عنہ

تعارف

شواہد النبوة

آپ اٹھویں امام ہیں۔ اور ابو الحسن کنیت ہے۔ آپ کے والد گرامی فرماتے ہیں۔ کہ میں نے اپنی کنیت ”کاظم“ انہیں دے دی ہے۔ رضا لقب ہے۔ ابو جعفر محمد بن علی رضا سے کہا گیا کہ ان کا نام ان کے والد نے مومنون الرضا رکھا تھا۔ کیونکہ وہ آسمانوں میں اللہ تعالیٰ کی رضا تھے۔ اور زمین پر اس کے رسول کی رضا تھے۔ آپ کو پہلے ائمہ پر اس بارے میں فوجیت ہے۔ کہ آپ اپنے موافقوں کی طرح مخالفوں سے بھی راضی رہے۔ ان کے والد گرامی کہا کرتے تھے۔ کہ میرے بیٹے کو ”رضا“ کہہ کر بلایا کرو۔ اور جب خود انہیں بلاتے۔ تو اسے ابو الحسن کہا کرتے تھے۔ آپ مدینہ منورہ میں ۱۵۱ھ ربیع الاول کی گیارہ تاریخ اور بدھ کو پیدا ہوئے۔ یعنی آپ اپنے دادا جناب امام جعفر صادق کے وصال کے ۳۵ سال بعد پیدا ہوئے۔ آپ کا انتقال سنا باؤ کے مقام پر ہوا۔ جو طوس سما میں واقع ہے۔ آپ کا روضہ ہارون الرشید کے قبہ کی مغربی

طرف واقع ہے۔ اسے ”سرائے حمید بن قحبطہ الطائی“ کہتے ہیں۔
 جمعۃ المبارک ماہ رمضان میں ۲۲ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کی والدہ
 اتم ولد ہیں۔ ان کے اور بھی بہت سے نام ہیں۔ اُروی، نجمہ، شمانہ
 اور ام النبیین وغیرہ۔

رشواہد النبوة ص ۲۲۳ تذکرہ علی بن

موسیٰ کاظم

۲۔ آپ کی بعض کرامات

اول:

شواہد النبوة

خلیفہ مامون الرشید نے آپ کو اپنا ولی عہد مقرر کر دیا۔ اس
 کے بعد جب بھی آپ اُسے ملنے تشریف لاتے۔ تو ملازم سرکار
 آپ کی آمد پر مامون کے دروازہ پر لگے ہوئے پردے اٹھاتے
 تاکہ آپ اندر تشریف لے جائیں۔ یہ معاملہ چلتا رہا۔ حتیٰ کہ کچھ عرصہ
 کو یہ مبرا لگا۔ اور انہوں نے باہم صلاح و مشورہ کیا۔ کہ اگر اب آئیں۔
 تو ان کے استقبال کو نہ کوئی کھڑا ہو۔ اور نہ ہی پردہ اٹھایا جائے۔
 لیکن جب آپ تشریف لائے۔ تو انہوں نے استقبال بھی کیا۔
 اور پردہ بھی اٹھا دیا۔ جب آپ اندر تشریف لے گئے۔ تو ایک
 دو سکر کو کوسنے لگے۔ پھر باہم طے کیا۔ کہ اگلی روز اپنے فیصلہ پر
 مضبوطی سے ڈٹے رہیں گے۔ آپ تشریف لائے۔ انہوں نے

کھڑے ہو کر آپ کو سلام تو کیا۔ لیکن پردہ اٹھانے میں لیت و
 لعل کرنے لگے۔ قبل اس کے وہ پردہ اٹھاتے اللہ تعالیٰ نے زور دار
 ہوا بھیجی۔ جس سے پردہ خود بخود اٹھ گیا۔ اور آپ، اندر تشریف
 لے گئے۔ ہوا بھی بند ہو گئی۔ جب آپ نے واپسی کا ارادہ فرمایا
 تو پھر بھی ویسے ہی ہوا چلی۔ پردہ اٹھا۔ اور آپ، باہر تشریف لے
 آئے۔ حاسد یہ دیکھ کر کہنے لگے۔ جسے اللہ تعالیٰ دوست رکھے
 اسے کوئی بھی نیچا نہیں دکھا سکتا۔ پھر سے وہ اپنی پہلی روش پر
 خدمت کرنے لگے۔

رشواہد النبوة ص ۴۴۳ تذکرہ علی بن
 موسیٰ بن جعفر

دوم: شواہد النبوة :

ایک کوئی کا بیان ہے۔ کہ میں جب کوفہ سے خراسان جانے کے
 لیے روانہ ہوا۔ تو میری بچی نے مجھے ایک قیمتی کپڑا دیا۔ اور فرمائش
 کی۔ کہ اسے بیچ کر میرے لیے فیروزہ خرید لانا۔ جب چلے پلٹے
 میں مروی پہنچا۔ تو علی رضا کے غلام میرے پاس آئے۔ اور کہنے
 لگے۔ کہ ہمارا ایک ساتھی انتقال کر گیا ہے۔ اس کے کفن کے لیے
 یہ کپڑا اہلکے ہاتھ فروخت کر دو۔ میں نے انہیں ملاتے ہوئے کہا
 میرے پاس کوئی کپڑا نہیں ہے۔ وہ چلے گئے۔ کچھ دیر بعد پھر
 آگئے۔ اور کہنے لگے۔ ہمارے اقا کہتے ہیں۔ کہ تمہارے پاس
 کپڑا ہے۔ انہوں نے تجھے سلام بھی دیا ہے۔ اور کہا ہے۔

کہ تمہاری لڑکی نے جو کپڑا فیروزہ خریدنے کے لیے تجھے دیا تھا۔ اس کی قیمت لے لو۔ میں نے قیمت لے کر وہ کپڑا ان کے ہاں فروخت کر دیا۔ بعد ازاں میں نے دل میں سوچا۔ کہ ان کے آقا سے چند مسائل دریافت کروں۔ دیکھوں وہ کیا جواب دیتا ہے۔ چنانچہ میں نے چند مسئلے ایک کاغذ پر لکھ لیے۔ اور علی الصبح اُن کے ہاں چلا گیا۔ وہاں لوگوں کا ہجوم تھا۔ کسی کو ان سے پاسا فی ملنا ناممکن تھا۔ میں یہ دیکھ کر حیران و ششدر رکھ رہا تھا۔ کہ ایک غلام باہر آیا۔ اور میرا نام لے کر ایک لکھا ہوا کاغذ مجھے اُس نے دیا۔ اور کہا۔ تیرے سوالات کے اس میں جواب درج ہیں۔ میں نے جب کھولا۔ تو واقعی میرے تمام سوالات کے جوابات موجود تھے۔

(شواہد النبوة ص ۲۴۷ تذکرہ علی بن موسیٰ)

سوم: صواعق محرقہ

امام علی رضا کے خدام میں سے جناب معروف کرنی بھی ہیں۔ یہ جناب سری سقطی کے استاد محترم ہیں۔ کیونکہ سری سقطی انہی کے دستِ اقدس پر اسلام میں شامل ہوئے تھے۔ امام علی رضا نے ایک آدمی سے فرمایا۔ ”وہاے عبد اللہ! اللہ کو راضی رکھ جیسا وہ چاہتا ہے۔ اور تیاری کرو اس چیز کی جس کا انا یقینی ہے،“ امام علی رضا نے یہ الفاظ جس شخص سے کہے تھے۔ وہ تین دن کے بعد انتقال کر گیا تھا۔

(صواعق محرقہ ص ۲۰۴ تذکرہ علی بن موسیٰ)

چہارم:

صواعقِ محرقہ

ابو حبیب بیان کرتا ہے۔ کہ ہمارے شہر میں جس مقام پر حجاج بن یوسف آکر ٹھہرا کرتا تھا۔ اسی مقام پر مجھے خواب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آپ کے پاس دیکھا۔ کہ کھجوروں کا ایک ڈوکرا پڑا ہوا ہے۔ آپ نے اُن میں سے اٹھارہ کھجوریں مجھے عنایت فرمائیں۔ میں نے اس کی یہ تعبیر نکالی۔ کہ میری زندگی صرف اٹھارہ دن رہ گئی ہے۔ اٹھارہ کی بجائے بیس دن گزر گئے۔ تعبیر سچی نہ ہوئی۔ بیس دن بعد مدینہ منورہ میں جناب علی رضا تشریف لائے۔ اور اسی مسجد میں اترے۔ وگے سلام عرض کرنے کے لیے دوڑ دوڑ کر آ رہے تھے۔ میں بھی نیاز حاصل کرنے کے لیے آیا۔ میں نے دیکھا۔ کہ وہ ایسی جگہ پر تشریف فرما ہیں۔ جہاں میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تھا۔ اور ان کے سامنے بھی کھجوروں کا ایک طباق بھرا پڑا تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر سلام عرض کیا۔ آپ نے سلام کے جواب کے بعد مجھے اور قریب آنے کو کہا۔ جب میں آپ کے بالکل قریب ہوا۔ تو آپ نے طباق میں سے ایک مٹھی بھر کھجوریں مجھے عطا فرمائیں۔ میں نے انہیں گنا۔ تو وہ پوری اٹھارہ تھیں۔ یعنی جتنی خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے عنایت فرمائی تھیں۔ میں نے علی رضا سے عرض کیا۔ حضور! کچھ مزید عنایت فرمائیں۔ فرمانے لگے۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھے اس سے زیادہ عطا فرمائیں۔ تو میں بھی زیادہ دینے کو تیار ہوں۔

(صواعق محرکہ ص ۲۰۴ تذکرہ علی بن موسیٰ)

پنجم:

صواعق محرکہ

بعض حفاظ سے منقول ہے۔ کہ ایک عورت نے خلیفہ متوکل کے حضور اپنی نسبت سادات سے ظاہر کی۔ متوکل نے ارد گرد بیٹھے لوگوں سے پوچھا۔ کوئی اس کے سید ہونے کا تحقیق کر سکتا ہے۔ تو حضرت امام علی رضا کی طرف لوگوں نے اشارہ کیا۔ متوکل نے انہیں بلوایا۔ جب آپ تشریف لائے۔ تو خلیفہ نے بہت احترام کیا۔ تخت پر بٹھایا۔ تو پھر اس عورت کے بارے میں سوال کیا۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے امام حسین کی اولاد کو درندوں پر حرام کر دیا ہے۔ لہذا کسی سید کو درندہ نہیں کھا سکتا۔ اس عورت کو بھی کسی درندے کے سامنے پیش کیا جائے۔ جب خلیفہ نے اس عورت کو درندے کے سامنے کرنے کا ارادہ کیا۔ تو وہ لولہ اٹھی۔ کہ میں جھوٹی ہوں

کسی نے متوکل سے کہا۔ کہ یہ تجربہ خود علی رضا پر بھی کرنا چاہیے۔
 جنہوں نے یہ تجویز بتائی۔ متوکل نے اس کی بات مانتے ہوئے
 تین درندے بوائے۔ جب یہ تینوں محل کے صحن میں لائے
 گئے۔ اور وہاں کھلے چھوڑ دیئے گئے۔ ادم متوکل نے امام
 علی رضا کو بلایا۔ جب آپ صحن میں داخل ہوئے تو دروازہ بند
 کر دیا گیا۔ اب امام علی رضا اور درندے ایک ہی جگہ تھے۔
 لوگوں نے خاموشی سے شیر کی آواز سنی۔ وہ گرج رہا تھا۔ آپ
 صحن میں چلتے رہے۔ اور جب سیڑھیوں پر چڑھ کر متوکل کے
 پاس جانے کا ارادہ کیا۔ تو وہ درندے بھی آپ کے ساتھ
 چل دیئے۔ ارد گرد گھومنے لگے۔ آپ اپنی آستین سے ان
 کو بہلا پھسلا رہے تھے۔ درندے دروازے کے قریب آکر
 رُک گئے۔ اور امام علی رضا متوکل کے پاس تشریف لے گئے۔
 کچھ دیر اس سے گفتگو فرما کر واپس تشریف لائے۔ اور سیڑھیوں
 سے اترنے پر وہی درندے پہلے کی طرح آپ کے کپڑوں
 کے ساتھ چاپوسی کرنے لگے۔ ادم ادم گھومنے لگے۔ حتیٰ کہ
 آپ دروازے سے باہر تشریف لائے۔ بعد میں خلیفہ
 نے آپ کی کرامت سے متاثر ہو کر بہت بڑا نذرانہ پیش
 خدمت کیا۔ بعد میں متوکل سے کہا گیا۔ کہ جس طرح تمہارے
 چچا زاد بھائی علی رضا نے کر کے دکھایا ہے۔ تم بھی ایسا کر کے
 دکھاؤ۔ اُسے یہ جرأت نہ ہوئی۔ اور کہا۔ کہ تم لوگ میرے قتل
 کا ارادہ کیے ہوئے ہو۔ پھر لوگوں سے کہا۔ کہ اس واقعہ کو

زیادہ اچھا لہنے کی ضرورت نہیں۔ (کیونکہ شاید کچھ کم عقل یہ نہ سمجھیں۔ کہ متوکل نے یہ سب کچھ امام علی رضا کو شہید کروانے کے لیے کیا تھا) (صواعق محرکہ ص ۲۰۵ تذکرہ امام علی رضا)

ششم:

نورالابصار

مسافر سے روایت ہے۔ کہ میں امام علی رضا کے پاس تھا۔ وہاں سے بھئی برمی گزرا۔ اور اس نے غبار کی وجہ سے اپنا منہ ڈھانپا ہوا تھا۔ امام علی رضا نے دیکھ فرمایا۔ یہ بیچارے کیا جانے کہ ان پر اس سال کیا کچھ گزرنے والا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی گزرا جیسا امام نے کہا تھا۔ آپ نے یہ کہا تھا۔ کہ اس سے زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے۔ کہ میں اور ہارون ان دو انگلیوں کی طرح ہیں۔ آپ نے بڑی انگلی اور شہادت کی انگلی دکھا کر فرمایا۔

کہ میں نے

ہارون کے متعلق امام علی رضا کے اس ارشاد کا مطلب اس وقت سمجھا۔ جب ان کا انتقال ہوا۔ کیونکہ انتقال کے بعد ان کو ہارون کے متصل دفنایا گیا۔

(نورالابصار ص ۷۵)

ہفتم:

نور الابصار:

حسین بن یسار جناب علی رضا سے روایت کرتے ہیں۔ کہ امام موصوف نے ایک دن فرمایا۔ کہ عبد اللہ "محمد" کو قتل کرے گا۔ میں نے پوچھا۔ کیا عبد اللہ بن ہارون اپنے بھائی محمد بن ہارون کو قتل کرے گا؟ فرمایا۔ عبد اللہ ماموں "محمد امین" کو قتل کرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

(نور البصار ص ۶۶)

ہشتم:

نور الابصار:

حسین بن موسیٰ راوی ہیں۔ کہ ہم بنی ہاشم کے نوجوان امام علی رضا کی مجلس میں بیٹھے تھے۔ کہ ہمارے قریب جعفر بن عمر علوی کا گزر ہوا۔ وہ شکستہ حالت میں تھے۔ ہم نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ اتنے میں علی رضا بے کہ اس کی حالت اچھی ہو جائے گی۔ ابھی ایک ماہ بھی نہ گزرا تھا۔ کہ وہ مدینہ کا حاکم مقرر ہو گیا۔ اس کی حالت ابھی ہو گئی۔ وہ اکثر ہمارے قریب سے گزرا کرتا تھا۔ اس کے ساتھ نوکر چاکر آگے پیچھے ہوا کرتے تھے۔ ہم اس کے احترام کے لیے کھڑے ہو جایا کرتے اس کی تعظیم کرتے اور اس کے لیے دعائیں کیا کرتے تھے۔

(نور البصار ص ۷۷)

نہم:

نورالابصار

جعفر بن صالح کا بیان ہے۔ کہ میں علی رضا کے پاس آیا۔ اور کہا۔
کہ میری بیوی محمد بن سنان کی ہمشیرہ ہے۔ یہ علی رضا کے خاص
اومی تھے۔ عرض کیا۔ میری بیوی امید سے ہے۔ دعا فرمائیں۔
اللہ تعالیٰ لڑکا عطا فرمائے۔ آپ نے فرمایا۔ دو بچے اکٹھے پیدا
ہوں گے۔ میں واپس آگیا۔ اور راستہ میں سوچا۔ کہ ایک کا
نام علی اور دوسرے کا نام محمد رکھوں گا۔ اپنے مجھے بلوایا۔ اور
فرمایا۔ ایک کا نام علی اور دوسری کا نام ام عمر ہے۔ میں واپس
کو ذہ آیا۔ میرے ہاں دو بچے ایک لڑکا ایک لڑکی پیدا ہوئے
میں نے لڑکے کا نام علی اور لڑکی کا نام ام عمر رکھا۔ جیسا کہ آپ نے
فرمایا تھا۔ پھر میں نے اپنی والدہ سے پوچھا۔ ام عمر و کا کیا معنی
ہے۔ فرمانے لگیں۔ یہ تمہاری دادی کا نام تھا۔

(نورالابصار ص ۶۷ تا ۷۷)

۲۔ آپ کے مرتبہ و مقام کی ایک جھلک

آپ ایک مرتبہ نیشاپور میں گئے۔ اور اس کی گلیوں میں پھرے
تھے۔ لوگوں نے ایک موٹے کپڑے سے آپ پر سایہ کیا ہوا
تھا۔ جس کی وجہ سے لوگ آپ کی زیارت نہ کر سکتے تھے۔ اتنے

میں دو حافظ ایک ابوزرعمہ رازی اور دوسرے محمد بن اسلم طوسی
 مع اپنے بہت سے شاگردوں کے آئے۔ اور آپ کی زیارت
 کے لیے بڑی منت سماجت کی۔ اور ان کی دلی تمنا تھی کہ آپ
 سے کوئی ایسی ایک حدیث سماعت کریں۔ جو ان کے ابا و اجداد
 سے ان تک پہنچی ہو۔ بہر حال آپ نے اپنے شجر کو روکا۔ اور سایہ
 کرنے والا کپڑا ہٹا دیا۔ لوگوں نے جی بھر کر زیارت کی۔ آپ کی
 زلفیں شانوں پر لٹک رہی تھیں۔ کچھ لوگ چیخ رہے تھے۔ کچھ
 رو رہے تھے۔ کچھ مٹی میں لوٹ پوٹ اور کچھ آپ کے شجر کے
 پاؤں چوم رہے تھے۔ علماء نے زور داراواز سے کہا۔ لوگو!
 خاموش ہو جاؤ۔ تاکہ دونوں حافظ آپ سے کوئی حدیث لکھوا
 سکیں۔ خاموشی پر امام علی رضانے فرمایا۔ مجھے میرے والد موسیٰ
 کا علم نہیں ان کے والد جعفر صادق انہیں ان کے والد محمد باقر
 انہیں ان کے والد زین العابدین انہیں ان کے والد امام حسین
 انہیں ان کے والد علی المرتضیٰ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 نے اور آپ کو جبرئیل امین نے اور جبرئیل کو اللہ تعالیٰ نے
 ارشاد فرمایا۔ لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے۔ جو بھی ان کلمات کو
 پڑھے گا۔ وہ میرے قلعہ میں داخل ہو جائے گا۔ اور جو میرے
 قلعہ میں آگیا۔ وہ عذاب سے امن میں ہو گیا۔ اس حدیث قدرتی
 کی روایت کرنے کے بعد آپ نے پھر سے پر وہ ڈال لیا۔
 اور چل پڑے۔ آپ سے اس حدیث پاک کو لکھنے والوں
 کی تعداد کی گئی۔ تو بیس ہزار کے لگ بھگ تھے۔ ایک اور

حدیث کی روایت یوں بھی آپ سے آتی ہے۔ ”ایمان“ قلب کے لیے معرفت ”اقرار“ زبان کے لیے اور ”عمل“ ارکان کے لیے معرفت ہے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ یہ دونوں احادیث الگ الگ واقعہ کے پیش نظر ہوں۔ امام احمد کہتے ہیں۔ کہ اگر میں اس حدیث کی اسناد کو پڑھوں۔ تو اسے سن کر ”صاحبِ جنون“ تندرست ہو جائے۔

(صواعقِ محرقہ ص ۲۰۵ تذکرہ امام علی رضا)

⋮

فصل ہستم

فضائل امام محمد بن علی بن

بن موسیٰ بن جعفر المعروف امام تقی

۱۔ تعارف

شواہد النبوة

آپ نوں امام ہیں۔ آپ کا نام اور کنیت امام محمد باقر سے ملتی ہے۔ اسی لیے آپ کو ابو جعفر ثانی بھی کہتے ہیں۔ لقب تقی اور جواد ہے۔ والدہ کا نام ام ولد تھا۔ انہیں خیزان بھی لکھا گیا ہے بعض روایات کہتے ہیں۔ کہا گیا کہ ان کا تعلق حضرت ماریہ قبطیہ کے خاندان سے تھا۔ امام محمد بن علی کی ولادت رجب شریف مطابق ۱۹۵ھ بمقام مدینہ منورہ ہوئی۔ اور وفات بروز بدھ ۲۶ ذوالحجہ معتم کے دورِ خلافت میں ہوئی۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے۔ کہ ان کی رحلت زہر دیئے جانے کی وجہ سے ہوئی۔ لیکن یہ درست نہیں ہے۔ ان کی قبر انہی کے دادا جناب موسیٰ کاظم کی قبر کی پچھلی طرف بغداد میں ہے۔ مامون الرشید آپ کے

فضل و علم کا معترف تھا۔ جو آپ کو یحییٰ بن سے حاصل تھا۔ اسی لیے
مامون نے اپنی بیٹی ام الفضل ان کے نکاح میں دے دی۔
دونوں مدینہ منورہ آگئے۔ اور ہر سال ہزار ہزار روپے بھجواتے رہے۔
(شواہد النبوة ص ۲۵۴ تذکرہ امام تقی)

ان کے یحییٰ بن کا ایک عظیم واقعہ

۲

شواہد النبوة

بیان کیا جاتا ہے۔ کہ امام تقی کے والد جناب امام رضا کا جب
انتقال ہو گیا۔ اس وقت ان کی عمر بارہ سال تھی۔ ایک مرتبہ بغداد
کے کوچوں میں اپنے ہم عمر لڑکوں کے ساتھ کھڑے تھے۔ اتفاق
سے مامون الرشید کا وہاں سے گزر ہوا۔ وہ شکار کھیلنے جا رہا
تھا۔ اسے دیکھ کر مامون نے امام تقی کے سب لڑکے بھاگ
نکلے۔ مامون قریب آیا۔ اور پوچھا۔ اے لڑکے! تو بھی دوسرے
لڑکوں کی طرح ادھر ادھر کیوں نہ ہو؟ جواب دیا۔ اے امیر!
راستہ تنگ نہیں کہ میں ادھر ادھر ہو کر تمہارے لیے کشادہ
کرتا۔ اور میں نے کوئی جرم بھی نہیں کیا۔ کہ بھاگ جاتا۔ مجھے آپ
کے بارے میں حسن ظن بھی ہے۔ کہ آپ کسی کو بلاوجہ تنگ نہیں
کرتے۔ مامون کو یہ گفتگو بہت بھائی۔ اس نے نام پوچھا
فرمایا۔ مجھے محمد کہتے ہیں۔ پوچھا۔ کس کے بیٹے ہو؟ فرمایا۔

علیٰ رضا میرے والد کا نام ہے۔ یہ سن کر مامون بہت خوش ہوا۔ اور اپنا راستہ لیا۔ مامون کے پاس شکاری باز تھے۔ جب وہ شہر سے باہر نکلا۔ تو اس نے ایک باز ایک چکور پر پھوڑا۔ باز نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ کچھ دیر بعد واپس آیا۔ تو اس کی چونچ میں نیم مردہ مچھلی سی تھی۔ یہ دیکھ کر مامون متعجب ہوا۔ اسے ہاتھ میں لیے واپس آیا۔ جب اسی جگہ پہنچا۔ جہاں لڑکے کھڑے تھے۔ تو اس دفعہ بھی امام تہی کے سوا دوسرے تمام لڑکے ایک طرف ہٹ گئے۔ مامون نزدیک آیا۔ اور کہا۔ اے محمد! آپ نے بیگ کہا۔ پوچھا۔ بتلاؤ میرے ہاتھ میں کیا ہے۔ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مشیت کہ وہ سمندر کی چھوٹی سی مچھلی کو فلفلا اور بادشاہوں کے ہاتھ تک جانے سے روک لیتا ہے۔ اور اہل نبوت اس سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ مامون الرشید یہ بات سن کر حیران رہ گیا۔ بہت دیر تک آپ کی طرف دیکھتا رہا۔ اور پھر کہا۔ آپ حقیقتاً ابنِ رضا ہیں۔ اس کے بعد مامون نے آپ کا مقررہ انعام دو گنا کر دیا۔

(شواہد النبوة ص ۲۵۵، مواعظ

محررہ ص ۲۰۶)

۳۔ آپ کی کچھ کرامات

ابو خالد کہتا ہے۔ کہ میں شکر میں تھا۔ اور مجھے یہ خبر ملی۔ کہ یہاں ایک ایسا قیدی ہے۔ جسے شام سے زنجیریں پہنا کر لایا گیا ہے۔

لوگ کہتے ہیں۔ کہ وہ نبی بنا ہوا تھا۔ میں اس کو ملنے قید خانہ گیا۔ داروغہ کو کچھ دینے کے بعد میں اس سے ملا۔ وہ مجھے بہت عقلمند اور سنجیدہ شخص معلوم ہوا۔ میں نے اُسے اصل واقعہ بتلانے کو کہا۔ اُس نے یوں بیان کیا۔

میں مکہ شلم میں ایک ایسی جگہ عبادت کرتا تھا۔ جس کے متعلق مشہور تھا۔ کہ یہاں امام حسین رضی اللہ عنہ کا سر مبارک نصب کیا گیا تھا۔ ایک رات کا واقعہ ہے۔ کہ میں اپنے عبادت خانہ میں اللہ کا ذکر کر رہا تھا۔ کہ اچانک میرے سامنے ایک شخص آیا۔ اور اس نے مجھے کھڑے ہونے کہا۔ میں کھڑا ہو گیا۔ تھوڑا سا ہم چلے۔ کہ ہمارے سامنے کوفہ کی مسجد آگئی۔ اس نے مجھ سے پوچھا۔ اس مسجد کو پہنچا ہو۔ میں نے کہا۔ ہاں یہ کوفہ کی مسجد ہے۔ اس نے کہا نماز پڑھو۔ ہم نے نماز پڑھی پھر وہ چلا گیا۔ اور میں بھی اس کے ساتھ ہو لیا۔ کچھ دیر چلنے کے بعد ہم مکہ معظمہ میں بیت اللہ کے اندر موجود تھے۔ ہم دونوں نے طواف کعبہ کیا۔ وہ پھر چل پڑا۔ میں بھی ساتھ تھا۔ تھوڑی دیر بعد میں واپس اُسی جگہ پر آ گیا۔ جہاں کھڑے ہو کر میں اللہ کے ذکر میں مشغول تھا۔ پھر وہ شخص غائب ہو گیا۔ یہ منظر سال بھر میرے سامنے گھومتا اور مجھے خوش کرتا رہا۔ جب دوسرا سال آیا۔ تو پھر وہی شخص نمودار ہوا۔ میں خوش ہوا۔ اور پھر وہی واقعہ جو گزشتہ سال ہوا۔ پیش آیا۔ اب جبکہ وہ مجھ سے علیحدہ ہونے لگا۔ تو میں نے اُسے خدا کی قسم دے کر کہ جس نے تمہیں یہ قدرت عطا کی۔ پوچھا۔ مجھے اپنے بارے میں بتلاؤ؟ اس

نے کہا۔ میں محمد بن علی رضا بن موسیٰ بن جعفر ہوں۔ میں نے یہ واقعہ اپنے پاس آنے والے ایک شخص کو بتایا۔ اس نے یہی واقعہ محمد بن عبد الملک زریات کو جاسنایا۔ اس زریات نے ایک شخص میری گرفتاری کے لیے بھیجا۔ وہ آیا۔ اور لوہے کی زنجیروں میں جکڑ کے مجھے عراق لے آیا۔ اور قید کر دیا۔ جو آپ دیکھ رہے ہیں۔ پھر ایک بہتان باندھا گیا۔ جس کی پاداش میں مجھے یہ سب کچھ دیکھنا پڑا۔ راوی کہتا ہے۔ میں نے امام تقی سے کہا۔ اگر آپ اجازت میں تو میں صبح صورت حال محمد بن عبد الملک کے گوش گزار کروں۔ چنانچہ میں نے سارا واقعہ قلمبند کیا۔ اور محمد بن عبد الملک کے پاس لے گیا۔ دیکھا تو اس رقعہ کی پشت پر یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے۔

قل للذی اجرک من الشام الی ہذہ الموضع
التي ذکوتہا یخرجک من السجن۔ یعنی اس شخص سے
کہو۔ کہ جس نے تجھے شام سے ان مقامات کی طرف نکالا۔ وہ
تمہاری قید ختم کر دے۔ ابو خالد کہتا ہے۔ کہ میں بہت غمگین
ہوا۔ وہ رقعہ میرے ہاتھ سے گر گیا۔ خیال آیا۔ کہ کل پھر اس قیدی
کے پاس جا کر صبر کی تلقین کروں گا۔ مختصر یہ کہ جب میں دوسرے
دن علی الصبح جیل خانہ پہنچا۔ تو وہاں کے سپاہی اور محافظ
حیران کھڑے تھے۔

میں نے وجہ پوچھی۔ کہنے لگے۔ وہ شامی شخص جس نے نبوت کا
دعویٰ کیا تھا۔ گزشتہ رات سے غائب ہے۔ اور اس کی
زنجیریں اور ہتھکڑی یہیں جیل میں ہی پڑی ہوئی ہیں۔ بہت

تلاش کیا۔ لیکن کوئی پتہ نہ چلا۔ معلوم نہیں کہ وہ آسمان پر چڑھ گیا۔ یا زمین
 اُسے کھا گئی۔ میں سن کر حیران رہ گیا۔ میں نے کہا۔ کہ محمد بن عبدالملک
 زیات کا اس واقعہ کی تحقیق نہ کرنا، اور اس کا مذاق اڑانا یہ وجہ تھی کہ
 وہ شخص رہا ہو گیا۔ ابن صباغ نے ایسے ہی نقل کیا ہے۔

دور الایصار ص ۸۵ تصنیف شیخ

مومن جی بن حسن مومن



فصل یکم بہت

امام علی بن محمد بن علی بن موسیٰ المعروف

امام نقی کے فضائل

۱۔ تعارف

شواہد النبوة

آپ دسویں امام ہیں۔ کنیت ابوالحسن ہے۔ آپ عادی اور عسکری کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ کی والدہ ام ولد ہیں۔ جن کا نام ثمانہ تھا۔ کہتے ہیں کہ یہ ام فضل بنت مامون کی لونڈی تھیں۔ آپ کی ولادت ۱۳ رجب ۲۱۴ھ کو مدینہ میں ہوئی مستقر کے دور میں بمقام سرمن رائے بروز دو شنبہ جمادی الاخریٰ ایام میں مطابق ۲۵۴ھ فوت ہوئے۔ آپ کی قبر سرمن رائے کی اس سرے میں ہے۔ جو آپ کی ذاتی ملکیت تھی۔ (شواہد النبوة ص ۳۵۸)

آپ کی بعض کرامات

۲۔ اقل:

شواہد النبوة

متوکل نے ایک مرتبہ آپ کو مدینہ سے عراق طلب کیا۔ آپ سرمن سرائے میں خان الصعالیک میں قیام پذیر ہوئے۔ یہ کوئی اچھی قیام گاہ نہ تھی۔ صالح بن سعید جو آپ کا معتقد تھا حاضر خدمت ہوا اور عرض کرنے لگا۔ اے فرزند رسول! یہ گروہ آپ کی قدر و منزلت کو پوشیدہ رکھنے اور آپ کی آب و تاب کو مٹانے کے درپے ہے۔ اسی لیے ایسے مکان میں آپ کو ٹھہرایا گیا۔ امام نقی نے فرمایا۔ تو بھی اسی جگہ مقیم ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے ہاتھ کا اشارہ کیا تو کیا دیکھتا ہے۔ حسین و جمیل باغات ان میں نہریں اور ندیاں رواں اور عجیب و غریب محلات ہیں۔ ان محلات میں صاحبان حسن و جمال غلام اور عورتیں موجود ہیں۔ یہ دیکھ کر صالح بن سعید کہتا ہے۔ کہ میں حیرت میں ڈوب گیا۔ مجھے دیکھ کر آپ نے فرمایا۔ ہم جہاں کہیں بھی ہوں۔ یہ چیزیں ہمارے ساتھ رہتی ہیں۔ یاد رکھو۔ ہم فان الصعالیک میں نہیں ہیں۔

(شواہد النبوة ص ۳۶۱)

دوم:

شواہد النبوة

متوکل کے پاس ہندوستان سے ایک شعبدہ باز آیا ہوا تھا۔ ایک دن متوکل نے اُسے کہا۔ کہ میں چاہتا ہوں۔ کہ تم اپنے فن سے امام ہادی کو لوگوں کے سامنے شرمندہ کرو۔ اگر ایسا کر سکو۔ تو ایک ہزار دینار انعام ملے گا۔ اس نے کہا۔ منظور ہے۔ چھوٹی چھوٹی چند روٹیاں لائیں جائیں۔ وہ دسترخوان پر رکھی جائیں اور امام تھی کو اس دسترخوان پر جہاں بٹھایا جائے۔ مجھے ان کے پہلو میں جگہ دی جائے۔ پھر دیکھنا کیا تماشا بنتا ہے۔ متوکل نے یہ سب کچھ ہیا کر دیا۔ دسترخوان پر بیٹھنے کے بعد کھانا کھانے کی اجازت دی گئی۔ جب امام روٹیوں کی طرف ہاتھ بڑھاتے تو روٹی ان سے دُور ہو جاتی۔ تین مرتبہ ایسا ہی ہوا۔ اور حاضرین خوب ہنسے۔ اتفاق سے اسی جگہ ایک تالین بچھا ہوا تھا۔ اس پر شیر کی تصویر بنائی گئی تھی۔ امام ہادی نے اس تصویر کو حکم دیا۔ کہ اس شعبدہ باز کو پکڑ لو۔ وہ تصویر صحیح شیر بن کر شعبدہ باز پکھی۔ اور پکڑ کر اُسے زمین میں گاڑ دیا۔ پھر وہ اسی تالین پر واپس کندہ ہو گئی۔ متوکل نے ہر چند درخواست کی۔ کہ حضور! اس کو زمین سے نکال دیں۔ مگر آپ نے نہ مافی۔ بلکہ فرمایا۔ بخدا! تم اس شعبدہ باز کو کبھی بھی نہ دیکھو گے۔ وہ مجلس

سے باہر آیا۔ اور آئندہ وہ شعبدہ باز کبھی نظر نہ آیا۔

(شواہد النبوة ص ۳۶۲ - تذکرہ امام

علی نقی۔)

سوم:

فورا لایبصار

اسبا طی کہتا ہے۔ کہ میں عراق سے مدینہ منورہ جناب ابوالحسن علی بن محمد کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فرمانے لگے۔ واثق کا کیا حال ہے؟ میں نے عرض کیا۔ خیر و عافیت تھی۔ کیونکہ میں سب سے آخر میں آیا تھا۔ اور میرے اُتے وقت واثق بالکل خوش و خرم تھا فرمانے لگے۔ لوگ کہتے ہیں۔ کہ وہ مر گیا ہے۔ میں سمجھ گیا۔ کہ لوگوں سے مراد خود ان کی اپنی ذات ہے۔ بہر حال میں خاموش ہو گیا۔ پھر پوچھا۔ ابن زبایا کا کیا حال ہے۔؟ میں نے کہا۔ عوام اس کے ساتھ ہیں۔ اس کا حکم جاری و ساری ہے۔ فرمانے لگے۔ اس پر نحوست آگئی ہے۔ پھر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی تقادیر اور احکام نافذ ہو کر رہتے ہیں۔ دیکھو۔ واثق مر گیا ہے۔ اور جعفر متوکل نے اس کی جگہ لے لی ہے۔ اور ابن زبایا قتل ہو گیا ہے۔ میں نے پوچھا۔ یہ سب کچھ کب ہوا ہے۔ فرمانے لگے۔ تمہارے وہاں سے آنے کے چھ روز بعد۔ چنانچہ چند دنوں کے بعد متوکل کا

ایک قاصد مدینہ منورہ آیا۔ اس نے وہی خبر دی۔ جو اپنے پہلے ہی سے دے رکھی تھی لایبصار ص ۹۵

۲۔ آپ کا ایثار

شواہد النبوة

ایک مرتبہ سرمن رائے کے کسی گاؤں میں آپ قیام پذیر تھے۔ ایک اعرابی وہیں چلا گیا۔ آپ سے ملاقات ہوئی۔ اُنے کی وجہ پوچھی کہنے لگا۔ میں آپ کے جد امجد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے قلبی لگاؤ رکھتا ہوں۔ میں بہت بڑے قرضے کے نیچے دب کر رہ گیا ہوں۔ آپ کے سوا میری یہ مشکل کوئی دوسرا حل نہیں کر سکتا۔ ہذا کچھ کیجئے۔ فرمایا۔ گھبراؤ نہیں۔ صبح ہوئی۔ تو آپ نے فرمایا۔ میں تمہیں کچھ باتیں کہتا ہوں۔ ان کو غور سے سنو۔ اور ان کی مخالفت نہ کرنا۔ اعرابی کہنے لگا۔ میں آپ کے ارشادات کی کیسے مخالفت کر سکتا ہوں۔ آپ نے اپنے مبارک ہاتھ سے ایک تحریر لکھی۔ مضمون یہ تھا۔ کہ اس اعرابی کو اتنے پیسے دے دو جو اس کے قرض سے زیادہ ہوں۔ کیونکہ یہ مقرض ہے۔ یہ رقم دے کر فرمایا۔ اسے جاؤ۔ اور میں جب سرمن رائے میں واپس آؤں۔ تو میرے پاس آنا۔ اور مجھ سے قرض کا مطالبہ کرنا۔ بلکہ کچھ گرم سر و باتیں بھی کہہ دینا۔ دیکھو۔ میری نصیحت کی مخالفت نہ ہونے پائے۔ اعرابی نے وعدہ کیا۔ اور خط ہاتھ میں لیے واپس آ گیا۔ جب امام واپس سرمن رائے تشریف لائے۔ آپ کے ارد گرد آپ کے جانثاروں اور دوستوں کا مجمع تھا۔ یہ اعرابی بھی

آگیا۔ اور اپنا مطالبہ پیش کر دیا۔ ساتھ ہی وہ رقعہ بھی ان کے حوالہ کر دیا۔ آپ اس کے مطالبہ کے جواب میں نرم نرم گفتگو فرماتے۔ اور انہماں معذوری بھی کرتے۔ اور ادائیگی کا وعدہ بھی فرماتے۔ جب اس واقعہ کی خبر خلیفہ متوکل کو ملی۔ تو اس نے تیس ہزار درہم بھیجے۔ اپنے یہ تمام درہم اس اعرابی کو دیئے۔ اور فرمایا ان میں سے جو قرض ہے۔ وہ ادا کر دو۔ اور باقی سنبھال کر رکھو اپنے اہل و عیال پر خرچ کرو۔ اور مجھے معذوری خیال کرنا۔ اعرابی کہنے لگا۔ اے فرزند رسول! خدا کی قسم! آپ نے جو رحمت فرمایا۔ مجھے تو اس سے تین حصے کم کی امید تھی۔ سچ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ کہ فلاں چیز کہاں جانی ہے۔

دشواہد العینہ ص ۳۵۹ تذکرہ امام

علی نقی

فصل دوم بست

امام حسن بن علی المعروف

ہادی اور حسن عسکری کے فضائل

تعارف

۱

شواہد النبوة

آپ گیارہویں امام ہیں۔ لقب زکی اور کنیت ابو محمد ہے۔
 خالص اور سراج بھی آپ کے لقب ہیں۔ اپنے والد محترم
 کی طرح ”عسکری“ لقب بھی مشہور ہے۔ ان کی والدہ ام ولد
 تھی۔ ان کا نام سوسن تھا۔ اس کے علاوہ دیگر ناموں سے بھی
 انہیں پکارا جاتا تھا۔ حضرت ہادی نے اپنی زوجہ کا نام ”حدیثہ“
 رکھا تھا۔ مدینہ منورہ میں ۲۳۱ھ یا ۲۳۲ھ میں پیدائش ہوئی
 اور سرمن رائے میں ۲۶۰ھ کو انتقال ہو گیا۔ اپنے والد کے

پہلو میں مدفون ہیں۔ آپ سے بہت سی کرامات اور خوارق عادت کا صدور ہوا۔

(شواہد النبوة ص ۶۳ تا ذکرہ حسن عسکری)

۲۔ آپ کی کرامات کا تذکرہ

اول: شواہد النبوة

محمد بن علی بن ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر بیان کرتے ہیں۔ کہ میں بہت تنگ دست تھا۔ میرے والد نے مجھے ان کی خدمت میں بھیجا۔ کیونکہ آپ سخاوت میں مشہور زمانہ تھے۔ میں نے اپنے والد سے دریافت کیا۔ کیا آپ انہیں جانتے ہیں؟ فرمانے لگے۔ نہ جانتا ہوں۔ اور نہ ہی ان جہمک انہیں دیکھنے کی سعادت میسر آئی۔ چنانچہ ہم سفر پر نکلے۔ میرے والد نے راستہ میں مجھ سے کہا۔ اگر امام نے ہمیں پانچ صد درہم عطا کیے۔ تو میں دو قند درہم کے کپڑے دو قند کا کھانے پینے کا سامان اور ایک سو کی دوسری اشیائے خوردنی لوں گا۔

میں نے کہا۔ اگر انہوں نے مجھے تین سو درہم دیئے۔ تو ایک سو کا کپڑا، ایک سو کا آٹا وانا اور ایک سو کا گدھا خرید کر کوہستان کی طرف نکل جاؤں گا۔ بہر حال ہم آپ کے در دولت پر حاضر ہوئے۔ ابھی اپنی ضرورت کے متعلق کوئی بات بھی نہ کی تھی۔ کہ آپ کا ایک

غلام آیا۔ اور کہنے لگا۔ علی بن ابراہیم اور اس کا بیٹا اندر آجائیں۔
 ہم اندر آگئے۔ امام عسکری کو سلام کیا۔ آپ نے پوچھا۔ اے علی!
 اب تک تم میرے پاس آنے سے کیوں رُکے رہے۔ میرے
 والد نے کہا۔ حضور! مجھے شرم آتی تھی۔ کہ میں اس غربت و تنگدستی
 کی حالت میں آپ کے پاس آؤں۔ ہم باہر آئے۔ تو آپ کا
 ایک غلام ہمارے پیچھے پیچھے آیا۔ اور اس نے ایک تھیلی جس
 میں پانچ سو درہم تھے۔ میرے والد کو دی۔ اور کہا۔ کہ امام
 نے فرمایا ہے۔ اس میں سے دو صد کے کپڑے دو سو کا اٹما
 وانا اور ایک سو کی دوسری خوردنی اشیاء خریدیں۔ پھر اس
 غلام نے ایک اور تھیلی مجھے دی۔ اس میں تین سو درہم تھے۔
 اور کہا۔ کہ ایک سو کا اٹما، ایک سو کے کپڑے اور تیس سو کا
 گدھا خرید لینا۔ لیکن کوہستان کا سفر نہ کرنا۔ کہیں اور چلے جانا
 اس جگہ کی طرف اشارہ بھی کر دیا۔ میں وہاں گیا۔ شادی کر لی۔
 اور اسی دن مجھے دو ہزار درہم ہاتھ آئے۔

دشواہد النبوة ص ۳۶۳ تذکرہ
 امام حسن عسکری (۱)

دوم: شواہد النبوة

یہ کرامت ”جامع الکرامات“ میں ہے۔ ابو ہاشم داؤد بن قاسم
 جعفری بیان کرتا ہے۔ کہ میں، حسن بن محمد، محمد بن ابراہیم اور
 پانچ چھ افراد قیدی تھے۔ ہمارے درمیان ”دبوسق“ بھی

تھا۔ اچانک ابو محمد حسن بن علی عسکری اور ان کے بھائی جعفر تشریف لائے۔ ہم نے امام حسن عسکری کو گھیرے میں لے لیا۔ قید خانہ کا کارو غصالح بن یوسف عاجب تھا۔ ہمارے ساتھ ایک اہنبی بھی قیدی تھا۔ امام حسن عسکری ہماری طرف متوجہ ہوئے۔ اور فرمایا۔ اگر یہ شخص تمہارے درمیان نہ ہوتا۔ تو میں تمہیں بتلا دیتا۔ کہ تم کب رہائی پاؤ گے۔ اس شخص نے تمہارے بارے میں شکایت کی ہے۔ اور تمہاری گفتگو اس نے اوپر پہنچائی ہے۔ وہ تحریر ابھی اس کے کپڑے میں لپیٹی ہوئی ہے۔ تمہیں علم نہیں۔ لہذا محتاط رہنا۔ ابو ہاشم نے کہا۔ کہ ہم نے اس شخص پر حملہ کیا۔ اور اس کی جامہ تلاشی لی۔ وہ تحریر بھی مل گئی۔ وہ اس سے پھین لی۔ اور آئندہ اقیاط برتنی شروع کر دی۔ سیدنا حضرت حسن قید خانہ میں روزہ رکھتے تھے۔ انظار کے وقت ہم ان کے ساتھ کھانا کھاتے۔ اور پانی پیتے۔ اور ابو ہاشم کہتا ہے۔ کہ میں بھی ان کے ساتھ روزہ رکھتا تھا۔ میں روزہ رکھنے کی وجہ کمزور ہو گیا ایک دن غلام میرے لیے میٹھی روٹی لایا۔ میں قید خانہ میں علیحدہ چلا گیا۔ وہاں کھایا پیا۔ پھر واپس لوگوں میں آ گیا۔ اس بات کا کسی کو بھی علم نہ ہوا۔ جب آپ نے مجھے دیکھا۔ تو مسکرائے اور فرمایا۔ روزہ انظار کر کے شرمندہ ہو رہے ہو۔ اور ساتھ ہی فرمایا۔ کوئی حرج نہیں۔ دیکھو جب کمزور ہو رہے ہو۔ تو قوت کے حصول کے لیے گوشت کھایا کرو۔ میٹھی روٹی میں اتنی طاقت نہیں ہوتی۔ ابو ہاشم کا کہنا ہے۔ کہ میں نے آپ کو قسم دی۔

کہ تین دن روزہ نہ رکھیں۔ کیونکہ جسم کی کمزوری تین دن سے کم عرصہ میں ختم نہیں ہوتی۔ ابو ہاشم کہتا ہے۔ کہ چونکہ سرمن رائے میں قحط پڑ گیا تھا۔ اس لیے ابو محمد حسن کی قید مختصر رہی۔ کیونکہ خلیفہ معتز بن متوکل نے نماز استسقاء کے لیے لوگوں کو باہر جانے کا حکم دیا۔ تین دن تک نماز پڑھی گئی۔ لیکن بارش نہ ہوئی۔ چوتھے دن یہودی پوپ جنگل کی طرف گیا۔ اس کے ساتھ نصاریٰ اور دیگر راہب بھی تھے۔ ان میں ایک راہب ایسا تھا۔ جب وہ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھاتا۔ تو موسلا دار بارش پڑنے لگتی۔ دوسرے دن بھی جب وہ باہر نکلے۔ تو موسلا دار

بارش ہوئی۔ لوگوں نے جب یہ ماجرا دیکھا۔ تو حیرت زدہ ہو کر شکوک و شبہات میں پڑ گئے۔ اور کچھ لوگوں نے تو عیسائیت قبول بھی کر لی تھی۔ یہ بات خلیفہ کے لیے مشکل بن گئی۔ اور گھبراہٹ کے عالم میں قید خانہ کے داروغہ صالح بن یوسف کو پیغام بھیجا۔ کہ امام حسن عسکری کو رہا کر کے میرے پاس لاؤ۔ جب امام حسن عسکری آئے۔ تو خلیفہ نے کہا۔ قدر امت کو بچائیے۔ اس پر عظیم مصیبت اُن پڑی ہے۔ کیونکہ لوگ عیسائیت اختیار کرتے جا رہے ہیں۔ امام نے فرمایا۔ راتوں کو اب تیسرے روز بھی باہر نکلنے کا حکم دو۔ خلیفہ نے کہا۔ اب بارش کی ضرورت نہیں رہی۔ لہذا لوگوں کے باہر نکلنے کا کیا فائدہ؟ امام نے فرمایا۔ یہ اس لیے تاکہ میں لوگوں کے شکوک و شبہات دور کر دوں۔ اس پر خلیفہ نے راہبوں اور عالموں کو حکم دیا۔ کہ اب تیسرے روز بھی آئیں۔ اور دوسرے لوگ بھی نکلیں۔ عیسائی جنگل کی طرف نکلے۔ ان کے ساتھ امام حسن عسکری بھی تشریف

ے گئے۔ آپ کے ساتھ بھی کافی لوگ تھے۔ عیسائی حسب سابق بارش طلب کرنے کے لیے کھڑے ہوئے۔ ان کے ساتھ ان کا راہب بھی تھا۔ اس نے آسمان کی طرف ہاتھ بڑھائے۔ راہبوں نے بھی اسی طرح کیا۔ آسمان پر بادل چھا گئے۔ اور بارش ہو گئی۔ سیدی ابو محمد حسن عسکری نے اس راہب کا ہاتھ پکڑ لینے کا حکم دیا۔ اور اس کے ہاتھ میں جو کچھ تھا۔ وہ بھی لے لینے کا حکم دیا۔ اس کی انگلیوں میں کسی آدمی کی ہڈی تھی۔ امام نے اُسے پکڑے میں لپیٹ دیا۔ پھر فرمایا اب بارش کی دعا کرو۔ مگر کچھ نہ ہوا۔ اور بادل بکھر گئے۔ سورج نکل آیا۔ لوگ یہ دیکھ کر حیران ہو گئے۔ خلیفہ نے حیرانی سے امام حسن عسکری سے پوچھا یہ کیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ ایک پیغمبر کی ہڈی ہے۔ جسے یہ لوگ قبر سے نکال کر لائے ہیں۔ آسمان کے نیچے جس نبی کی ہڈی سنٹی کر دی جاوے فوراً بارش نازل ہوتی ہے۔ لوگ خوش ہوئے اور اس ہڈی کا امتحان لیا۔ تو واقعی ایسا ہی ہوا۔ اس کے بعد امام ابو الحسن سرمن رائے میں اپنے گھر تشریف لے گئے۔ خلیفہ اور اس کے ساتھی بہت خوش ہوئے امام نے ان سے اپنے ساتھیوں کی رہائی کا پوچھا۔ خلیفہ نے امام کے طفیل ان کی تمام رہائی کا حکم دے دیا۔ خلیفہ کی طرف سے امام کو تحفہ ہات اور ہدایا گھر بیٹھے ملے۔ یہ واقعہ بہت سے تاریخ دانوں نے نقل کیا ہے۔

نوٹ: یہ آخری روایت درایتاً صحیح معلوم نہیں ہوتی کیونکہ یہ منفق علیہ ہے کہ انبیاء کے جسم کو مٹی نہیں کھاتی۔ اور اس میں نبی کی ہڈی کا ذکر اس کے خلاف ہے۔



سوم:

نورالابصار

اسماعیل بن محمد بن علی بن عبد اللہ بن عباس کہتے ہیں۔ کہ میں ایک دفعہ سیدی
 حسن کے دروازے پر بیٹھا ہوا تھا۔ جب آپ باہر تشریف لائے۔ تو میں
 کھڑا ہو گیا۔ اور قسم کھا کر کہا۔ میرے پاس ایک درہم بھی نہیں۔ آپ میری
 ضرورت پوری فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ قسم کھاتے ہو۔ اور وہ دوسرے
 دینار جو تم نے زمین میں دفن کر رکھے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ میں یہ اس
 لیے نہیں کہہ رہا۔ کیجئے نہ دینے کا بہانہ بنا رہا ہوں۔ اس کے بعد آپ نے
 غلام سے فرمایا۔ جو کچھ تمہارے پاس ہے اسے دو۔ اس نے مجھے
 ایک سو دینار دیئے۔ میں شکر یہ کرتے ہوئے واپس پلٹ آیا۔ اس
 وقت آپ نے فرمایا۔ مجھے خطر ہے۔ کہ تمہارے وہ دو سو دفن کردہ
 دینار گم نہ ہو جائیں۔ حالانکہ تو ان کا بہت محتاج ہے۔ وہاں گیا۔
 دینار تلاش کیے۔ وہ مل گئے۔ میں نے جس جگہ وہ پہلے تھے۔ وہاں سے
 نکال کر دوسری جگہ انہیں دفن کر دیا۔ جس کی کسی کو خبر تک نہ تھی عرصہ
 گزر گیا۔ میں نے ان کا خیال تک نہ کیا۔ اچانک جب مجھے ضرورت پیش
 آئی۔ تو میں نے ان کی تلاش کی۔ لیکن وہ اس جگہ مجھے نہ ملے۔ اور میں
 اس پر بہت غمگین ہوا۔ مجھے معلوم ہوا۔ کہ میرے لٹکے کو اس جگہ کا پتہ
 چل گیا تھا۔ اور اس نے وہ دینار خراج کر ڈالے تھے۔ اس طرح
 امام حسن عسکری کی وہ بات سچی ہوئی۔ جو آپ نے کافی عرصہ پہلے ارشاد

فرمانی تھی۔

(نورالابصار ص ۱۰۳ تذکرہ امام حسن عسکری)

چہارم:

نورالابصار

محمد بن حمزہ دُوری سے مروی ہے۔ کہ میں نے ابو ہاشم داؤد بن قاسم کے ہاتھ ایک خط امام حسن عسکری کو بھیجا۔ ابو ہاشم آپ کا گہرا دوست تھا۔ میں نے لکھا تھا۔ کہ میرے حق میں دعا کرائی جائے۔ کہ میں امیر ہو جاؤں کیونکہ میری حالت بڑی تنگ تھی۔ اور رسوائی کا خطرہ تھا۔ آپ نے ابو ہاشم کے ہاتھ ہی جواب دیا۔ اور لکھا۔ کہ خوش ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے غنا لکھ دی ہے۔ تمہارا چچا زاد بھائی یحییٰ بن حمزہ فوت ہو گیا ہے اس نے ایک لاکھ درہم بطور ترکہ چھوڑا ہے۔ اور تمہارے بغیر اس کا کوئی وارث نہیں ہے۔ یہ مال عنقریب تمہیں مل جائے گا۔ اس لیے اللہ کا شکر بجالاؤ۔ ضرورت کے مطابق خرچ کرنا۔ اور اسراف سے بچنا۔ اور اللہ تعالیٰ کا حق بھی اس سے ادا کرنا۔ جب وہ رقم مجھے ملی۔ تو میں نے اپنے بھائیوں کے ساتھ حسن سلوک کیا۔ اور باقی رقم محفوظ رکھ لی اور فضول خرچی چھوڑ دی۔

(نورالابصار ص ۱۰۳)

ۛ

فصل سوم اہلبیت

امام مہدی رضی اللہ عنہ کے فضائل

۱۔ تعارف:

یہ بارہویں امام ہیں۔ ان کے متعلق ہم عقائد جعفریہ جلد دوم ص ۱۹۵ پر تفصیلی بحث ذکر کر چکے ہیں۔ اس لیے اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ مختصر یہ کہ آپ قیامت کے قریب پیدا ہوں گے۔ اور تیس چالیس سال کی عمر شریف میں حجر اسود اور باب کعبہ کے درمیان سے ظہور فرمائیں گے۔ جیسا کہ علامہ سیوطی نے فتاویٰ ماویٰ میں کچھ اس طرح ذکر فرمایا ہے۔

۱۔ امام حاکم نے جناب عبد اللہ بن عمارث سے حدیث بیان کی ہے فرمایا۔ کہ جب امام مہدی تشریف لائیں گے۔ تو اس وقت آپ کی عمر چالیس سال کی ہوگی۔ یوں نظر آئیں گے۔ جیسا کہ بنی اسرائیل کا کوئی لوجوان ہے۔

۲۔ جب امام مہدی تشریف لائیں گے۔ تو اللہ تعالیٰ تیس ہزار

فرشتوں کو ان کی مدد کے لیے بھیجے گا۔ یہ فرشتے ان کے مخالفوں کی پُشت اور ان کے منہ پر چوٹیں ماریں گے۔ امام مہدی کی عمر بوقت بعثت چالیس سال کے لگ بھگ ہوگی۔

(فتاویٰ حادی جلد دوم ص ۷۳)

نوٹ:

اہل سنت و جماعت کا امام مہدی کے بارے میں یہ عقیدہ ہے کہ وہ ابھی پیدا نہیں ہوئے۔ بلکہ جب تشریف لائیں گے۔ ان کی پیدائش اسی وقت ہوگی۔ وہ اپنے مہدی ہونے کا اعلان تیس چالیس سال کی عمر میں کریں گے۔ اور چالیس برس تک حکومت کریں گے۔ گویا مجموعی طور پر ان کی عمر ستر اسی برس ہوگی۔ لیکن اہل تشیع کے نزدیک وہ پیدا ہو کر ایک انار میں چھپے ہوئے ہیں۔ اور مناسب وقت پر وہاں سے نکلیں گے۔ ان کے ہاں غیبت صغریٰ اور کبریٰ کے نام سے افسانے بنے ہوئے ہیں۔ ہم نے ان کا تفصیلی ذکر عقائد جعفریہ جلد دوم ص ۱۹۵ تا ۲۵۶ پر کیا ہے۔

۲۔ ان کے مختصر فضائل و مناقب:

شواہد النبوة

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جامع الامول میں روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علامات قیامت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ اگر دنیا کی عمر صرف ایک دن باقی رہ جائے۔ اور میری اہل بیت میں سے میرا ہم نام پیدا نہ ہوا ہو۔ تو اللہ تعالیٰ اس

ایک دن کو اتنا طویل کر دے گا۔ کہ میرے اہل بیت سے میرا ہمنام
 شخص پیدا ہوگا۔ اور وہ تمام زمین کو عدل و انصاف سے بھرے گا
 اور اس کی آمد سے پہلے زمین پر ہر طرف ظلم و جور کا دور دورہ ہوگا۔
 ایک اور روایت میں ہے۔ کہ دین اس وقت تک ختم نہ ہوگا۔
 جب تک کہ میرے اہل بیت کا ایک میرا ہمنام شخص پوری مملکت
 عرب کا مالک و قابض نہ ہو جائے۔ یہ روایت ابو داؤد نے ذکر کی
 ہے۔ جامع الاصول میں ابو اسحاق سے مروی کہ حضرت علی المرتضیٰ
 رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے امام حسن کو دیکھ کر فرمایا۔ کہ میرا یہ
 بیٹا سرور ہوگا۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی ہے۔
 اور اس کی اولاد سے ایک ایسا آدمی پیدا ہوگا۔ جو تمہارے نبی کا
 ہم نام ہوگا۔ وہ خلیفہ میرے مشابہ نہ ہوگا۔ لیکن اخلاق اس کے
 میرے مشابہ ہوں گے۔ پھر اس کے بعد درج ذیل الفاظ دہرائے
 وہ زمین کو عدل و انصاف سے بھرے گا۔ فتوحات مکیہ
 نے امام مہدی کے بارے میں لکھا۔ کہ وہ تین سو ساٹھ کاٹھن میں
 سے ہوگا۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس نائب کو
 اس وقت پیدا فرمائے گا۔ جب ساری زمین ظلم و جور کا نمونہ بن چکی
 ہوگی۔ یہ اللہ کا نائب اسی زمین میں عدل و انصاف کا بول بالا کرے
 گا۔ بالفرض اگر دنیا کا ایک دن باقی رہ گیا ہو۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو
 اس قدر طویل کر دے گا۔ اور اس نے والا یہ خلیفہ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ کی اولاد سے ہوگا۔ اس کا نام حضور
 کے نام پر ہوگا۔ اس کی کنیت حسن بن علی کے ساتھ ملتی ہوگی۔

وہ مقام ابراہیم اور حجرِ اسود کے درمیان لوگوں سے بیعت لے گا۔ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خلقت میں مشابہت رکھتا ہوگا۔ لیکن اخلاق میں مشابہت رکھتا ہوگا۔ لیکن اخلاق میں آپسے کم تر ہوگا۔ یہ اس لیے کہ کوئی شخص اخلاق میں پیغمبرِ اسلام کا ثانی نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ انک لعلى خلق عظیم۔

(شواہد النبوة ص ۳۷۲)

۳۔ آپ کی شان میں چند احادیث

اول: نور الابصار

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علی المرتضیٰ روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کہ اگر بالفرض دنیا کا ایک دن ہی باقی رہ جائے۔ تو بھی اللہ تعالیٰ میری اولاد میں سے ایک شخص ایسا بھیجے گا۔ جو دنیا کو عدل سے بھر دے گا۔ جبکہ اس کی آمد سے پہلے دنیا ظلم کا نمونہ بنی ہو گی۔ اس حدیث کو ابوداؤد نے ذکر کیا ہے۔ ابوداؤد اور ترمذی نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ امام ہمدانی مجھ سے ہے۔ اس کا چہرہ خوبصورت ناک اونچی ہوگی۔ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ جبکہ وہ ظلم سے بھری ہوئی ہوگی۔ ابوداؤد نے مزید کہا۔ کہ وہ سات سال تک دنیا کا مالک رہے گا۔

(نور الابصار ص ۱۱۰)

دوم: نور الالبصار

ترمذی نے کہا کہ ثابت کی حدیث صحیح ہے۔ طبرانی نے اسے اپنی معجم میں ذکر کیا ہے۔ ابن شیرین نے کتاب الفردوس میں الف و لام کے باب میں ابن عباس سے ذکر کیا ہے۔ کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ مہدی اہل جنت کا طاؤس ہے۔

(نور الالبصار ص ۱۱۱)

سوم: نور الالبصار

مذلیقہ بن یمان سے روایت ہے۔ کہ سرکارِ دو عالم نے فرمایا۔ مہدی میرا بچہ ہے۔ اس کا چہرہ روشن ستارے کی طرح ہوگا۔ اس کا رنگ عربی اور جسم لمبا ہوگا۔ وہ زمین کو انصاف سے بھر دے گا۔ جیکے پہلے وہ ظلم سے بھری ہوگی۔ وہ اپنی غلامت کی وجہ سے آسمان و زمین و قلاواول کے نزدیک پسندیدہ ہوگا۔ دس سال تک زمین کا مالک رہے گا۔

(نور الالبصار ص ۱۱۱)

چہارم: نور الالبصار

ابونعیم نے ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ کہ حضور نے ارشاد فرمایا جب خراسان سے اُٹے ہوئے سیاہ جھنڈے دیکھو۔ تو ان کی طرف جاؤ۔ اگرچہ تمہیں برف پر گھٹنوں کے بل چلنا پڑے۔ کیونکہ ان

میں اللہ کا خلیفہ مہدی ہوگا۔

(نورالابصار ص ۱۱۱)

پہنجم: نورالابصار

ابونعیم نے عبد اللہ بن عباس سے روایت کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ مہدی ایک گاؤں سے باہر تشریف لائیں گے۔ جس کا نام مکریم ہوگا۔ ابن ماجہ نے حضرت عیسیٰ کے نزول کے بارے میں ایک طویل حدیث ابو امامہ باہلی سے ذکر فرمائی۔ جس میں مذکور ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ میں وجہال کا ذکر فرماتے ہوئے فرمایا۔ کہ مہدی منورہ اپنے آپ کو غیبت لوگوں سے پاک کرے گا۔ جیسے لوہار کی بھٹی لوہے کے زنگ کو دور کر دیتی ہے۔ اُس دن کو یوم النخلاص، کہا جائے گا۔ ام شریک نے عرض کیا۔ عرب اس دن کہاں ہوں گے۔ حضور نے فرمایا۔ وہ اس وقت تھوڑے ہوں گے۔ ان سے بڑے لوگ بیت المقدس میں ہوں گے۔ حضور نے فرمایا۔ پہلے گزر چکا ہے۔ کہ وہ تمہیں صبح کی نماز پڑھا رہے ہوں گے۔ کہ عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے۔ تمہارا امام پیچھے ہونے کا ارادہ کرے گا۔ تاکہ عیسیٰ بن مریم نماز پڑھائیں۔ تو عیسیٰ بن مریم ان کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر فرمائیں گے۔ آپ ہی نماز پڑھائیں۔

(نورالابصار ص ۱۱۱)



ششم: نور الابصار

حضرت ابو ہریرہؓ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ تم کس قدر خوش نصیب ہو گے۔ جبکہ تم میں عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے۔ اور نماز میں تمہارا امام تم میں سے ہی ہوگا۔ یہ روایت صحیحین نے روایت کی۔

(نور الابصار ص ۱۱۲)

ہفتم: نور الابصار

بابر بن عبد اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور نے ارشاد فرمایا۔ میری امت سے ایک جماعت حق پر لڑائی کرے گی۔ وہ قیامت تک غالب رہے گی۔ عیسیٰ بن مریم آسمان سے نازل ہوں گے۔ ان کا امیر کہے گا۔ آپ نماز پڑھائیں۔ وہ اس امت کا احترام کرتے ہوئے فرمائیں گے۔ تم ہی ایک دوسرے کے امام ہو۔ یہ حدیث صحیح مسلم میں ابو ہریرہؓ سے مروی ہے نیز انہوں نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے روایت کی۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آخر زمانہ میں خلیفہ ہوگا۔ جو مال تقسیم تو کرے گا۔ لیکن اُسے شمار نہیں کرے گا۔

(نور الابصار ص ۱۱۲)

ۛ

ہشتم: فوراً ابصار

امام احمد نے اپنی مسند میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ذکر کی۔ کہ حضور نے ارشاد فرمایا۔ میں تمہیں خوش خبری دیتا ہوں۔ کہ ایک ایسا شخص آئے گا۔ جو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا جبکہ وہ اس سے پہلے ظلم و جور کا نمونہ بنی ہوگی۔ زمین و آسمان اس سے رضی ہوں گے۔ لوگوں میں برابر مال صحیح طور پر وہ تقسیم کرے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے دل غنا سے بھر دے گا۔ حتیٰ کہ منادی سے ندا کر دائے گا۔ کہ جس کو مال کی ضرورت ہو۔ وہ آکرے جائے۔ لوگوں میں سے صرف ایک شخص کھڑا ہو کر کہے گا۔ کہ میں محتاج ہوں آپ اسے کہیں گے۔ جاؤ میرے فائزین سے کہو۔ کہ ہمدی تجھے حکم دیتا ہے۔ کہ مجھے مال دو۔ وہ اس سائل کے کپڑے مال سے بھر دے گا۔ حتیٰ کہ وہ نادوم ہو کر کہے گا۔ میرا نفس تمام امت محمدیہ سے زیادہ حریص ہے۔ اور ان کی طاقت و وسعت سے عاجز تر ہے یہ کہہ کر وہ مال واپس کر دے گا۔ فائزین واپس قبول نہ کرے گا۔ اور کہے گا۔ جو ہم دے دیتے ہیں۔ وہ واپس نہیں لیا کرتے۔ ہمدی سات، آٹھ یا نو برس اسی طرح رہیں گے۔ پھر اس کے بعد زندگی اچھی نہ رہے گی۔ یا فرمایا۔ اس کے بعد موت اچھی ہو جائے گی۔

(نور الابصار ص ۱۱۲)



نہم:

نور الابرار

ابوسعید فدری کہتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ زمانہ ختم ہونے اور فتنوں کے ظاہر ہونے کے وقت ایک شخص ہمدی نامی ظاہر ہوگا۔ اس کی بخشش بہت ہوگی۔

(نور الابرار ص ۱۱۳)

دہم:

نور الابرار

عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے۔ کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب ہمدی اُٹے گا۔ تو اس کے سر پر بادل ہوگا۔ اور اس میں سے فرشتہ آواز دے گا۔ یہ اللہ کا خلیفہ ہمدی ہے۔ اس کی اطاعت کرو۔ یہ روایت ابونعیم اور طبرانی وغیرہ نے ذکر کی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا جب تک میرے اہل بیت سے ایک شخص پوری زمین کا مالک نہ ہوگا۔ اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی۔ وہ قسطنطنیہ اور روم کو فتح کرے گا۔ اگر بالفرض قیامت میں ایک دن ہی باقی رہ جائے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو اس قدر

طویل کر دے گا۔ کہ وہ قسطنطنیہ وغیرہ کو فتح کر لے گا۔ یہ عبارت حافظ ابو نعیم کی ہے۔ انہوں نے کہا کسی شک و شبہ کے بغیر یہی مہدی ہے۔ تاکہ روایت متفق ہوں۔ جابر بن عبد اللہ سے روایت ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرے بعد خلفاء ہوں گے۔ خلفاء کے بعد امراء ہوں گے۔ امراء کے بعد جابر بادشاہ ہوں گے۔ پھر میرے خاندان سے مہدی ہوگا۔ جو زمین کو عدل و انصاف سے بھر دے گا۔ جبکہ وہ پہلے ظلم سے معمور ہوگی۔

(نور الالبصار ص ۱۱۳)

یا زوہم :

نور الالبصار

ابو نعیم نے نوامد میں اور طبرانی نے معجم میں یہ حدیث ذکر کی ہے۔ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سرکارِ دو عالم سے روایت کرتے ہیں۔ مہدی کے زمانہ میں میری امت مال و دولت سے خوب سیر ہوگی۔ ایسی نعمتیں ملیں گی۔ جو انہوں نے کبھی نہ دیکھی ہوں گی۔ آسمان ان پر خوب بارش برمائے گا۔ زمین اپنی ساری برکتیں باہر نکالے گی۔

(نور الالبصار ص ۱۱۳)

دوا زوہم :

ابو داؤد نے زر بن عبد العزیز سے روایت کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ دنیا اس وقت تک ختم نہ ہوگی۔ جب تک میرے

اہل بیت سے ایک شخص تمام زمین کا مالک نہ ہو جائے۔ اس کا نام میرے
نام جیسا ہوگا۔

(نورالابصار ص ۱۱۴)

نوٹ:

فضائل اہل بیت کا باب ہم نے اس لیے تحریر کیا۔ کہ اہل تشیع کی طرف
سے اس بات کا ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے۔ کہ اہل بیت کے ساتھ اہل سنت کو کوئی
محبت نہیں۔ حقیقی اور اصلی محب اہل بیت ہم ہی ہیں۔ ہم نے اہل سنت کی معتبر کتب
سے صرف چند باتیں اہل بیت کے فضائل میں ذکر کیں۔ یوں سمجھئے۔ کہ روپے میں
سے ایک پیسہ ذکر کیا گیا۔ ہم امید رکھتے ہیں۔ کہ جو شخص ان چند حوالہ جات کو ملاحظہ
کرے گا۔ وہ کبھی بھی اس فریب میں نہ آئے گا۔ کہ سنیوں کو اہل بیت و آل رسول
سے کوئی محبت نہیں ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ شیعوں کی کتب میں جو اہل بیت
کے فضائل ملتے ہیں۔ وہ دراصل ہماری ہی کتب سے لیے گئے ہیں۔ اور کچھ ایسے بھی
ہیں۔ جو ان کے گمراہ ہوئے ہیں۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

فصل چہارم بیت

فضائل اہل بیت علی الاطلاق

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پاک کشتی نوح

کی مانند ہے

۱۔ صواعقِ محرقہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری اہل بیت حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی مانند ہے۔ جو اس میں سوار ہو گیا۔ وہ نجات پا گیا۔ اہل بیت رسول ”بابِ حطہ“ کی مثل ہے۔ جو اس میں داخل ہو گیا اس کے گناہ معاف ہو گئے۔

(صواعقِ محرقہ ص ۱۵۰)

ب۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کے ضمن میں ابن سعد نے ذکر کیا ہے۔ حضور فرماتے ہیں۔ میری اہل بیت سے بہتر سلوک کرو۔ میں ان کے بارے میں کل قیامت کو جھگڑا کروں گا۔ اور جس سے

میرا جھگڑا ہو گیا۔ وہ دوزخی ہو گا۔ اور جس نے میری اہلبیت کی ابتداء کی اس نے گویا اللہ تعالیٰ سے مغفرت و جنت کا ہارے لیا۔

(صواعق محرقة ص ۱۰۵)

ج۔ حضور کا ارشاد گرامی ہے۔ کہ جنت میں میں اور میری اہل بیت ایک ایسے درخت کی مانند ہیں۔ جس کی شاخیں دنیا میں موجود ہیں۔ اب جس کی مرضی ہے۔ انہیں تھام لے۔ اور اپنے رب کی طرف جانے کا ذریعہ بنا لے۔

(صواعق محرقة ص ۱۰۵)

د۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت علی المرتضیٰ نے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر پیغمبر کو سات نجیب اور رفیق عطا فرمائے ہیں۔ اور مجھے بالخصوص جو وہ عطا فرمائے۔ عرض کیا گیا۔ وہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ علی، حسن، حسین، جعفر، حمزہ، ابوبکر، عمر، مصعب بن عمیر، بلال، سلمان، عمار، مقداد، حذیفہ اور عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم، یہ حدیث حسن ہے۔ اور ایک طریقہ سے غریب ہے حضرت علی المرتضیٰ سے یہ موقوفاً بھی مروی ہے۔

د ترمذی شریف مترجم جلد دوم

ص ۲۸۸ مناقب اہل بیت نبی۔

مطبوعہ ربانی بک ڈپو، دہلی۔

۳۔ ابن عباس فرماتے ہیں۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے اللہ سے محبت کرو۔ اور میری محبت کی وجہ میری اہل بیت سے محبت رکھو۔

(ترمذی شریف جلد ۱ ص ۳۸۸)

۲۔ اہل بیت سے محبت رکھنے والے کو
 بروز حشر شفاعتِ مصطفیٰ حاصل ہوگی۔

۱۔ مجمع الزوائد

حسن بن علی کہتے ہیں۔ کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری
 اہل بیت سے محبت کو اپنے لیے لازم کر لو۔ کیونکہ جس شخص نے
 اللہ تعالیٰ سے ملاقات کی۔ (یعنی وہ انتقال کر گیا) اور یہ ملاقات
 اس حالت میں ہوئی۔ کہ اُسے ہم سے پیار تھا۔ تو ہماری شفاعت
 کے ساتھ وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔ مجھے اس ذات کی قسم کہ جس
 کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ کسی شخص کو اس کا کوئی ذریعہ
 عمل اس وقت تک نفع نہ دے گا۔ جب تک وہ ہمارے حق
 کو نہ پہنچانے۔

مجمع الزوائد جلد پنجم جزو ۹ ص ۱۷۲

ب: کنز العمال

زید بن ارقم کہتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ علی
 اور حسن و حسین کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ جو ان سے جنگ
 کرے گا۔ میں اُس سے جنگ کروں گا۔ اور جو ان کو کچھ نہیں کہے گا
 میں بھی اُسے کچھ نہیں کہوں گا۔ کنز العمال جلد ۱۱ ص ۶۲ مطبوعہ مطبعہ مدینہ

ج: کنز العمال:

حضرت علی المرتضیٰ روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں ملاقات کی خاطر تشریف لائے۔ رات آپ نے ہمارے ہاں ہی بسر فرمائی۔ حسن و حسین دونوں سو رہے تھے۔ رات کو امام حسن نے پانی مانگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مشکیزے کے پاس گئے۔ اور پیالہ میں پانی ڈالا۔ دوسری روایت کے مطابق آپ بکری کے پاس تشریف لے گئے۔ اور پیالہ میں اس کا دودھ نکالا۔ جب آپ پیالے کرائے۔ تو حسین نے بھی اس کو پکڑ لیا۔ آپ نے حسین کو پیئنے سے روک دیا۔ (ایک روایت میں ہے۔ کہ آپ نے اپنا ہاتھ حسین کی طرف جھکایا) اس طرح آپ نے امام حسن سے ابتداء فرمائی۔ یہ دیکھ کر سیدہ فاطمہ بولیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو حسن زیادہ پیارے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ بات یہ نہیں۔ بلکہ معاملہ یہ ہے۔ کہ پانی مانگنے والا حسن تھا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے بیٹی! تم میں، یہ دونوں بیٹے اور یہ سونے والا (حضرت علی المرتضیٰ) قیامت میں ایک ہی محل میں ہوں گے۔

(۱)۔ کنز العمال جلد ۱۳ ص ۶۳۸ فصل فی

نفلہم مجملًا۔ مطبوعہ حلب

(۲)۔ مجمع الزوائد جلد ۵ جز ۹ ص ۱۷۱

مطبوعہ بیروت طبع جدید

د: کنز العمال

حضرت علی المرتضیٰ روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنین کریمین کے ہاتھ پکڑے۔ اور فرمایا۔ جو شخص مجھ سے، ان دونوں اور ان کے والدین سے محبت رکھتا ہے۔ وہ قیامت کو ہمارے محل میں ہمارے ساتھ ہوگا۔

(کنز العمال جلد ۱۳ ص ۴۳۹ مطبوعہ حلب)

۳: کنز العمال

حضرت علی المرتضیٰ کہتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں ایک مقام ہے۔ جسے وسیلہ کہتے ہیں۔ اور جب تم دعا کرو۔ تو میرے لیے وسیلہ کی دعا کیا کرو۔ حضرات صحابہ کرام نے پوچھا۔ یا رسول اللہ! اس مقام وسیلہ میں آپ کے ساتھ اور کون کون ہوگا؟ آپ نے فرمایا۔ علی، فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم

(کنز العمال جلد ۱۳ ص ۴۳۹ مطبوعہ

حلب طبع جدید)

۴: کنز العمال

ذلیفہ بن یمان کہتے ہیں۔ کہ میری والدہ نے مجھے پوچھا۔ کہ تمہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔ کتنا عرصہ ہو چکا ہے میں نے جواب دیا کہ اتنا اتنا اور پھر والدہ سے عرض کی۔ آپ مجھے اس بات

کی اجازت دے دیں۔ کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز مغرب ادا کروں۔ اور پھر آپ کو اس وقت تک نہ چھوڑوں جب تک آپ میرے اور تمہارے لیے بخشش طلب نہ کریں۔

والدہ نے اجازت دے دی، لہذا میں نے نماز مغرب آپ کی اقتدار میں ادا کی۔ پھر آپ نے نماز عشاء پڑھائی۔ بعد میں نوافل میں مشغول ہو گئے۔ حتیٰ کہ مسجد نمازیوں سے خالی ہو گئی۔ صرف میں اور حضور موجود تھے۔ اتنے میں ایک آدمی آیا۔ اور آپ سے مناجات کرنے لگا۔ پھر وہ چلا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری آواز پہچان کر پوچھا خذ لیفہ ہو۔ میں نے عرض کیا۔ جی حضور! فرمایا۔ کیسے آنا ہوا اللہ تعالیٰ نے تمہارے اور تمہاری والدہ کے گناہ معاف کر دیئے ہیں۔ اس وقت ہمارے پاس ایک ایسا فرشتہ موجود ہے۔ جو آج سے پہلے کبھی بھی زمین پر نہیں آیا۔ آج اُس نے اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کی کہ اُسے مجھ پر سلام پڑھنے کا موقع عطا کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اجازت عطا فرمادی۔ اور مجھے اس امر کی بشارت بھی دی۔ کہ فاطمہ جنت میں عورتوں کی سردار اور حسین کریمین جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔

دکنز العمال جلد ۱۳ ص ۶۴۰ مطبوعہ

طب طبع جدید

س: کنز العمال

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے ہاں تشریف فرماتے۔ ایک فادمہ حاضر ہوئی۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ! علی اور فاطمہ دروازہ پر آئے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ ہٹ جا۔ میرے اہل بیت آئے ہیں۔ میں (ام سلمہ) ہٹ کر

ایک کونہ میں بیٹھ گئی۔ جب یہ حضرات اندر تشریف لائے۔ تو دونوں نے حسنین کریمین کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں بٹھا دیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہاتھ سے حضرت علی اور دوسرے سے حضرت فاطمہ کو پکڑ کر اپنے ساتھ لگایا۔ ان کا بوسہ لیا۔ پھر سیاہ مگلی کے ساتھ آپ نے سب کو ڈھانپ لیا۔ اس کے بعد آپ نے یہ دعا فرمائی۔ ”اے اللہ! میں اور میری اہل بیت تیری طرف لوٹنے والے ہیں نہ کہ جہنم کی طرف۔“ یہ سن کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے آواز دی۔ یا رسول اللہ! میں بھی تو آپ کے اہل بیت میں سے ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں تو بھی میرے اہل بیت میں شمار ہے۔ (کنز العمال جلد ۱۳ ص ۴۴ مطبوعہ مطبع جدید)

ش: مجمع الزوائد

عمر ابن شعیب کہتے ہیں۔ کہ میں زینب بنت ام سلمہ کے پاس حاضر ہوا۔ تو سیدہ زینب نے انہیں یہ حدیث سنائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زوجہ ام سلمہ کے پاس تھے۔ ان کے پاس حضرت علی فاطمہ اور حسنین کریمین تشریف لائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن کو ایک بغل اور حسین کو دوسری بغل میں لیا۔ اور سیدہ فاطمہ کو گود میں بٹھالیا۔ اس کے بعد فرمایا۔ اے اہل بیت! تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔ بے شک وہ صفت و ثناء کا مالک ہے۔ میں اور ام سلمہ دونوں وہاں بیٹھی تھیں۔ یہ سن کر ام سلمہ رونے لگیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا۔ تو پوچھا۔ ام سلمہ! تم کیوں رورہی ہو؟ عرض کیا۔ یا رسول! آپ نے ان حضرات کو اہل بیت کے لیے مخصوص فرمایا ہے۔ مجھے اور میری بیٹی کو چھوڑ دیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا۔ تو اور تیری بیٹی بھی اہل بیت میں سے ہے۔

۱۱۔ نزاع مال بعد از اس نبرہ ۴۴ مطبوعہ علیہ (۲) مجمع الزوائد۔ جلد ۵ جزوہ ص ۱۱، مطبوعہ بیروت

نوٹ: مقام غور ہے۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو اہل تشیع
 ”اہل بیت نبی“ میں شمار نہیں کرتے۔ اور اسی قسم کی احادیث بطور سند
 لاتے ہیں۔ جن میں حضرت علی، فاطمہ اور حسین کریمین کا ذکر ہے۔ حالانکہ احادیث
 کے مضمون اس بات کا اشارہ کر رہے ہیں۔ کہ ان حضرات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 نے اپنی اہل بیت میں داخل فرمایا۔ جبکہ یہ اہل بیت نہیں تھے۔ کیونکہ ”اہل بیت“
 کا معنی گھر والے ہوتا ہے۔ اور اپنی بیوی سے بڑھ کر دوسرا گھر والا کون ہو
 سکتا ہے۔؟ اہل بیت المومنین رضی اللہ عنہم کو اہل بیت میں شامل کرنے
 کے لیے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ وہ تو اس لفظ کا مصداق حقیقی
 ہیں۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے جواب میں بھی آپ نے اسی امر کی طرف
 اشارہ فرمایا۔ اس گفتگو کی تفصیل تحفہ حنفیہ حصہ دوم میں ملاحظہ ہو۔ ہم
 نے کتب شیعہ سے ثابت کیا ہے۔ اور دلائل پیش کیے ہیں۔ کہ
 ازواج مطہرات ”اہل بیت“ میں شامل ہیں۔

ص: مجمع الزوائد

زید ابن ثابت کہتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں
 تمہارے درمیان دو تھیلے چھوڑے جا رہا ہوں۔ ایک اللہ تعالیٰ
 کی کتاب جو زمین و آسمان کے درمیان بندھی ہوئی ہے اور
 دوسرا میرے اہل بیت۔ یہ دونوں ہرگز آپس میں جدا نہیں
 ہوں گے۔ یہاں تک کہ حوض کوثر پر پہنچے اٹلیں گے۔

(مجمع الزوائد جلد پنجم ص ۱۴۲، ۱۴۳ مطبوعہ بیروت)

ض: مجمع الزوائد

ابوسعید خدری راوی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ میں تم میں دو بھاری چیزیں پھوڑے جا رہوں۔ ان میں سے ایک دوسری سے بڑی ہے۔ پہلی چیز کتاب اللہ جو اللہ تعالیٰ کی رسی ہے اور زمین و آسمان کے درمیان بندھی ہوئی ہے۔ اور دوسری چیز میری اہل بیت سے۔ یہ دونوں باہم جدا نہیں ہوں گی۔ حتیٰ کہ حوض کوثر پر مجھے اُٹھیں گی۔ (مجمع الزوائد جلد ۵ جز ۹ ص ۱۲۳ مطبوعہ بیروت)

ط: مجمع الزوائد:

زید بن ارقم روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مقام حنفہ میں تشریف فرماتے۔ لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی۔ پھر فرمایا۔ میں نے ہزنبی کی عمر اپنے سے پہلے نبی کی یہ نسبت نصیب پائی۔ اور بہت جلد مجھے بلاوا آئے گا۔ اور میں اس بلا سے کو قبول کروں گا۔ آپ نے فرمایا۔ تم اس بات کی گواہی نہیں دیتے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور محمد اس کے بندے اور رسول ہیں، جنت و دوزخ حق ہیں؟ لوگوں نے کہا۔ ہاں ہم گواہی دیتے ہیں۔ پھر آپ نے ہاتھ اٹھا کر سینہ پر رکھ کر فرمایا۔ میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔ پوچھا۔ تم نے سن لیا۔ سب نے کہاں۔ جی فرمایا۔ میں حوض کوثر پر تمہاری خوشی کی خاطر پہلے سے موجود ہوں گا پھر تم حوض کوثر پر آؤ گے۔ وہ چوڑائی میں صغاد اور بھری جیسا ہے۔ اس کے پیالے میں پانڈی کے اور آسمانی ستاروں کے برابر ہوں گے۔ لہذا غور کرو۔ کہ تم تقسین کو میرا کیسے خلیفہ بناؤ گے۔ ایک نے آواز سے پوچھا۔ یا رسول اللہ

ثقلین کیا ہے؟ فرمایا۔ ایک کتاب اللہ کہ جس کی ایک طرف اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت میں اور دوسری طرف تمہارے ہاتھ میں ہے۔ لہذا اس کو مضبوطی سے تھامے رکھو۔ تاکہ گمراہی سے بچ جاؤ۔ اور دوسرا ثقل میری اہل بیت ہے۔ اور اللہ لطیف و خبیر نے مجھے بتلایا ہے کہ یہ دونوں ثقل باہم جدا نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ حوضِ کوثر پر مجھے ان میں گے۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے ان کے بارے میں سوال کیا ہے۔ اس لیے تمہیں چاہیے۔ کہ نہ تو ان دونوں سے اُگے بڑھو اور نہ ان میں کمی کرو۔ ورنہ تم ہلاک ہو جاؤ گے۔ اور انہیں سکھانے پڑھانے کی کوشش نہ کرنا۔ کیونکہ وہ تم سے زیادہ عالم ہیں۔ پھر آپ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ من حنك اولیٰ بہ من نفسہ فعلی و لید۔ یعنی میں جس شخص کی ذات سے زیادہ عزیز ہوں۔ اس کا علی ولی ہے۔ اور دوست ہے اے اللہ! تو بھی اس سے محبت کر۔ جو علی سے محبت کرتا ہے اور اس سے تو بھی عداوت رکھ۔ جو علی کا دشمن ہے۔

(مجمع الزوائد جلد جز ۹ ص ۱۴۳، ۱۴۴ مطبوعہ بیروت)

نوٹ یہ حدیث "حدیث ثقلین" کے نام سے مشہور ہے۔ اہل سنت و جماعت کا اس بارے میں یہی عقیدہ ہے۔ جو حضرات صحیح سید اور آل رسول ہیں۔ وہ کبھی بھی قرآن اور اس کی تعلیمات سے منہ نہیں پھریں گے۔ بلکہ قرآنی تعلیمات پر سب سے زیادہ حامل ہوں گے۔ گویا چلتی پھرتی شریعت ہوں گے۔ اور ان کا یہی طریقہ قیامت تک رہے گا۔ یہاں تک کہ حوضِ کوثر پر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جائیں گے۔

(فاعتبروا یا اولی الابصار)

روشیہ میں ہماری مطبوعات کا مختلف تعارف

پہلی کتاب

تحفہ جعفریہ - ۵ جلدیں

شیخ الحدیث مناظر اسلام علامہ مولانا محمد علی مدظلہ

اس کتاب کے تمام تر مضامین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فتاویٰ کے گرد گھومتے ہیں

مضامین جلد اول | مقدمہ - اس بارہ میں کہ مستبر شیعوں موزعین کا اعتراف ہے کہ شیعوں کا بانی عبد اللہ بن سبا یہودی ہے۔ باب اول (مئلہ خلافت) اس باب میں اولاً شیعوں کے وہ دلائل پیش کیے ہیں جو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر قائم کرتے ہیں اور ساتھ ساتھ شیعوں کے کتب کی روشنی میں ان کا نہایت ٹھوس اور محققانہ رد کیا گیا ہے۔ اس کے بعد خلفاء راشدین کی خلافت پر قرآن مجید اور شیعوں کے کتب و ذنی دلائل درج کیے گئے ہیں۔ ہر دلیل اپنی جگہ ایک تحقیقی مقالہ ہے۔ باب دوم - اس میں دو فصلیں ہیں پہلی فصل میں شیعوں کے اس دعوے کی تردید کی گئی ہے کہ حضرت علی سے دست مدتی اکبر پر جبراً بیعت لی گئی تھی۔ اور (فصل دوم) میں شیعوں کی تضاد بیانی واضح کی گئی ہے۔ کہ ایک طرف شیعوں نے حضرت علی کی طاقت و قوت فدائے کربلا سے پہنچا ہے اور دوسری طرف انہیں بہت بڑا بزدل ثابت کرتے ہیں۔ بار سوم

اس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کمال الایمان اور صفتی ہونے پر قرآن کریم اور کتب شیعہ سے نو عدد فولادی دلائل ہیں۔ باب چہارم۔ یہ باب فضائل صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے متعلق ہے (فصل اول) میں فضائل صحابہ کرام از کتب شیعہ (فصل دوم) میں کتب شیعہ سے عقائد ثلاثہ کے مشترک فضائل (فصل سوم) میں ابو بکر صدیق۔ عمر فاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم تینوں صحابہ کے علیحدہ علیحدہ مناقب بیان کیے گئے ہیں جو مکمل طور پر کتب شیعہ سے لیے گئے ہیں۔ کوئی انصاف پسند انہیں پڑھ کر شیعہ نہیں رہ سکتا۔

مضامین جلد دوم

باب اول۔ عقائد ثلاثہ کے نبی و آل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خاندانی اور نسبی تعلقات کے بارہ میں ہے (فصل اول) اس میں ابو بکر صدیق اور ان کے اہل بیت کے نبی و آل نبی سات رشتہ داریاں کتب شیعہ سے ثابت کی گئی ہیں۔ (فصل دوم) عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی نبی و آل نبی سے رشتہ داریاں اس ضمن میں نکاح ام کلثوم کے بارے میں چار طویل و عریض تحقیقی اسبات ہیں۔ (فصل سوم) عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نبی و آل نبی سے اٹھ رشتہ داریاں از کتب شیعہ۔ اس ضمن میں مسند بنات رسول پر کتب شیعہ کی روشنی میں بے مثل تحقیق لائی گئی ہے جو اس موضوع پر شیعوں کو عاجز کر دینے کے لیے کافی ہے۔ باب دوم نبی علیہ السلام علی المر کفئے اور اہل بیت رسول سے عقائد ثلاثہ کے خوشگوار تعلقات۔ یہ بات تین فصلوں پر مشتمل ہے۔ باب سوم۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فضائل اور بنو امیہ کے اہل بیت رسول سے مذہبی تعلقات فصل اول۔ شان امیر معاویہ کتب اہل سنت و اہل تشیع سے فصل دوم۔

امیر معاویہ اور ان کے خاندان کے نبی علیہ السلام اور نبوہاشم سے نسبی و خاندانی تعلقات۔ فصل سوم۔ دستِ امیر معاویہ پر سنین کریمین کی بیعت کا ثبوت از کتب شیعہ۔ باب چہارم۔ فضائل اہبات المؤمنین از واج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ فصل اول۔ قرآن کی روشنی میں از واج رسول آپ کی اہلیت میں داخل ہیں۔ فصل دوم۔ فضائل جملہ از واج از قرآن و کتب شیعہ۔ فصل سوم۔ فضائل سیدہ عائشہ و حصہ رضی اللہ عنہا۔

مضامین جلد سوم

باب اول۔ (بحث فدک) اس میں آٹھ فصلیں ہیں۔ فصل اول۔ باغ فدک کی تحقیقی بحث جنرالیائی حدود۔ فصل دوم۔ شمولِ فدک در مالِ فئی اور فئی کا حکم از قرآن کتب شیعہ۔ فصل سوم۔ سیدہ فاطمہ کی ابو بکر صدیق سے ناراضگی کی تحقیقی۔ فصل چہارم۔ نبتِ رسول کی ناراضگی استحقاقِ خلافت پر اثر انداز نہیں۔ فصل پنجم۔ ہبہ فدک کی سنی روایات کی جرح۔ فصل ششم۔ اہلبیاد کی مالی میراث نہیں ہوتی۔ ثبوت از کتب شیعہ۔ فصل ہفتم۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی میراث سے راضی تھیں۔ ثبوت از کتب شیعہ۔ فصل ہشتم۔ جنازہ سیدہ فاطمہ میں صدیق و فاروق کی عدم شمولیت کے طعن کا جواب۔ باب دوم۔ سے باب ہفتم تک۔ ابو بکر صدیق عمر فاروق عثمان غنی سیدہ عائشہ اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہم پر شیروں کے بعض اعتراضات کا نہایت ٹھوس اور منہ توڑ جواب ہے

مضامین جلد چہارم

جلد سوم کی طرح یہ بھی عظمتِ صحابہ پر کیے گئے اعتراضات کے جواب

میں ہے۔ جلد سوم اور جلد چہارم میں درج شدہ بعض اعتراضات یہ ہیں۔ ۱۔ صحابہ میدان احد سے بھاگ گئے۔ ۲۔ ابو بکر صدیق سے سورہ براءت کے اعلان کی ذمہ داری نبی علیہ السلام نے واپس لے کر علی المرتضیٰ کو دے دی تھی۔ ۳۔ حدیث قرطاس۔ ۴۔ عمر فاروق نے سیدہ فاطمہ کو زندہ جلا دینے کی دھمکی دی۔ ۵۔ اور سیدہ فاطمہ کے بطن پر دروازہ گرا کر حمل ضائع کر دیا۔ ۶۔ حضرت عمر فاروق کو مدینہ میں نبی کی رسالت میں شدید شک ہو گیا تھا۔ عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر کیے گئے اعتراضات کی منہ توڑ تردید۔ بعض اعتراضات یہ ہیں ۱۔ مروان کو نبی علیہ السلام نے مدینہ سے نکالا اور عثمان نے واپس بلایا۔ ۲۔ عثمان نے بنت رسول ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو قتل کیا۔ اور اس کی لاش سے جماع کیا۔ (معاذ اللہ) ۳۔ ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی کو جلا وطن کر دیا۔ ۴۔ عبد اللہ بن مسعود کا وظیفہ بند کر دیا۔ ۵۔ مقتدر صحابہ کو معزول کر کے اپنے رشتہ داروں کو گورنریاں دے دیں۔ اس ضمن میں عثمانی گورنروں اور عمال کی فتوحات اور کارنامے شیوہ کتب سے مفصل پیش کیے گئے ہیں۔ ۶۔ اپنے رشتہ داروں کو بڑے بڑے عطیات دیے۔ ۷۔ نتیجتاً لوگ مخالف ہو گئے اور عثمان غنی کو قتل ہونا پڑا۔ ۸۔ تین دن تک لاش کوڑے کرکٹ پر پڑھی رہی۔ اسی طرح سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر اعتراضات کا جواب بھی قابل دید ہے۔ بعض یہ ہیں ۱۔ پردہ کے احکامات کی مخالفت کی ۲۔ خلیفہ برحق سے بغاوت کی ۳۔ امام حسن کو روہ رسول میں دفن نہ ہونے دیا اور لاش پر تیر پھینکے۔ اس ضمن میں جنگ جمل اور جنگ صفین کا پس منظر اور بعض شہادت کا قابل مطالعہ ازالہ جلد سوم میں ملاحظہ فرمائیں۔

فقہ جعفریہ کی جداول کا تعارف

جلد اول میں مختلف موضوعات پر گفت گو کی گئی ہے۔ طہارت، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج، نکاح و طلاق اور حلال و حرام کے مسائل کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ ان موضوعات میں بہت سے مسائل اہل تشیع نے ایسے درج کر دیئے ہیں۔ جو ان کے فائدہ ساز ہیں۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ”فقہ جعفریہ“ ان کی گھڑی ہوئی فقہ ہے۔ اجمالی طور پر ہم نے ان مسائل کے تعارف کے لیے تین فصول باندھیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

فصل اول

”فقہ جعفریہ“ کی بنیاد اور ماخذ چار کتابیں ہیں۔ اصول کافی، تہذیب الاحکام من لایحضرہ الفقیہ اور الاستبصار۔ صاحب استبصار اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہم کی طرف نسبت کی وجہ سے فقہ جعفریہ کہلاتی ہے، کے مابین تقریباً تین صدیوں کا فاصلہ ہے۔ امام جعفر صادق اور ان کے والد گرامی سے جن لوگوں نے روایات بیان کی ہیں۔ وہ ان ائمہ کی زبانی طعون اور مردود لوگ ہیں۔ ان لوگوں کی روایتوں کا ادیث سند کے اعتبار سے ناقابل اعتبار ہیں۔ کیونکہ حضرات اہل سنت سے ان تک کے واسطے صحیح نہیں ہیں۔ یہ بات ”فقہ جعفریہ“ کے نو ماخذوں پر واضح دلیل ہے۔

فصل دوم

اس میں اہل تشیع کے ایسے عقائد زیر بحث لائے گئے ہیں۔ جو توحید کے خلاف ہیں۔ اور مشرکانہ نظریات ہیں۔

فصل سوم

یہ فصل حضرات ائمہ اہل بیت کے اُن ارشادات میں ہے۔ جن میں انہوں نے ”دین چھپانے“ کی تاکید کی۔ اور اس پر نہ عمل کرنے والے کو اپنا قاتل قرار دیا ہے

مسائل طہارت کے ضمن میں درج ذیل باتیں
مذکور ہوئیں۔

فصل اول

- ① پانی سے بھرے ہوئے ایک بڑے ٹکے میں خواہ کتنی ہی نجاست گر پڑے، وہ ناپاک نہیں ہوتا۔
- ② استنجاء کے لیے جو پانی استعمال کیا گیا۔ وہ پاک ہے۔ اور اگر اس میں کوئی کپڑا وغیرہ گر پڑے تو وہ ناپاک نہیں ہوتا۔
- ③ گدھے اور خچر کا پیشاب، ودی اور مری اور علی جنابت کے لیے استعمال کیا گیا پانی پاک ہے۔
- ④ ہوا نازک ہونے سے وضو میں کوئی خلل نہیں پڑتا۔

۵) پردہ صرف قبل اور دُبُر کا ہے۔ ان میں سے دُبُر خود جو تڑوں میں چھپی ہونے کی وجہ سے پردہ میں ہے۔ اور اگلی شہرگاہ پر اگر ہاتھ رکھ لیا جائے۔ یا بیوی کا ہاتھ رکھے تو پردہ ہو جاتا ہے۔ بلکہ اس پر کوئی چیز لپیپ دی جائے تو بھی پردہ ہو جاتا ہے۔ دُبُر میں وطی کرنے سے عورت کا نہ روزہ ٹوٹتا ہے۔ اور نہ ہی اُسے نہانے کی ضرورت ہے۔

- ۶) بول و بلاز پھرتے وقت قرآن کریم پڑھنا جائز ہے۔
 ۷) کتّا یا چوہا اگر گھئی یا ہنڈیا میں گر جائے تو اس سے طہارت میں کوئی فرق نہیں آتا۔
 ۸) سورا اور کتّا، زندہ یا مردہ دونوں حالتوں میں پاک ہے۔

فصل دوم

- ۱) تیمم میں منہ میں سے صرف ماتھے کا مسح اور ہاتھوں میں سے صرف ہتھیلی کا مسح کرنا کافی ہے۔
 ۲) وضو میں پاؤں دھونے کی بجائے ان پر مسح کرنے کا شیعہ عقیدہ اور اس کی ترویج۔ پاؤں دھونے پر ہر دور کے علماء کا اتفاق رہا۔ نیز وضو میں ترتیب جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی المرتضیٰ نے اختیار فرمائی اسی بڑا، سنت کا عمل ہے۔

فصل سوم

اس میں اذان کے مسائل میں سے پہلے اس مسئلہ پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ اذان میں دو علی ولی اللہ، بڑھانے والا معون، گنہگار اور بدعتی ہے۔ نیز غنہبی کے اذان کے جو ان پر حوالہ جات مذکور ہیں

کتاب الصلوٰۃ

اس موضوع کے ضمن چند مسائل بطور خاص یہ ہیں

فصل اول

- ۱۔ دوران نماز بچے کو دوہ پلانے سے ماں کی نماز نہیں ٹوٹی۔
- ۲۔ لونڈی اور بیوی کو اگر نمازی دوران نماز جھاتی سے لگے۔ تو نماز بدستور قائم رہتی ہے اسی طرح اہل تناسل سے کھلنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔
- ۳۔ پلید ٹوپی پہن کر نماز پڑھا جائز ہے۔
- ۴۔ دوران نماز لعنت، بھیجتا سنت ائمہ ہے۔

فصل دوم

- ۱۔ بے نماز کی سزا بستر دفعہ حقیقی ماں سے زنا کرنا، ستر بنمبروں کو شہید کر دینا ستر قرآن جلد دینا اور سات دفعہ بیت المعور کو گرانا، نماز نہ پڑھنے سے چھوٹے جرم ہیں۔
- ۲۔ بے نماز کتے، خنزیر اور کافر سے بدتر ہے۔ اس کی تجہیز و تکفین نہیں کرنی چاہیے۔
- ۳۔ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنے کا ثبوت
- ۴۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ باندھ کر نماز ادا کرنے کا ثبوت۔
- جیلنج، حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے جو نمازیں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اقدار میں ادا کیں مگر کوئی شہادت ثابت نہ کر دیکھائے کہ اپنے وہ نمازیں

ہاتھ کھلے چھوڑ کر ادا کریں۔ تو اسے دس ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا۔ نیز اتنا ہی انعام اس شخص کو دیا جائے گا۔ جو یہ ثابت کر دے۔ کہ حضرت علی المرتضیٰ نے ان نمازوں کو دوبارہ پڑھا۔ جو اب بجز صدیق کی اقتدار میں اپنے ادا فرمائیں۔

فصل سوم

”التحیات لله والصلوات والطیبات“ کے الفاظ کا ثبوت

کتب شیعہ سے۔

نماز تراویح کی شیعہ لوگوں کے نزدیک اگر بدعتِ عمری ہے۔ تو حضرت علی نے اپنے دور خلافت میں اسے ختم کیوں نہ کیا۔ حضرت علی ہمیشہ اس کی تعریف کرتے رہے۔ ائمہ اہل بیت ہمیشہ نماز تراویح ادا کرتے رہے۔

فصل چہارم

۱۔ میت کو غسل دیتے وقت اس کے پاؤں قبلہ کی طرف ہونے چاہئیں۔

۲۔ مرنے کے فوراً بعد مرنے والے (شیعہ) کے منہ یا آنکھ وغیرہ سے منی نکلتی ہے۔

۳۔ جو بھی میت کو ہاتھ لگا دے۔ اس پر غسل واجب ہے۔

۴۔ غسل دیتے وقت میت کی نعلوں میں کٹڑی رکھی جائے اور اس کی ٹانگیں مقبوضہ باندھ لی جائیں۔

۵۔ جنبی نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے۔ نماز جنازہ پڑھنے کے لیے شہر مگاہ ڈھانپنا شرط نہیں ہے۔

۶۔ نماز جنازہ میں پانچ تکبیریں اور رفع یدین کی تردید

۷۔ قبر کو چوکور شکل بنانا خلاف شرع ہے۔

کتاب الزکوٰۃ

۱۔ مرد جب سکہ کے بغیر سونے چاندی پر زکوٰۃ نہیں۔

کتاب الصوم

۱۔ بیوی یا بیٹی کا تھوک ننگلے سے روزہ نہیں ٹوٹتا
۲۔ اشد اور اس کے رسول پر جھوٹ بولنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے

کتاب الحج

۱۔ جس کا ختنہ نہ ہو اس کا حج باطل ہے۔
۲۔ عورت کو حج کرنے کے لیے محرم کا ساتھ ہونا ضروری نہیں۔

کتاب النکاح

۱۔ عورت کی شرمگاہ کا بوسہ لینا، اس میں انگلی پھیرنا، اس کی دُور میں وطی کرنا سب جائز ہیں۔
۲۔ خوبصورت سے بے غم ختم ہو جاتی ہے۔
۳۔ معصوم اگر مسجد میں وطی کرے تو جائز ہے۔
۴۔ پیغمبروں کی خصوصیات مُرغ میں بھی پائی جاتی ہیں۔
۵۔ ریشمی کپڑا آلہ تناسل پر پھیٹ کر محرم عورتوں سے بھی وطی جائز ہے۔
۶۔ ماں، بیٹی اور بہن وغیرہ محارم سے وطی کرنا ایک طرح جائز اور دوسری

طرح ناجائز ہے۔

۷۔ باپ بیٹا ایک دوسرے کی بیوی سے وطی کر لیں تو اس سے حرمت نہیں آتی۔

۸۔ سید زادی کے ساتھ جو ہڑے چھاڑ تک کا نکاح جائز ہے۔

۹۔ کتب شیعوہ میں نکاح کے لیے شہادت شرط نہیں۔

۱۰۔ اہل سنت کے ساتھ اہل تشیع نکاح کو حرام سمجھتے ہیں۔ شیعوہ لوگوں کے

نزدیک اہل سنت، یہود و نصاریٰ، حرام زاونے اور کتے سے بھی بدتر ہیں۔ لہذا شیعوں کو بھی شیعوں سے رشتہ ناظم ہرگز نہیں کرنا چاہیے۔

کتاب الحدود

۱۔ رضا مندی سے زنا پر کوئی حد نہیں لگ سکتی۔

۲۔ بھول کہ نکاح چھوڑ دینے کی صورت میں بھول کر وطی کر لینے سے بھی کوئی حد نہیں لگے گی۔

۳۔ چوری کی حد میں صرف ہاتھ کی انگلیاں کاٹی جائیں گی۔

”فقہ جعفریہ“ — جلد دوم

”فقہ حنفی“ پر لگائے گئے اعتراضات، امام اعظم کی شخصیت پر دھرے گئے الزامات کا تفصیلی تذکرہ، خاص کر غلام حسین نجفی شیبلی کی کتاب ”و حقیقت فقہ حنفیہ“ کا ترکی بہ ترکی جواب اس جلد کی مخصوص بحثیں ہیں۔

ان اعتراضات و الزامات کا ایک اجمالی خاکہ ملاحظہ ہو۔

۱۔ فقہ حنفی کے ماخذ ثنائی یعنی احادیث کہ راوی مجروح ہونے کی بنا پر

یہ فقہ بے اصل ہے

۲۔ تاریخ بغداد میں ابو حنیفہ کو کافر لکھا گیا۔ اور ان کا ایمان و اسلام کو سب سے زیادہ نقصان پہنچانا۔

۳۔ ابو حنیفہ کا فتنہ ابلیس اور دجال کے فتنے سے بھی بڑا ہے۔ اس فقہ نے اسلامی مضبوطی کو ختم کر دیا۔

۴۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو حنیفہ کی باتوں پر عمل کرنے سے منع کیا ہے

۵۔ ان کی کتاب "کتاب الجہل" نے حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر دکھایا۔

۶۔ ابو حنیفہ کی مجلس درود و سلام سے خالی ہوتی تھی۔ اور ان کے فتاویٰ حق کے خلاف ہیں۔

۷۔ ابو بکر صدیق کی گواہی کہ ابو حنیفہ نے دین کو بدل ڈالا ہے۔

۸۔ امام اعظم کے جہازے پر پادریوں کا اجتماع

۹۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہوتے تو میری پیروی کرتے (ابو حنیفہ)

۱۰۔ باپ کا قاتل اور ماں سے نکاح کرنے والا مومن ہے۔

۱۱۔ ایمان ابو بکر صدیق اور ایمان ابلیس ایک ہی ہے۔ (معاذ اللہ)

ان اعتراضات و الزامات کے علاوہ پچاس کے قریب ایسے ہی لغویات

کا جواب اس حصہ میں مذکور ہے۔ اور تاریخ بغداد، کے حوالہ جات سے امام

اعظم رضی اللہ عنہ کی عظمتِ شان، اور کتب شیعہ سے ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی منزلت

بیان کی گئی ہے۔

فقہ جعفریہ جلد سوم

بحث ماتم کو شرح و بسط کے ساتھ اس جلد میں ذکر کیا گیا۔ جس کا

اجمالی خاکہ اس طرح ہے۔

فصل اول

اہل سنت کے نزدیک حضرات اہل بیت کی تعزیریت کا مسنون طریقہ کیا ہے

فصل دوم

مروجہ ماتم کے ثبوت پر اہل تشیع کے گیارہ دلائل کا سکت جواب۔

فصل سوم

قرآن و حدیث اور اقوال ائمہ اہل بیت سے مروجہ ماتم کی زینح کنی۔

فصل چہارم

ماتم کس کی ایجاد سے؟ اس کا فقہی حکم اور انجام کیا ہے؟ مروجہ ماتم پر شیخ قمی کی بحث اور مروجہ ماتم کی تردید۔

فصل پنجم

ماتم کرنے والوں کی نشانیاں۔ دداڑھی چٹ، مونچھیں لمبی، لباس سیاہ اور لوہے کے کڑے، ان علامات کی کتب شیعہ سے تردید۔

فصل ششم

تعزیرہ نکالنے کی تاریخ، اس کی شرعی حیثیت اور ذوالجناح برآمد کرنے اور اس کی حقیقت کی تفصیلی بحث۔

نوٹ:

غلام حسین نجفی شیعہ نے ثبوت ماتم پر ایک کتاب بنام "ماتم اور صحابہ" لکھی جس میں اس نے کمال عیاری اور مکاری سے گندی زبان کا سہارا لے کر مروجہ ماتم کو ثابت کرنے کی کوشش کی۔ تقریباً ستاسی ہدایات ذکر کیے۔ ہم نے ان کا پورا محاکمہ کیا۔ اس تفصیلی بحث کے بعد "جواز ماتم" کا قول بالکل پاکلانہ بات نظر آئے گی۔

فہرست فریہ جلد چہارم = متعہ کی بحث

بحث متعہ کو کمال خوبی کے ساتھ درج ذیل فصول میں مکمل کیا گیا ہے

فصل اول: متعہ کا رواج زمانہ جاہلیت تھا۔

فصل دوم: کتب اہل سنت سے متعہ کی حقیقت۔

فصل سوم: تعارف متعہ از کتب شیوہ

فصل چہارم: متعہ کے جواز پر اہل تشیع کے چار دلائل اور ان کا دندان شکن جواب

فصل پنجم:

متعہ کے حرام ہونے پر قرآن کریم اور کتب شیوہ سے اٹھ دلائل قاہرہ۔

فصل ششم: اہل تشیع کے ہاں بے حیائی کے عجیب و غریب طریقے۔

فصل ہفتم:

"جواز متعہ" نامی کتاب میں پچیس کے قریب مذکور ان مغالطوں اور دھوکہ بازیوں

کا بے مثل جواب جو جواز متعہ پر دیئے گئے۔ جن کے مطالعہ کے بعد حرمت میں ہر دم

یقین ہو جاتا ہے

تحفہ جعفریہ جلد پنجم: ان جلدیں دو باب ہیں

باب ۱: باب اول میں امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر کیے گئے مطاعن کے دندان شکن جوابات
طعن ۱: حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے دورِ خلافت میں خطیب حضرات کو حکم دے رکھا تھا
کہ وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پر لعنت کیا کریں! (معاذ اللہ)

طعن ۲: حضرت امیر معاویہؓ نے عہد شکنی کی۔ اور حضرت امام حسنؓ کی بجائے یزید کو ولی عہد بنایا
طعن ۳: حضرت امیر معاویہؓ نے اس شرط کی مخالفت کی کہ اپنے بعد مسئلہ خلافت شوریٰ پر چھوڑ دیں گے
طعن چہارم: حضرت امیر معاویہؓ نے امام حسن رضی اللہ عنہ کو زہر دلا کر شہید کر دیا۔

طعن پنجم: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سیدہ عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے قاتل ہیں
طعن ششم: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی میں یزید کو ولی عہد
بنا کر مسلمانوں کی خون ریزی کی بنیاد رکھی۔

طعن ہفتم: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے صحابی رسول جناب محمد بن علیؓ کو بلا وجہ قتل کیا۔
باب اول شیعہ کے مشہور مطاعن و اعتراضات کے چند اور تحقیقی جوابات کے ساتھ ساتھ
حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیرت کی ایک اور جھلک اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم
وسیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی باہم الفت کا تذکرہ اس باب میں بھی چند فصول ہیں۔
فصل بکر بلائے معلیٰ میں جانے والی ام کلثوم جو امام مسلم کی زوجہ تھیں۔ وہ سیدہ فاطمہ الزہرا
رضی اللہ عنہا کے صاحبزادی نہیں اور وہ ام کلثوم جو حضرت فاروق اعظم کی زوجہ تھیں۔ وہ
قانونِ جنت کے بطنِ اقدس سے تھیں۔

فصل ۲: ام کلثوم بنت علی کا عقد عمر فاروق سے باہمی رضامندی سے ہوا۔
فصل ۳: اس میں درج ذیل مطاعن اور ان کے جوابات درج کیے گئے ہیں۔

طعن ۱: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا جنسین کو اچھانہ سمجھتی تھیں۔

طعن ۲: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضرت علیؓ سے بغض و عناد تھا۔

۱۴ سو ۱۰: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت علی پر گالی گلوچ کیے جانے کو پسند کرتی تھیں۔
 طعن چہارم: سیدہ فاطمہ الزہراء کو اپنی سوتیلی ماؤں سے شکایت رہتی تھی (۱)
 طعن پنجم: سیدہ عائشہ نے حضرت فاطمہ زہراء کی وفات پر اظہار افسوس تک نہ کیا
 طعن ششم: سیدہ زہراء کے جنازہ پر آنے سے سیدہ عائشہ کو زبردستی روکا گیا۔ اور
 ابو بکر صدیق کی سفارش بھی ٹھکرا دی گئی۔

طعن ہفتم: حضرت عثمان غنی کے قتل میں جناب طلحہ اور زبیر کے علاوہ ام المومنین سیدہ
 عائشہ بھی لوث تھیں۔

طعن ہشتم: سیدہ عائشہ صدیقہ نے قتل عثمان کی کوشش کی۔

طعن نہم: حضرت طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہما ہی حضرت عثمان کے قاتل ہیں۔

طعن دہم: حضرت عائشہ صدیقہ کا گھر فتنوں کی جگہ تھا۔

طعن یازدہم: حضرت طلحہ نے یہ تمنا کی کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے
 ہے کہ شیعہ فرقہ ہی امام حسین و آل نبی کا قاتل ہے۔

آگے فصل نہم سے سیزدہم تک امام زین العابدین سے لے کر امام
 مہدی تک اپنے مقرر کردہ اماموں کی نشان میں شیعوں کی بے ادبیاں اور
 گستاخیاں درج کی گئی ہیں۔

باب سوم: ائمہ اہل بیت کی شیعوں سے بیزاری اور ان کے حق

میں ان کی بددعاؤں کا مفصل تذکرہ۔ جو تعجب خیز بھی ہے اور عبرت انگیز بھی

باب سوم: بحث بنات رسول صلی اللہ علیہ وسلم، فصل اول نبی صلی اللہ علیہ وسلم

کی چار حقیقی صاحبزادیاں تھیں۔ قرآن کریم اور کتب شیعہ سے ٹھوس دلائل (فصل دوم)

چار عدد بنات رسول دلی بعض شیعہ روایات کے راویوں پر شیعہ مولویوں کی

ناجاہر تنقید کا عاجز کن محاسبہ (فصل سوم) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیوں کو بیہ

بعد ان کی زوجہ عائشہ صدیقہ سے شادی کروں گا۔

طعن دوازدھم: عکرمہ صحابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ سے نکاح کیا تھا
فصل چہارم: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیاں چار تھیں۔ اس پر چند تحقیقی حوالہ جات۔
فصل پنجم: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سیرت کی کتب شیعہ سے
مزید جھلکیاں۔

فصل ششم: سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہما
کے مابین مثالی محبت و الفت۔

دوسری کتاب

عقائد جعفریہ ۳ جلدیں

شیخ الحدیث مناظر اسلام علامہ مولانا محمد علی مدظلہ

یہ کتاب شیعہ فرقہ کے عقائد کا حقیقت نما آئینہ ہے

مضامین جلد اول:

باب اول۔ شیعہ فرقہ کے گستاخانہ عقائد۔ (فصل اول) اللہ کی شان میں
شیعوں کی گستاخیاں۔ (فصل دوم) شانِ جلالِ انبیاء میں گستاخیاں (فصل سوم)
شانِ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم میں بے ادبیاں (فصل چہارم) شانِ اموات
المؤمنین رضی اللہ عنہم میں شیعوں کی جساتیں (فصل پنجم) شانِ حضرت علی رضی اللہ عنہ میں
شیعوں کی گستاخیاں (فصل ششم) سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی مملکت میں بے باکیاں
(فصل ہفتم) شانِ امام حسنؑ میں گستاخیاں (فصل ہشتم) امام حسین رضی اللہ عنہ کی شان میں
گستاخیاں۔ اس ضمن میں کتب شیعہ سے بڑی شرح و بسط کے ساتھ ثبوت کیا گیا

یعنی بعض پروردہ بیٹیاں ثابت کر۔ نہ پرشیوں کے دلائل کا سخت ترین علمی جواب۔

مضامین جلد دوم

باب اول۔ (بحث امامت) (فصل اول) مسئلہ امامت کے متعلق
سنی عقائد کا خلاصہ۔ اور شیعوں کا یہ عقیدہ کہ بارہ اماموں میں سے کسی کی امامت
کا منکر یا ان کے مقابلہ میں دعویٰ امامت کرنے والا یا اسے امام بلانے والا کافر و
مرتد ہے۔ یہ بارہ امام اللہ کی طرف سے منصوص ہیں (فصل دوم) شیعوں کے ہاں
امامت کی شرط اول منصوص من اللہ ہونے کی تردید پر مفصل دلیل۔ (دلیل اول)۔
آل رسول میں سے معتزلی شخصیات نے ائمہ اہل بیت کے مقابلہ میں امامت کا دعویٰ کیا
چنانچہ اس دلیل میں ثابت کیا گیا کہ امام زین العابدین کے مقابلہ میں محمد
بن حنفیہ فرزند علی المرتضیٰ نے دعویٰ امامت کیا۔ امام باقر کے مقابلہ میں حضرت
زید بن امام زین العابدین نے۔ امام جعفر کے مقابلہ میں نفس زکیہ آل امام حسن نے
اور اسی طرح دیگر ائمہ کی امامت کا انکار کرتے ہوئے ان کے مقابلہ میں آل رسول
کی بزرگ تر شخصیات دعویٰ امامت کرتی رہیں۔ دلیل دوم۔ کسی خاص شخص کے
لیے امامت و خلافت کے منصوص ہونے سے اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم
حضرت اور دیگر ائمہ اہل بیت کا انکار از کتب شیعوں (فصل سوم) شیعوں کے
نزدیک امامت و خلافت کی دوسری شرط امام کے معصوم ہونے کی تردید
اقوال ائمہ اہل بیت کی روشنی میں۔

باب دوم شیعوں کی طرف سے اہل سنت پر امامت و خلافت سے متعلق بعض اعتراضات کا جواب
باب سوم۔ اس میں زید کو اہل سنت کا کام قرار دینے پر شیعوں کے
دلائل و اعتراضات۔ اور اہل سنت کے ہاں زید کی نسبت ترمین حیثیت کا
بیان ہے۔ نیز اس ضمن میں شیعوں کے عقائد سے ثابت کیا گیا ہے کہ زید نے

قتل حسین پر منہ پٹیا۔ سب پہلے ماتم کیا۔ اور یزید سے بڑا محب، اہل بیت کا کوئی نہ تھا۔
مضامین جلد سوم: اس جلد میں تین امور پر بحث کی گئی ہے۔

- ۱۔ کلمہ اسلام کیا اور کتنا ہے۔ اور لفظ علی ولی اللہ کلمہ کا جز بنانا جائز ہے یا نہیں
- ۲۔ تحریف قرآن کی طویل بحث۔ اس بحث میں شیعہ کتب سے شمارے زائد
- ہنایت وزنی دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔ کہ شیعہ فرقہ کا موجودہ قرآن پر ایمان نہیں ہے۔
- ۳۔ بحث تقیہ تقیہ کیا ہے شیعوں کے ہاں اس کی کیا فضیلت ہے اور اس کے بطلان کے دلائل۔

عقائد جعفریہ۔۔۔۔۔ جلد چہارم

یہ جلد چار ابواب پر مشتمل ہے۔

باب اول:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جنازہ اور اس بارے میں چار مطاعن کا
جواب اس باب میں مذکور ہوئے۔

طعن اول: صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ نہیں پڑھا۔

طعن دوم:

اگر صحابہ کرام میں محبت رسول تھی۔ تو آپ کی تدفین سے قبل خلافت کے لیے
ووٹ دھوپ کیوں کی؟

طعن سوم:

صحابہ کی عدم موجودگی کی وجہ سے جنازہ رسول میں تاخیر ہوئی۔

طعن چہارم:

ابوبکر، عمر اس وقت لوٹے جب آپ کی تجہیز و تکفین ہو چکی تھی۔

ان مطاعن کے علاوہ ایک الزامی پسینج کہ کوئی شیعہ کسی مسند مرفوع اور

صحیح حدیث سے یہ ثابت کر دیکھا ہے کہ صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ

میں موجود تھے۔ تو منہ مانگا انعام پائے۔

باب دوم فضائل اہلبیت میں

اس باب میں بارہ ائمہ اہل بیت کے فضائل و مناقب کتب اہلسنت سے پیش کیے گئے ہیں۔ تاکہ یہ ثابت ہو جائے کہ اہل بیت کے حقیقی محبت اہل سنت و جماعت ہی ہیں۔

باب سوم

بحث تقیہ۔ اس بحث کو چند فصول میں بیان کیا گیا۔

فصل اول: تقیہ کے متعلق شیعہ سنی نظریات۔

فصل دوم

اثبات تقیہ پر شیعہ دلائل اور ان کے جوابات۔

فصل سوم

اہل تشیع کے ہاں تقیہ کے فضائل اور اس کے ترک پر وعیدات۔

فصل چہارم

وسعت تقیہ۔

فصل پنجم

ترویج تقیہ میں قرآن کریم اور کتب شیعہ سے دلائل

فصل ششم

دعا اور بخشش طلب کرنے وقت لعنت۔

فصل ہفتم

تقیہ کی شکل میں ائمہ اہل بیت پر لعنت جائز ہے۔

باب چہارم لفظ شیعہ اور سنی کی بحث۔ مذہب شیعہ کے حق ہونے کے تین ارکان اور ان کا جواب۔

رکن اول: لفظ شیعہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔ لیکن لفظ سنی نہیں۔

رکن دوم: ابراہیم علیہ السلام شیعہ تھے۔

رکن سوم: کتب اہل سنت کہتی ہے کہ شیعہ جنت میں جائیں گے۔

جلد پنجم عقائد جعفریہ جمعہ ضمیمہ

یہ جلد دو ابواب اور چند فصول پر مشتمل ہے

باب اول:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے متعلق گفتگو۔

اس میں چند فصول درج ذیل ہیں

فصل اول: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اباؤ اجداد کی ہر دور میں افضلیت

فصل دوم: آپ ان لوگوں میں منتقل ہوتے رہے۔ جو ساجدین، تھے۔

فصل سوم: آپ کے اباؤ اجداد زانہ فطرت میں صاحبان ایمان اور توحید کے معتقد تھے

فصل چہارم: آپ اپنے والدین کریمین کو دوبارہ زندہ کیا۔ اور اپنا کلمہ پڑھوایا۔

فصل پنجم: ان احادیث و روایات کی جو بات جن میں اپنے والدین کا روزی ہونا آیا ہے

فصل ششم: امامِ اعظم کے متعلق یہ کہنا کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو کافر کہا اس کی تردید۔ اور ملا علی قاری کی توبہ۔

باب دہم:

اس باب میں ایک تحقیقی بحث ہے یعنی جب شیعوہ لوگ اہل سنت و جماعت پر کوئی الزام قائم کرتے ہیں۔ یا اپنے مسلک کی توثیق پیش کرتے ہیں۔ تو لکھتے ہیں۔ کہ اہل سنت و جماعت کی فلاں فلاں معتبر کتاب میں یہ لکھا ہے۔ تو اس باب میں اس بات کی وضاحت کی گئی ہے۔ کہ یہ مذکورہ کتب کیا اہل سنت کی ہیں یا اہل تشیع کی؟ اگر اہل سنت کی ہیں تو کیا معتبر ہیں یا نہیں۔

ان کتب کا تذکرہ جو اہل تشیع دھوکہ دینے کے لیے ہم

اہل سنت کی معتبر کتاب کے عنوان پیش کرتے ہیں

- مثلاً۔ ۱۔ شرح ابن ابی حدید۔ ۲۔ روضۃ الاحباب۔ ۳۔ جیب الستر۔ ۴۔ تاریخ یعقوبی۔ ۵۔ الصفوة الصفوة۔ ۶۔ مروج الذهب، تذکرۃ الخواص ۸۔ نایب المودۃ ۹۔ فرید السملین۔ ۱۰۔ مقتل ابن ابی عمرف۔ ۱۱۔ علیہ الاولیاء ۱۲۔ اخبار الطوال۔ ۱۳۔ روضۃ الشہداء ۱۴۔ مقاتل الطالبین۔ ۱۵۔ مودۃ القربی ۱۶۔ الملل والنحل، عقد القرین۔ ۱۸۔ تاریخ طبری ۱۹۔ الامامة والسیاسة۔ ۲۰۔ خصائص نائی

- ۲۱۔ معارج النبوة۔ ۲۲۔ کتاب الفتوح اعظم کوفی۔ ۲۳۔ روضۃ الصفاء ۲۴۔ تاریخ ابوالفداء ۲۵۔ مستدرک حاکم۔ وغیرہ

عقائدِ حنفیہ جلد ششم

- امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی ذات پر لعن طعن کرنے والے سنی تمام یوہندوں
 مودودیوں، بریلویوں اور پیروں کا معتبر کتب اہل سنت سے محاسبہ۔
 اس جلد میں ایک باب اور چند مندرجہ ذیل فصول ہیں۔
- فصل اول: شان صحابہ: فصل دوم: صحابہ کرام پر لعن طعن کرنے والوں کا انجام
 فصل سوم: امیر معاویہ کے صحابی ہونے پر مدلل ثبوت
 فصل چہارم: امیر معاویہ کے فضائل و مناقب
 فصل پنجم: امیر معاویہ پر لعن طعن کرنے والے کس زمرہ میں۔
 فصل ششم: مودودی محدث ہزاروی وغیرہ سنی تمام لوگوں پیروں
 کے امیر معاویہ کی ذات پر اعتراضات کے دمدان شکن جوابات
 فصل ہفتم: امیر معاویہ کے بارہ میں اکابرین امت کے عقائد۔



ماخذ و مراجع کتب اہل سنت

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	سن وفات	مطبوعہ و سن طباعت
۱	بخاری شریف	امام محمد بن اسماعیل بخاری	۲۵۶ھ	۱۲۵۷ھ تا ۱۹۳۸ھ آرام باغ کراچی
۲	ریاض النضرہ	احمد بن عبد اللہ محب الدین طبری	۴۹۲ھ	۱۹۸۲ھ تا ۲۰۰۵ھ بیروت طبع جدید
۳	مجمع الزوائد	الحافظ نور الدین علی بن ابی بکر	۸۰۶ھ	۱۹۸۲ھ تا ۲۰۰۲ھ بیروت طبع جدید
۴	کنز العمال	علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین ابن حجر مکی	۹۶۵ھ	طبع جدید
۵	صواعق محرقة	مصنف ابن ابی شیبہ	۲۲۵ھ	بیروت یا مصر ۱۲۰۶ھ تا ۱۹۹۶ھ
۶	البدایہ والنہایہ	حافظ ابو یوسف عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ عیسیٰ	۲۲۵ھ	کراچی طبع جدید
۷	البدایہ والنہایہ	لابن کثیر عماد الدین ابو الفداء دمشقی	۷۷۴ھ	۱۹۶۶ھ تا ۱۹۶۶ھ بیروت طبع جدید
۸	ترمذی شریف مترجم	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی	۲۶۹ھ	۱۹۶۳ھ تا ۱۹۶۳ھ بانی بلوچستان
۹	ترمذی شریف	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی	۲۶۹ھ	مکتبہ رشیدیہ دہلی

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	سن وفات	مطبوعہ و سن طباعت
۱۰	اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ	عزالدین ابی الحسن علی اشیبانی	۱۱۶۰ھ	۱۲۹۹ھ ۱۹۷۶ء بیروت طبع جدید
۱۱	مسلم شریف	امام مسلم بن حجاج	۲۶۱ھ	دہلی مکتبہ نبویہ لاہور
۱۲	شواہد النبوة	علامہ عبدالرحمن جامی		
۱۳	نور الابصار	شیخ الحدیث علامہ غلام رسول فیصل آباد		
۱۴	تاریخ بغداد	حافظ ابو بکر احمد بن علی خطیب بغدادی	۲۶۳ھ	مکتبہ السلفیہ مدینہ منورہ مکتبہ نور فیصل آباد
	فتاویٰ حاوی	امام جلال الدین سیوطی	۹۱۱ھ	

ماخذ و مراجع کتب اہل تشیع

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	سن وفات	مطبوعہ و سن طباعت
۱	اصول کافی	محمد بن یعقوب کلینی رازی		تہران طبع جدید
۲	مجمع البیان	ابو علی الفضل بن الحسن طبرسی		" " "
۳	تفسیر منہج الصادقین	علامہ فتح اللہ کاشانی		تہران ۱۳۳۳ھ
۴	تفسیر قمی	ابو حسن علی بن ابراہیم بن شہر آشوب قمی		ایران طبع قدیم
۵	تفسیر صافی	محمد بن الرضا اللہود فیض کاشانی		تہران طبع جدید
۶	ترجمہ مقبول	مقبول احمد دہلوی		اسلام پورہ لاہور
۷	جامع الاخبار	ابو جعفر الصدوق محمد بن علی بن حسین		نجف اشرف

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	سن فوات	مطبوعہ و سن طباعت
۸	آثار جدیدی ترجمہ تفسیر امام عسکری	سید شریف حسین مجھڑوی		کتاب خانہ لاہور
۹	من لایحضرہ الفقیہ	ابو جعفر الصدوق محمد بن علی بن ابی طالب القمی		لکھنؤ طبع قدیم
۱۰	اعتقادات صدق فی بحث تفتیح		تہران
۱۱	لواعق التنزیل	سید علی حارثی رضوی لاہوری		طبع قدیم لاہور
۱۲	امالی شیخ طوسی	ابو جعفر محمد بن حسن الطوسی	۵۲۶۰ھ	قم ایران طبع جدید
۱۳	فروع کافی	محمد یعقوب کلینی رازی		تہران طبع جدید
۱۴	کتاب الروضہ	محمد بن یعقوب کلینی رازی		نوگشوی طبع قدیم
۱۵	روضہ کافی	محمد بن یعقوب کلینی رازی		تہران جدید
۱۶	تہذیب ائین فی تاریخ	سید مظہر حسین بہار پوری	۱۳۳۹ھ	طبع قدیم دہلی
۱۷	تہذیب الاحکام	ابو جعفر محمد بن حسن طوسی	۵۲۶۰ھ	نوگشوی طبع قدیم
۱۸	تحفۃ العوام	مفتی سید احمد علی	۱۹۲۵ھ	لکھنؤ طبع قدیم
۱۹	ہنج البلاغہ	سید شریف ابوالحسن محمد رضی بن الحسن	۵۲۰۲ھ	بیروت طبع جدید
۲۰	رجال کشی	محمد بن عمر الکشی		کربلا طبع جدید
۲۱	احتجاج طبری	شیخ ابو منصور احمد بن علی طبری	۵۲۲۸ھ	قم طبع جدید
۲۲	جلد العیون	علاء قر مجلسی	۱۱۱۱ھ	تہران جدید
۲۳	معانی الاخبار	ابن بابویہ قمی		بیروت طبع جدید
۲۴	تفسیر فرات کوفی	فرات بن ابراہیم		نجف اشرف طبع قدیم
۲۵	کشف الغمہ فی معرفتہ	ابوالحسن علی بن عیسیٰ بن ابوالفتح ارملی	۲۸۷ھ	تبریز طبع جدید
۲۶	مجمع المعارف	علاء قر مجلسی	۱۳۷۳ھ	تہران
۲۷	ناسخ التواریخ	مرزا محمد تقی سپہ سالار الملک	۱۲۹۷ھ	تہران طبع جدید

نمبر شمار	نام کتاب	نام مصنف	سن وفات	مطبوعہ و سن
۲۸	مقتل ابی مخنف	لوط بن یحییٰ	۲۹۰ھ	تبعہ ۱۹۸۵ء تبعہ ۱۹۸۵ء تبعہ ۱۹۸۵ء
۲۹	بصائر الدرجات	ابو جعفر محمد بن حسن	۲۹۰ھ	تبعہ ۱۹۸۵ء تبعہ ۱۹۸۵ء
۳۰	روضۃ الصفاء	محمد بن خاوند شاہ	۹۰۳ھ	تبعہ ۱۹۸۵ء تبعہ ۱۹۸۵ء
۳۱	مناقب آل ابی طالب	ابن شہر آشوب	۵۸۸ھ	تبعہ ۱۹۸۵ء تبعہ ۱۹۸۵ء
۳۲	احتجاج طبری	شیخ ابو منصور احمد بن علی طبری	۵۲۸ھ	تبعہ ۱۹۸۵ء تبعہ ۱۹۸۵ء
۳۳	اخبار ماتم	محمد بن ابن محمد علی	۵۸۸ھ	تبعہ ۱۹۸۵ء تبعہ ۱۹۸۵ء
۳۴	اعلام الوری	افضل ابی علی ابن الحسن طبری	۵۸۸ھ	تبعہ ۱۹۸۵ء تبعہ ۱۹۸۵ء
۳۵	کتاب سلیم بن قیس ہلالی العامی	ہلالی العامری	۵۸۸ھ	تبعہ ۱۹۸۵ء تبعہ ۱۹۸۵ء
۳۶	حیات القلوب	ملا باقر مجلسی	۵۸۸ھ	تبعہ ۱۹۸۵ء تبعہ ۱۹۸۵ء
۳۷	تاریخ یعقوبی	احمد بن ابویعقوب	۵۸۸ھ	تبعہ ۱۹۸۵ء تبعہ ۱۹۸۵ء
۳۸	الشافعی ترجمہ اصول کافی	سید ظفر حسن امرومی	۵۸۸ھ	تبعہ ۱۹۸۵ء تبعہ ۱۹۸۵ء
۳۹	انوار نعمانیہ	نعمت اللہ جزائری	۵۸۸ھ	تبعہ ۱۹۸۵ء تبعہ ۱۹۸۵ء
۴۰	مجالس المؤمنین	سید نور اللہ تشوستری	۵۸۸ھ	تبعہ ۱۹۸۵ء تبعہ ۱۹۸۵ء
۴۱	ارشاد شیخ المقبذ	محمد بن نعمان بغدادی	۵۸۸ھ	تبعہ ۱۹۸۵ء تبعہ ۱۹۸۵ء
۴۲	قول مقبول فی اثبات	غلام حسین نجفی	۵۸۸ھ	تبعہ ۱۹۸۵ء تبعہ ۱۹۸۵ء
۴۳	وحدة بنت الرسول	ابوالعباس عبداللہ بن جعفر حمیری قمی	۳۰۰ھ	تبعہ ۱۹۸۵ء تبعہ ۱۹۸۵ء
۴۴	قرب الاسناد	ابوالفرج الاصفہانی	۲۵۴ھ	تبعہ ۱۹۸۵ء تبعہ ۱۹۸۵ء

معاونین کا شکر

میری ان پندرہ بلدوں پر مشتمل تصنیف میں میرے جن شاگردوں نے تعاون کیا۔ میں تہہ دل سے ان کا شکر ادا کرتا ہوں۔ ان میں سے جنہوں نے سب سے زیادہ تعاون کیا۔ وہ میرے برخوردار حضرت علامہ قاری محمد طیب صاحب اور ان کے بعد حضرت مولانا محمد لوشی، مولانا صابر علی صاحب، مولانا صوفی ولایت علی، مزید برآں ان شاگردوں نے گاہے بگاہے میرا ہاتھ بٹایا، مولانا محمد اکرم شاکر، صوفی محمد رمضان عطشی بھکروالے اور قاری حفیظ الرحمن پاکپتن والے شامل ہیں۔

ان کے علاوہ میں خطاط خورشید عالم گوہر علم اور ماسٹر محمد اکرم جاوید کا بھی شکر ادا کرتا ہوں۔ میں اپنی اس تصنیف میں حضرت مولانا محمد رفیع الدین صاحب صدر مدرس جامعہ سولہ شیرازیہ رضویہ کا نہایت ممنون اور شکر گزار ہوں جن کی انتہائی محنت اور جانفشانی سے میں نے اپنے مقصدِ جلیل کو پایہ تکمیل تک پہنچایا ہے اور میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو اس تعاون کے سبب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت نصیب فرمائے اور جنتِ اعلیٰ میں جگہ عطا فرمائے۔

محل علی عفی عنہ،

ناظم جامعہ سولہ شیرازیہ رضویہ

محل بیچ لاہور

marfat.com

شان صحابہؓ رُذِ شیعہ پر تین عظیم الشان اُربے مثال تحقیقی شاہکار کتب

محقق اسلام شیخ الحدیث علامہ
رحمۃ اللہ علیہ
مجان علی نقشبندی

تالیفات

- ☆ رُذِ شیعہ پر اتنی جامع، مفصل اور محققانہ تحریر قبل ازیں وجود میں نہیں آئی۔
- ☆ ان کتب کے بعد اس موضوع پر کسی دوسری کتاب کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔
- ☆ تمام کتب میں استدلال صرف اور صرف قرآن حکیم اور کتب شعیہ سے کیا گیا ہے۔
- ☆ بنظر انصاف مطالعہ کرنے والا ہر شیعہ اپنے عقیدہ پر نظر ثانی کیلئے مجبور ہو جائے گا۔
- ☆ تینوں کتب محققین و مناظرین کیلئے اہم و خزانہ اور گستاخان صحابہ کیلئے تازیانہ عبرت ہے۔

فقہ جعفریہ
جلد ۲

عقائد جعفریہ
جلد ۵

میزان الکتب

عقائد جعفریہ
جلد ۳

مکتبہ نوریہ حسنیہ جامعہ رسولیہ شیرازیہ
بلال گنجہ لامورہ پاکستان فون 7227228